فضائل نعلین، اور نقش نعلین شریف سمیت عرش پر نعلین اقدس اور نقش نعلین

پر لکھائی کرنے کے حوالے سے تحقیقی مباحث پر مشتمل انوکھی تحریر

نعلینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم





تصنیفِ لطیف:

ابوالاحمد محمد علی رضا القادری الاشرفی

ناشر

اکبر بک سیلرز لاہور

فضائل نعلین، اور نقش نعلین شریف سمیت عرش پر نعلین اقدس اور نقش نعلین

پر لکھائی کرنے کے حوالے سے تحقیقی مباحث پر مشتمل انوکھی تحریر

نعلینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تصنیفِ لطیف:

ابوالاحمد محمد علی رضا القادری الاشرفی

ناشر

اکبر بک سیلرز

زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور

Ph: 37352022

الصلوۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ

وعلیٰ اٰلک واصحابک یا حبیب اللہ

نام کتاب	....	نعلین مصطفیٰ ﷺ
تصنیف	....	ابوالاحمد محمد علی رضا القادری الاشرفی
کمپوزنگ	....	حافظ محمد قاسم علوی
صفحات	....	528
تعداد	....	600
اشاعت	....	اپریل 2019ء
ناشر	....	محمد اکبر قادری
قیمت	....	500 روپے

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سینٹر ۴۰ اردو بازار لاہور

خراجِ عقیدت

☆- علامہ ابوبکر احمد بن عبداللہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

﴿حقیقتها تاج وصورتها نعل﴾

(یہ حقیقت میں تاج ہے اگرچہ صورت میں نعل ہے)

(فتح المتعال صفحہ210)

☆- علامہ محمد بن فرج سبتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

﴿فطوباك طوبیٰ ثم طوبیٰ وحق﴾

﴿ان اردد طوبیٰ ثم طوبیٰ ایا نعل﴾

(پس تجھے مبارک ہو، پھر مبارک ہو بلکہ حق تو یہ ہے کہ میں تجھے پھر مبارک دوں،

بلکہ پھر مبارک ہو اے مبارک نعل!)

(فتح المتعال صفحہ205)

☆- خواجہ غلام قطب الدین فریدی صاحب فرماتے ہیں:

﴿ذرّے اس خاک کے تابندہ ستارے ہوں گے﴾

﴿جس جگہ آپ ﷺ نے نعلین اتارے ہوں گے﴾

--انتخاب--

غلام صبغت اللہ احمد سعید چشتی نظامی

(گدائے قبلہ عالم پیر پٹھان و پیر سیال)

شرفِ انتساب

اصحابِ رسول ﷺ سے لے کر آج تک
نعلین اقدس کی خدمت کرنے والی
ہر جلیل القدر ہستی بالخصوص امام
شہاب الدین احمد تلمسانی رحمہ اللہ
کی بارگاہ میں اپنی اس چھوٹی سی سعی کو
منسوب کر کے بے حد خوش ہوں۔

امیدوارِ ذرّہ خاکِ نعلِ مصطفیٰ ﷺ

ابوالاحمد محمد علی رضا القادری الاشرفی

(سانگلہ ہل)

ہدیہء تبریک

اس چھوٹی سی کتاب کو ہدیۃً تحفۃً
اپنے آقا و مولیٰ سرورِ ہر جہاں ﷺ اور
آپ ﷺ کی نہایت پیاری امی جان
اور ابو جان اور شفیق دادا جان
کی بارگاہِ عالیہ میں پیش کرتا ہوں

امیدوارِ نظرِ کرم
(محمد علی رضاء)

فہرستِ مضامین

پیش لفظ

الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین والعاقبة للمتقین والصلٰوۃ والسلام

علٰی رسولہ الکریم الامین وعلٰی والدیہ وآلہٖ واصحابہٖ

اجمعین۔ اما بعد!

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم!

کئی سال پہلے کی بات ہے کہ ''جامع مسجد تاجدارِ مدینہ سانگلہ ہل'' جہاں میں امامت وخطابت کرتا ہوں میری تقرری سے بھی پہلے اس مسجد کے محراب میں ایک کالے رنگ کا کپڑا بطور سینری لگا ہوا تھا جس میں بڑا ہی خوبصورت سنہری رنگ کا نقشِ نعل اقدس چھپا تھا، میں اکثر اس نقشِ نعلِ اقدس کی تعظیم کرتا اور اس کے سامنے ادباً کھڑا ہو کر اس کی زیارت کرتا اور اسے چومتا تھا، کچھ عرصہ بعد چند بد مذہبوں کی خوشنودی کے لئے مسئلہ استغاثہ پر کچھ جہلاء نے مجھ سے اختلاف کیا، اور اسی اختلاف کی آڑ میں میری مسجد میں تبلیغی جماعت کو لے آئے، جنہیں وہاں سے اسی وقت نکال دیا گیا، اس سے بھی جی نہ بھرا تو محراب میں لگے ہوئے اس نعلِ اقدس کے مبارک نقش کی توہین کرنے لگے، اس نقش کو ''بت'' اور مجھے بت پرست کہہ دیا، یہاں تک کہ اس مبارک نقش کو اتروا کر دم لیا، جسے میں نے اٹھا کر بڑی محبت سے سنبھال لیا اور اسے اپنی داڑھی سے صاف کیا اور فریم کروا کر اپنے حجرے میں لگا لیا، اسی وقت دل میں ارادہ ہوا کہ اس مسئلہ پر عوامی حلقوں کو آگاہ کرنے کی ضرورت ہے لہٰذا کسی نہ کسی

صورت ان شاء اللہ العزیز اس کو ضرور انجام دوں گا۔

اس کے بعد کئی بار نعلین اقدس اور نقشِ اقدس کے بارے میں مایوس کن عوامی رویہ، عدمِ یقینی، اور فضائل و برکات سے عوامی ناواقفیت کے چند واقعات نے میرا ارادہ اور مضبوط کر دیا، تا آنکہ اللہ رب العزت نے یہ کام بھی اس حقیر سے لے لیا، اللہ کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے جس نے ''صلوٰۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم''، ''جمالِ بلال رضی اللہ عنہ''، ''اللحیۃ الشرعیہ'' اور ''سلطنتِ حنفیہ'' اور اب ''نعلینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم'' جیسی انوکھی نوعیت کی تصنیفات کا شرف عطا فرمایا، جسے علمی حلقوں میں خوب سراہا گیا۔

اس کتاب کی ایک دو فصلیں ''سلطنتِ حنفیہ'' کی اشاعت سے پہلے ہی تیار کر چکا تھا، چنانچہ جب کتاب کو مکمل کرنے کا ارادہ ہوا تو اپنی تھکا دینے والی مصروفیات کے باوجود وقت نکال کر صرف ڈھائی ماہ کے عرصے میں اس کتاب کو مکمل تصنیف کیا، بلاشبہ یہ نعلین شریف کی ہی برکت ہے ورنہ امامت کے فرائض، جامعہ میں شعبہ درسِ نظامی کے اسباق، نماز فجر کے بعد بلا ناغہ درسِ قرآن، روزانہ نماز عشاء کے بعد درسِ حدیث، گھریلو ذمہ داریاں، مطالعاتی مشاغل، اور دیگر مصروفیات سے وقت نکال کر اس قدر قلیل عرصے میں اس کتاب کو مکمل کرنا میرے لئے ناممکن تھا۔

اس کارِ خیر میں میرے شیخ ''مفتیء اعظم پاکستان مفتی محمد اشرف القادری زید شرفہ'' اور میرے والدِ گرامی ''شیخ القرآن غلام مصطفیٰ قادری زید مجدہ'' کی خصوصی توجہ ساتھ رہی، اللہ انہیں سلامت رکھے۔

امیدِ واثق ہے کہ: اس بندہ کی بخشش کو اس قدر سامان کافی ہو، میری دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے اجر میں میرے والدین، مشائخ، اساتذہ، تلامذہ اور ہمدرد و مونس دوستوں اور میرے لئے دعاء خیر کرنے والوں کو بھی شامل فرمائے۔ (آمین)

اظہارِ تشکر:

میں تہہِ دل سے اپنے بزرگ دوست حاجی محمد نواز چٹھہ صاحب کا ان کے جذبات، دعاؤں اور کاوشوں پر بے حد ممنون ہوں، اور ساتھ ہی ان حضرات کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس کتاب کی تیاری میں بڑی محبت کے ساتھ اپنی لائبریری کی کتب کی فراہمی اور یادداشتوں سے معاونت فرمائی، بالخصوص!

☆- استاذی مکرم مولانا مفتی محمد شفیق احمد مجددی دامت برکاتہ

☆- محترم مولانا محمد افضال حسین نقشبندی زید مجدہ

(مدرس: جامعہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سانگلہ ہل)

☆- عزیزم مولانا غلام صبغت اللہ احمد سعید چشتی نظامی سلمہ اللہ

اور ساتھ ہی ساتھ بھائی محمد اکبر قادری حفظہ اللہ کا انتہائی شکریہ جن کی کاوش سے یہ کتاب منظرِ اشاعت پر جلوہ نما ہوئی، اللہ ان سب کو جزائے کاملہ سے نوازے۔

طالبِ دعاء

ابوالاحمد محمد علی رضا القادری الاشرفی

غفرلہ وعفی عنہ

جامع مسجد تاجدارِ مدینہ سانگلہ ہل

خطبة الكتاب

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم

نحمدك اللهم ان جعلتنا من امة خير من لبس النعلين، وسما على اهل الارض والسماء الاعلين وشرفنا باتباع سيّد الكونين والثقلين، الطاهر الاصلين، تفضلا منك وامتنانا وعرفتنا من احواله الجميلة،واقواله الجليلة، محاسن الشريعة، وهديتنا به الى الطريق الاقوم الاقوى والزمتنا ببركته كلمة التقوىٰ، نعمر بها ربع قلوبنا، فنشهد ان لااله الا اللّٰه وحده لاشريك له ولا ضد ولا ند ولا ظهير ولا وزير وان محمدًا عبدهٗ ورسولهٗ ونبيهٖ وخليلهٖ وحبيبهٖ صلى اللّٰه وسلم عليه وعلىٰ والديه وآله واصحابه الذين رووا وجمعوا آثار النبوية واخبار المروية وفضائله الطاهرة وشمائله الظاهرة صلاة وسلاما نتبوأ بهما بفضل اللّٰه فى الفردوس غرفا وجنانا،

اما بعد!

خدائی نعلین:

جناب ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی زوجہ جناب اُمّ طفیل رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوفرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ''انه رأى ربه عزوجل في المنام في صورة شاب موفر في خضر على فراش من ذهب في رجليه نعلان من ذهب'' کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو خواب میں ایک حسین زلفوں والے جوان کی شکل میں سبز کپڑوں میں ملبوس، سونے کے بچھونے پر بیٹھے ہوئے دیکھا، جس کے قدموں میں بھی سونے کے نعلین تھے۔

(الاسماء والصفات للبیهقی جلد2صفحه368رقم942مکتبة السوادی جدة)

(البدر المنیر للشعرانی صفحه172رقم1278دار الکتب العلمیه بیروت)

(رؤیة الله للدارقطنی صفحه359رقم286،287مکتبة المنار،اردن)

(المعجم الکبیر للطبرانی جلد10صفحه472رقم20854دار الکتب العلمیه)

شرح:

اس حدیث کو ہر عام آدمی سمجھ نہیں سکتا، اس کے لئے اول ''الابریز'' میں جلیل القدر عارف باللہ شیخ الاولیاء شیخ عبدالعزیز دباغ رحمہ اللہ کا کلام ملاحظہ کرنا ضروری ہے چنانچہ میں اس کلام کو سادہ ذہنوں کا لحاظ کر کے چند الفاظ کی کمی وزیادتی کے ساتھ اپنے انداز میں ڈھال کر یہاں پیش کر رہا ہوں ملاحظہ فرمائیں کہ:

''وجود کے لئے ایک عینِ ذات اور ایک صورتِ ذات ہے، چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عینِ ذات وہ ہے جسے حضرات صحابہ کرام نے بالمشافہ ملاحظہ کیا، یا اسی حالت میں اہلِ عرفان نے مشاہدہ کیا، اور صورتِ ذات وہ ہے جسے بعض خوش نصیب لوگ اپنے اپنے مراتب کے لحاظ سے جاگتے یا سوتے ملاحظہ کرتے ہیں۔

پھر عین ذات تو ایک ہی ہے، لیکن صورتِ ذات متعدد ہیں، جیسے ایک آئینہ عینِ ذات کے سامنے رکھ دو پھر اس آئینے کے سامنے مزید آئینے رکھتے جاؤ تو ان سب آئینوں میں ان کی قابلیت کے لحاظ سے صورتیں ظاہر ہوں گی، چنانچہ کائنات کی کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں عینِ ذاتِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور نہ پہنچا ہو، اور کائنات میں جس قدر مبارک ومکرم صورتیں ہیں سب اسی صاحبِ عظمت ورفعت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئینے کی مثل ہیں، پھر اسی نور کو دیکھنے والے مختلف صورتوں یا آئینوں میں مشاہدہ کرتے ہیں، یعنی مشرق ومغرب، شمال وجنوب میں جتنے لوگوں کو دیدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے فیضیاب کرایا جاتا ہے ان کے مراتب کے لحاظ سے الگ الگ صورتوں میں کرایا جاتا ہے، جان لینا چاہیے کہ: صورتِ ذاتِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم حضرات انبیاء کرام کی تعداد یعنی کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار کے مطابق ہے، پھر امتِ محمدیہ میں قیامت تک ہونے والے اتنے ہی جلیل القدر اور عظیم المرتبت اولیاء کرام کے مطابق ہے، چنانچہ یہاں یہ تعداد دو لاکھ اڑتالیس ہزار بنتی ہے، حالانکہ صحیح یہ ہے کہ: ہمیں صورتِ ذات کی اصلی تعداد معلوم نہیں ہوسکتی، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ سرورِ ہر عالم صلی اللہ علیہ وسلم جس کو چاہیں اپنی ذاتِ والا کا دیدار کرادیں اور جس کو چاہیں ان مبارک صورتوں میں سے کسی پر دیدار عطا فرمادیں، یہ دیکھنے والوں کے مراتب پر منحصر ہے، ایک شخص کہتا ہے کہ: میں نے خواب میں جناب عالی مقام صلی اللہ علیہ وسلم کو مکمل سفید داڑھی میں دیکھا حالانکہ کتبِ سیر شاہد ہیں کہ وصالِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت داڑھی مبارکہ میں محض چند موئے مبارک ہی سفید تھے۔ شیخ دباغ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے جمالِ سروری صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار خواب میں کئی بار اپنے ہی مرشد گرامی کی صورت پر کیا ہے۔

(الابریز صفحہ 194،195 دار الکتب العلمیہ بیروت)

کیا آپ نے وہ حدیث نہ سنی کہ فرمایا: ''من رأني في المنام فقد رأني، فان الشيطان لا يتمثل بي واني ارى في كل صورة '' یعنی جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری مثل نہیں بن سکتا، اور میں ہر صورت میں دکھایا جاتا ہوں۔

(البد المنير للشعراني صفحه 268 رقم 1925 دار الكتب العلميه)

یہ روایت یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ جس صورت کو جناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے خاص فرمالیا شیطان اسے ہرگز چرا نہیں سکتا، اور پھر یہ بھی فرمایا کہ: ''میں ہر صورت میں دکھایا جاتا ہوں'' جس سے اس بحث کو تقویت حاصل ہوئی کہ ذاتِ والا صفات صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد صورتیں ہیں، یہی وجہ ہے کہ: خواب ہو یا بیداری دیکھنے والوں کو دونوں حالتوں میں جمالِ جہاں آراء صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کے وقت کسی قسم کا شک یا شبہ نہیں رہتا کہ یہ جمال آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ہے، خواہ وہ دیدار عینِ ذات کی بجائے صورتِ ذات کا ہی کیوں نہ ہو۔

جب یہ سب کچھ سمجھ لیا تو یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگنی چاہیے کہ اوپر نعلینِ خداوندی کے سلسلہ میں جو حدیث گزری ہے وہ بھی اسی بحث سے متعلق ہے، چنانچہ علامہ عجلونی رحمہ اللہ ''کشف الخفاء'' میں فرماتے ہیں کہ: علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دیکھا وہ ذاتِ خداوندی نہیں بلکہ حجابِ صوری ہے، جس کی طرف کپڑوں، تاج اور نعلین کا انتساب محال نہیں، کیونکہ یہ تو عالمِ رؤیا سے متعلق ہے جس میں قوتِ ذہنیہ قید و بند سے آزاد ہوتی ہے، امام ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: بلاشبہ وہ تجلی ذاتی نہیں بلکہ صوری تھی، کیونکہ اللہ رب العزت کی تجلیاتِ صفات کی کئی قسمیں ہیں، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات جسم اور صورت سے پاک ہے۔ (كشف الخفاء جلد 1 ص 285 رقم 1407 دار الكتب العلميه)

اسی بحث سے ایک تعلق اس روایت کا بھی ہے جس میں جناب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جناب ملک الموت کو تھپڑ مار کر اُنکی آنکھ پھوڑ دینے والا واقعہ بیان کیا گیا ہے، چنانچہ اہلِ علم کی ایک جماعت فرشتوں کے لئے زخمی ہونے کی نسبت کو درست قرار نہیں دیتی اسی وجہ سے ''انیس الجلیس'' میں لکھا ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ نے عرش کے نیچے ایک درخت پیدا فرمایا ہے جس کے پتے انسانی صورت کے ہیں، جناب ملک الموت جب بھی کسی کی روح قبض کرنے جاتے ہیں، تو ایک پتے کو بطور لباس پہن کر اسی صورت میں مرنے والے کے پاس پہنچ جاتے ہیں، جیسے جناب جبریل ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جناب دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں حاضر ہوا کرتے تھے، بس اس آنکھ پھوڑنے سے اسی صورتِ انسانی کی آنکھ پھوڑنا مراد ہے نہ کہ درحقیقت جناب ملک الموت کی آنکھ''۔

(انیس الجلیس صفحہ 107 مطبع مجتبائی دھلی)

باب نمبر1:

نعلینِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

اس باب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک سے متعلق بحث کوئی فصلوں میں منحصر رکھا جائے گا مثلاً!

نعل کا معنیٰ اور اہمیت

عظمتِ نعلینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن میں

عظمتِ نعلینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم احادیث وآثار میں

نعلینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم

نعلین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دینا

نعلینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں

نعلینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے برکت لینا

نعلینِ مصطفیٰ کسی کا نام رکھنا

نعلینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی کرنا

تبرکات کے ضروری احکام

فصل نمبر1:

”نعل“ کا معنیٰ اور اہمیت

''نعل'' کا معنیٰ:

ہمارے ہاں ''نعل'' کا معروف معنیٰ ''جوتا'' ہے، لیکن اس لفظ کا لغوی معنیٰ علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ''ما وقت به القدم من الارض'' ہے، یعنی وہ چیز جس کے ذریعے پاؤں کو زمین پر لگنے سے محفوظ رکھا جائے۔

(اشرف الوسائل الیٰ فهم الشمائل صفحه 138 دار الکتب العلمیه بیروت)

اسی وجہ سے جوتے کو ''نعل'' کہا جاتا ہے، بلکہ گھوڑوں کے سموں کو چٹیل اور پتھریلی زمین سے بچانے کے لئے بھی لوہے کے ''نعل'' جوڑ دیئے جاتے ہیں۔

اور کبھی کبھار جوتے کو ''سبتیہ'' بھی کہا جاتا ہے اور ایسا اس وقت ہوتا ہے جب جوتا ''رنگے ہوئے چمڑے'' سے بنا ہوا ہو۔(فتح المتعال صفحه 36)

''جوتوں'' کا آغاز:

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب لباسِ دنیا عطا ہوا تو اس کے ہمراہ کھجور کے پتوں کا نعلین پاک بھی تھا، بڑی کشتی یعنی بحری جہاز اور چمڑے کا جوتا حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایجاد ہے۔(مرأة المناجيح جلد6 صفحه 251 باب النعال)

اور بعض روایتوں میں آتا ہے کہ: چمڑے کا جوتا جناب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایجاد ہے۔ واللہ اعلم ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

''جوتوں'' کی اہمیت:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''الزم نعليك قدميك'' اپنے قدموں میں جوتے ضرور پہنا کرو۔(ابن ماجه: 1432)

نیز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بھی ارشاد فرمایا: ''استکثروا من النعال فان الرجل لا یزال راکبا مادام متنعلا'' جوتے کثرت سے پہنا کرو کیونکہ جب تک تم جوتے پہنے رکھو گے سوار رہو گے۔

(المعجم الاوسط للطبرانی جلد5صفحہ202)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ: ''المتنعل راکب'' جوتا پہننے والا سوار ہی ہوتا ہے۔ (تاریخ بغداد جلد10صفحہ286)

ثابت ہوا کہ: جوتا بھی سواری کی طرح ایک نعمت ہے، اس کے ملنے پر اللہ کا شکریہ بھی اسی طرح ادا کیا جائے جس طرح کسی اچھی سواری کے ملنے پر کیا جاتا ہے۔

چمڑے کے جوتوں کی اہمیت:

چمڑے کے جوتے انسان کی ذہانت اور عقل میں اضافہ کرتے ہیں، بلکہ انسانی اخلاق پر بھی اچھے اثرات مرتب کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ: حکماء نے چمڑے کے جوتوں کی اہمیت پر بھی روشنی ڈالی ہے چنانچہ ڈاکٹر جاوید اقبال اپنی کتاب ''روزہ اور صحت'' میں اور مولانا محمد شہزاد قادری ترابی اپنی کتاب ''سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور جدید سائنس'' میں لکھتے ہیں کہ:

''مشہور ریاضی دان ''فیثا غورث'' کا ایک مقولہ ہے کہ: اگر مجھے کھلے برتن میں پانی، چمڑے کا جوتا اور جو کا آٹا مل جائے تو میں آسمانوں کا حساب لگا سکتا ہوں''۔

(روزہ اور صحت صفحہ216ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

(سنتِ مصطفی ﷺ اور جدید سائنس صفحہ38زاویہ بپلشرز لاہور)

''نعلینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم'' کی اہمیت:

اس سلسلہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد عالی ہی کافی ہے کہ:

''امرت بالنعلین والخاتم'' مجھے نعلین اور انگوٹھی کی مواظبت کا حکم دیا گیا ہے۔

(الجامع الصغیر للسیوطی صفحہ 102 رقم 1635)

یہی وجہ ہے کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم عموماً نعلین شریف سمیت ہی نماز پڑھ لیا کرتے تھے چنانچہ! جناب انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی نعلیہ'' یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نعلین شریف میں نماز پڑھتے تھے۔

(مسند احمد ج 2ص 178)

لیکن ایک مرتبہ جناب جبریل نے آکر بتایا کہ نعلین شریف میں کچھ نجاست ہے اسے اتار دیجیے! لہٰذا اتار کر نماز پڑھائی، بعض کہتے ہیں وہ ایک جوں کا خون تھا۔

اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عظمت:

جناب مولیٰ علی رضی اللہ عنہ جناب سیّدہ اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے دفاع میں فرمایا کرتے تھے کہ: ذراسی نجاست لگنے سے اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نعلین شریف اتارنے کو حکم دیدیا تھا تو جو پروردگار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریف کی اتنی سی آلودگی بھی گوارا نہ فرمائے تو کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ کے معاملے میں ذراسی بری بات بھی گوارا فرمائے۔

(مدارج النبوت (فارسی) جلد2 صفحہ 161 نوریہ رضویہ لاہور)

(تفسیر مدارک زیرِ آیت 11 سورۃ النور)

ایک لطیف نکتہ:

میں کہتا ہوں کہ: مذکورہ بالا ''امرت بالنعلین والخاتم'' والی روایت میں ایک لطیف نکتہ یہ بھی ہے کہ چونکہ علامہ نظام الدین حسن بن محمد قمی رحمہ اللہ نے ''تفسیر

نیشاپوری'' میں آیتِ قرآنی ﴿واخلع نعليك﴾ کی تفسیر میں ''نعلین سے ''کونین'' کو مراد لیا، اسی طرح بعض علماء نے انگوٹھی سے حکومت کو بھی مراد لیا جیسا کہ جناب سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انگوٹھی۔ (مدارج النبوت)

چنانچہ ان تمام نکات کو سامنے رکھتے ہوئے ثابت ہوا کہ اس روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں جہانوں کی حکومت اور سرداری عطا فرمائی گئی ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء گرامی میں اکثر اہلِ سیر نے ''صاحب النعلین'' کو بھی شمار کیا ہے، چنانچہ مذکورہ معنیٰ کا لحاظ کرتے ہوئے اس مبارک نام کا معنیٰ ''دونوں جہانوں والے رسول'' بھی کیا جاتا ہے، اور اس معنیٰ کی تائید متعدد قرآنی آیات سے بھی ہوتی ہے۔

بلکہ علامہ صالحیٔ دمشقی رحمہ اللہ نے ''سبل الہدیٰ'' میں لکھا ہے کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ لقب ''صاحب النعلین'' انجیل میں بیان کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں نعلینِ اقدس کا تحفہ دینے والے:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کئی حضرات نے نعلین کا تحفہ پیش کیا ہے، جن میں سے ایک حبشہ کے بادشاہ جناب نجاشی رضی اللہ عنہ جنہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کئی تحفے بھیجے ان تحفوں میں نعلین شریف بھی تھے۔

اسی طرح اسکندریہ کے بادشاہ ''مقوقس'' نے بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کئی تحائف بھیجے ان میں بھی ایک جوڑا نعلین شریف کا تھا۔

شاہِ روم ہرقل نے بھی چند تحائف روانہ کئے جن میں نعلین شریف بھی تھے۔

اسی طرح جب جناب سمعان بن خالد رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک وفد لے کر آئے تو انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں نعلین کا ایک جوڑا پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول فرمایا۔

(الاستیعاب لابن عبد البر صفحه نمبر733 مطبوعه دار المعرفة بیروت لبنان)

اگرچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھار عاجزی کی غرض سے ننگے پاؤں بھی چلا کرتے تھے لیکن اکثر و عموماً نعلین شریف سمیت ہی رہا کرتے تھے، چنانچہ جناب سیّدنا صدیق اکبر اور جناب سیّدہ اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: ''جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عموماً نعلین شریف پہنے رہتے تھے، ننگے پاؤں چلنا عادت مبارکہ میں نہیں تھا''۔

(تاریخ الخمیس جلد2 صفحه12 دار الکتب العلمیه)

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین اقدس عموماً گائے کے چمڑے کے ہوا کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عموماً بغیر بالوں والے نعلین اقدس پہنے ہیں لیکن کبھی کبھار بالوں والے نعلین شریف بھی زیبِ پا فرمائے ہیں، جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ: ''قال ابو یوسف رحمه الله: کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یلبس النعال التی لها شعور'' جناب امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالوں والے نعلین شریف بھی پوش فرمائے ہیں۔

(فتاویٰ هندیه جلد5 صفحه333 نورانی کتب خانه پشاور)

فصل نمبر2:

عظمتِ نعلینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

(قرآنی آیات کی روشنی میں)

آیت نمبر 1:

﴿طٰهٰ﴾

(طٰهٰ: 1)

یہ آیت اکثر اہلِ علم کے نزدیک حروفِ مقطعات میں شمار کی جاتی ہے، اس طور پر اس کا صحیح مفہوم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے ہیں، جس کی تاویل مختلف معنوں میں کی گئی ہے، البتہ بعض علماء نے اس آیت کو دو لفظوں ''طأ'' مثال واوی و مہموز اللام سے واحد مذکر حاضر امر حاضر معروف اور ''ھا'' ضمیر منصوب متصل مفعول کا مجموعہ بتا کر جملہ انشائیہ قرار دیا ہے، جس کا ترجمہ ہو گا ''اس کو روند ڈالیے!''، اس طور پر یہ آیت حروف مقطعات میں سے نہیں ہوگی، چنانچہ جملہ انشائیہ قرار دینے والے گروہ نے اس آیت کا شانِ نزول یہ بیان کیا ہے کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھکاوٹ کی وجہ سے کبھی کبھار ایک قدم پر کھڑے ہو کر نماز پڑھا کرتے تھے تو فرمایا گیا: ﴿طٰهٰ﴾ یعنی ''طأ الارض بقدمیك یا محمد!'' (اے محبوب! اپنے دونوں قدموں سے زمین کو روند ڈالیے!)

چنانچہ میں کہتا ہوں کہ: سورہ طٰهٰ کی ابتدائی چند آیات کے مضمون پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کا تعلق تعلیماتِ قرآن کی تبلیغ سے بھی ہے، چنانچہ اس صورت میں نتیجہ یہ نکلے گا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ اور اس کے علاوہ دیگر عرب علاقوں تک قرآن کی تعلیمات پہنچانے کا حکم دیا گیا کہ ﴿طٰهٰ﴾ یعنی ''طأ الارض بقدمیك لتبلیغ القرآن یا محمد!'' اے محبوب! چلیے اور تبلیغ قرآن کے لئے زمین کو روند ڈالیے!۔

اور ظاہر ہے کہ مکہ یا دیگر علاقوں کو تبلیغ اسلام کے لئے قدمہائے مبارکہ سے روندنا نعلین شریفین کے بغیر متصور نہیں ہوگا، اور بیشتر کتبِ سیر اس پر شاہد ہیں کہ: اسی تبلیغی سلسلہ میں مشرکین کی جانب سے کئے جانے والے پتھراؤ کے نتیجے میں نعلین شریفین کا خون مبارک سے بھر جانا مسلم الثبوت ہے، فلہٰذا اس آیت میں نعلین اقدس کا تصور ثبوتی ہے

آیت نمبر 2:

﴿لا اقسم بهٰذا البلد وانت حل بهٰذا البلد﴾ (البلد: 1، 2)

''مجھے اس شہر کی قسم ہے کیونکہ آپ اس شہر میں رہتے ہو''

اس آیت میں بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین کریمین کی فضیلت بالکل عیاں ہے، ''معجم اللغة العربية المعاصرة'' میں ''حل'' کا معنیٰ ساکن اور مقیم کیا گیا ہے، دریں اثناء شہرِ مقدس کے مقسم ہونے کی سب سے بڑی وجہ خود عالی جناب صلی اللہ علیہ وسلم کا وجودِ مسعود ہے، چنانچہ علامہ بیضاوی رحمہ اللہ نے ''انوار التنزیل'' میں اسی آیت کی تفسیر میں یوں فرمایا کہ: ''اقسم سبحانه بالبلد الحرام وقيده بحلول الرسول عليه الصلوٰة والسلام فيه اظهارا لمزيد فضله واشعارا بأن شرف المكان بشرف اهله'' اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے شہرِ حرام کی قسم فرمائی اور اس قسم کو جناب عالی مقام صلی اللہ علیہ وسلم کے اس شہر میں موجود ہونے سے مقید فرمایا اسی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادتیٔ فضیلت کے اظہار اور یہ باور کرانا مقصود ہے کہ اس مبارک جگہ کا شرف دراصل اس میں رہنے والی مبارک ہستی کے شرف کی وجہ سے ہے۔

اور ظاہر ہے کہ رہنے میں دیگر معاملات کے ساتھ ساتھ چلنے پھرنے کا تصور لزومی ہے اور چلنے پھرنے کو نسبت نعلین مبارک سے ثبوتی اور بدیہی ہے، تو یوں کہہ لیں

کہ اللہ تعالیٰ کے شہرِ مقدس کی قسم فرمانے کا سبب وجودِ ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کا ایک جزء نعلینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، لہٰذا ''ما یطلق علی الکل یطلق علی الجزء'' کے پیشِ نظر یہ کہنا بالکل حق ہے کہ شہرِ مقدس کی قسم نعلینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے بھی ہے، چنانچہ زمین سمیت ہر وہ مقام یا ہر وہ نعل مبارک جس کو سرورِ ہر جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رہنے، چلنے یا پہننے کے لئے استعمال فرمایا ''البلد'' میں شامل ہوا۔

نیز اگر دوسری طرف دیکھا جائے تو ''ھٰذاالبلد'' میں نعلینِ مقدس بطریقِ اولیٰ شامل و داخل ہوتے ہیں، کہ جتنی بار قدمِ اقدس نے نعلین شریفین کو اپنا تلوا بنایا اتنی بار بلاواسطہ زمینِ حرم کو بھی نہ بنایا، تو ''حل'' یعنی اقامت وسکون کا تعلق قدمہائے مبارکہ کی نسبت سے سیدھا نعلین اقدس سے جڑتا ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ شہرِ مقدس قسم بنا نعلینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اور نعلینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قسم بنے خود قدمِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے۔ واللہ اعلم ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

آیت نمبر 3:

﴿فاخلع نعلیك انك بالوادی المقدس طوی﴾ (طٰہٰ:12)

''پس اپنے نعلین اتاردو کہ تم وادیءمقدس ''طویٰ'' میں ہو''۔

اس آیت میں جناب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کوہِ طور پر خطاب فرمایا جارہا ہے، کہ اپنے نعلین اتار دیجیے! یہ وادی مقدس ہے، بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ: یہ حکم اس لئے دیا گیا کہ جناب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نعلین مردار کے چمڑے سے بنے ہوئے تھے، اور بعض مفسرین اس حکم کی یہ وجہ بیان کرتے ہیں: تاکہ وادی مقدس سے جناب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں کو فیضیاب کرایا جائے، اور بعض کے نزدیک یہ حکم اس لئے تھا کہ جناب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک قدموں سے

اس وادی کو جو پہلے بھی مقدس تھی مزید تقدس عطا فرما دیا جائے۔

لیکن معراج کی رات جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرشِ معلیٰ کے قریب پہنچے تو یہ سوچا کہ: جناب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کوہِ طور پر نعلین اتارنے کا حکم دیا گیا تھا اس لئے مجھے بھی اپنے نعلین اتار کر عرش معلیٰ پر قدم رکھنا چاہیے کیونکہ عرش معلیٰ کوہِ طور سے کہیں افضل واعلیٰ ہے، رب العالمین کی طرف سے حکم ہوا کہ اے محبوب! اپنے نعلین سمیت میرے عرش پر آ جاؤ تا کہ میں اپنے عرش کو آپ کے نعلین کی خاک سے فیضیاب کروں جس سے عرش کی عظمت میں اور اضافہ ہوگا۔

(شانِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم بزبانِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم (مفتی غلام حسن) صفحہ 973)

(شرح اسماء النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم (محمد نعیم نگوری) صفحہ 228)

(شرف النعلین لسید الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم (سید غضنفر حسین بخاری) صفحہ 60)

اس سلسلہ میں خوب تصریحات ملتی ہیں، نیز اس روایت کو کئی حضرات نے اپنے قلمِ تسلیم سے تحریر فرمایا ہے، اور سرورِ ہر جہاں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل وکمالات میں اس واقعہ کو شمار کیا ہے، نہ ہی یہ واقعہ کتاب وسنت کے خلاف ہے، اور نہ ہی شانِ الوہیت ورسالت کے۔

اس کے باوجود عرش پر نعلین شریف سمیت تشریف آوری کے ثبوت یا عدمِ ثبوت پر کچھ "چہ مے گوئی؟" بھی پائی جاتی ہے، جس کا جواب ہم تسلی بخش بحث کے ساتھ آگے ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ العزیز۔

آیت نمبر 4:

﴿ ان آیة ملکه ان یأتیکم التابوت فیه سکینة من ربکم

وبقية مما ترك آل موسىٰ وآل هارون تحمله الملائكة ان فی ذالك لاية لكم ان كنتم مؤمنين ﴾ (البقرۃ:248)

''بیشک اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ: تمہارے پاس وہ تابوت آئے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے سامانِ سکون ہے، اور جناب موسیٰ وجناب ہارون کی چھوڑی ہوئی کچھ چیزیں ہیں، جسے اٹھالائینگے فرشتے، بیشک اس میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگرتم یقین رکھوتو''

اس آیتِ مبارکہ میں طالوت کی بادشاہت کی نشانی کے طور پر جس تابوتِ سکینہ کا ذکر کیا گیا ہے وہ شمشاد کی لکڑی سے بنا ہوا 3 ہاتھ لمبا اور 2 ہاتھ چوڑا صندوق تھا، جسے اول جناب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے اتارا گیا تھا اس میں تمام انبیاء کرام اوران کے مکانات کی تصویریں بلکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت خانہ اقدس کی تصویر بھی تھی نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک تصویر سرخ یاقوت میں بھی تھی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو نماز پڑھاتے نظر آرہے ہیں، لہٰذا ''فيه سكينة من ربكم'' سے یہی مراد ہے۔

پھر جب یہ صندوق جناب موسیٰ اور جناب ہارون علیہما الصلوٰۃ والسلام تک پہنچا تو آپ علیہما الصلوٰۃ والسلام اس میں تورات اور اپنا کچھ مخصوص سامان جس میں عصا، کپڑے، نعلین، عمامہ اورانگوٹھی وغیرہ بھی رکھا کرتے تھے، لہٰذا ''وبقية مما ترك آل موسىٰ وآلِ هارون'' سے یہی مراد ہے۔

لہٰذا ان مقدس اشیاء والے صندوق جن میں جناب موسیٰ وہارون علیہما الصلوٰۃ والسلام کے نعلین مبارک بھی تھے اس کو بنی اسرائیل ہر جنگ اور مہم میں اپنے ساتھ رکھا کرتے اور ہر مہم میں اسی کی برکت سے فتح حاصل کیا کرتے تھے، بلکہ اسے اپنے ساتھ رکھنے کا حکم اس وقت کے انبیاء کرام دیا کرتے تھے، جس کی برکتیں آزمودہ تھیں

اوراس سے بنی اسرائیل بھی اچھی طرح واقف تھے کیونکہ یہ سب حکم اللہ کی طرف سے تھا، لہٰذا ''ان فی ذالك لاية لكم ان كنتم مؤمنين'' سے یہی مراد ہے۔

(تفسیر خازن جلد1 صفحه 181 دار الكتب العلميه بيروت)

(تفسير مدارك للنسفی جلد1 صفحه 205 دار الكلم الطيب بيروت)

(تفسير روح البيان جلد1 صفحه 386 دار الفكر بيروت)

غور فرمائیں کہ: اللہ تعالیٰ نے جن اشیاء کی وجہ سے تابوتِ سکینہ کو اپنی نشانی قرار دیا، ان میں جناب موسیٰ وہارون علیہما الصلوٰۃ والسلام کے مبارک نعلین بھی تھے، پھر ان کے ساتھ تورات کی تختیاں بھی تھیں جس سے نقشِ نعلِ اقدس پر لکھائی کرنے کے مسئلہ پر کئی عُقدیں کھلتی ہیں اور کئی اختلافات دور ہوجاتے ہیں، بہرحال جب یہ مقام جناب موسیٰ وہارون علیہما الصلوٰۃ والسلام کے مبارک نعلین کا ہے تو عقلمند کو اشارہ ہی کافی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک نعلین کے مرتبے اور مقام کا کیا عالم ہوگا، فلہٰذا اس آیت سے بھی نعلینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت نمایاں ہے۔

آیت نمبر 5:

﴿والعاديات ضبحا، فالموريات قدحا، فالمغيرات صبحا، فاثرن به نقعا﴾ (العادیات: 1 تا 4)

''قسم ان کی جودوڑتے ہیں سینوں سے آواز نکال کر، پھر پتھروں سے آگ نکالتے ہیں سم مار کر، پھر صبح ہوتے ہی فتح کر لیتے ہیں، پھر اس وقت غبار اُڑاتے ہیں''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان غازیوں کے گھوڑوں کی اداؤں کا ذکرِ خیر قسم فرما کر کیا ہے، یعنی جب میدانِ جنگ میں وہ گھوڑے سینوں سے آواز نکالتے ہوئے دوڑتے ہیں تو ان کا یہ عمل اللہ کا بڑا پیارا ہوتا ہے، پھر جب وہ گھوڑے لوہے کے نعل پہن کر پتھریلی زمین پر دوڑتے ہوئے آگ نکالتے ہیں تو اللہ کو وہ آگ بڑی

محبوب ہے، پھر دشمنوں کو شکست دینے کے بعد خوشی میں جب وہ گھوڑے میدانِ کارزار میں دوڑ کر اپنے پاؤں سے غبار اڑاتے ہیں تو اللہ کو ان گھوڑوں کے قدموں سے اٹھی ہوئی وہ غبار بھی اس قدر پسند ہے کہ قرآن میں اس کی قسم فرما کر اسے اعزازِ عظمت ورفعت بخش دیا، بس یہاں نعلینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ورفعت ثابت کرنے کے لئے ان آیات کی گہرائی میں بھی جانے کی ضرورت نہیں، بلکہ ہر ذی شعور جانتا ہے کہ جب ان گھوڑوں کے سموں اور نعال، بلکہ ان سے اٹھنے والی آگ اور غبار کو اللہ نے یہ مقام عطا فرمایا ہے تو نعلینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بلندیء شان کا حال کیا ہوگا؟ جو اس سے بھی کہیں اعلیٰ وبالا ہے بلکہ خاکِ نعلینِ پاک پر اگر ساری کائنات کے مجاہدینِ اسلام کے سالم گھوڑے بھی قربان کردو پھر بھی برابری نہ ہو سکے۔ وللہ الحمد۔

آیت نمبر 6:

﴿ فیہ آیات بینات مقام ابراھیم ﴾ (آل عمران:97)

''اس (حرم شریف) میں مقامِ ابراہیم سمیت واضح نشانیاں ہیں''۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حرمِ مقدس کی متعدد نشانیوں میں سے بالخصوص ''مقامِ ابراہیم'' کا ذکر فرمایا جس سے اس کا دیگر نشانیوں میں نمایاں مرتبہ اور مقام ہونے کا ایک بڑا ثبوت ملتا ہے، کون نہیں جانتا کہ مقامِ ابراہیم وہ عظمت والا پتھر ہے جس پر جناب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھڑے ہو کر کعبہ شریف کی بنیادوں کو اٹھایا تھا، اس پتھر نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدمہائے مبارکہ کے نشان کو موم کی طرح اپنے سینے پر محبت سے سمولیا، شاید وہ نشان جناب سیّدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقدس نعلین کے تھے یا پھر صرف مبارک قدموں کے، لیکن باوجود طویل زمانہ گزرنے کے یہ نشان قدم مبارک اس پتھر پر موجود رہے، بلکہ کثرت کے

ساتھ لوگوں کے اسے مس کرنے کے باوجود بھی وہ نشان اب بھی باقی ہیں، قدمہائے سیّدنا خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک نقش کی وجہ سے اس پتھر نے وہ مقام پایا کہ اس امت کو حکم ہوا کہ!

آیت نمبر 7:

﴿واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی﴾ (البقرة:125)

''مقام ابراہیم کو نماز کا مقام بنالو''۔

اس حکم کا سننا تھا ہر قسمت والا اس کی تعمیل میں جُٹ گیا، اور آج تک اسی مقام یعنی نقشِ پائے خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم وتوقیر جاری وساری ہے۔

مان لیجیے کہ: پتھر پر یہ نقش مبارک جناب خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نعلینِ اقدس کے تھے، جب تو نقشِ نعلِ اقدس کی شان نمایاں ہوگئی، کیونکہ اہلِ دل اور صاحبانِ محبت اچھی طرح جانتے ہیں کہ اگر یہ مقام ''نقشِ نعلینِ قدمہائے خلیلی'' کا ہے تو ''نعلینِ قدمہائے خلیلی'' کی عظمت تو اس سے بھی کہیں آگے کی ہے، اور پھر پائے اقدس کا مرتبہ کون گھیرے؟ اور اگر مان لو کہ یہ نقشِ اقدس صرف پائے اقدس کا ہے تو اس سے نعلینِ مقدس کی عظمت اجاگر ہوئی کیونکہ فضل والوں سے بات ڈھکی نہیں ہے کہ بغیر کسی واسطے کے سیدھا قدمہائے مبارکہ کے اتصال حقیقی سے وہ پتھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ''نعلین اقدس'' کے مرتبے میں ہوگیا، جس کے پاس اہلِ اسلام نماز پڑھ کر قبولیت کے امیدوار اور دلی سکون وراحت کے حسّاس بن جاتے ہیں۔

کچھ بھی کہیے! کوئی بھی تفسیر کیجیے! آجا کے عقلِ سلیم یہی فیصلہ کرے گی کہ حقیقتِ ''مقام ابراہیم'' جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین اقدس اور اس کے مبارک نقش کی تعظیم وتوقیر اور برکات وفضائل پر بہترین گواہ ہے، جس پر ایمان رکھنے

والا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلینِ اقدس اور نقشِ نعلینِ اقدس کی تعظیم وتوقیر کئے بغیر رہ ہی نہیں سکتا، کہ جب نقشِ قدمِ خلیلی کا یہ مقام ومرتبہ ہے تو جنابِ حبیبِ جلیل اور دعائے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلینِ اقدس کی عظمت کو کون احاطے میں لائے، لہٰذا یہ آیت نعلینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور نقشِ نعلینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا منہ بولتا ثبوت ہے، اب اگر اس سمجھ کی اتنی سی سمجھ بھی بے سمجھوں کی سمجھ میں نہ آئے تو سمجھ والے سمجھ سکتے ہیں۔ واللہ اعلم ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم

آیت نمبر 8:

﴿ان الصفا والمروة من شعائر الله﴾ (البقرہ:158)

"بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیاں ہیں"۔

مفسرین کا اتفاق ہے کہ: صفا اور مروہ کو اللہ کی نشانی بننے کا اعزاز محض جناب سیّدہ ہاجرہ طیبہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کے مبارک قدموں کی وجہ سے حاصل ہوا ہے، جب اپنے لختِ جگر جناب سیّدنا اسماعیل ذبیح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیاس بجھانے کے لئے پانی کی تلاش میں کبھی صفا پر دوڑیں اور کبھی مروہ پر، یہ اعزاز صفا ومروہ کو ایک نبی کی بیوی ایک نبی کی ماں کے قدم لگ جانے کے طفیل حاصل ہوا، مجھے یہ معلوم نہیں کہ جناب سیّدہ کے قدموں میں نعلین مبارک تھے یا نہیں، البتہ اگر تھے تو صفا ومروہ سے میرا تصور نقشِ نعلِ اقدس کی تعظیم کی طرف جاتا ہے، اور اگر اس عالی عظمت ماں کے قدموں میں نعلین مبارک نہ تھے تو اس سے بغیر کسی پس وپیش کے نعلینِ اقدس کی تعظیم عیاں ہے، اس کا انکار وہی کرے گا جس کے خانے میں عقل وشعور کا نام ونشان تک نہ ہو، جی ہاں اور اگر یہ عظمت سیّدہ اُمِ اسماعیل علیہما السلام کے قدموں کی بدولت صفا ومروہ کو حاصل ہو تو پھر مزید مت سوچو اور کہہ ڈالو کہ بلاشبہ نعلینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اس سے بھی کہیں بلند وبالا اور اہلِ حساب کی پہنچ سے وراء ہے۔

جب ثابت ہوگیا کہ: نعلینِ اقدس کا مقام صفا ومروہ سے بھی کہیں اونچا ہے تو شعائر اللہ کی ایک لمبی لسٹ میں نعلینِ مقدس بلکہ اس کے مبارک نقش کا مقام بھی بے حد نمایاں قرار پایا، پھر عقل وفہم اور ایمان کے اس معراج پر پہنچنے کے بعد اہلِ شعور سے قرآن کا اندازِ خطاب تو دیکھیے! فرماتا ہے کہ:

آیت نمبر 9:

﴿ ذالك ومن يعظم شعائر الله فانها من تقوى القلوب ﴾
(حج:32)

''بات یہ ہے کہ: جو شخص اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ ان کے دلوں کا تقویٰ ہوگا''

اس حکمِ ربی کی مراد جاننے کے لئے تو کسی شرح وتفسیر کی بھی احتیاج نہیں، صاف ظاہر ہے کہ: دیگر شعائر اللہ کی طرح نعلینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور نقشِ نعلینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی شعائر اللہ میں داخل وشامل ہیں اور دوسری نشانیوں کی طرح ان کی تعظیم بھی دلوں کے تقویٰ کو بڑھانے کا کام کرتی ہے، جس کا واضح ثبوت بحمدہ تعالیٰ ہم اہلِ سنت اہلِ محبت میں کھلا نظر آتا ہے، پھر تقوی محض عبادت وریاضت کا ہی نام نہیں بلکہ دل کا شعائر اللہ کی محبت سے مالا مال ہونا ہی تقویٰ کی علامت ہے، ورنہ عبادت بھی کسی کام کی نہیں۔ علامہ اقبال نے کہا:

مجھے کام کیا تھا رکوع سے؟ مجھے خبر کیا تھی سجود کی؟
تیرے نقشِ پا کی تلاش تھی کہ جھکا رہا میں نماز میں

آیت نمبر 10:

﴿قال بصرت بما لم يبصروا به فقبضت قبضة من اثر الرسول فنبذتها وكذالك سولت لي نفسي ﴾(طٰہٰ:96)

''بولا: میں نے وہ دیکھا جو لوگوں نے نہ دیکھا تو میں نے ایک مٹھی بھر لی فرشتے کے نشان سے پھر اسے ڈال دیا اور میرے جی کو یہی بھلا لگا''۔

تمام تفاسیر متفق ہیں کہ: جب دریا میں بنی اسرائیل کے گزرنے کے لئے 12 راستے ظاہر ہوئے تو وہ ڈرتے ہوئے اس میں داخل ہی نہ ہوتے تھے تب اللہ تعالیٰ نے جناب جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک گھوڑ سوار کی شکل میں بھیجا، جو اپنا گھوڑا دریائی راستوں میں لے کر بنی اسرائیل کے آگے چلنے لگے، سامری نے غور سے دیکھا تو پایا کہ جہاں جناب جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا گھوڑا قدم رکھتا ہے، سبزہ اُگ جاتا ہے، چنانچہ اس نے اس گھوڑے کے قدموں کے نشانات سے کچھ خاک اٹھا کر ایک تھیلی میں بھر لی اور بغیر کسی کو بتائے اپنے پاس محفوظ کر لی پھر جب جناب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کوہِ طور پر تورات لینے کے لئے تشریف لے گئے اور 40 راتیں وہیں قیام فرمایا تو اسی سامری نے موقع پا کر قوم کو گمراہ کیا اور اس مبارک خاک کو کسی اچھے مقصد میں استعمال کرنے کی بجائے سونے کا ایک بچھڑا بنایا اور اسکے منہ میں وہ خاک ڈال دی جس سے وہ بچھڑا زندہ ہو گیا اور آواز کرنے لگا، بعد ازاں جب جناب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے اور اپنی قوم کی گمراہی پر سامری کو ذمہ دار پا کر اس سے پوچھا تو اس نے وہ کہا جو قرآن کی آیت بتا رہی ہے۔

المختصر جب جناب جبریل کے گھوڑے کی ٹاپوں سے لگنے والی خاک میں اس قدر قوت و برکت ہے کہ مردہ میں جان ڈال دے تو خود سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلینِ پاک کی برکات و فوائد کی کیفیت و عالم کیا ہوگا؟ چنانچہ قرآن کی سچائی پر ایمان رکھنے والے کو نعلینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت میں شک نہیں ہونا چاہیے۔ واللہ اعلم ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

فصل نمبر3:

عظمتِ نعلینِ مصطفیٰ ﷺ

(احادیث وآثار کی روشنی میں)

نعلینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں اور رفعتوں کا احاطہ ماوشما کے بس کی بات نہیں، اہلِ دل ہمیشہ سے ہی نعلینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعتوں اور عظمتوں کے قائل رہے ہیں، خواہ وہ انبیاء کرام ہوں یا غیر انبیاء، سبھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے رہے ہیں چنانچہ!

جناب یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام:

بائبل کی انجیل متی میں مرقوم ہے کہ یوحنا (جناب یحیی علیہ الصلوٰۃ والسلام) اپنے بہت بعد میں آنے والے نبی (جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی آمد کی بشارت لوگوں کو سناتے ہوئے یوں فرماتے ہیں کہ:

I indeed baptize you with water unto repentance: but he that cometh after me is mightier then I,

whose shoes I am not worthy to bear.

(Matthew: 3/11, King james version)

ترجمہ: میں تو تمہیں توبہ کے لئے پانی سے ''بپتسمہ'' (ہم مذہب بنانے کی رسم) دیتا ہوں لیکن جو میرے بعد آنے والا ہے وہ مجھ سے زیادہ طاقتور ہے، میں تو اس کی جوتیاں بھی اٹھانے کے لائق نہیں ہوں۔

(بائبل:نیا عھد نامہ: متی کی انجیل،صفحہ973 انٹر نیشنل بائبل سوسائٹی)

اس بشارت کا مصداق اگرچہ عیسائیوں اور یہودیوں نے اپنی پرانی عادت سے مجبور تحریف کرتے ہوئے جناب عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قرار دیا ہے لیکن حقیقت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تھی

جناب عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام:

علامہ سیّد محمد علوی مالکی مکی رحمہ اللہ نے ''**یاللجمال**'' میں لکھا ہے کہ:

''ولقد جاء فی الاسرائیلیات: ان المسیح علیہ الصلوہ والسلام حینما سئل عن النبی الامی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: انہ نبی آخر الزمان صلی اللّٰہ علیہ وسلم وانی لأرجو ان اکون اھلا لان احل شراك نعلہ''۔

ترجمہ: اسرائیلی روایات میں آیا ہے کہ: جناب عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جب جناب نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمانے لگے: بلاشبہ وہ تو آخری نبی ہوں گے اور میں امید کرتا ہوں کہ مجھے ان کے نعلین کے تسمے کھولنے کا شرف حاصل ہو۔

(یاللجمال فی العروج بالنعال صفحہ5 المجلس الصوفی)

انجیل برناباس کے الفاظ:

جناب عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک شاگرد ''برناباس'' کی انجیل میں جناب عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا بیان کچھ یوں کیا گیا ہے کہ:

''O blessed time, when he shall come to the world! believe me thet I have seen him and have done him reverence even as every prophet hath seen him: seeing that of his spirit God giveth to them prophecy. And when I saw him my soul was filled with consolation, saying: "O

Mohammed, God be with thee, and may he make me worthy to untie thy shoelatchet, for obtaining this I shall be a great prophet and holy one of God." And having said this, Jesus rendered his thanks to god.

(The Gospel of Barnabas P:NO:50 M.E.T. Lhr)

ترجمہ: کیا ہی مبارک ہے وہ وقت جب وہ دنیا میں آئے گا! یقین جانو! میں نے اسے دیکھا ہے اور اس کی تعظیم کی ہے، جیسے ہر نبی نے اسے دیکھا ہے، کیونکہ اسی کی روح سے خدا نے انہیں نبوت دی، اور جب میں نے اسے دیکھا تو میری روح تسکین سے بھر گئی، یہ کہہ کر کہ'': اے محمد! خدا تیرے ساتھ ہو اور وہ مجھے اس لائق بنائے کہ میں تیری جوتی کا تسمہ کھول سکوں، کیونکہ یہ پا کر میں ایک بڑا نبی اور خدا کا قدوس ہو جاؤں گا'' اور یہ کہہ کر یسوع نے خدا کا شکریہ ادا کیا۔

(برناباس کی انجیل صفحہ 81 (مترجم) اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور)

نعلینِ اقدس غمِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی:

زرقانی علی المواہب، سیرتِ حلبیہ اور تاریخ الخمیس میں لکھا ہے کہ:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت وتبلیغ کے سلسلہ میں جناب زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سمیت طائف کا قصد فرمایا، وہاں پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنو ثقیف کے سردار یعنی عبد یالیل بن عمرو بن عمیر اور اس کے بھائی مسعود اور حبیب کو اسلام کی دعوت دی مگر انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا نہایت بدترین طریقے سے جواب دیا، ایک بولا: اگر آپ کو خدا نے رسول بنایا ہے تو وہ کعبہ کا

پردہ چاک کررہا ہے، دوسرا بولا: کیا خدا کو رسالت کے لئے آپ کے سوا کوئی اور نہ ملا؟ تیسرا بولا: میں ہرگز آپ سے بات نہیں کروں گا، کیونکہ اگر آپ رسالت کے دعوے میں سچے ہیں تو آپ سے بات چیت کرنا خلافِ ادب اور اگر جھوٹے ہیں تو قابلِ خطاب نہیں، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف سے واپس تشریف لانے لگے تو انہوں نے کمینے لوگوں اور غلاموں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ابھارا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لگا دیا، جنہوں نے انتہائی نازیبا اور گستاخانہ الفاظ کہنے شروع کیئے، تالیاں بجائیں اور ہر طرف سے اوباشوں کا مجمع ہوگیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کو پتھر مارتے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے، یہاں تک کہ آپ کے نعلین اقدس خون مبارک سے بھر گئے، جب پتھروں کی تکلیف کی وجہ سے چلنا مشکل ہو جاتا تو بیٹھ جاتے مگر وہ بد بخت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بازو پکڑ کر کھڑا کر دیتے، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلنے لگتے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر مارتے اور آوازیں کستے ہوئے تالیاں بجاتے، جناب زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ دوڑ دوڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر آنے والے پتھروں کو اپنے بدن پر کھالیتے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچانے کی کوشش کرتے، یہاں تک کہ وہ بھی خون میں لت پت ہو گئے، اور زخموں سے نڈھال ہو کر گر گئے، بالاخر ہمت کے ساتھ خود کو اٹھایا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر چلتے ہوئے ایک انگوروں کے باغ میں پناہ لی، یہ باغ مکہ کے مشہور کافر ''عتبہ بن ربیعہ'' کا تھا، جس کا ایک نصرانی غلام ''عداس'' یہ منظر دیکھ رہا تھا، اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب زید رضی اللہ عنہ پر بڑا رحم آیا اور بھاگ کر انگوروں کا ایک خوشہ اتار لایا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اس خدمت کو قبول فرماتے ہوئے بسم اللہ شریف پڑھ کر انگوروں کو

ہاتھ لگایا، وہ حیران ہوا اور بولا: یہاں کے لوگ تو یہ کلمہ نہیں بولتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا: کہ تم کہاں سے ہو؟ وہ بولا: میں شہرِ نینویٰ سے ہوں، فرمایا: وہ تو جناب یونس بن متی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شہر ہے، وہ بھی میری طرح اللہ کے رسول تھے، یہ سن کر جناب عداس رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اور ہاتھ پاؤں کو چومنا شروع کر دیا اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد1 صفحہ498 باب خروج النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الطائف)

نعلینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سچائی کی ضمانت:

امام مسلم، امام ابن حبان اور امام ابن مندہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ:

''جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ایک دن ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے، ہمارے ساتھ جناب ابو بکر صدیق اور جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی حاضر تھے، تو اچانک اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان سے اٹھ کر کہیں تشریف لے گئے، اور واپسی میں دیر کر دی، ہم گھبرا گئے، کہ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف نہ پہنچے، پس ہم اسی گھبراہٹ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور سب سے پہلے پریشانی مجھ پر طاری ہوئی، چنانچہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنے کے لئے نکل کھڑا ہوا، یہاں تک کہ چلتا چلتا ایک باغ کی دیوار تک پہنچا اور اس کا دروازہ ڈھونڈنا شروع کر دیا تو اس گھبراہٹ میں اس کا کوئی دروازہ مجھے نہ ملا، یہاں تک کہ مجھے ایک چھوٹی سی نالی اس باغ میں جاتی دکھائی دی تو میں سکڑ کر اندر داخل ہو گیا کہ اچانک وہاں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم ابو ہریرہ ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا: آپ ہمارے درمیان تھے اور اٹھ کر تشریف لے گئے، اور

واپسی میں دیر فرمائی تو ہم گھبرا گئے کہ کہیں آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے، پس ہم پریشانی کے عالم میں آپ کی تلاش کے لئے نکلے، سب سے پہلے گھبراہٹ کا احساس مجھے ہی ہوا تھا، چنانچہ میں آپ کو تلاش کرتا ہوا اس دیوار کے پاس پہنچا اور سکڑ کر اندر داخل ہوگیا، دوسرے ساتھی بھی میرے پیچھے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے نعلین شریف عطا فرمائے اور فرمایا: اے ابوہریرہ! میرے یہ نعلین لے جاؤ، اور اس دیوار کے باہر تمہیں جو بھی سچے دل سے ''لا الہ الا اللہ'' کہنے والا ملے اس کو جنت کی بشارت دیدو، پھر جب میں باہر نکلا تو سب سے پہلے مجھے جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ ملے اور فرمانے لگے: ابوہریرہ! یہ نعلین کیسے ہیں؟ میں نے عرض کیا: یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریف ہیں، اور مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود عطا فرما کر بھیجا ہے کہ تمہیں جو کوئی بھی خلوص کے ساتھ ''لا الہ الا اللہ'' کہنے والا ملے اس کو جنت کی بشارت دیدو، یہ سن کر جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا جس سے میں چت گر گیا، اور مجھ سے فرمایا: ابوہریرہ چل واپس! میں واپس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی رونے لگا اور جناب عمر رضی اللہ عنہ بھی میرے پیچھے پیچھے وہاں پہنچ گئے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا: ابوہریرہ! کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا: مجھے جناب عمر ملے اور میں نے ان کو وہ خبر سنائی جو آپ نے ارشاد فرمائی تھی تو انہوں نے میرے سینے پر مارا جس سے میں گر گیا اور مجھے فرمایا کہ چل واپس، تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! تم نے ایسا کیوں کیا؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! کیا آپ ہی نے ابوہریرہ کو نعلین عطا فرما کر بھیجا تھا کہ جو بھی سچے دل سے ''لا الہ الا اللہ'' کہتا ہوا ملے اسے جنت کی بشارت دے دو؟ فرمایا: ہاں، تو جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: حضور ایسا نہ کیجیے! مجھے ڈر ہے کہ

لوگ اس کا مطلب نہ سمجھ پائیں گے اور عمل کرنا چھوڑ دیں گے، چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر رہنے دو"۔

(صحیح مسلم صفحہ37 رقم147 دار السلام للنشر والتوزیع الریاض)

(صحیح ابن حبان صفحہ1230، 1231 رقم4543 دار المعرفة بیروت)

(کتاب الایمان لابن مندہ صفحہ49 رقم88 دار ابن حزم بیروت)

دلیلِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

ابوداؤد شریف میں ہے کہ:

"جناب ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف فرما ہوتے تو ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ جاتے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر جاتے اور واپسی کا ارادہ ہوتا تو اپنے نعلین مبارک یا اپنی کوئی چیز وہیں چھوڑ جاتے جس سے ہمیں پتہ چل جاتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائیں گے اور تب تک سب لوگ وہیں ٹھہرے رہتے"۔

(سنن ابی داؤد رقم4854 کتاب الادب باب اذا قام من مجلسہ)

فصل نمبر4:

نعلینِ مصطفی ﷺ کے خادمین

اپنا کام خود کرتے:

جناب مولیٰ علی شیرِ خدا اور جناب ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دراز گوش پر سواری فرمالیا کرتے، اپنے نعلین شریف خود سی لیا کرتے، اون کا لباس پہن لیا کرتے اور فرمایا کرتے جو میری سنت سے منہ پھیرے وہ میرا نہیں ہے۔(ابن عساکر)،(فتح المتعال)،(سفینہ ء نوح ج1 ص98)

نعلین سینے میں محویت:

جناب اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ایک دفعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نعلین مبارک میں پیوند لگا رہے تھے، جبکہ میں چرخہ کات رہی تھی، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک سے پسینہ بہہ رہا ہے، جس کی وجہ سے آپ کے جمال میں اس قدر تابانی ظاہر ہو رہی تھی کہ میں بے حد متعجب ہوئی۔(حلیۃ الاولیاء جلد1 صفحہ 507)

بلاشبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کام کسی پر جبراً لازم نہیں فرمایا کرتے تھے بلکہ اہلِ محبت اور صاحبانِ شوق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرنا اپنے لئے ابدی سعادت کا ذریعہ اور بخشش و رحمت کا پروانہ سمجھتے تھے، چنانچہ حضرات صحابہ کرام میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریف کی خدمت کا شرف پانا نہایت محبوب و مقصودِ عمل تھا، جسے وہ سب دل و جان سے انجام دیا کرتے تھے، اور پھر خدامِ نعلین کی اس فہرست میں جلیل القدر صحابہ کرام سے لے کر اس امت کے بڑے بڑے ائمہ، اور اہلِ علم بھی شمار ہوتے ہیں، جن کی حتمی تعداد ہم نہیں جانتے لیکن چند مشہور خوش نصیبوں کے نام پیش کرتے ہیں، چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلینِ اقدس کی خدمت کرنے والے حضرات کے ہم دو طبقے کرتے ہیں!

(۱)۔خادمِ نعلینِ اقدس، (۲)۔خازنِ نعلینِ اقدس

(۱)

خادمِ نعلینِ اقدس

یہاں ان خوش نصیبوں کا بیان کیا جائے گا جنہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں کسی طرح نعلینِ اقدس کی خدمت کی ہے چنانچہ!

جناب جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام:

علامہ سیّد علوی مالکی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''یا للجمال فی العروج بالنعال'' میں کسی نامعلوم بزرگ کا کلام نقل کیا ہے جس میں یوں ہے کہ:

''فقلت لهم: جبريل خادم نعله ولست وشعرى ريشة فى جناحه''

تو میں نے ان سے کہا: جبریل تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلینِ اقدس کے خادم تھے، لیکن میں وہ مقام نہ پا سکا، کاش میں جناب جبریل کے پر کا ایک بال ہوتا۔

(یا للجمال فی العروج بالنعال للعلوی صفحہ13 المجلس الصوفی)

شاید اس بزرگ کی مراد یہ ہے کہ جناب جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شبِ معراج براق پر سوار کرنے سے پہلے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے اقدس میں نعلین شریف پہنائے تھے۔ واللہ اعلم ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

جناب مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

جناب مولیٰ علی رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر معاملات کی طرح نعلین شریف کی خدمت بھی نبھایا کرتے تھے، جس میں ایک یہ ہے

علامہ ابو طالب مکی رحمہ اللہ ''قوت القلوب'' میں فرماتے ہیں کہ:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ نعلین اقدس کا نیا جوڑا زیبِ پا فرمایا، اچھا لگا، تو سجدہ ءشکر بجالائے، اور باہر نکل کر وہ جوڑا اتار کر سب سے پہلے سائل کو عطا فرما دیا،

''ثم امر علیا ان یشتری له نعلین سبتیتین جرداوین فلبسهما''

پھر جناب مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ بازار سے نعلین کا ایک پرانا اور نرم جوڑا خرید کر لاؤ، چنانچہ پھر اسے پوش فرمایا۔

(قوت القلوب للمکی جلد 1 صفحہ 173)

لیکن علامہ ابن ناصر الدین دمشقی رحمہ اللہ نے اسی روایت کو اس طرح بیان کیا ہے کہ:

''حذا علی ابن ابی طالب رضی اللّٰه عنه للنبی صلی اللّٰه علیه وسلم نعلین جدیدین'' جناب مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے نعلین اقدس کا یہ بالکل نیا جوڑا خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا۔

(جامع الآثار جلد6صفحہ3148)

چنانچہ جناب مولیٰ علی رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ''خاصف النعل'' بھی تھے، چنانچہ علامہ ابن عدی اور علامہ ابونعیم رحمہما اللہ بیان کرتے ہیں کہ:

''جناب ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ایک دن ہم مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر تھے، کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور بیٹھ گئے، ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس طرح خاموش اور بے حرکت بیٹھے تھے کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے ہوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا: جس طرح میں نے نزولِ قرآن کے دفاع پر جہاد کیا ہے اسی طرح تم میں سے ایک شخص تاویلِ قرآن کے دفاع پر جہاد کرے گا، جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! کیا وہ شخص میں ہوں؟ فرمایا: نہیں، پھر جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! کیا وہ شخص میں ہوں؟ فرمایا: نہیں، بلکہ وہ ''خاصف النعل'' (جوتا سینے والا) ہوگا، چنانچہ جب ہم نے دیکھا تو علم ہوا کہ: اس وقت جناب مولیٰ علی رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نعل اقدس سی رہے تھے۔

(الکامل فی الضعفاء لابن عدی جلد9 صفحہ45)

(معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم جلد4 صفحہ1842 رقم4646)

علامہ ابن عساکر نے اپنی ''تاریخ'' میں اسی روایت کے اندر جناب مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو ''خاصف النعل'' کی بجائے ''صاحب النعل'' روایت کیا ہے۔

(تاریخ ابن عساکر ترجمہ مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ)

اس روایت میں تاویلِ قرآن کا دفاع کرنے والے شخص سے مراد بلاشبہ جناب مولیٰ علی رضی اللہ عنہ ہی ہیں، یہ خبر اس طرح پوری ہوئی کہ آپ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں 25 ہزار خارجیوں نے قرآن کی آیت ﴿ان الحکم الا للّٰہ﴾ کی غلط تأویل کر کے آپ اور جناب معاویہ رضی اللہ عنہما پر کفر و شرک کا فتویٰ لگا دیا تھا جن میں سے 10 ہزار افراد کو جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جناب مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر مناظرے کے ذریعے مسلمان کیا، بقیہ سے جناب مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے بعد میں جہاد فرمایا، اور ان میں سے کئی ہزار کو واصلِ جہنم کیا۔

(تلبیسِ ابلیس)

جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ:

علامہ تلمسانی رحمہ اللہ ''فتح المتعال'' میں فرماتے ہیں کہ:

جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر کھڑے ہو جاتے پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے تو جناب ابن مسعود رضی اللہ عنہ آگے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے اقدس سے نعلین مبارک خود اُتارتے اور انہیں اپنی آستین میں چھپا لیتے، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے تو جناب ابن مسعود رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نعلین اقدس پہنا دیتے اور اس وقت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے عصا لے کر چلتے جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرے میں داخل نہ ہو جاتے۔

(فتح المتعال صفحہ 79)

اس بے مثال خدمت کی وجہ سے جناب عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو ''صاحب النعلین'' بھی کہا جاتا ہے، لیکن یہاں لفظ ''صاحب'' بمعنیٰ ''خادم'' کے ہے، کیونکہ دراصل ''صاحب النعلین'' خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک لقب ہے، جسے بیشتر اہلِ سیر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء گرامی میں بیان کیا، لیکن نعلینِ اقدس کی نسبتِ خدمت کی وجہ سے جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بھی مجازاً ''صاحب النعلین'' کہا جاتا ہے، اس لقب سے آپ رضی اللہ عنہ صحابہ کرام میں بھی مشہور تھے جیسا کہ جناب ابو درداء رضی اللہ عنہ نے کوفہ کے لوگوں سے کسی سوال کے جواب میں فرمایا تھا: ''الیس فیکم صاحب النعلین'' کیا تم میں صاحب نعلین موجود نہیں ہیں؟ (بخاری ص 31)

اور فقط نعلینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نہیں بلکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر بچھانا، مسواک اور عصا مبارک سنبھالنا اور وضو کرانے کی خدمت بھی اکثر آپ رضی اللہ عنہ ہی انجام دیا کرتے تھے، جس وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کو ''صاحب الوسادۃ''، ''صاحب السواک''، ''صاحب الطھور''، ''صاحب

العصا'' بھی کہا جاتا ہے۔

بلکہ نعلینِ اقدس کی خدمت پر وہ انعام پایا کہ: حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ ''مرأۃ المناجیح'' میں فرماتے ہیں کہ: جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ دیر سے حاضرِ خدمت ہوئے اور جوتوں میں جگہ ملی، جناب رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تعال من صف النعال الی مقام الرجال'' کہ جوتوں کی صف سے اُٹھ کر مَردوں میں آجاؤ۔ (مرأۃ المناجیح جلد2صفحہ 644)

جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ:

سابق میں جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ایک باغ میں نعلینِ اقدس کے عطا ہونے والے واقعہ کو پیش کر دیا گیا ہے۔

جناب انس رضی اللہ عنہ:

علامہ ابن حبان رحمہ اللہ نے ''السیرۃ النبویۃ'' میں لکھا ہے کہ:

''جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کے مدینہ تشریف لائے، تو انصار میں سے ہر ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کوئی ہدیہ یا تحفہ لے کر حاضر ہوا، چنانچہ جناب امِ سُلَیم رضی اللہ عنہا کو اس وقت اپنے گھر میں کوئی چیز شایانِ شان نظر نہ آئی تو اپنے صاحبزادے جناب انس رضی اللہ عنہ کو تیار کیا اور لے کر بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مین حاضر ہوئیں، اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے پاس ایسی کوئی چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شایانِ شان نہ تھی، جسے میں آپ کی بارگاہ میں ہدیۃً پیش کرتی، چنانچہ یہ میرا بیٹا ہے، اسے قبول فرمالیجیے! یہ آپ کی خدمت کیا کرے گا، اور اس کے لئے دعاء بھی فرمایئے! چنانچہ جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قبول فرمایا اور جناب انس رضی اللہ عنہ کے لئے یہ دعاء فرمائی: ''اللهم اكثر ماله وولده '' اے اللہ! اس کے مال اور اولاد میں برکت دینا''۔

(السيرة النبوية لابن حبان جلد1 صفحه144 دار الكتب العلميه بيروت)

علامہ تلمسانی رحمہ اللہ نے ''فتح المتعال'' میں لکھا ہے کہ: ''وقد ذكر جماعة منهم ابن سعد: ان انس بن مالك رضى الله عنه كان صاحب نعل رسول الله صلى الله عليه وسلم واداوته ''اور ایک جماعت نے جن میں علامہ ابن سعد رحمہ اللہ بھی شامل ہیں ذکر کیا ہے کہ: بلاشبہ جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ''صاحب النعل ''یعنی نعلین شریف اور دیگر اشیاء کی خدمت کیا کرتے تھے۔ (فتح المتعال للتلمسانی صفحه79)

ایک ننھا انصاری خادم:

علامہ ابوسعد رحمہ اللہ ''شرف المصطفى صلى الله عليه وسلم ''میں فرماتے ہیں کہ:

''ایک مرتبہ ایک چھوٹا انصاری لڑکا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں جا بیٹھا چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے وہاں سے گزرے تو وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہولیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنے کے لئے اپنے دائیں قدم اقدس کے سہارے بایاں نعل مبارک اتارا تو اس لڑکے نے اسے اٹھایا اور اپنے کپڑے کے ساتھ اسے صاف کیا پھر اسے پھونک کر جھاڑا، اسی طرح اس نے دائیں نعل مبارک کے ساتھ بھی کیا، بعدازاں جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے اور لوٹنے کا ارادہ فرمایا، تو اس بچے نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دایاں نعلِ مبارک پیش کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پہن لیا

پھر اس نے بایاں نعل مبارک پیش کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی پہن لیا، اس بچے نے یہ عمل کئی دن تک کیا، چنانچہ ایک دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھ لیا: اے بچے تم کون ہو؟ عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! میں انصاری ہوں، فرمایا: تمہیں یہ کرنے کا کس نے حکم دیا ہے؟ عرض کیا: مجھے کسی نے حکم نہیں دیا بلکہ میں نے خود چاہا کہ اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی حاصل کروں، چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک لمبے فرمادیئے، اور دعاء کی: اے اللہ! یہ بچہ اس عمل سے مجھے خوشی پہنچانا چاہتا ہے تو تو اسے دنیا اور آخرت میں خوش کردے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعاء تین بار فرمائی۔

(شرف المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جلد4 صفحہ 536 رقم 1866 دار البشائر الاسلامیة بیروت)

ایک اور خادم:

علامہ بزار اور علامہ ہیثمی رحمہما اللہ نے لکھا ہے کہ:

”جناب انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ایک دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مجلس میں تشریف فرما تھے اٹھنے کا ارادہ فرمایا تو ایک لڑکے نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کردیئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: تو نے اللہ کی رضا چاہی اور اللہ تجھ سے راضی ہوگیا، چنانچہ وہ لڑکا مدینہ منورہ میں بڑی آسودہ زندگی جیتا رہا، بالآخر کسی جنگ میں شہید ہوا“۔

(مسند البزار جلد3 صفحہ 149 رقم 2449)

(کشف الاستار جلد3 صحہ 150 رقم 2449)

ایک انصاری غلام:

علامہ طبرانی اور علامہ ہیثمی رحمہما اللہ نے لکھا ہے کہ:

”جناب انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ایک انصاری غلام سے فرمایا: مجھے میرے نعلین پکڑانا، تو اس غلام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! مجھے اجازت دیجیے تا کہ میں یہ آپ کے قدموں میں پہنا دوں، چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یوں دعاء دی: اے اللہ! بیشک یہ تیرا بندہ تجھے راضی کرنا چاہتا ہے، لہٰذا تو اس سے راضی ہو جا“۔

(المعجم الصغیر للطبرانی جلد2صفحہ143دار الفکر بیروت)

(مجمع الزوائد للھیثمی جلد8صفحہ344رقم14003)

جناب نجاشی رضی اللہ عنہ کی خواہش:

مستند احادیث سے اقتباس پیشِ خدمت ہے کہ:

”جناب ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ وغیرہ سے روایت ہے کہ: جب ہم لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے جناب جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی معیت میں حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے، مشرکین نے ہمارا پیچھا کیا اور حبشہ کے بادشاہ جناب نجاشی رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ہمارا مطالبہ کیا تو جناب نجاشی رضی اللہ عنہ کے سامنے جناب جعفر رضی اللہ عنہ نے اسلام کی حقانیت پر وہ خوبصورت دلائل دیئے کہ جناب نجاشی رضی اللہ عنہ نے مشرکین کو انکار بھی کیا اور اسلام بھی قبول کر لیا یہاں تک کہ انہوں نے یہ بھی فرمایا: ”ولولا ما انا فیه من الملك

لاتیته حتی احمل نعلیه وأوضئه ''اگر ملکی معاملات کی ذمہ داریاں مجھ پر نہ ہوتیں تو میں ضرور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین اقدس اٹھانے اور وضو کرانے کی خدمت بجالاتا''۔

(سنن ابی داؤد رقم 3205)

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد 8 صفحہ 465 مکتبہ امدادیہ ملتان)

(سنن سعید بن منصور جلد 2 صفحہ 227 رقم 2481)

(۲)

خازنینِ نعلینِ اقدس

یہاں ان خوش نصیب حضرات کا ذکر کیا جائے گا جنہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد نعلینِ اقدس کو برکت کے لئے اپنے پاس سنبھال کر رکھا، مثلاً!

جنابِ اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا:

علامہ تلمسانی رحمہ اللہ نے ''فتح المتعال'' میں اپنی سند سے لکھا ہے کہ:

''جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلِ اقدس کا ایک جوڑا جناب اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھی موجود تھا جو آپ رضی اللہ عنہا کے پاس بحفاظت رہا، جسے آپ رضی اللہ عنہا نے خود اپنی ہمشیرہ جناب سیّدہ اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کو دیدیا تھا،

جناب سیّدہ امِ کلثوم رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر جناب طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ جنگِ جمل میں شہید ہوئے ان کے بعد آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح جناب عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن ابی ربیعہ مخزومی رضی اللہ عنہ سے ہوا، چنانچہ ان کی وجہ سے وہ نعلینِ

اقدس ان کے پوتے جناب اسماعیل بن ابراہیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے، اوران کے پاس موجود اسی نعلینِ اقدس کو دیکھ کر امام مالک رحمہ اللہ کے بھانجے نے بھی ہو بہو اسی نعلِ اقدس کی مثل بنائی اور پھر ان سے مثل بنانے کا ایک لمبا سلسلہ چلتا ہوا، علامہ ابوالیمن ابن عساکر رحمہ اللہ تک پہنچا، جس کا مفصل بیان ان شاء اللہ العزیز آگے آئے گا۔ (فتح المتعال صفحہ 93)

جنابِ اُم المؤمنین سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا:

علامہ تلمسانی رحمہ اللہ نے ''فتح المتعال'' میں لکھا ہے کہ:

''نعلین اقدس کا ایک جوڑا جناب اُمّ المؤمنین میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہ کے پاس بھی تھا پھر اسی نعلینِ اقدس کا ایک نعل مبارک کئی صدیاں بعد شیخ احمد بن ابی الحدید رحمہ اللہ کے والد کے پاس پہنچا، جو بعد ازاں ان کے صاحبزادے شیخ احمد رحمہ اللہ سے لے کر ''دارالحدیث اشرفیہ دمشق'' میں رکھا گیا اور اسی کا دوسرا جزء ''جامعہ دماغیہ معروفہ شافعیہ'' میں رکھا گیا، اس پر تفصیلی کلام بھی ان شاء اللہ آئندہ آئے گا۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ 278، 283)

جنابِ مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

''جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں نعلین مبارک کا ایک نیا جوڑا تحفہ میں آیا، آپ نے اسے صرف ایک مرتبہ زیبِ پا فرمایا اور پھر اتار کر یہ نیا جوڑا جناب مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرما دیا، جو آپ رضی اللہ عنہ کے پاس محفوظ رہا، بعد ازاں یہ جوڑا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے جناب محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کو عطا فرما دیا چنانچہ جناب جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: مجھے محمد بن علی رضی اللہ عنہما نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ نعل مبارک دکھایا تو میں نے دیکھا کہ:

وہ چوڑی ایڑھی والا تھا اور اس کے دو قبالے بھی تھے“۔

(منتھی السؤل علی وسائل الوصول جلد1 صفحہ575 دار المنھاج جدہ)

جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند موئے مبارک، نعلین شریف، لکڑی کا ایک پیالہ جو چاندی کی تاروں سے جوڑا ہوا تھا جناب انس رضی اللہ عنہ نے ان تینوں آثار مبارکہ کو اپنے گھر میں محفوظ رکھا ہوا تھا۔

بخاری شریف میں ہے کہ: جناب عیسیٰ بن طہمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جناب انس رضی اللہ عنہ نے ہمیں اپنے پاس محفوظ کئے ہوئے نعلین دکھائے جن کے دو قبالے تھے، ہمیں بعد میں جناب انس رضی اللہ عنہ کے شاگردِ خاص اور خادم جناب ثابت بنانی رحمہ اللہ نے بتایا کہ: یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین اقدس تھے۔ (بخاری: 3107)

علامہ تلمسانی رحمہ اللہ نے ”فتح المتعال“ میں لکھا ہے کہ: علامہ ابن سعد رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلینِ اقدس اور دیگر اشیاء کو سنبھالنے والے ہیں۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ79)

جناب عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما:

جناب عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے چچا جناب خاتم المہاجرین حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے اور جلیل القدر صحابی ہیں، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس بھی نعلین اقدس کا ایک جوڑا موجود تھا جو آپ سے آپ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی جناب فاطمہ بنت عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ملا، چنانچہ علامہ ابن ناصر الدین دمشقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”جناب ابن عون رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بات سن 100 ہجری کی ہے کہ میں اپنے جوتے لے کر مدینہ کے (ایک روایت میں مکہ کے) ایک موچی کے پاس گیا تا کہ وہ اس میں تسمے ڈال دے تو میں نے جب اس کو ایسا کرنے کا کہا، تو وہ بولا: کیا میں تمہارے جوتوں میں ایسے تسمے نہ ڈال دوں جس طرح کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین اقدس کے تھے؟ تو میں نے کہا: تو نے انہیں کہاں دیکھا؟ وہ بولا: جناب مائی صاحبہ فاطمہ بنت عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس، چنانچہ میں نے اس سے کہا کہ تو پھر اسی طرح کے تسمے ڈال دو“۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد1 صفحہ 371 دار الکتب العلمیہ بیروت)

(تهذيب الكمال للمزی جلد35 صفحہ 260 رقم 7902 مؤسسة الرسالة)

(جامع الآثار لابن ناصر الدين دمشقی جلد6 صفحہ 3143)

(التكميل فی الجرح والتعديل لابن كثير جلد4 صفحہ 291 رقم 2762)

(المراسيل لابی داؤد صفحہ 313 رقم 442 مؤسسة الرسالة بيروت)

یہاں یہ اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ: اسی روایت کو اہلِ علم نے دو باتوں میں اختلاف کے ساتھ بیان فرمایا ہے مثلاً!

(۱)۔”طبقات ابن سعد“، ”تهذهب الكمال“، ”جامع الآثار“، ”مراسیلِ ابی داؤد“، ”التكميل لابن كثير“ اور ”بغية الباحث عن زوائد مسند الحارث“”میں جناب فاطمہ رحمہا اللہ کو ”جناب عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما“ کی صاحبزادی بتایا گیا ہے، لیکن ”فتح المتعال“، ”خلاصه تذهيب تهذيب الكمال“ میں انہیں ”جناب عبد اللہ عباس رضی اللہ عنہما“ کی صاحبزادی کہا گیا ہے، لیکن مجھے پہلا قول زیادہ مضبوط معلوم ہوتا ہے۔

(۲)۔ ”طبقات ابن سعد“، ”تهذيب الكمال“، ”جامع الآثار“، ”مراسیلِ ابی داؤد“ اور ”التكميل لابن كثير“ میں جناب ابن عون رحمہ اللہ کا

موچی کے پاس جا کر اپنے جوتے کا تسمہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلینِ اقدس کے مبارک تسموں کی طرح بنوانے کا بیان ہے، لیکن "فتح المتعال" اور "بغية الباحث عن زوائد مسند الحارث" میں مکمل نئے جوڑے بنوانے کا بیان ہے کہ جناب ابن عون رحمہ اللہ نے موچی سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلینِ اقدس کی شبیہ بنوائی۔

(فتح المتعال صفحه 95 دار الكتب العلميه بيروت)

(بغية الباحث للهيثمی جلد 2 صفحه 610 رقم 576 المدينة المنورة)

اس صورت میں بھی مجھے پہلا قول زیادہ مضبوط معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

جناب شداد بن اوس رضی اللہ عنہ:

جناب ابویعلیٰ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، چنانچہ علامہ ابن عساکر رحمہ اللہ نے "تاریخ ابن عساکر" میں اور علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے "تاریخ الاسلام" میں آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ:

آپ رضی اللہ عنہ نہایت کمزوری کی حالت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے شداد! تمہیں کیا ہوا؟ عرض کیا: حضور! دنیا مجھ پر تنگ ہوگئی، فرمایا: جب بیت المقدس فتح ہوگا تو تمہارا رزق ملکِ شام میں کھول دیا جائے گا، تم اور تمہاری اولاد ان شاء اللہ وہاں کے پیشوا سمجھے جاؤ گے۔

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ جب ملکِ شام منتقل ہو گئے تو اس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین اقدس کا ایک جوڑا آپ کے پاس بھی موجود تھا۔

جناب شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کا وصال ایک قول کے مطابق سن 64 ہجری کو

فلسطین میں ہوا، آپ رضی اللہ عنہ کے 5 بچے تھے جن میں سے ایک بیٹی جس کا نام ''خزرج'' اور 4 بیٹے تھے جن کے نام ''یعلیٰ، محمد، عبدالوہاب اور منذر'' تھے، جناب محمد بن شداد رحمہ اللہ کو چھوڑ کر بقیہ سب کی اولاد ہوئی۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریف کا وہ جوڑا جناب شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے اپنے وصال سے پہلے اپنے صاحبزادوں میں سے جناب محمد بن شداد رحمہ اللہ کو عطا فرما دیا تھا، اور وہ انہی کے پاس ہی محفوظ رہا۔

یہاں تک کہ: سن 130 ہجری میں جب ملکِ شام پر بہت بڑی آفت آئی تو بیت المقدس اور اس کے گردونواح پر اس کا بہت زیادہ اثر ہوا، چنانچہ بے شمار ہلاکتیں ہوئیں، چنانچہ آفت کے انہی ایام میں آپ کی بیٹی کا مکان بری طرح متاثر ہوا اور اکثر مال واسباب ہلاک ہوا، تو وہ اپنے بھائی جناب محمد بن شداد رحمہ اللہ کے پاس آئیں اور کہا: اے میرے بھائی! چونکہ تمہاری تو کوئی اولاد نہیں، اور میں صاحبِ اولاد ہوں، لہٰذا نعلینِ اقدس کے اس جوڑے میں میرے بیٹوں کا بھی حق ہے، چنانچہ وہ ایک نعلِ اقدس لے گئیں اور دوسرا ان ہی کے پاس چھوڑ گئیں۔

پھر کچھ عرصہ بعد جب اس خاتون کا وصال ہو گیا تو ایک دن خلیفہ مہدی بیت المقدس پہنچا، تو اس خاتون کے دونوں بیٹے اس نعلِ اقدس سمیت خلیفہ کے پاس پہنچ گئے اور انعام کی لالچ میں اسے وہ نعلِ اقدس پیش کر دیا اور کہا کہ یہ ان کے نانا جناب شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، چنانچہ خلیفہ مہدی نے اس نعلِ اقدس کی بہت عزت وتکریم کی اور اس کے بدلے ان دونوں بھائیوں میں سے ہر ایک کو ہزار ہزار سونے کے سکّے دیئے، پھر اس کے پوچھنے پر ان دونوں نے بتایا کہ اس کا دوسرا جزء ان کے ماموں جناب محمد بن شداد کے پاس ہے۔

چنانچہ خلیفہ نے جناب محمد بن شداد رحمہ اللہ کو نعلِ اقدس کے اس جزء سمیت

بلوایا آپ اسے لے کر حاضر ہوئے، تو خلیفہ کے استفسار پر آپ نے اپنے بھانجوں کی تصدیق کی، تو خلیفہ نے آپ رحمہ اللہ سے وہ دوسرا جزء بھی انعام کی لالچ دے کر مانگ لیا، یہ سن کر آپ رحمہ اللہ رو پڑے، اور اللہ کی قسم اور قرابتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دینے لگے اور کہا: جس اعزاز سے ہم کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص فرمایا تھا اسے ہم سے مت چھینیں! آپ کی حالتِ زار اور محبت دیکھ کر خلیفہ کو آپ رحمہ اللہ پر ترس آیا اور وہ نعل اقدس آپ رحمہ اللہ ہی کے پاس رہنے دیا، لیکن جن دونوں بھائیوں نے نعلِ اقدس مال کے عوض دے دیا تھا وہ دونوں اور ان کا سب مال واسباب بعد میں ہلاک ہو گیا اور ان کی نسل بھی آگے نہ چلی۔

(تاریخ ابن عساکر جلد13 صفحہ7، 8دار الکتب العلمیہ بیروت)

(تاریخ الاسلام للذہبی جلد8صفحہ14المکتبۃ التوفیقیۃ مصر)

شیخ احمد بن ابی الحدید رحمہ اللہ:

علامہ تلمسانی رحمہ اللہ نے ''فتح المتعال'' میں، علامہ ابو المفاخر نعیمی رحمہ اللہ نے علامہ ابن عساکر رحمہ اللہ کے ''جزء تمثال نعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' کے فوائد میں اور علامہ ابن ناصر الدین دمشقی رحمہ اللہ نے ''جامع الآثار'' میں لکھا ہے کہ:

''شیخ احمد بن ابی الحدید رحمہ اللہ جن کا زمانہ 609 ہجری کا ہے، انہیں ''صاحب نعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ آپ رحمہ اللہ کے پاس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل نعلِ اقدس تھا، یہ نعلِ اقدس اور اس کا دوسرا جوڑا دراصل جناب اُمّ المؤمنین میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہ کے پاس تھا پھر اسی نعلینِ اقدس کا ایک نعل مبارک کئی صدیاں بعد شیخ احمد بن ابی الحدید رحمہ اللہ کے والد کے پاس پہنچا ان کی وفات کے بعد انہوں نے اپنی وراثت میں 30 ہزار درہم اور یہ نعلِ اقدس چھوڑا، ان کے دو بیٹے تھے، ایک نے دوسرے سے کہا کہ: ہم

میں سے ایک پیسے لے لے اور دوسرا نعلِ اقدس تو ایک نے درہم لے لئے اور شیخ احمد رحمہ اللہ نے نعل اقدس لے لیا، چنانچہ شیخ احمد رحمہ اللہ اس مبارک نعل کو لے کر ملکِ عجم کی طرف چلے گئے وہاں مختلف حکمرانوں اور بادشاہوں کے پاس زیارت کے لئے لے جاتے یہاں تک کہ واپس اپنے شہر ''اخلاط'' پہنچے اور بادشاہ ''الملک الاشرف ابو الفتح موسیٰ بن عادل ابی بکر محمد بن ایوب رحمہ اللہ'' کے پاس لے گئے، جو انتہائی عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم شخص تھے، بادشاہ نے نعلِ اقدس دیکھ کر اسے چوما اور اپنی آنکھوں سے لگایا اور کچھ دیر تک روتے رہے، اس کے بعد شیخ احمد رحمہ اللہ سے اسے مانگ لیا لیکن شیخ احمد رحمہ اللہ نے دینے سے انکار کیا، یہاں تک کہ بادشاہ نے اسی نعلِ اقدس کا ایک ٹکڑا کاٹ کر بطور تبرک حاصل کرنا چاہا اس پر بھی شیخ رحمہ اللہ نے انکار ہی کیا، بالآخر بادشاہ نے ان سے کہا: کہ تم ایک بزرگ آدمی ہو اسے اپنے پاس رکھ کر کہاں کہاں پھرتے رہو گے، مجھ سے اس کے عوض ایک جاگیر لے لو اور یہ نعلِ اقدس مجھے دیدو، تاکہ میں اس کے لئے یہاں ایک عالیشان زیارت گاہ بنادوں، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ مانے، البتہ بادشاہ کے شدید اصرار اور وہاں کے اشراف کے دباؤ پر شیخ احمد رحمہ اللہ بادشاہ کے ہی پاس رہنے پر راضی ہو گئے۔

اور وصال شریف تک وہیں رہے، جب وقتِ وصال آیا تو نعلِ اقدس کی بادشاہ کے حق مین وصیت کر گئے، بادشاہ بہت خوش ہوئے، بعد ازاں بادشاہ اشرف بن عادل رحمہ اللہ نے دمشق میں ایک دار الحدیث بنوایا، اس عالیشان مدرسہ کے لئے وسیع اراضی وقف کر دی، اور اسے بادشاہ کی وجہ سے ''جامعہ اشرفیہ دار الحدیث'' کا نام دیا گیا، اس جامعہ کے قبلہ کی جانب ایک انتہائی خوبصورت اور عالی شان مسجد بھی بنوائی گئی، اور مسجد کے محراب کے دائیں جانب ایک کمرے میں قرآن مجید کے نسخے رکھوائے اور دوسری جانب ایک کمرہ خاص اسی نعلِ اقدس کیلئے بنوایا گیا، اور اس میں

آبنوس کا صندوق بنا کر اس میں یہ نعلِ اقدس رکھوایا گیا، اور اس پر چاندی کے کیل لگائے بعد ازاں اس صندوق پر چاندی کا ہی تالا بھی لگوا دیا گیا، پھر اس پر تین (سبز، سرخ، پیلے) رنگ کے غلاف چڑھائے، پھر بادشاہ نے ایک متقی شخص کو 40 ناصری درہم جن کا ایک درہم دس عام درہموں کے برابر ہوتا ہے وظیفہ پر مقرر کیا تاکہ وہ ہر جمعرات اور پیر کو زائرین کے لئے اس دروازے کو کھول کر زیارت کرایا کرے، چنانچہ دور دور سے آنے والے زائرین بالخصوص اہلِ دمشق اپنی مشکلات اور مصائب میں اسی نعلِ اقدس سے برکت لیا کرتے اور شفاء پایا کرتے تھے، اور اہلِ محبت اس نعلِ اقدس کے بوسے دیکر اس پر کاغذ رکھ کر کناروں کو دبا کر کاغذ پر اس نعلِ اقدس کا نقش بنالیا کرتے اور اس مبارک نقش کو اپنے ساتھ دور دراز علاقوں میں لے جاتے، بعض اہلِ علم کا کہنا ہے کہ: شیخ احمد رحمہ اللہ دار الحدیث بننے اور اس میں نعلِ اقدس رکھے جانے کے بعد بھی کچھ عرصہ تک زندہ رہے بلکہ زائرین کے ان تمام معاملات کی نگرانی پر بھی بادشاہ نے شیخ احمد رحمہ اللہ کو ہی مقرر کر دیا تھا، اور یہ منصب ان کی وفات تک ان کے ہی پاس رہا۔

یاد رہے کہ ''دار الحدیث اشرفیہ'' میں موجود نعلِ اقدس ''بایاں'' تھا، جس کا ''دایاں''، نعل مبارک بعد ازاں اسی شہر دمشق میں شوافع فقہاء کے مشہور جامعہ ''مدرسہ دماغیہ'' میں رکھا گیا تھا، علامہ ابن ناصر الدین دمشقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے مدرسہ دماغیہ والے دائیں نعل اقدس کی زیارت بھی کی ہے، اور اس پر اپنے چہرے اور اپنی داڑھی کو بھی رگڑا ہے۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ 278،279،280،282)

(جزء تمثال نعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابن عساکر صفحہ 68 (فوائد))

(جامع الآثار لابن ناصر الدین جلد 6 صفحہ 3147)

علامہ معین الدین اشرفی رحمہ اللہ:

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے ''تاریخ الاسلام'' میں لکھا ہے کہ:

''جناب علامہ معین الدین خطاب بن محمد بن زنطار بن حریر بن رافع لخمی اشرفی رحمہ اللہ (متوفی: 699ہجری) بھی دار الحدیث میں موجود نعلِ اقدس کے خازن رہ چکے ہیں، یعنی شیخ احمد ابن ابی الحدید رحمہ اللہ کے بعد آپ ہی اس کے نگران ہوئے''۔

(تاریخ الاسلام للذهبی جلد52 صفحه 296 رقم 617 المکتبة التوفیقیة مصر)

مغل بادشاہ اور بادشاہی مسجد لاہور:

علامہ ابوالمفاخر اور ابن ناصر الدین دمشقی رحمہما اللہ نے لکھا ہے کہ:

''جب بادشاہ تیمور لنگ دمشق آیا تو وہ ان دونوں جگہوں ''دار الحدیث اشرفیہ'' اور ''مدرسہ دماغیہ'' سے نعل اقدس کے دونوں جزء اُٹھا کر اپنے ساتھ لے گیا۔

پھر محقق ''حسین علی شکری'' نے ''جامع الآثار'' اور ''جزء تمثال نعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' کے حاشیہ میں جنوبی افریقہ کے ایک جید عالم ''شیخ عبد الہادی رحمہ اللہ'' کے حوالے سے لکھا کہ:

''تیمور لنگ بادشاہ نے نعلین اقدس کا وہ جوڑا جو دار الحدیث اشرفیہ اور مدرسہ دماغیہ سے اُٹھالیا تھا وہ اپنی وفات سے پہلے اپنے بیٹے ''ظہیر الدین بابر'' کو دیا، پھر اس نے اپنے بیٹے ''ہمایوں'' کو دیا اور اس نے اپنے بیٹے ''جہانگیر اکبر'' کو دیا پھر یہ ''شاہجہان'' کو ملا جس نے اس کا ایک جزء جامع مسجد دہلی میں رکھ دیا جس پر وہاں کے مشہور سیّد گھرانے کو اس کی نگرانی سونپ دی اسی خاندان میں جناب سیّد شمشاد احمد رحمہ اللہ نعلِ اقدس کے مشہور نگران ہوئے ہیں، جن سے عرب وعجم کے بیشتر اہلِ علم نے رابطہ کر کے اس نعلِ اقدس کی زیارت کی اور نقش بنائے اور اسی نعلِ اقدس کا دوسرا جزء ''بادشاہی مسجد لاہور'' میں رکھ دیا گیا، جو آج بھی الحمد للہ اسی مسجد میں زیارت کے

لئے موجود ہے۔

(جزء تمثال نعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابن عساکر صفحہ 68(فوائد) و (حاشیۃ))

(جامع الآثار لابن ناصر الدین جلد6صفحہ 3147)

الحمدللہ! میں نے بھی ایک عرصہ پہلے بادشاہی مسجد لاہور میں اس نعلِ اقدس کی زیارت کی سعادت حاصل کی ہے، لیکن اس وقت غور نہ کرسکا کہ یہ دایاں جزء ہے یا بایاں، اس کے بعد دوبارہ جانے کا اتفاق بھی نہ ہوسکا، اب تو ان شاء اللہ حاضری ضرور ہوا کریگی، چنانچہ اگر یہ دایاں حصہ ہے تو یہ دمشق کے مشرق میں واقع "مدرسہ دماغیہ شافعیہ" والا جزء ہے، اور اگر یہ بایاں ہے تو دمشق کے مغرب میں واقع "دارالحدیث اشرفیہ" والا جزء ہے جو زیادہ مشہور ہوا، اور اس کا دوسرا جزء جامع مسجد دہلی میں موجود ہے، جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا۔ واللہ اعلم ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

علامہ عبدالسلام طاہری رحمہ اللہ:

علامہ عبدالسلام طاہری صقلی رحمہ اللہ کا تعلق فاس سے ہے، آپ کا شمار وہاں کے بڑے علماء میں ہوتا ہے۔

چنانچہ علامہ طاہر کردی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: "فاس" میں بھی نعلینِ اقدس کا ایک جزء موجود ہے چنانچہ یہ مبارک جزء فاس کے جس مبارک گھر میں ہے وہ گھر شیخ عبدالسلام طاہری صقلی رحمہ اللہ ہی کا ہے، لوگ دور دور سے آکر اس نعل اقدس کی زیارت کرتے ہیں، یہ نعلِ اقدس آپ تک وراثۃً منتقل ہوتا آیا ہے، آپ رحمہ اللہ کے والد اور دادا کو بھی نعلِ اقدس کی خدمت کی وجہ سے "صاحب النعل" کہا جاتا تھا، اور ان کے پاس نعلینِ اقدس کا جوڑا موجود ومحفوظ تھا، جب سلطان اسماعیل کا زمانہ آیا تو اس نے ان سے نعلینِ اقدس کو چھیننے کی کوشش کی، انہوں نے مجبور ہوکر ایک نعلِ اقدس دے دیا اور دوسرا ایک چمڑے کے صندوق میں رکھ کر کہیں چھپا دیا، جس کی کسی

کو بھی خبر نہ ہوئی ،آپ کے والد اور دادا کی طرح آپ کو بھی ''صاحب النعل'' کہا جاتا ہے،آپ رحمہ اللہ کا سنِ وفات معلوم نہیں ہو سکا۔

پھر ان کے بعد نعلین اقدس کی خدمت کی ذمہ داری ان کے بیٹے علامہ محمد بن عبد السلام طاہری صقلی حسینی رحمہ اللہ کو نصیب ہوئی جو مکناس شہر کے قاضی بھی تھے، جسے آپ نے دل و جان سے نبھایا، آپ رحمہ اللہ کو اسی وجہ سے ''خادم النعل'' بھی کہا جاتا ہے۔آپ کا وصال 1309 ہجری کو فاس میں ہوا۔

علامہ طاہر کردی رحمہ اللہ نے آپ رحمہ اللہ کا تذکرہ بھی اپنی کتاب ''تبرک الصحابہ''میں کیا اور لکھا ہے کہ: میں نے نعلِ اقدس کی زیارت کی غرض سے آپ رحمہ اللہ سے ملاقات کی تو مجھے فرمانے لگے کہ: نعلِ اقدس کا جو جزء ہمارے پاس موجود ہے اسے ہمارے آباء و اجداد نے سلطان کے ڈر سے چمڑے کے صندوق میں چھپا دیا تھا اور وہ صندوق دو مزید صندوقوں میں رکھا ہوا تھا یعنی نعلِ اقدس آخری صندوق میں تھا، کافی عرصہ بعد جب صندوق کو کھولا گیا تو دیکھا کہ وہ تینوں صندوق کسی چوہے نے کتر دیئے تھے جس وجہ سے ہر صندوق میں سوراخ ہو چکا تھا جب ہم نے نعلِ اقدس کو دیکھا تو وہ اپنی اصل حالت میں موجود تھا، اس چوہے نے اسے چھوا تک نہیں، بلاشبہ یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے۔

(تبرک الصحابہ للکردی صفحہ110 تا 111)

فصل نمبر 5:

نعلین مصطفیٰ ﷺ کو بوسہ دینا

اس سلسلہ میں اس قدر روایات و آثار ہیں کہ سبھی کا احاطہ مشکل ہے، لہٰذا چند ایک روایات و آثار کے نقل پر ہی اکتفاء کرتا ہوں چنانچہ!

جناب قریشی صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین:

علامہ ابن حبان، علامہ ذہبی اور علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہم اللہ نے اپنی کتب میں نقل کیا ہے کہ:

"عن ابی هریرة رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم :لا تقوم الساعة علی مؤمن یبعث اللّٰه بین یدی الساعة ریحا طیبة فتهبّ فلا یبقی مؤمن الا مات ویأتی علی الناس زمان یجد الرجل نعل القرشی فیقبلها ثم یبکی ویقول کانت هٰذه النعل لقرشی"۔

جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی مؤمن پر قیامت نہیں آئے گی، قیامت کے قریب اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا چلائے گا جس کے چلنے سے ہر مؤمن وصال فرما جائے گا، اور لوگوں پر ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ کسی آدمی کو قریشی کا نعل ملے گا تو وہ اسے چوم کر روئے گا اور کہے گا یہ اس پیارے قریشی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نعل ہے۔

(کتاب المجروحین لابن حبان جلد2صفحہ242رقم917 دار الوعی حلب)

(تاریخ الاسلام للذهبی سن 161تا170 موسیٰ بن مطیر الکوفی)

(میزان الاعتدال للذهبی ترجمة موسیٰ بن مطیر)

مذکورہ بالا روایت میں لفظ "القرشی" کی مراد میں یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے خود عالی جناب سرورِ ہر جہاں صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہوں کہ آپ کے اسماء گرامی

میں ''قرشی'' بھی ہے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ خاندانِ قریش سے تعلق رکھنے والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اہلِ بیت و پیارے اصحاب مراد ہوں، چنانچہ اول صورت کا اعتبار کرتے ہوئے ہم نے اس حدیث کو یہاں نقل کردیا اور دوسری صورت کا اعتبار کرتے ہوئے اسے آئندہ ان شاء اللہ ''نعلینِ مشائخ'' کے ضمن میں بھی نقل کردیں گے۔

جناب نجاشی رضی اللہ عنہ کا چومنے کی خواہش کرنا:

بعض روایات میں محض نعلینِ اقدس کو اٹھانے کی خواہش کا ذکر ہے جسے ہم نے سابق میں بیان کردیا، اب ہم یہاں وہ روایت بھی پیش کرتے ہیں جس میں ہے کہ: جناب نجاشی رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک کو چومنے کی خواہش بھی فرمائی تھی چنانچہ:

''جناب ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی سے روایت ہے کہ: جب ہم لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے جناب جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی معیت میں حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے، مشرکین نے ہمارا پیچھا کیا اور حبشہ کے بادشاہ جناب نجاشی رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ہمارا مطالبہ کیا تو جناب نجاشی رضی اللہ عنہ کے سامنے جناب جعفر رضی اللہ عنہ نے اسلام کی حقانیت پر وہ خوبصورت دلائل دیئے کہ جناب نجاشی رضی اللہ عنہ نے مشرکین کو انکار بھی کیا اور اسلام بھی قبول کرلیا یہاں تک کہ انہوں نے یہ بھی فرمایا: ''ولولا ما انا فیه من الملك لاتیته حتی اقبّل نعله'' اگر ملکی معاملات کی ذمہ داریاں مجھ پر نہ ہوتیں تو میں ضرور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین اقدس چومنے کی سعادت حاصل کرتا''۔

(حلیة الاولیاء لابی نعیم جلد1 صفحہ114 (جعفر بن ابی طالب))

(دلائل النبوة لابی نعیم رقم196)

(ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ للطبری دار الکتب المصریة)

(تاریخ الخمیس جلد1 صفحه 291 دارِ صادر بیروت)

خلیفہ مہدی رحمہ اللہ کا عمل:

تاریخ کی مستند کتب میں خلیفہ مہدی رحمہ اللہ کے بارے میں ہے کہ:

"انه دخل علیه رجل یوما ومعه نعل فقال: هٰذه نعل رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ، قد اهدیتها لك، فقال: هاتها، فناوله ایاها، فقبلها ووضعها علی عینیه، وامر له بعشرة آلاف درهم، فلما انصرف الرجل، قال المهدی: واللّٰه! انی لاعلم ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لم یر هٰذه النعل، فضلا عن ان یلبسها ولکنی لو رددته لذهب یقول للناس: اهدیت الیه نعل رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فرد ها علیّ، فتصدقه الناس، لان العامة تمیل الیٰ مثالها ومن شأنهم نصر الضعیف علی القوی وان کا ن ظالما فاشترینا لسانه بعشرة آلاف درهم ورأیناها ارجح واصلح"

ترجمہ: ایک دن خلیفہ مہدی کے پاس ایک آدمی آیا جس کے پاس ایک ''نعل'' تھا، اس نے آکر عرض کیا: ''یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نعل مبارک ہے'' جسے میں آپ کو تحفہ دینے آیا ہوں چنانچہ خلیفہ نے کہا: لاؤ، اس نے وہ نعل خلیفہ کو دیا، اور خلیفہ نے اسے چوم کر آنکھوں سے لگایا اور اس آدمی کو 10 ہزار درہم دینے کا حکم دیا، پھر جب وہ شخص چلا گیا تو

خلیفہ مہدی نے کہا: اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نعل کو کبھی دیکھا بھی نہیں چہ جائیکہ اسے پہنا ہو، لیکن میں اگر اسے رد کر دیتا تو وہ شخص لوگوں میں جا کر کہتا کہ: میں نے خلیفہ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نعل مبارک تحفے میں دیا اور اس نے مجھے واپس کر دیا، پھر لوگ اس کی بات کو اہمیت دیتے کیونکہ عوام ایک دوسرے کی طرف زیادہ مائل ہوتے ہیں اور ان کا حال یہ ہے کہ: طاقتور کے خلاف کمزور کی مدد کرتے ہیں اگرچہ کمزور ظالم ہی کیوں نہ ہو؟ چنانچہ ہم نے تو اس کی زبان کو 10 ہزار میں خریدا ہے، ہم نے اسی کو ترجیح دی کیونکہ اسی میں بھلائی تھی۔

(تاریخ بغداد جلد3 صفحہ12 دار الکتب العلمیہ بیروت)

(فوات الوفیات جلد3 صفحہ 401 دار صادر بیروت)

(المنتظم لابن الجوزی جلد8 صفحہ211 دار الکتب العلمیہ بیروت)

(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر جلد10 صفحہ153 دار الفکر بیروت)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ: آج سے 13 صدیاں قبل بھی لوگ تبرکات کو چوم کر آنکھوں سے لگایا کرتے تھے، جو الحمد للہ آج بھی اہل سنت کا معمول ہے۔

علامہ ابن رشید سبتی رحمہ اللہ کا عمل:

علامہ لسان الدین ابن خطیب نے ''الاحاطۃ فی اخبار غرناطہ'' میں علامہ محمد بن عمر بن محمد بن رشید فہری سبتی رحمہ اللہ کا قول لکھا ہے کہ:

''لما حللت بدمشق ودخلت دار الحديث الاشرفية برسم رؤية النعل الكريمة نعل المصطفى صلى الله عليه وسلم ولثمتها'' میں جب دمشق پہنچا اور دار الحدیث اشرفیہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلِ اقدس

کی زیارت کے لئے داخل ہوا تو میں نے اسے چومنے کی سعادت بھی حاصل کی۔

(الاحاطة فی اخبار غرناطة جلد3صفحه103دار الکتب العلمیه بیروت)

علامہ فاکہی اسکندری رحمہ اللہ کا عمل:

علامہ ابو المفاخر عبد القادر محمد نعیمی رحمہ اللہ علامہ ابن عساکر رحمہ اللہ کے مبارک رسالہ ''جزء تمثال نعل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم '' کے اختتام میں فرماتے ہیں کہ:

''وقال ابو حفص عمر بن ابی الیمن علی بن سالم بن صدقة اللخمی الفاکهی الاسکندری عند رؤیة نعل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم التی بدار الحدیث الاشرفیة بدمشق، بعد ان کشف عن رأسه وجعل یقبله ویمرغ رأسه ووجهه علیه ودموعه تسیل:

ولو قیل للمجنون: لیلیٰ ووصلها، ترید اُمّ الدنیا وما فی طوایاها

لقال: غبار من تراب نعالها، احب الی نفسی واشفیٰ لبلواها

ترجمہ: علامہ ابو حفص عمر بن ابی الیمن علی بن سالم بن صدقہ لخمی فاکہی اسکندری رحمہ اللہ نے جب دار الحدیث اشرفیہ دمشق میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کا دیدار کیا تو اپنا سر ننگا کر کے نعلِ اقدس کو بوسے دینے لگے اور اسے اپنے سر اور چہرے پر پھیرنے لگے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور ساتھ ہی یہ فرمایا:

''اگر مجنوں سے کہا جاتا: ایک طرف لیلیٰ اور اس کی ملاقات ہو اور دوسری

طرف دنیا اور اس کی آسائشیں ہوں تو تو کیا چاہے گا؟ تو وہ ضرور کہتا: میرے نزدیک دنیا کی ہر نعمت سے کہیں بڑھ کر پسندیدہ اور باعثِ سکون لیلیٰ کے جوتوں کی مٹی کا غبار ہی ہے''۔

(جزء تمثال نعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابن عسکر صفحہ69دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ ابوعبداللہ وادی رحمہ اللہ:

علامہ تلمسانی رحمہ اللہ نے فتح المتعال میں بیان فرمایا کہ:

''وللشیخ الامام المحدث الرحال ابی عبد الله محمد بن جابر الوادی آشی ووادی آشی بلد بالاندلس اعاذها الله ونظمها بدار الحدیث الاشرفیة من دمشق المحروسة وقد رأی فیها نعل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فقبلها''۔

ایک نظم شیخ امام محدث جلیل القدر علامہ ابوعبداللہ محمد بن جابر وادی آشی رحمہ اللہ نے بھی لکھی ہے، اور ''وادی آشی'' اندلس کا ایک شہر ہے، اللہ اس شہر کو محفوظ رکھے، علامہ وادی آشی رحمہ اللہ نے یہ نظم دمشق کے دار الحدیث اشرفیہ میں لکھی ہے جب انہوں نے وہاں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلِ اقدس کی زیارت کی تو اسے بوسہ دیا۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ183)

علامہ ابومحمد اندلسی رحمہ اللہ:

علامہ تلمسانی رحمہ اللہ ''فتح المتعال'' میں فرماتے ہیں کہ:

''وقال الشیخ الامام ابو محمد بن برطلة الاندلسی رحمه اللّٰه ورضی عنه: تأمل وقبل هٰذه نعل احمد صلی اللّٰه علیه وسلم''

علامہ شیخ امام ابومحمد بن برطلہ اندلسی رحمہ اللہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ:

''امید رکھ اور چوم لے کیونکہ یہ جناب احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نعل مبارک ہے''۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ 217)

علامہ ابن فرج سبتی رحمہ اللہ:

علامہ تلمسانی رحمہ اللہ ''فتح المتعال'' میں علامہ محمد بن فرج سبتی رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ:

''زکت شفة قد قبلت نعل احمد صلی اللہ علیہ وسلم ''جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلِ اقدس کو چوم کر ہونٹ پاکیزگی پاجاتے ہیں۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ 158)

علامہ فتح اللہ بیلونی رحمہ اللہ:

علامہ تلمسانی رحمہ اللہ ''فتح المتعال'' میں علامہ فتح اللہ بیلونی رحمہ اللہ کا قول نقل فرماتے ہیں کہ:

''فاز من قبل تربا مسه فاز من للخد فيه فرشا''

وہ شخص فلاح پاگیا جس نے اس مٹی کو بوسہ دیا جو نعلِ اقدس سے مس ہوئی اور فلاح پاگیا وہ جس کی گال اس نعلِ اقدس کا فرش بنی۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ 162)

فصل نمبر6:

نعلینِ مصطفیٰ ﷺ

جناب ابن عباس رضی اللہ عنہما کے خواب میں

نور کے نعلین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رات خواب میں دیکھا کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابلق سواری پر سوار ہیں، نورانی لباس، نورانی نعلین پہنے ہوئے اور نورانی عصا مبارک پکڑے ہوئے ذرا جلدی میں ہیں، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے آپ کی زیارت اور آپ سے باتیں کرنے کا شوق ہے، آپ اتنی جلدی کہاں تشریف لے جارہے ہیں؟ فرمایا: اے ابن عباس! عثمان نے ایک قربانی دی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیا ہے، اور اس کے عوض جنت میں اس کی شادی ہے اس دعوت میں ہمیں بھی بلایا گیا ہے۔

(الشریعة للآجری جلد4صفحه 2012رقم 1486 دار الوطن الریاض)

جنتی سونے کے نعلین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: جس رات جناب عثمان شہید ہوئے میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم پریشان حال، غبار میں اٹے ہوئے ابلق سواری پر سوار تھے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمہائے اقدس میں نہایت چمکدار تسموں والے سونے کے نعلین تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں سفید عصا مبارک تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جلدی میں تھے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ اتنی جلدی کہاں تشریف لے جارہے ہیں؟ فرمایا: عثمان بن عفان آج ہمارے پاس جنت میں ایک دولہے کی صورت میں پہنچے ہیں، ہمیں انہوں نے اپنی شادی پر بلایا ہے، ہم اس دعوت میں جارہے ہیں۔

(امالی ابن بشران الجزء الثانی جلد1 صفحه 284 رقم 1516 دار الوطن الریاض)

جنتی گھاس کے نعلینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

جناب عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جناب عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خواب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک چتکبرے گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں جاتے ہوئے دیکھا، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرِ انور پر نور کا بنا ہوا چمکدار عمامہ اور مبارک قدموں میں سبز گھاس کے نعلین شریف تھے جن کے تسمے چمکدار موتیوں سے مزین تھے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی درخت کی ایک شاخ بھی تھام رکھی تھی، میں نے سلام عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جواب عطا فرمایا، میں عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! میں آپ کی زیارت کو بیتاب ہوں آپ اتنی جلدی کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ مسکرا کر فرمایا: عثمان (رضی اللہ عنہ) کو جنت میں عالیشان دولہا بنایا گیا ہے میں اسی دعوت میں جا رہا ہوں۔

(الریاض النضرۃ جلد2 صفحہ67 رقم1208 النوریہ الرضویہ لاہور)

فصل نمبر 7:

نعلینِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

سے برکت لینا

علامہ ذہبی نے ''تاریخ الاسلام'' میں، علامہ سبکی نے ''طبقات الشافعیہ'' میں اور علامہ یافعی نے ''مرأۃ الجنان'' میں شیخ الاسلام علامہ ابو اسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی فیروز آبادی رحمہ اللہ (متوفی:476ہجری) کے بارے میں لکھا ہے:

''وکان فی صحبته جماعة من اصحابه، فیهم الشاشی والطبری وابن فتیان وانه عند وصوله الی بلاد العجم کان یخرج الیه اهلها بنسائهم واولادهم فیمسحون اردانه ویأخذون تراب نعلیه یستشفون به''۔

آپ رحمہ اللہ کی صحبت میں آپ کے شاگرد علماء کی ایک جماعت حاضر رہا کرتی تھی، جن میں علامہ شاشی، علامہ طبری اور علامہ ابن فتیان رحمہم اللہ جیسے حضرات شامل ہوتے تھے، علامہ فیروز آبادی رحمہ اللہ جب بھی دوسرے شہروں میں جایا کرتے تھے تو وہاں کے لوگ اپنی عورتوں اور بچوں کو ساتھ لے کر آپ رحمہ اللہ کے پاس حاضر ہوتے اور آپ رحمہ اللہ کی قمیص کی آستینوں کو مس کرتے اور آپ رحمہ اللہ کے نعلین کی خاک اٹھاتے اور اس سے شفاء حاصل کیا کرتے تھے۔

(تاریخ الاسلام للذهبی جلد32صفحه99المکتبة التوفیقیه مصر)
(طبقات الشافعیه للسبکی جلد2صفحه483،484دار الکتب العلمیه بیروت)
(مرأة الجنان للیافعی جلد3صفحه113دار الکتب العلمیه بیروت)

غور فرمائیے! جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے عالم کے جوتوں کی یہ شان و عظمت ہے، تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلینِ اقدس کی برکات و فضائل کا کیا مقام ہوگا، جبکہ نعلینِ اقدس سے برکت لینا صحابہ کرام سے بھی

روزِ روشن کی طرح ثابت ہے، اس سلسلہ میں بے شمار واقعات ہیں کہ احاطے کی تاب نہیں اور اس مختصر کتاب میں اس طوالت کی گنجائش نہیں، ماننے والوں کو اشارہ کافی اور نہ ماننے والے کو بخاری بھی ناکافی! چنانچہ امام بخاری ''صحیح بخاری'' میں لکھتے ہیں کہ:

''ومن شعره ونعله وآنيته مما تبرك اصحابه وغيرهم بعد وفاته''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک، نعلین مبارک اور برتن مبارک سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہ کرام برکت لیا کرتے تھے۔

(بخاری صفحہ 515)

علامہ قاضی زین الدین رحمہ اللہ:

علامہ تلمسانی رحمہ اللہ ''فتح المتعال'' میں لکھا ہے کہ:

''علامہ مقریزی مصری نے اپنی کتاب ''السلوك لمعرفة دول الملوك'' میں لکھا ہے کہ: علامہ قاضی زین الدین عبد الباسط رحمہ اللہ ملکِ شام میں خوب شہرت یافتہ باوقار اور پُرکشش شخصیت کے مالک تھے، اور کئی ممالک میں بھی کافی اثر ورسوخ رکھتے تھے، ان کے بارے میں لوگوں میں یہ بھی مشہور تھا کہ ان کے پاس کوئی اسمِ اعظم ہے کیونکہ جو کوئی ان کو تکلیف پہنچانا چاہتا ہے، اللہ ان کو محفوظ رکھتا ہے، اور کوئی دشمن بھی کامیاب نہیں ہو پاتا، چنانچہ کچھ عرصہ بعد ''سلطان سیف الدین جقمق'' کی سرِ عام مخالفت کرنے کی وجہ سے علامہ قاضی زین الدین عبد الباسط رحمہ اللہ پر سلطان سخت ناراض ہوا تو حکم دیا کہ ان کی خلعت اتار لی جائے اور ان کو جیل میں بند کر دیا جائے، جب ان کے جسم سے فاخرانہ لباس اتارا گیا تو ان کے عمامے کے اندر سے چمڑے کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ملا جب اس بارے میں پوچھا گیا تو پتہ چلا کہ یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کا ایک حصہ ہے، یہ سب برکات اسی نعلِ اقدس کے

ٹکڑے کی تھیں اور اسی وجہ سے ان پر کبھی کوئی آفت نہ آتی تھی، انہوں نے نعلِ اقدس کا ٹکڑا کسی سے تین لاکھ سونے کے دینار دے کر حاصل کیا تھا"۔

(فتح المتعال صفحہ 284)

علامہ ابوسُرُور شعراوی رحمہ اللہ:

علامہ تلمسانی رحمہ اللہ "فتح المتعال" میں علامہ ابو سرور بن نور الدین شعراوی رحمہ اللہ کا یہ قول نقل فرماتے ہیں کہ:

"واری جبھتی تمرغ والخد بنعلٍ من حقھا ان تقبل فشفا مقلتی تراب لنعلیك" میں اپنی پیشانی اور گال کو اس نعلِ اقدس پر رگڑتا ہوا دیکھتا ہوں جس کا حق یہ ہے کہ اسے بوسے دیئے جائیں، پس یا رسول اللہ! میری آنکھوں کی شفا آپ کے نعلینِ پاک کی خاک میں ہے۔ (فتح المتعال للتلمسانی صفحہ 221)

اہلِ دمشق اور نعلِ اقدس:

علامہ تلمسانی رحمہ اللہ "فتح المتعال" میں فرماتے ہیں کہ:

"وقد کان اھل دمشق یستشفعون بھٰذہ النعل النبویة عند نزول المعضلات بھم فیرون برکتھا" اہلِ دمشق اپنی مشکلات اور مصائب میں دار الحدیث اشرفیہ میں رکھے ہوئے اس نعلِ اقدس سے شفاء اور برکت حاصل کیا کرتے تھے۔ (فتح المتعال صفحہ 282)

نعلینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاک کی برکت:

سیّدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی نعلینِ پاک کی خاک اگر مسلمان کی قبر پر پڑ جائے تو تمام قبر جنت کے مشک و عنبر سے مہک اٹھے، اگر مسلمان کے سینے

اور منہ اور سر اور آنکھوں پر اپنا قدم اکرم رکھیں اس کی لذت ونعمت وراحت وبرکت میں ابد الآباد تک سرشار وسرفراز رہے"۔(فتاویٰ رضویہ جلد9صفحہ475)

وہابی مولوی عبد الستار:

مشہور غیر مقلد وہابی عالم "مولوی عبد الستار" نے اپنی کتاب "اکرامِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم" میں ایک بڑا ہی خوبصورت اور دلکش واقعہ پنجابی زبان میں ایک طویل نظم کی صورت میں لکھا ہے، جسے ہم یہاں خلاصۃً پیش کر دیتے ہیں، چنانچہ!

جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ شریف میں ظہور ہوا تو مدینہ ہی کا ایک یہودی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت بے ادبی اور گستاخی کیا کرتا تھا، لیکن اس کی بیٹی ایمان لا چکی تھی جس کا یہودی کو علم نہ تھا، بیٹی اسے گستاخانہ کلمات کہنے سے منع کرتی تھی لیکن وہ باز نہ آیا، بالآخر بیٹی نے تنگ آکر اللہ تعالیٰ سے فریاد کی اے اللہ! میرے باپ کو ادب سکھا دے، چنانچہ اس کا باپ چند دن بعد نابینا ہو گیا، آنکھوں کی روشنی جانے پر وہ دن اور رات خوب روتا رہتا، جس قدر دواء کرتا آنکھوں کی تکلیف شدت اختیار کرتی جاتی، یہاں تک کہ اس کی تکلیف دیکھ کر اس کی بیٹی کو بھی ترس آتا، اور اس کی خدمت کرنے سے ایک پل فرصت نہ ملتی، اور دل میں بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کا خیال بھی جوش مارنے لگا، بالآخر ایک دن اپنے باپ سے یہ کہہ کر اجازت مانگی کہ میں نے سنا ہے کہ مدینہ شریف میں ایک بہت بڑا طبیب آیا ہے، اس کی حلاوتِ گفتار سے ہی مریضوں کو شفاء مل جاتی ہے، جو کوڑا جاتا ہے اچھا ہو جاتا ہے، بلکہ جو نابینا بھی اس کے پاس جاتا ہے بینا ہو جاتا ہے، پورا شہر اس کے آنے سے خوشحال اور بابرکت ہو گیا ہے، اسے مال ودولت کی کوئی لالچ ہی نہیں، دوائی بھی مفت دیدیتا ہے، اگر آپ کی اجازت ہو تو کیا میں آپ کے لئے اس کے پاس جا کر دوائی لے آؤں، یہ سن کر وہ خوشی سے بولا: پھر دیر کس بات کی ہے ذرا

جلدی جاؤ اور اسے میرا حال سناؤ اور میرے لئے جو دواء بھی دے جلد لے کر آؤ، بیٹی وہاں سے زیارتِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے شوق میں نکلی اور جب بارگاہِ پناہ میں پہنچی تو کیا دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو چادر مبارک اوڑھ کر آرام فرما رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس ردائے مبارکہ میں یوں نظر آ رہا تھا جیسے باریک بادل میں چاند، چنانچہ نہ تو آرام میں خلل ڈالنے کی جرأت ہوئی اور نہ ہی خالی ہاتھ واپس جانے کی ہمت ہوئی، سوچا خالی ہاتھ جاؤں گی تو باپ کو کیا جواب دوں گی؟ چنانچہ وہیں کھڑے کھڑے دل میں کچھ خیال آیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلینِ اقدس کی خاک مبارک جھاڑ کر کپڑے میں لپیٹ کر لے آئی، گھر پہنچی تو باپ نے پوچھا کہ جلدی بتاؤ کیا اس شفیق طبیب نے میری آنکھوں کے لئے کوئی دواء دی ہے؟ بیٹی نے کہا: جی ہاں! میں دواء لے کر آئی ہوں، چنانچہ بیٹی نے نعلینِ اقدس کی خاک اپنے باپ کی آنکھوں میں ڈال دی، اللہ نے اس کی برکت سے یہودی کی بینائی لوٹا دی اور ساری تکلیف جاتی رہی، مارے خوشی کے بیٹی سے کہنے لگا: کتنا اچھا حکیم ہے مجھے اس کے پاس لے چلو، شکریہ ادا کروں، تو بیٹی نے ہدایت کی امید پر سب راز بتا دیا، کہ یہ طبیب وہی ہیں جن کو دن رات بُرا کہتے ہو، ان ہی کے نعلین اقدس کی خاک آپ کی آنکھوں میں ڈالی ہے، یہ اسی خاکِ نعلین اقدس کا کمال ہے کہ آپ کی بینائی واپس آگئی، یہ سن کر یہودی غصے میں آگیا، بیٹی کو مارنا شروع کر دیا کہ تو نے میرے دشمن کے جوتوں کی خاک میری آنکھوں میں کیوں ڈالی؟ اور پہلے سے بھی زیادہ زبان درازی کرنے لگا، پھر کہنے لگا میں یہ آنکھیں ہی رہنے نہ دوں گا، چنانچہ اپنی آنکھوں میں چھری گھونپ لی غیرتِ الٰہی جوش میں آئی آنکھیں فوراً ٹھیک ہوگئیں، دوسری بار پھر ایسا ہی کیا، قدرتِ خداوندی سے آنکھیں پھر ٹھیک ہوگئیں، یہاں تک کہ سات بار اپنی آنکھیں ضائع کرنے کی کوشش کی لیکن ہر بار ناکامی ہوئی، ادھر خاکِ نعلِ اقدس کی یہ

بے مثال برکت اور اپنے باپ کی یہ ضد دیکھ کر بیٹی کی آنکھیں بھی اشکبار ہوگئیں، جب یہودی سب جتن کر کے تھک گیا تو پھر غیب سے نداء ہوئی کہ ''باز آجا اور شیطان کی پیروی نہ کر، تجھے یہ آنکھیں ہمارے پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلینِ اقدس کی خاک کی بدولت ملی ہیں، اب یہ ضائع تو کیا؟ جہنم میں بھی جانہ پائیں گی''، چنانچہ جیسے ہی یہ نداء سنی فضلِ ربی اور رحمتِ خداوندی نے کمال دکھایا، نورِ ہدایت سے اس کا سینہ روشن ہوا اور شرمندگی کی وجہ سے خوب رونے لگا، اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے دل جگمگانے لگا اور اپنی بیٹی کو پاس بلا کر پیار کرنے لگا اور بولا: اب مجھے اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لے چلو تا کہ میں کفر سے توبہ کروں اور ان کے عقیدت مندوں میں شامل ہو جاؤں، بیٹی کو اپنے باپ پر یقین نہ آیا، بولی: میں تو بہت پہلے ان پر ایمان لا چکی، آپ جیسے بے ادب کو تو بیڑیوں میں جکڑ کر مجرموں کی طرح لیجانا چاہیے، بلکہ بے ادبوں کو تو اس بارگاہ کی حاضری بھی نصیب نہیں ہونی چاہیے، بولا: بیٹی اب بس کرو میں صدقِ دل سے تائب ہو چکا ہوں، میرے رب نے مجھے ہدایت کا نور دکھایا ہے، میں نے کفر سے بیزاری اختیار کر لی، میں اپنے دل میں اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا احساس پاتا ہوں، کیا محبّ کو اپنے محبوب سے ملنے کی اجازت بھی نہیں ہونی چاہیے؟ جب بیٹی کو تسلی ہوگئی تو خوشی میں اپنے باپ کی پیشانی کو چوم کر رو پڑی اور اپنے باپ کو لے کر جلدی جلدی بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کے لئے چل پڑی، اس خوشی میں چند گلیوں کا فاصلہ میلوں طویل ہو گیا یہاں تک کہ: بارگاہِ رسالت میں پہنچ گئے اس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے جھرمٹ میں تشریف فرما تھے، ادب سے سلام عرض کیا اور سارا حال کہہ سنایا، اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں اپنے گنہگار باپ کو آپ کی بارگاہ میں بخشش کی امید پر لے آئی ہوں، انہیں معاف فرما کر اسلام کی دولت

سے مالا مال کیجیے اور اپنے قدموں میں جگہ دیجیے! یہ سن کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت شفقت اور محبت سے اس صاحب کو اپنے قریب بٹھایا، ایمان کی دولت سے فیض یاب فرمایا اور اپنے سینے سے لگا کر اپنے اصحاب میں شامل فرمالیا، اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے گلے مل کر مبارکباد دی، اس دن اس صاحب پر اس قدر رحمت ہوئی، کہ کوئی لاکھوں سال عبادت کر کے بھی اس مقام کو نہیں پا سکتا۔

(اکرامِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ 189، 190، 191)

خاکِ نعلین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میری آنکھ کا سرمہ:

قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمہ اللہ کے استاذِ گرامی اور عظیم عالم دین علامہ شیخ قاضی حمید الدین محمد نا گوری بخاری رحمہ اللہ کی کتاب ''بحرِ عشق'' جس کا ترجمہ مولانا احمد عبد الصمد فاروقی قادری صاحب نے کیا ہے اس میں قاضی نا گوری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''اے اللہ! میری آنکھ کی بینائی کا سرمہ تیرے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین کی خاک کے سوا اور نہ ہو، اس سرمہ کی برکت وحرمت سے میری آنکھوں کو ایسی روشنی عطا فرما کہ میں تیرے سوا کچھ نہ دیکھوں''۔ (بحرِ عشق (مترجم) صفحہ 63 ادارہ علم تصوف لاہور)

ایک سوال اور اس کا مدلل جواب:

سوال : ایک صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ کسی جاہل نے نعلینِ اقدس کے فضائل و برکات پر اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ تم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ''جوتوں'' کی اس قدر تعریفیں کرتے ہو اور اس کی برکات و فضائل بیان کرتے ہو حالانکہ تاریخ شاہد ہے کہ انہیں کئی بار چرایا گیا، کئی بار چھینا گیا، عرصہ دراز گزرنے سے ان میں پھٹن آ گئی، بلکہ کبھی کسی نے اسے کاٹ کر رکھ لیا؟ ان سے صاف پتہ چلتا ہے

کہ ان میں ایسی کوئی بات نہیں ورنہ نہ چرائے جاتے، نہ چھینے جاتے، نہ ان میں پھٹن آتی اور نہ ہی ان کو کاٹا جاسکتا، جب یہ خود ان حادثات سے بچ نہ پائے تو کسی کو کیا فائدہ دے سکتے ہیں؟

جواب : میں نے اس صاحب کو جواب دیا کہ: آپ نے صحیح کہا یہ اعتراض واقعی کوئی جاہل ہی کرسکتا ہے، بھلا ان حادثات سے نعلِ اقدس کی برکتوں پر اثر کیوں پڑے گا؟ اگرچہ تاریخ کی شہادتوں میں نعلِ اقدس کے ساتھ حوادث کا ذکر ملتا ہے، لیکن اہلِ حق نے یہ بھی تو تسلیم کیا ہے کہ اس کے باوجود بھی اس کی برکتوں اور فضائل میں کبھی کوئی کمی واقع نہیں ہوئی، صدیوں سے اس کے تجربات ومشاہدات پر نفوسِ جلیلہ شہادت دیتے رہے ہیں، بلکہ آج بھی اس امت کے اہلِ محبت نعلینِ اقدس کی سدا بہار برکات کے مشاہدات وتجربات کا نظارہ سورج کی روشنی سے بھی کہیں زیادہ کررہے ہیں، اندھوں کو تو سورج بھی نظر نہ آئے، تو کیا اس کا بھی انکار کردیا جائے؟

عمیق نظری سے قرآن پڑھا ہوتا تو یہ اعتراض کرنے کی جرأت نہ ہوتی، تابوتِ سکینہ کو جالوت کا لشکر بنی اسرائیل سے چھین کرلے گیا اور جاکر گندگی کے ڈھیر میں پھینک ڈالا جسے اللہ تعالیٰ نے کئی سالوں بعد بنی اسرائیل کو لوٹا دیا تو کیا اس حادثے سے تابوتِ سکینہ اور اس کی برکات وفضائل میں کوئی فرق آیا؟ ہرگز نہیں، بلکہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے طالوت کو فتح اور جالوت کو شکست دی۔

اسی طرح ''کعبۃ اللہ'' جس میں کئی صدیاں بتوں کی نجاست موجود رہی، کئی مرتبہ اس کے غلاف کو آگ لگی، اور اس پر سنگ باری ہوئی، جس سے اس کے درودیوار کو نقصان پہنچا، متعدد بار وہ سیلاب کے پانی میں ڈوبا، کتنی ہی بار اس پر اہلِ باطل کی جانب سے قبضہ کیا گیا، اس کے باوجود اس کی برکات وفضائل کا کون کلمہ گو انکار کرسکتا

ہے؟ بلکہ ایک حدیث میں ہے کہ علاماتِ قیامت میں سے ایک یہ ہے کہ: قیامت کے قریب ایک حبشی ہتھوڑا لے کر کعبہ شریف کے ایک ایک پتھر کو توڑ ڈالے گا'' کیا اس سے کعبہ کے فضیلت وعظمت میں کوئی فرق پڑے گا؟

دیگر موّرخین کی طرح علامہ ذہبی رحمہم اللہ نے بھی اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ:

''7 ذی الحج شریف سن 317 ہجری کو ایامِ حج میں بحرین کے والی ''ابوطاہر سلیمان حسن قرمطی'' خبیث نے اپنے 700 ساتھیوں سمیت مکہ اور گردونواح پر حملہ کیا، ہزاروں افراد کو قتل کیا، عورتوں اور بچوں کو غلام بنایا، یہاں تک کہ مطاف میں گھس کر حاجیوں پر بھی حملہ کر دیا، اور غلافِ کعبہ سے چمٹے ہوئے 1700 مرد اور خواتین کو قتل کر دیا، جن کی لاشوں کو زمزم کے کنویں میں ڈال دیا، یہ فتنہ مکہ میں 6 دن اور ایک روایت کے مطابق 11 دن تک رہا، پھر اس خبیث نے کعبہ کا دروازہ بھی توڑ دیا، اور حجرِ اسود کو اکھاڑ کر بھی اپنے ساتھ لے گیا، پھر 22 سال تک حجرِ اسود اس خبیث کے پاس رہا، بعد ازاں سن 339 ہجری میں جب ''خلیفہ مطیع للہ'' کا زمانہ آیا تو اس نے خلیفہ سے 50 ہزار دینار لے کر حجرِ اسود واپس کر دیا، جسے ''سنبر بن حسن'' لے کر آیا اور اپنے ہاتھ سے کعبہ کے اندر چونے کے ساتھ اسی جگہ نصب کر دیا''۔

(تاریخ الاسلام للذہبی جلد 43 صفحہ 267 تا 270 المکتبۃ التوفیقیہ مصر)

(تاریخ الاسلام للذہبی جلد 45 صفحہ 28.....)

علامہ ذہبی رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں کہ:

''اس واقعہ کے ٹھیک 74 سال بعد سن 413 ہجری کو ایامِ حج میں ہی اسی طرح کا ایک اور واقعہ حجرِ اسود کے ساتھ رونما ہوا، کہ حاجی ابھی منیٰ سے لوٹ نہ پائے تھے کہ ایک مصری ہتھوڑا لے کر حرم شریف میں گھس گیا اور ہتھوڑے کے ساتھ حجرِ اسود پر تین وار کیئے، ساتھ یوں کہتا جاتا کہ ''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، علی (رضی اللہ عنہ) اور اس

پتھر کی کب تک پوجا ہوتی رہے گی؟ کیا (معاذ اللہ) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے اس کام سے روک سکتا ہے؟ بلکہ آج تو میں اس گھر کو گرا کر ہی دم لوں گا" اس خبیث کی تین ضربوں سے حجرِ اسود کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہوگیا، چنانچہ وہاں موجود لوگوں نے اسے پکڑنا چاہا وہ خبیث خوب تن آور اور لمبے قد کا تھا، اسے پکڑنے میں کچھ لوگ زخمی بھی ہوئے بالآخر اسے قتل کر دیا گیا، پھر معلوم ہوا کہ: یہ خبیث اکیلا نہیں ہے بلکہ مسجدِ حرام کے دروازے پر اس کے 10 ساتھی گھوڑوں پر سوار اس کی مدد کو کھڑے ہیں، چنانچہ ان میں سے چار کو پکڑ لیا گیا بقیہ فرار ہو گئے، ان چاروں سے جب پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ: ہم 100 افراد نے اس مقصد پر ایک دوسرے سے عہد لیا تھا، چنانچہ یہ سن کر ان چاروں کو بھی قتل کر دیا گیا اسی وجہ سے مصر سے آئے ہوئے دیگر حاجی بھی شک کی لپیٹ میں آ گئے اور وہاں مصریوں اور دوسرے حاجیوں کے درمیان لڑائی شروع ہوگئی اس اثناء میں 20 سے زائد حاجی شہید ہوئے، اس سے پہلے کہ یہ فتنہ اور زیادہ بڑھتا، مکہ کے نگران "ابوالفتوح حسن بن جعفر" نے اس فتنہ کو روکا اور مصریوں کو بچایا۔

پھر ان پانچوں کی لاشوں کو جلا دیا گیا، اس واقعہ کے بعد 2 دن تک حجرِ اسود اپنی اسی حالت پر ٹکڑوں میں بٹا رہا، جس کے 7 ٹکڑے بڑے، کچھ ٹکڑے ناخنوں کے برابر اور کچھ تو خشخاش کے دانوں کی طرح بکھرے ہوئے تھے، پھر بنو شیبہ نے "کستوری اور لُک" کو گوندھ کر ان میں ان ٹکڑوں کو پیوست کیا اور کعبہ شریف میں لگا دیا جو آج تک اسی حالت میں ہیں"۔

(تاریخ الاسلام للذہبی جلد 48 صفحہ 150، 151)

میں پوچھتا ہوں کہ کیا ان تمام حادثات کی وجہ سے حجرِ اسود کی برکات وفضائل میں کوئی فرق آیا؟ حالانکہ آپ ملاحظہ کر چکے کہ کس طرح حجرِ اسود کے ٹکڑے تک کر دیئے گئے، لیکن وہ آج بھی اہلِ مقدر کے گناہوں کو چوس کر انہیں پاک وصاف

کرنے میں لگا ہے۔

پھر قرآن کے اوراق کی کس قدر بے حرمتی بھی کی جاتی ہے، اوراق بوسیدہ بھی ہو جائیں، مجموعے سے جدا بھی ہو جائیں، بالفرض کوئی ہزار سال کے لئے بھی چرا کر لے جائے پھر بھی اس کے فضائل و برکات مسلم الامر ہی رہیں گے ان میں کبھی کوئی فرق نہ آئے گا اور نہ ہی کبھی اس طرح حادثات سے تبرکات کو کوئی فرق محسوس ہوتا ہے۔

''وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے''

بس اہلِ انصاف کو اس قدر مثالیں ہی کافی وشافی ہیں، اور اہلِ باطل کی پھونکوں سے اللہ کا یہ نور ان شاء اللہ کبھی بجھنے نہ پائے گا، نعلینِ اقدس کے فضائل و برکات الحمد للہ سدا بہار ہیں جو ہمیشہ رہیں گے، خواہ ہمارے پاس نعلینِ اقدس نہ بھی ہوں، تو اس کے نقوش بھی کافی ہیں اور فرض کیجیے کہ نقوش بھی ہمارے پاس نہ ہوں تو حصولِ برکات کو ہمیں تو نعلینِ اقدس کا نام ہی کافی ہے، منکر ہم سے یہ دولتِ ادب ان شاء اللہ کبھی چھین نہ پائے گا۔

فصل نمبر 8:

﴿ "نعلینِ مصطفی ﷺ" کسی کا نام رکھنا ﴾

دورِ حاضر میں کیبل پر مشرکانہ چینلز دیکھنے کی وجہ سے کئی لوگ اپنے بچوں کے نام ہندوؤں اور سکھوں کی طرح رکھ لیتے ہیں، جو ممنوع ہے، پھر جیسا نام ویسا اثر، حالانکہ اسلام نے مشرکوں کی پیروی کرنے سے منع فرمایا ہے، چنانچہ ہر وہ نام جس میں اسلام اور صاحبِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور پیروی کی خوشبو آئے وہی اللہ کے ہاں پسندیدہ نام ہیں، یہی وجہ ہے کہ: نعلین شریف سے خاص قلبی لگاؤ اور محبت کی وجہ سے میں نے الحمدللہ! اپنے ایک بیٹے اور ایک بھانجے کا نام ''نعلینِ مصطفیٰ'' رکھا ہے، بلکہ یہ نام کئی اور بچوں کا بھی رکھا ہے، نیز میں نے بعض بچوں اور بچیوں کے نام ''نعلینِ حیدر'' اور ''نعلینِ فاطمہ'' بھی رکھے ہیں، جس پر مجھے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے جزائے خیر کی توقع ہے۔

لیکن کیا کریں؟ ''عقل کو تنقید سے فرصت نہیں''، ہم نے اپنی کتاب ''سلطنتِ حنفیہ'' میں ''ابو حنیفہ'' کنیت والے 100 افراد کا ذکر کیا تو اس میں اپنے بیٹے ''ابو حنیفہ محمد نعمان المصطفیٰ قادری'' کا تذکرہ بھی کیا چنانچہ توقع کے مطابق اس پر کچھ کھٹے میٹھے کلمات بھی سننے کو ملے، اسی طرح اس نام ''نعلینِ مصطفیٰ'' پر بھی کچھ صاحبوں کو گلہ ہے، چنانچہ ایک صاحب نے ''نعلین'' نام پر یہ اعتراض کیا کہ: سب سے بہترین نام ''محمد، احمد، عبداللہ، عبدالرحمٰن اور حارث'' ہیں، جو احادیث سے ثابت ہیں؟

میں نے کہا: اول تو یہ مسئلہ استحبابی ہے، وجوبی نہیں، ورنہ یہ بتائیں کہ: کتنے انبیاء کرام یا اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ''محمد، احمد، عبداللہ، عبدالرحمٰن یا حارث'' تھا؟ بلکہ خود سرورِ ہر جہان صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہی نواسوں کے نام ''حسن، حسین، محسن''، علیہم السلام رکھے۔

اس پر وہ صاحب کچھ دیر خاموش رہ کر پھر بولے کہ: پھر آپ بھی بتائیں کہ: ''نعلینِ

مصطفیٰ''، کتنے انبیاء یا اصحاب نے نام رکھا تھا؟

میں نے کہا: بیشک کسی نے بھی نہیں، لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ یہ اس کے عدمِ جواز کی دلیل ہوگئی، جبکہ کتنے ہی محدثین اور بزرگانِ دین نے اپنے لئے یا اپنی اولادوں کے لئے ایسے نام رکھے جو انبیاء یا اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی کے بھی ناموں سے مشابہ نہیں، اسماء الرجال کی کتب کا مطالعہ فرمائیں، بے شمار نام مل جائیں گے۔

پھر وہ صاحب بولے کہ: نعلین پاک کی عظمت سر آنکھوں پر! لیکن بے جان چیزوں کے نام پر اپنے بچوں کے نام رکھنا مناسب معلوم نہیں ہوتا؟

تو میں نے کہا: لاحول ولاقوۃ الا باللہ! نعلینِ اقدس کے بارے میں آپ کا یہ جملہ بھی کچھ مناسب معلوم نہیں ہوتا کیونکہ بے جانوں کو جان بھی اسی نعلینِ اقدس کی وجہ سے ملی ہے، پھر آپ کو مناسب لگنے یا نہ لگنے کی کوئی اہمیت نہیں، ورنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنے ایک صحابی جن کا نام ''مہران'' تھا پیار سے سفینہ یعنی کشتی رکھ دیا، اپنی شہزادی جناب سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پیار سے ''زہراء'' یعنی کلی اور شہزادوں کو پیار سے ''ریحانین'' دو پھول فرمایا کرتے تھے۔

نیز ایک صحابی کا نام ''صرم'' سے بدل کر ''زرعہ'' یعنی کھیتی رکھ دیا، اور ایک مشہور صحابی جناب معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے والد کا نام ''جبل'' یعنی پہاڑ تھا، ایک اور صحابی جن کا نام ''محرز بن نضلہ'' تھا انہیں ''قُمَیر'' یعنی چھوٹا چاند کہا جاتا تھا، اس طرح کی مثالیں متعدد ہیں، پھر کتنے ہی محدثین کے نام 'لؤلؤ، حجر، شجر، یاقوت وغیرہ تھے، بلکہ اپنے معاشرے پر ہی نظر دوڑائیے کہ: ریاض، فردوس، خورشید، قمر، شمس، نجم، آفتاب، مہتاب، مہوش، بوٹا، گلزار، گلاب، وغیرہ بے شمار نام عام مل جائیں گے۔

اس طرح کے ناموں کے جواز کی ایک بہت بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے جو

سورتیں اتاری ہیں ان میں سے بعض کے نام ''مائدہ (دستر خوان)، حجر (وادی)، کہف (غار)، حدید (لوہا)، قلم، طور، نجم (تارا)، قمر (چاند)، شمس (سورج)، تین (انجیر)، بلد (شہر)'' وغیرہ بے جان چیزوں کے ناموں پر ہیں، حالانکہ ان سورتوں کا مقام تو کائنات کی ہر چیز سے بلند ہے، کیونکہ یہ اللہ کا کلام ہے، بلاشبہ یہاں بھی نسبت کا لحاظ رکھا گیا ہے، پھر منع کیوں؟ پھر وہ صاحب ذرا مطمئن دکھائی دیئے، اور بولے: اس کا مطلب یہ ہوا کہ: ہم اپنے بچوں کا کوئی بھی نام رکھ سکتے ہیں؟

میں نے کہا: لیکن اس کا یہ مطلب تو ہرگز نہیں کہ ہم اہلِ شرک وکفر کی طرح نام رکھ لیں بلکہ ہر وہ نام جس میں اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کا تصور تازہ رہے، یہی وجہ ہے کہ: جب ہم کسی کو ''محمد'' یا ''احمد'' کہہ کر پکارتے ہیں تو دل میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کی نسبت کا خیال ضرور آتا ہے، نیز کسی کو ''بلال'' کہہ کر پکاریں تو تصور میں پھر بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کا خیال آتا ہے، نیز اگر کسی کا ''عبد القادر'' نام رکھ لیں تو بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی نسبت کا خیال آئے گا، اسی طرح ہر وہ نام جو تصورِ نسبتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سبب بنے، وہ بلاشبہ جائز ہے، یہی اچھے ناموں کی پہچان ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص کسی مبارک جگہ مثلاً! ''صفا، مروہ، عرفات، منیٰ، مزدلفہ، طیبہ، مکرمہ، منورہ، بطحاء، اقصیٰ، مقدس، بدر، احد، حنین، سدرہ، حدیبیہ'' سے بچوں کا نام رکھ دے تو بھی درست ہے۔

اب کون نہیں جانتا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلینِ اقدس کا مقام ان سب جگہوں اور چیزوں سے کہیں اعلیٰ اور بلند وبالا ہے، جب اُن سے کسی کو موسوم کرنا ناجائز نہیں تو ''نعلینِ مصطفیٰ'' سے کسی کو موسوم کردینا کیوں برا بن گیا؟ ہاں اتنا ضرور ہے کہ پہلے ایسا نام کسی کا سننے میں نہیں آیا، اسی لئے طبیعتیں حیران ہو جاتی

ہیں لیکن جب بات نسبتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آگئی تو زبانیں بند اور سرِ تسلیم خم ہو جانا چاہیے، ورنہ فأتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔

پھر وہ صاحب بولے کہ: الحمدللہ میرا دل مطمئن ہو گیا ہے کوئی خلش میرے دل میں نہیں رہی اور نامناسب جملہ بولنے پر اللہ سے معافی مانگتا ہوں، چنانچہ یہ سن کر میں نے بھی ''الحمدللہ'' کہا، بہر حال بڑے بڑے اہلِ دل تمنا کیا کرتے تھے کہ کاش میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین ہوتا، کسی نے کہا: کاش میرے رخساروں کا چمڑا کاٹ کر نعلِ اقدس بنا دیا جاتا، اور آپ عالی جناب صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدموں میں روند دیا جاتا، اب ان کی اس محبت پر کون فتویٰ لگائے؟

چنانچہ میں نے اپنے جگر پارے کا نام ہی اس پاک نسبت کی وجہ سے ''نعلینِ مصطفیٰ'' رکھ دیا، تو اگر اس وجہ سے مجھ حقیر کو روزِ محشر جناب مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تھوڑی بھی توجہ کا اعزاز حاصل ہو جائے، تو مجھے اور کیا چاہیے؟

پھر اس نام کی بے شمار برکتیں اب تک میں اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر چکا ہوں، ان میں سے ایک واقعہ میری زندگی کا بڑا اہم واقعہ ہے جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر میرا ایمان اور پختہ کر دیا، یہ واقعہ سن 2017ء ماہِ نومبر میں پیش آیا جسے میرے ساتھ تعلق دار تقریباً ہر شخص جانتا ہے کہ: میں نے اپنے جس بیٹے کا نام ''نعلینِ مصطفیٰ'' رکھا، اس وقت اس کی عمر محض 10 ماہ ہی تھی، کہ اس نے نیچے گری ہوئی 2 انچ لمبی سُوئی اٹھا کر منہ میں ڈالی اور نگل لی، ہم سب کیا گزری؟ میں بیان نہیں کر سکتا، ایکسرا کروانے پر سُوئی پیٹ میں صاف نظر آئی، مجھے کچھ سمجھ نہ آیا کہ کیا کروں؟ اپنے بچے کو کہاں لے کر جاؤں؟ خدا کی پناہ! ہسپتالوں کا نام سن کر بھی دل گھبرا اٹھتا ہے، بس دل سے زبان پر یہ کلمات جاری ہوئے کہ حضور! میں اس قدر پریشانی اُٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا، اس بچے کا نام میں نے آپ

ہی کے ''نعلین اقدس'' کی نسبت سے رکھا ہے، اور ''اپنے جوتوں میں کانٹا چبھ جائے یہ کس کو گوارا ہوتا ہے؟''، کرم فرمائیے! اور اس نام کی برکت سے میرے بچے کو اس تکلیف سے نجات دیجیے!، یہ دعاء کرنا تھی کہ میرے دل میں سکون و تسلی پیدا ہوئی، اور کسی اور طرف جانے کی ایمان نے اجازت ہی نہ دی، اس صورتِ حال میں ہم اکیلے ہی نہ تھے بلکہ میرے ساتھ ہمدردی رکھنے والے ہر شخص نے اپنی دعاؤں سے نوازا، اللہ تعالیٰ ان سب کو جزاء کاملہ عطا فرمائے، اللہ نے فضل و کرم فرمایا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلینِ اقدس کی برکت اور ڈھیر ساری دعاؤں کی وجہ سے اس واقعہ کے ٹھیک ایک ہفتہ بعد پاخانہ کے ذریعے سُوئی خود ہی خارج ہوگئی، اس دوران ایک مرتبہ بھی میرے بچے کے پیٹ میں کوئی درد وغیرہ نہیں ہوا، بلکہ اس دوران معمول کے مطابق اس کا وقت گزرا، جس شخص نے بھی اس واقعہ کو سنا اسے یقین نہیں ہوا کہ سُوئی جیسی باریک اور نوکیلی چیز بچے کی نازک اور پتلی انتڑیوں سے بغیر کسی رکاوٹ کے اس قدر آرام کے ساتھ نکل کیسے آئی؟

میں آج بھی اس وقت کو یاد کرتا ہوں تو نم آنکھوں کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا شکریہ ادا کرنے لگ جاتا ہوں، کسی کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے، مگر اس میں نعلینِ اقدس کی نسبت کا کمال ضرور ہے، ورنہ مجھ سے شیدا ہزار پھرتے ہیں۔

—— الحمدللہ علی منه وکرمه بحرمة نعل النبی الکریم صلی اللہ علیه وسلم ——

فصل نمبر 9:

نعلینِ مصطفیٰ ﷺ کی بے ادبی کرنا

بلاشبہ نعلینِ اقدس شعائر اللہ میں بالاتفاق داخل وشامل ہیں، اور اللہ نے قرآن شریف میں ﴿ومن یعظم شعائر اللہ فانها من تقوی القلوب﴾ فرما کر شعائر اللہ کی تعظیم اور ادب کو دلوں کے تقوے کا سامان فرمادیا، جس سے واضح ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کی بے ادبی اور توہین کرنا یہاں تک کہ نعلِ اقدس کو بنیتِ توہین ''جوتی'' کہنا بھی ایمان وتقوی کو ضائع کردیتا ہے، بلکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کسی بھی چیز کی توہین سے ایمان کے لالے پڑ جاتے ہیں ذلت ورسوائی مقدر بن جاتی ہے، اور قہرِ خداوندی برس پڑتا ہے چنانچہ اسی سلسلہ کا ایک واقعہ علامہ تلمسانی فتح المتعال میں نقل کرتے ہیں کہ:

''اہلِ دمشق کو ایک مرتبہ ''سلطان ناصر الدولہ محمد بن قلاؤن'' کے دور میں ایک عظیم سانحہ سے دوچار ہونا پڑا، جب اس نے اپنے ایک نائب ''سیف الدین کرامی'' کو دمشق کا گورنر بنادیا تو اس نے ڈیڑھ ہزار ایرانیوں کو اہلِ دمشق پر مقرر کردیا جن کے آنے سے اہلِ دمشق سخت پریشانی میں مبتلا ہوگئے، کیونکہ گورنر نے یہ حکم نامہ جاری کیا کہ ان ایرانیوں کی تنخواہیں بازاروں، چوکوں، یہاں تک کہ دمشق کی بیشتر آمدنی سے دی جائیں گی، یعنی یہ مصیبت دمشق کے ہر رہنے والے کے لئے تھی، اس لئے اہلِ دمشق اس اعلان پر چیخ اٹھے اور احتجاجاً پورا کاروباری نظام بند کردیا اور جمع ہوکر اپنے علماء، قاضیوں اور ائمہ حضرات کے پاس پہنچ کر عرض گزار ہوئے چنانچہ 13 جمادی الاولیٰ ۷۱۱ ہجری جب پیر کا دن آیا تو ''تلخیص المفتاح'' کے مصنف علامہ امام جلال الدین قزوینی رحمہ اللہ عوام وخواص کو ساتھ لیا اور اپنے دائیں ہاتھ میں قرآن شریف اور دوسرے ہاتھ میں نعل شریف کو پکڑ لیا جو دار الحدیث اشرفیہ میں زیارت کے لئے رکھا ہوا تھا، چنانچہ آپ رحمہ اللہ سب لوگوں کو لے کر دمشق کی جامع مسجد سے ہوتے

ہوئے باب الفرج کے راستے سے گورنر کے محل کے قریب پہنچے اور اسے قرآن مجید اور نعل شریف کا واسطہ دے کر رحم کی اپیل کی، گورنر یہ صورتحال دیکھ کر غصہ سے باہر نکلا اور اپنے سپاہیوں کے ساتھ علامہ قزوینی رحمہ اللہ کے پاس آیا علامہ قزوینی رحمہ اللہ نے اسے سلام کیا لیکن اس نے کہا کہ تجھ پر سلامتی نہ ہو، اور بعض خاص لوگوں کو مارا اور علامہ قزوینی رحمہ اللہ سے قرآن شریف کو لے کر دور پھینک دیا اور نعل شریف کو لے کر اس کی سخت بے ادبی کی، پھر علامہ قزوینی رحمہ اللہ پر تشدد کرتے ہوئے قرآن شریف اور نعل شریف سمیت اپنے ساتھ محل میں گرفتار کر کے لے گیا، یہ دیکھ کر لوگ مشتعل ہوئے اور اس پر پتھراؤ کیا اور محل میں گھس کر علامہ قزوینی رحمہ اللہ کو آزاد کرایا اور قرآن شریف اور نعل شریف کو وہاں سے لے آئے، اور دوبارہ شہر میں داخل ہو گئے، اس واقعہ کو ابھی دس دن ہی گزرے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس گورنر کی سخت پکڑ فرمائی کہ ''سلطان ناصر محمد بن قلاوٗن'' نے اس گورنر کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا اور سخت سزا دی، جس کی پاداش میں وہ وہیں بری موت مرا، چنانچہ اہلِ دمشق اللہ کے اس انتقام سے بہت خوش ہوئے کیونکہ گورنر کو یہ سزا بلاشبہ قرآن شریف اور نعل شریف کی توہین کی وجہ سے ملی تھی۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ 282)

اسی سلسلہ کا ایک واقعہ حضور شیرِ اہلسنّت مناظرِ اسلام مفتی محمد عنایت اللہ قادری رضوی سانگلہوی رحمہ اللہ سے منسوب ہے جو مجھے عزیزم و محترم مولانا محمد افضال حسین نقشبندی زید مجدہ (جامع ''خطباتِ شیرِ اهلسنّت'') نے ثقہ سند کے ساتھ اپنی غیر مطبوعہ کتاب ''حیاتِ شیرِ اهلسنّت'' سے بیان فرمایا، جس کا نقل کرنا یہاں ضروری اور بے حد مفید سمجھتا ہوں چنانچہ فرمایا کہ:

''جناب لیاقت علی قادری صاحب بیان کرتے ہیں کہ: میں ایک دفعہ اتفاقاً

دیوبندیوں کی مسجد میں کسی کام کے سلسلہ میں چلا گیا، وہاں کا مولوی جس کا نام ''لال دین'' تھا اس نے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین پاک کی گستاخی کرتے ہوئے ''جوتی'' کہا، میں نے اسے کہا کہ: ہم نے اپنے بڑے عالم دین مولانا شیرِ اہلسنّت صاحب سے نعلین پاک کو ''پاپوش مبارک''، ''جوڑے مبارک'' اور ''نعلین شریف'' ہی کہتے ہوئے سنا ہے، اس نے غصے میں آکر نعلین شریف کو 10 بار ''جوتی'' کہہ دیا، تو میں نے آکر حضور شیرِ اہل سنت رحمہ اللہ کو سارا ماجرا عرض کیا، تو فرمایا: ان شاء اللہ جلد اس کے منہ کو لگام مل جائے گی، پھر آپ رحمہ اللہ ہمارے علاقے میں تشریف لائے اور وہاں کے لوگوں کو نعلین شریف کے فضائل و برکات پر خطاب فرمایا اور پورے مجمع میں پھر اعلان فرمایا کہ اس گستاخ خبیث کی زبان کو ان شاء اللہ جلد لگام ڈالی جائے گی، چنانچہ اس کے چند روز بعد ہی اس مولوی لال دین کی زبان کو فالج ہو گیا''۔

(حیاتِ شیرِ اہلسنّت (غیر مطبوعہ) از: مولانا محمد افضال حسین نقشبندی)

---------اعاذنا اللہ من سوء ادب---------

فصل نمبر 10:

﴿تبرکات کے بعض ضروری احکام﴾

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کا حکم خود خالقِ کائنات نے قرآن مجید میں یوں دیا کہ:

﴿وتعزروه وتوقروه﴾ (فتح:9)

''اور اُن کی تعظیم کرو اور توقیر کرو''۔

اس آیتِ مقدسہ میں جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کا سختی سے حکم دیا گیا ہے کیونکہ جب کلام متکرر ہو خواہ لفظاً یا معناً تو معنیٰ میں شدت پائی جاتی ہے، لہٰذا حکمِ ایزدی کا تقاضہ یوں ہوگا کہ: ''میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوب تعظیم کرو''، اب اس حکمِ تعظیم میں محض جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدس ہی کی نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہر چیز کی تعظیم مشروع اور لازم ہے، اور اسی موقف کو حضرات صحابہ کرام سے لے کر اس امت کے کبار مشائخ نے اپنایا ہے، اور یہی منشائے باری تعالیٰ بھی ہے، اسی سلسلہ میں قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ کا قول ملاحظہ فرمائیں!

قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

امام المحبین، محدثِ جلیل شارح بخاری علامہ قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ اپنی مبارک کتاب ''الشفاء'' میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''من اعظامه واكباره صلى الله عليه وسلم اعظام جميع اسبابه واكرام مشاهده وامكنته من مكة والمدينة ومعاهده وما لمسه صلى الله عليه وسلم اوعرف به''۔

ترجمہ: جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام متعلقات کی تعظیم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نشانات اور مکہ، مدینہ کے مقامات کی تعظیم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھونے والی اشیاء

کی تعظیم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت میں مشہور ہر چیز کی تعظیم داخل ہے۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ269مکتبة شان اسلام پشاور)

چنانچہ تبرکات کی فضائل وعظمت اور فوائد و برکات سے کوئی بدنصیب ہی منکر ہوگا، لیکن افسوس ہے کہ تبرکات کے حوالے سے آجکل اہلسنّت میں بھی بعض بری رسمیں پائی جانے لگی ہیں جن کے سدّ و اصلاح کی ضرورت ہے، اور اس سلسلہ میں حضور سیّدی امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ کا فتویٰ گوہرِ نایاب سے کم نہیں جسے یہاں بیان کر دینا بہت مفید ہوگا، چنانچہ ہم اس بے نظیر فتوے کو آسانیءِ فہم کے لئے سرخیوں کے ساتھ مزین کر کے یہاں پیش کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں!

سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کا فتویٰ:

"**مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ان مسائل میں کہ:

(۱)۔ جو لوگ تبرکات شریف بلا سند لاتے ہیں ان کی زیارت کرنا چاہیے یا نہیں؟

(۲)۔ اور اکثر لوگ کہتے ہیں کہ آج کل مصنوعی تبرکات زیادہ لئے پھرتے ہیں یہ ان کا کہنا کیسا ہے؟

(۳)۔ اور جو زائر کچھ نذر کرے اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۴)۔ اور جو شخص خود مانگے اس کا مانگنا کیسا ہے؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب

یقینی وعرفی تبرکات کی زیارت کرنا:

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آثار وتبرکات شریفہ کی تعظیم دینِ مسلمان کا فرض عظیم ہے، تابوتِ سکینہ جس کا ذکر قرآن عظیم میں ہے جس کی برکت سے بنی اسرائیل ہمیشہ کافروں پر فتح پاتے، اس میں کیا تھا ﴿بقیۃ مما ترک آل موسیٰ

وآل ھارون ﷺ موسیٰ وہارون علیہما الصلوٰۃ والسلام کے چھوڑے ہوئے تبرکات سے کچھ بقیہ تھا، موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عصا اور ان کی نعلین مبارک اور ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمامہ وغیرہا، ولہٰذا تواتر سے ثابت کہ جس چیز کو کسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی علاقہ بدن اقدس سے چھونے کا ہوتا صحابہ وتابعین وائمہ دین ہمیشہ اس کی تعظیم وحرمت اور اس سے طلبِ برکت فرماتے آئے اور دینِ حق کے معظم اماموں نے تصریح فرمائی کہ: اس کے لئے کسی سند کی بھی حاجت نہیں بلکہ وہ چیز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پاک سے مشہور ہو اس کی تعظیم شعائرِ دین سے ہے، شفاء شریف ومواہبِ لدنیہ ومدارج شریف وغیرہا میں ہے:

"من اعظامہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعظام جمیع اسبابہ ومالمسہ او عرف بہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم"

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم میں سے ہے ان تمام اشیاء کی تعظیم جس کو نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ علاقہ ہو اور جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوا ہو یا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک سے مشہور ہو۔

یہاں تک کہ برابر ائمہ دین وعلمائے معتمدین نعلِ اقدس کی شبیہ ومثال کی تعظیم فرماتے رہے اور اس سے صدہا عجیب مدد یں پائیں اور اس کے باب میں مستقل کتابیں تصنیف فرمائیں، جب نقشے کی یہ برکت وعظمت ہے تو خود نعلِ اقدس کی عظمت وبرکت کو خیال کیجیے پھر ردائے اقدس، جبہ مقدسہ وعمامہ مکرمہ پر نظر کیجیے، پھر ان تمام آثار وتبرکات شریفہ سے ہزاروں درجے اعظم واعلیٰ واکرم واولیٰ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخن پاک کا تراشہ ہے کہ یہ سب ملبوسات تھے اور وہ جزءِ بدن والا ہے اور اس سے اجل واعظم وارفع واکرم حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش

مبارک کا موئے مطہر ہے اور مسلمان کا ایمان گواہ ہے کہ: ہفت آسمان وزمین ہرگز اس ایک موئے مبارک کی عظمت کو نہیں پہنچتے۔

ایسے تبرکات کی زیارت کرنا جن کی کوئی سند نہ ہو:

اور ابھی تصریحاتِ ائمہ سے معلوم ہولیا کہ تعظیم کے لئے نہ یقین درکار ہے نہ کوئی خاص سند بلکہ صرف نامِ پاک سے اس شےء کا اشتہار کافی ہے، ایسی جگہ بے اوراکِ سند "تعظیم" سے باز نہ رہے گا مگر بیمار دل پُر آزار دل جس میں نہ عظمتِ شانِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وجہِ کافی نہ ایمانِ کامل، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿ان یك كاذبا فعلیه كذبه وان یك صادقا یصبكم بعض الذی یعدكم﴾

یعنی اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اُس پر، اور وہ سچا ہے تو تمہیں پہنچ جائیں گے بعض وہ جن کا وہ تمہیں وعدہ دیتا ہے۔

اور خصوصاً جہاں سند بھی موجود ہو پھر تو تعظیم وتکریم سے باز نہیں رہ سکتا مگر کوئی کھلا کافر یا چھپا منافق، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

تبرکات کو بلا دلیل مصنوعی قرار دے دینا:

اور یہ کہنا کہ آج کل اکثر لوگ مصنوعی تبرکات لئے پھرتے ہیں مگر یوہیں مجمل بلا تعیین شخص ہو یعنی کسی شخصِ معین پر اس کی وجہ سے الزام یا بدگمانی مقصود نہ ہو تو اس پر کچھ گناہ نہیں اور بلا ثبوت شرعی کسی خاص شخص کی نسبت حکم لگا دینا کہ یہ انہیں میں سے ہے جو مصنوعی تبرکات لئے پھرتے ہیں ضرورتاً ناجائز وگناہ وحرام ہے کہ اس کا منشأ صرف بدگمانی ہے اور بدگمانی سے بڑھ کر کوئی جھوٹی بات نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "ایاکم والظن وان الظن اکذب

الحدیث ''بدگمانی سے بچو کہ بدگمانی سب سے بڑھ کر جھوٹی بات ہے۔(متفق علیہ)
ائمہ دین فرماتے ہیں کہ:''انما ینشوء الظن الخبیث من القلب الخبیث''
خبیث گمان خبیث دل سے ہی پیدا ہوتا ہے۔(فیض القدیر)

تبرکات کی زیارت پر لوگوں سے مال مانگنا:

تبرکات شریفہ جس کے پاس ہوں ان کی زیارت کرنے پر لوگوں سے اس کا کچھ مانگنا سخت شنیع ہے، جو تندرست ہو اعضاء صحیح رکھتا ہو نوکری خواہ مزدوری اگرچہ ڈلیا ڈھونے کے ذریعہ سے روٹی کما سکتا ہو اسے سوال کرنا حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:''لا تحل الصدقة لغنی ولا لذی مرة سوی''غنی یا سکت والے تندرست کے لئے صدقہ حلال نہیں۔(مسند احمد)

علماء فرماتے ہیں:''ما جمع السائل بالتکدی فھو الخبیث''سائل جو کچھ مانگ کر جمع کرتا ہے وہ خبیث ہے۔(رد المحتار)

اس پر ایک تو شناعت یہ ہوئی، دوسری شناعت سخت تر یہ ہے کہ دین کے نام سے دنیا کماتا ہے اور ﴿یشترون بایاتی ثمنا قلیلا﴾ (میری آیات کے ذریعہ قلیل رقم حاصل کرتے ہیں) کے قبیل میں داخل ہوتا ہے، تبرکات شریفہ بھی اللہ عزوجل کی نشانیوں سے عمدہ نشانیاں ہیں ان کے ذریعہ سے دنیا کی ذلیل قلیل پونجی حاصل کرنے والا دنیا کے بدلے دین بیچنے والا ہے۔

شناعت سخت تر یہ ہے کہ: اپنے اس مقصدِ فاسد کے لئے تبرکات شریفہ کو شہر بشہر دربدر لئے پھرتے ہیں اور کس وناکس کے پاس لے جاتے ہیں، یہ آثار شریفہ کی سخت توہین ہے، خلیفہ ہارون رشید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عالمِ دار الہجرۃ سیّدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی تھی کہ ان کے یہاں جا کر خلیفہ زادوں کو پڑھا دیا کریں، فرمایا: میں علم کو ذلیل نہ کروں گا انہیں پڑھنا ہے تو خود حاضر ہوا کریں،

عرض کی: وہی حاضر ہوں گے مگر اور طلباء پر ان کو تقدم دی جائے، فرمایا: یہ بھی نہ ہوگا سب یکساں رکھے جائیں گے، آخر خلیفہ کو یہی منظور کرنا پڑا۔

یونہی امام شریک نخعی سے خلیفہ وقت نے چاہا تھا کہ ان کے گھر جا کر شہزادوں کو پڑھادیا کریں، انکار کیا اور کہا: آپ امیر المؤمنین کا حکم ماننا نہیں چاہتے؟ فرمایا: یہ نہیں بلکہ علم کو ذلیل نہیں کرنا چاہتا۔

صاحبِ تبرکات کو بغیر مانگے کچھ دینا:

رہا یہ کہ بے اس کے مانگے زائرین کچھ اسے دیں اور یہ لے، اس میں تفصیل ہے، شرع مطہر کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ: ''**المعهود عرفا كالمشروط لفظا**'' (عرفاً مقررہ چیز لفظاً مشروط کی طرح ہے) یہ لوگ تبرکات شریفہ شہر بشہر لئے پھرتے ہیں ان کی نیت وعادت قطعاً معلوم کہ اس کے عوض تحصیل زر و جمعِ مال چاہتے ہیں یہ قصد نہ ہو تو کیوں دور دراز سفر کی مشقت اٹھائیں، ریلوں کے کرائے دیں، اگر کوئی ان میں زبانی کہے بھی کہ ہماری نیت فقط مسلمانوں کو زیارت سے بہرہ مند کرنا ہے تو ان کا حال ان کے قال کی صریح تکذیب کر رہا ہے، ان میں علی العموم وہ لوگ ہیں جو ضروری ضروری طہارت وصلوٰۃ سے بھی آگاہ نہیں، اس فرض قطعی کے حاصل کرنے کو کبھی دس پانچ کوس یا شہر ہی کے کسی عالم کے پاس گھر سے آدھ میل جانا پسند نہ کیا، مسلمانوں کو زیارت کرانے کے لئے ہزاروں کوس سفر کرتے ہیں، پھر جہاں زیارتیں ہوں اور لوگ کچھ نہ دیں وہاں ان صاحبوں کے غصے دیکھئے!

پہلا حکم یہ لگایا جاتا ہے کہ تم لوگوں کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ محبت نہیں گویا ان کے نزدیک محبتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان اسی میں منحصر ہے کہ حرام طور پر کچھ ان کی نذر کر دیا جائے، پھر جہاں کہیں سے ملے بھی مگر ان کے خیال سے تھوڑا ہو، ان کی سخت شکایتیں اور مذمتیں ان سے سن لیجیے! اگر چہ وہ دینے والے

صلحاء وعلماء ہوں اور مالِ حلال سے دیا ہو اور جہاں پیٹ بھر کے مل گیا وہاں کی لمبی چوڑی تعریفیں لے لیجیے اگرچہ وہ دینے والے فساق فجار بلکہ بدمذہب ہوں اور مالِ حرام سے دیا ہو تو قطعاً معلوم ہے کہ وہ زیارت نہیں کراتے بلکہ لینے کے لئے اور زیارت کرنے والے بھی جانتے ہیں کہ ضرور کچھ دینا پڑے گا تو اب یہ صرف سوال ہی نہ ہوا بلکہ بحسبِ عرف زیارتِ شریفہ پر اجارہ ہو گیا اور وہ بچند وجہ حرام ہے۔

اولاً! زیارتِ آثارِ شریفہ کوئی ایسی چیز نہیں جو زیرِ اجارہ داخل ہو سکے: "کما صرح به في رد المحتار وغیرہ ان ما یؤخذ من النصاری علی زیارۃ بیت المقدس حرام، وھٰذا اذا کان حراما اخذہ من کفار دور الحرب کالروس وغیرھم فکیف من المسلمین ان ھو الاضلال مبین" جس طرح اس کی تصریح "ردالمحتار" وغیرہ میں ہے کہ بیت المقدس کی زیارت کے عوض عیسائیوں سے وصولی حرام ہے، جب حربی کافروں اور سرداروں وغیرہ سے وصولی حرام ہے تو مسلمانوں سے وصولی کیسے حرام نہ ہوگی یہ نہیں مگر کھلی گمراہی۔

ثانیاً! اجرت مقرر نہیں ہوئی کہ کیا دیا جائے گا اور جو اجارے شرعاً جائز ہیں ان میں بھی اجرت مجہول رکھی جانا اسے حرام کر دیتا ہے نہ کہ جو سرے سے حرام ہے کہ حرام در حرام ہوا، اور یہ حکم جس طرح گشتی صاحبوں کو شامل ہے مقامی حضرات بھی اس سے محفوظ نہیں جبکہ اسی نیت سے زیارت کراتے ہوں اور ان کا یہ طریقہ معلوم ومعروف ہو، ہاں اگر بندہ خدا کے پاس کچھ آثارِ شریفہ ہوں اور وہ انہیں بہ تعظیم اپنے مکان میں رکھے اور جو مسلمان اس کی درخواست کرے محض بوجہ اللہ اسے زیارت کرا دیا کرے، کبھی کسی معاوضہ ونذرانہ کی تمنا نہ رکھے، پھر اگر وہ آسودہ حال نہیں اور مسلمان بطورِ خود قلیل یا کثیر بنظرِ اعانت اسے کچھ دے تو اس کے لے لینے میں اس کو کچھ حرج نہیں۔

باقی گشتی صاحبوں کو عموماً اور مقامی صاحبوں میں خاص ان کو جو اس امر پر اخذ ونذور کے ساتھ معروف ومشہور ہیں شرعاً جواز کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی مگر ایک یہ کہ خدائے تعالیٰ ان کو توفیق دے، نیت اپنی درست کریں اور اس شرطِ عرفی کے رد کے لئے صراحۃً اعلان کے ساتھ ہر جلسے میں کہہ دیا کریں کہ مسلمانو! یہ آثارِ شریفہ تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا فلاں ولی معزز ومکرم کے ہیں کہ محض خالصاً بوجہ اللہ تمہیں ان کی زیارت کرائی جاتی ہے ہرگز ہرگز کوئی بدلہ یا معاوضہ مطلوب نہیں، اس کے بعد اگر مسلمان کچھ نذر کریں تو اسے قبول کرنے میں کچھ حرج نہ ہوگا۔

فتاویٰ قاضی خان وغیرہا میں ہے: ''ان الصریح یفوق الدلالۃ'' (صراحت کو دلالت پر فوقیت ہے) (رد المحتار)

اور اس کی صحتِ نیت پر دلیل یہ ہوگی کہ کم پر ناراض نہ ہو بلکہ اگر جلسے گزر جائیں لوگ فوج فوج زیارتیں کر کے یونہی چلے جائیں اور کوئی پیسہ نہ دے جب بھی اصلاً دل تنگ نہ ہو اور اسی خوشی وشادمانی کے ساتھ مسلمانوں کو زیارت کرایا کرے، اس صورت میں یہ لینا دینا دونوں جائز وحلال ہوں گے اور زائرین ومزور دونوں اعانتِ مسلمین کا ثواب پائیں گے، اس نے سعادت وبرکت دے کر ان کی مدد کی، انہوں نے دنیا کی متاعِ قلیل سے فائدہ پہنچایا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: ''من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ'' تم میں سے جس سے ہو سکے کہ اپنے مسلمان بھائی کو نفع پہنچائے، تو پہنچائے۔

(رواہ مسلم فی صحیحہ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم: ''اللہ فی عون العبد ما دام العبد فی عون اخیہ'' اللہ اپنے بندہ کی مدد میں ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں

ہے۔(متفق علیہ)

علی الخصوص جب یہ تبرکات والے حضرات سادات کرام ہوں تو اب ان کی خدمت اعلیٰ درجہ کی برکت وسعادت ہے، حدیث میں ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: جو شخص اولادِ عبد المطلب میں سے کسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور اس کا صلہ دنیا میں نہ پائے میں بہ نفسِ نفیس روزِ قیامت اس کا صلہ عطا فرماؤں گا"۔

اور اگر زیارت کرانے والے کو اس کی توفیق نہ ہو تو زیارت کرنیوالے کو چاہیے خود ان سے صاف صراحۃً کہدے کہ نذر کچھ نہیں دی جائے گی، خالصاً لوجہ اللہ اگر آپ زیارت کراتے ہیں کرائیے، اس پر وہ صاحب نہ مانیں ہرگز زیارت نہ کرے کہ زیارت ایک مستحب ہے اور یہ لین دین حرام، کسی مستحب شےء کے حاصل کرنے کے واسطے حرام کو اختیار نہیں کر سکتے، اشباہ والنظائر وغیرہا میں ہے: "ماحرم اخذہ حرم اعطاؤہ" جس چیز کا لینا حرام اس کا دینا بھی حرام ہے۔(الاشباہ والنظائر)

درِ مختار میں ہے: "الاخذ والمعطی اثمان" لینے اور دینے والے دونوں گنہگار ہوں گے۔(رد المحتار)

اسی درِ مختار میں تصریح ہے کہ: جو تندرست ہو اور کسب پر قادر ہو اسے دینا حرام ہے کہ دینے والے اس سوال حرام پر اس کی اعانت کرتے ہیں اگر نہ دیں خواہی نخواہی عاجز ہو اور کسب کرے اور اگر اس کی غرض زیارت کرنے والے صاحب نے قبول کر لی تو اب سوال واجرت کا قدم درمیان سے اٹھ گیا، بے تکلف زیارت کرے دونوں کے لئے اجر ہے اس کے بعد حسبِ استطاعت ان کی نذر کر دے، یہ لینا دینا دونوں کے لئے حلال اور دونوں کے لئے اجر ہے، بحمد اللہ فقیر کا یہی معمول ہے اور توفیقِ خیر اللہ تعالیٰ سے مسئول ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ ج21ص 414 تا 420 رضا فاؤنڈیشن لاہور)

یہاں سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کا مفید فتوٰی اپنے اختتام کو پہنچا، اب لگے ہاتھ ذرا حضور حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ کا فتوٰی بھی ملاحظہ فرمالیں!

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

آپ رحمہ اللہ ''جاء الحق'' میں ایک اعتراض کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:

''**اعتراض**: بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ آج کل جو تبرکات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب ہیں خبر نہیں کہ بناوٹی ہیں یا کہ اصلی، چونکہ ان کے اصلی ہونے کا ثبوت نہیں، اس لئے ان کا چومنا ان کی عظمت کرنا منع ہے، ہندوستان میں صدہا جگہ بال مبارک کی زیارت کرائی جاتی ہے نہ تو اس کا پتہ ہے اور نہ ثبوت کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال ہیں؟

جواب: تبرکات کے ثبوت کے لئے مسلمانوں میں یہ مشہور ہونا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات ہیں کافی ہیں، اس کے لئے آیت قرآنی یا حدیث بخاری کی ضرورت نہیں، ہر چیز کا ثبوت یکساں نہیں ہوتا، زنا کے ثبوت کے لئے چار متقی مسلمانوں کی شہادت درکار، دیگر مالی معاملات کے ثبوت کے لئے دو کی گواہی کافی اور رمضان کے چاند کے لئے صرف ایک عورت کی خبر بھی معتبر، نکاح، نسب یادگاروں اور اوقاف کے ثبوت کے لئے صرف شہرت یا خاص علامت کافی ہے، ایک پردیسی آدمی کسی عورت کو ساتھ لے کر مثل زن وشوہر رہتے ہیں، آپ اس علامت کو دیکھ کر اس کے نکاح کی گواہی دیدیتے ہیں، کہتے ہیں کہ ہم فلاں کے بیٹے، فلاں کے پوتے ہیں، اس کا ثبوت نہ قرآن سے ہے، نہ حدیث سے، نہ ہی والدہ کے نکاح کے گواہ موجود، مگر مسلمانوں میں اس کی شہرت ہے اتنا ہی کافی ہے، اسی طرح یادگاروں کے لئے ثبوت کے لئے صرف شہرت معتبر ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلھم﴾ (کیا یہ لوگ زمین کی سیر نہیں

کرتے تاکہ دیکھیں ان سے پہلے والوں کا کیا انجام ہوا؟) اس آیت میں کفارِ مکہ کو رغبت دی گئی ہے کہ گذشتہ کفار کی یادگاروں، ان کی اجڑی ہوئی بستیوں کو دیکھ کر عبرت پکڑیں کہ نافرمانوں کا یہ انجام ہوتا ہے، اب یہ کیسے معلوم ہو کہ فلاں جگہ فلاں قوم آباد تھی قرآن نے بھی اس کا پتہ نہ دیا اس کے لئے محض شہرتِ معتبر مانی، معلوم ہوا کہ قرآن نے بھی اس شہرت کا اعتبار فرمایا۔

شفاء شریف میں ہے کہ: "ومن اعظامہ واکبارہ واعظام جمیع اسبابہ واکرام مشاھدہ وامکنتہ وما لمسہ علیہ السلام او عرف بہ" (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر میں سے یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسباب، ان کے مکانات اور جس کو اس جسمِ پاک سے مس بھی ہو گیا ہو اور جس کے متعلق یہ مشہور ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے ان سب کی تعظیم کرے)۔

شرح شفاء میں ملا علی قاری اسی عبارت کے ماتحت فرماتے ہیں: "ان المراد جمیع ما نسب الیہ ویعرف بہ علیہ السلام" (اس سے مقصد یہ ہے کہ جو چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو مشہور ہو اس کی تعظیم کرے)

مولانا عبدالحلیم صاحب لکھنوی نے اپنی کتاب "نور الایمان" میں یہ ہی عبارتِ شفا نقل فرما کر "ویعرف بہ" پر حاشیہ لکھا: "ای ولو کان علی وجہ الاشتھار من غیر ثبوت اخبار فی آثارہ کذا قال علی القاری" (اگرچہ یہ نسبت محض شہرت کی بناء پر ہو اور اس کا ثبوت احادیث سے نہ ہو، اسی طرح ملا علی قاری نے فرمایا)

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "مسلک متقسط" میں یہ ہی مضمون تحریر فرمایا، اسی طرح علماء امت نے احکامِ حج میں تصانیف شائع کیں اور زائرین کو ہدایت کی کہ حرمین شریفین میں ہر اس مقام کی زیارت کرے جس کی لوگ عزت وحرمت کرتے

ہوں، تعجب ہے کہ فقہاء کرام فضائلِ اعمال میں حدیث ضعیف کو بھی معتبر مانیں اور یہ مہربان تبرکات کے ثبوت کے لئے حدیثِ بخاری کا مطالبہ کریں؟

عاشقاں راچہ کار با تحقیق　　　　ہر کجا نام اوست قربانیم

(عاشقوں کو تحقیق سے کیا غرض؟ جہاں ان کا نام آگیا ہم قربان ہو گئے)

(جاء الحق صفحہ 376،377 (تعظیمِ تبرکات پر اعتراضات) نعیمی کتب خانہ گجرات)

حضور حکیم الامت کی منقولہ عبارت مکمل ہوئی، اسی مسئلہ پر مزید بحث ملاحظہ ہو!

ایسے تبرکات کا حکم جن کے مصنوعی ہونے کا یقین ہو:

میں کہتا ہوں کہ: اگر کسی صورت یقین ہو جائے کہ "فلاں تبرکات مصنوعی ہیں" تو اس سلسلہ میں بھی سبھی اہلِ علم احتیاطی حکم دیتے ہیں اور ایسے تبرکات کی بے ادبی اور توہین کی بھی قطعاً اجازت نہیں دیتے، یہاں تک کہ فتنے کو روکنے کے لئے ایسے تبرکات کی تعظیم کو بھی ضروری قرار دیتے ہیں، لہٰذا اس سلسلہ میں بھی بیشتر اہلِ علم حضرات "عرفی نسبت" کو کافی سمجھتے ہیں، اور یہی ایمان اور عرف کا تقاضہ بھی ہے، چنانچہ سابق میں ہم نے دوسری صدی ہجری کے بادشاہ خلیفہ محمد مہدی رحمہ اللہ کا ایک واقعہ بھی قلمبند کیا ہے کہ:

"ایک دن خلیفہ مہدی کے پاس ایک آدمی آیا جس کے پاس ایک "نعل" تھا، اس نے آکر عرض کیا: "یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نعل مبارک ہے" جسے میں آپ کو تحفہ دینے آیا ہوں چنانچہ خلیفہ نے کہا: لاؤ، اس نے وہ نعل خلیفہ کو دیا، اور خلیفہ نے اسے چوم کر آنکھوں سے لگایا اور اس آدمی کو 10 ہزار درہم دینے کا حکم دیا، پھر جب وہ شخص چلا گیا تو خلیفہ مہدی نے کہا: اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نعل کو کبھی دیکھا بھی نہیں چہ جائیکہ اسے پہنا ہو، لیکن میں اگر اسے رد کر دیتا تو وہ شخص لوگوں میں جا کر کہتا کہ: میں نے خلیفہ کو جناب رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نعل مبارک تحفے میں دیا اور اس نے مجھے واپس کر دیا، پھر لوگ اس کی بات کو اہمیت دیتے کیونکہ عوام ایک دوسرے کی طرف زیادہ مائل ہوتے ہیں اور ان کا حال یہ ہے کہ: طاقتور کے خلاف کمزور کی مدد کرتے ہیں اگرچہ کمزور ظالم ہی کیوں نہ ہو؟ چنانچہ ہم نے تو اس کی زبان کو 10 ہزار میں خریدا ہے، ہم نے اسی کو ترجیح دی کیونکہ اسی میں بھلائی تھی"۔

(تبرک الصحابة للکردی صفحه102، 103 دار المنهاج جدة)

اس روایت کو لکھ کر علامہ طاہر کردی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''تبرک الصحابہ'' میں خلیفہ مہدی رحمہ اللہ کے اس عمل کی تحسین کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"فانظر رحمك الله الى غزارة عقل امير المؤمنين رحمه الله تعالىٰ، والى لطيف سياسته ونظره البعيد وقوله الحكيم فسبحان مقسم العقول والارزاق !فما احسن العقل والرئاسة وما احسن الدين والدنيا اذا اجتمعا"۔

پس اے مخاطب! اللہ تجھ پر رحم فرمائے تو امیر المؤمنین رحمہ اللہ تعالیٰ کی فراستِ عقلی، لطیف سیاست، دُور رَس نگاہوں اور حکیمانہ قول کو دیکھ! چنانچہ پاک ہے وہ ذات جو عقل اور رزق کو تقسیم فرمانے والی ہے، تو کیا ہی خوب عقل وفہم ہے اور کس قدر اچھا ہوتا ہے جب دین ودنیا دونوں جمع ہو جائیں۔ (تبرک الصحابة للکردی صفحه103)

تنبیہ:

میں کہتا ہوں کہ: اگر کوئی شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کی نقل تیار کرے، اور لوگوں میں یہ کہتا پھرے کہ ''یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نعل مبارک ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے پہنا کرتے تھے'' تو یہ سراسر جھوٹ اور دھوکہ ہے، ایسے معاملات پر عموماً زائرین واقف نہیں ہوتے، لہٰذا اس سلسلہ میں جو

گناہ ہوگا وہ دھوکہ دینے والے پر ہے نہ کہ زائر پر، زائر کو ان شاء اللہ! اللہ کی طرف سے اس کی محبت کا صلہ ضرور دیا جائے گا لیکن اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کی کوئی شخص نقل تیار کرے اور لوگوں کو بتادے کہ یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کی نقل ہے، تو پھر کوئی حرج نہیں، بلکہ اس نقل کو اپنے پاس بطور تبرک رکھنا اور اس کی تعظیم وتکریم کرنا مشروع ومحبوب اور اس سے سند بسند مزید آگے نقل کرنا جائز اور قرونِ ثلاثہ سے لے کر آج تک ہر دور میں اسلاف کا طریقہ رہا ہے، جیسا کہ علامہ امام حافظ ابوالیمن ابن عساکر رحمہ اللہ نے ''جزء تمثال نعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' میں اور علامہ تلمسانی رحمہ اللہ نے ''فتح المتعال'' میں اپنی سند سے ہر دور کے بیشتر اہلِ علم کے عمل کو روایت کیا کہ انہوں نے اصل نعل مبارک سے دیکھ کر اس کی نقل تیار کی، اور پھر اس نقل سے نقل اور اس نقل سے نقش کا ایک لمبا سلسلہ چلا، کسی تک اصل نعلِ اقدس اور کسی تک اس کی مبارک شبیہ پہنچی، یہ عمل آج بھی شام، یمن، مصر، ترکی، عراق اور عرب کے بعض علاقوں میں جاری ہے، وہاں کے اہلِ محبت نعلِ اقدس کی ثابت شدہ نقل تیار کرتے ہیں اور اسے اپنے پاس بطور برکت رکھتے ہیں، بلکہ ایک دوسرے کو بطور تحفہ بھی پیش کرتے ہیں، اس عمل کو کسی بھی دور میں ممانعت کی نگاہ سے نہیں دیکھا گیا کیونکہ ان تمام نقول ونقوش سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کی یاد تازہ ہوتی ہے اور اہلِ دل کے دلوں کو چین وسکون میسر آتا ہے، اور ان کی برکات بھی اسی طرح مجرب ومشہد ہیں جس طرح اصل نعلِ اقدس کی۔

اسے یوں سمجھ لیجیے! کہ جس طرح قرآن شریف کے ایک نسخے سے دوسرا نسخہ نقلاً تیار کرلیا جاتا ہے جو کہ قرونِ اولیٰ سے اب تک سلسلہ وار چلا آرہا ہے، اور ہر نسخہ بلاشبہ مجمع البرکات بلکہ مجرب البرکات اور واجب الاحترام والاکرام ہے کہ اس کو نسبت اللہ کے کلام سے ہے، اب یہ کہنے کی کس میں جرأت ہے کہ ''میں اس نسخے کو نہیں مانتا یا اس

کی برکات وفضائل کا قائل نہیں کیونکہ یہ نقل ہے'' (معاذ اللہ)

اسی طرح حدیث میں ہے کہ: ''کھجور کی عزت کرو کہ یہ تمہارے باپ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فاضل مٹی سے پیدا کی گئی ہے'' (مسند ابی یعلیٰ)

کیا یہ کہنا درست ہوگا کہ میں اس موجودہ کھجور کی عزت نہ کروں گا کہ یہ وہ نہیں جو جناب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تخلیق ہوئی، یہ اس کی نسل بلکہ نسل در نسل ہے۔

ارشاد فرمایا: ''مچھر کو گالی نہ دو کہ اس نے ایک نبی کو نماز کے لئے جگایا تھا'' (الطبرانی)

کیا یہ کہنا درست ہوگا کہ: میں موجودہ مچھر کو ضرور گالی دوں گا کیونکہ یہ وہ نہیں۔

اسی طرح تفاسیر واحادیث کی کتب جو آج بھی نقل در نقل ہو کر شائع ہو رہی ہیں ہر ایک حکم میں اسی طرح جس طرح اول تھی، کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ میں بخاری شریف کے اس موجودہ نسخے کو نہیں مانتا کہ یہ اصل کی نقل بلکہ نقل در نقل ہے۔

اس طرح کی ہزاروں مثالیں ہیں، لیکن عقل والوں کو تو اشارہ ہی کافی ہے اور بیوقوفوں سے فہم وفراست کی کوئی توقع نہیں، لہٰذا بغیر کسی شک وشبہ کے حق یہی ہے کہ حقیقی نعل اقدس کی طرح اس کی نقل اور نقش مبارک کا احترام بھی لازم اور برکات بھی مجرب ہیں، جس پر اسلافِ امت نے ہر دور میں اپنی محبتوں کے نذرانے پیش فرمائے ہیں، بلکہ کبھی تصنیفات کی صورت میں اور کبھی اشعارِ مدحت کی صورت میں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے، کیونکہ نعلِ اقدس کی اس سلسلہ وار نسبت اور محبت سے نورِ ایمان کو تازگی ملتی ہے، یادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے دلوں کے غنچے کھل اٹھتے ہیں، روحانی فضاء معطر اور دل کے دریچے منور ہو جاتے ہیں۔

-------نور اللہ قلوبنا بنور آثارِ حبیبہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب نمبر 2:

نعلین علی العرش

نعلینِ اقدس کی عرش پر جلوہ گری

(اہلِ علم کی نظر میں)

بعض اہلِ علم فرماتے ہیں کہ: جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات عرشِ معلیٰ کے قریب پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نعلین شریفین اتارنے کا قصد فرمایا کہ عرش کانپ اُٹھا اور اچانک نداء ہوئی: اے میرے حبیب! ''لاتخلع بنعلیك'' یعنی اپنے نعلین کومت اتاریئے، بلکہ اپنے نعلین سمیت میرے عرش پر قدم رکھیں، تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا: یاالٰہی! جب جناب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کوہِ طور پر تجھ سے ہمکلام ہونے کو پہنچے تھے تو تو نے انہیں حکم دیا تھا کہ: ''فاخلع نعلیك انك بالواد المقدّس طوًی'' (طٰہٰ) (یعنی اپنے نعلین اتاردو کیونکہ تم مقدس وادی میں موجود ہو جس کا نام ''طوٰی'' ہے)، جبکہ تیرا عرش تو طورِ سیناء سے کئی درجے افضل و اعلیٰ ہے، تو میں کس طرح نعلین سمیت عرش پر قیام کروں؟ ارشاد ہوا: اے میرے پیارے حبیب! موسیٰ کو نعلین اتارنے کا حکم اس لئے ہوا تا کہ طورِ سیناء کی خاک سے جناب موسیٰ کو فضیلت ملے، لیکن آپ کو نعلین پہنے رکھنے کا حکم اس لئے ہوا تا کہ آپ کے نعلین کی خاک سے میں اپنے عرش کو فضیلت دوں۔

(قصص الانبیاء صفحہ 395 ضیاء القرآن لاھور) (ریاض الناصحین "شیخ ابوبکر واعظ سندھی" صفحہ 305) (درة التاج فی مسئلة المعراج صفحہ 172) (نادر المعراج "اکبر الہ آبادی" صفحہ 28) (احیاء القلوب صفحہ 79) (شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بزبانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ 973)

نوٹ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریف کے ساتھ معراج کی رات عرش پر جلوہ گری کے بارے میں اہلِ علم کے ہاں دوگروہ ہیں!

(۱)۔ قائلین (۲)۔ ناقدین

اب باری باری ان دونوں گروہوں کے اقوال وکلمات ملاحظہ فرمائیں!

فصل نمبر 1:

قائلین کی فہرست

اس سے پہلے کہ: ناقدین کی تنقید کا ذکر کیا جائے ہم ''قصہء نعلین علی العرش'' کو بلا تنقید وجرح بیان کرنے والے حضرات یا اس روایت کو قبول کرنے والے حضرات کی عبارات اولاً پیش کررہے ہیں، جن کے نزدیک اس قصہ کو بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں، چنانچہ!

(۱)

شیخ ابوصالح نصر جیلانی رحمہ اللہ

شیخ ابوصالح نصر بن عبدالرزاق بن عبدالقادر جیلانی حنبلی ازجی بغدادی رحمہ اللہ (متوفی:633ہجری) سرکار پُرنور جناب غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں اور علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے اپنی ''سیر اعلام النبلاء'' میں آپ رحمہ اللہ کو ''الامام، العالم، الاوحد، قاضی القضاۃ، عماد الدین، فقیہ، کریم النفس، خیر'' جیسے القابات سے یاد کیا ہے، چنانچہ آپ رحمہ اللہ اپنی نہایت متبرک کتاب ''تنبیہ الانام'' میں جس کے لکھے جانے کے فوراً بعد شیخ ابوصالح نصر رحمہ اللہ کو خواب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جناب مولیٰ علی حیدر کرار رضی اللہ عنہ اور سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ نے باری باری زیارت سے مشرف فرما کر منہ چوما اور اس کتاب کو اپنی بارگاہ عالیہ میں مقبولیت تامہ سے نوازا، چنانچہ اسی تنبیہ الانام میں آپ رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''ناداه الحق منه اليه: "لا تخلع نعليك" لما هم بخلع نعليه، و ناداه مولاه: البس نعليك وطا بساط عرشي بنعليك وقدميك، وناداه الحق: ما خلقت العرش الا من

اجلك وانه لمشتاق الی مس نعلك"۔

ترجمہ: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نعلین اتارنے کا ارادہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے اپنی طرف سے نداء فرمائی: اپنے نعلین مت اتاریئے! اور مولیٰ تعالیٰ نے یہ بھی نداء فرمائی کہ: اپنے نعلین پہنے رکھیے اور میرے عرش کے بچھونے کو اپنے نعلین سمیت قدموں سے روند ڈالیے، بلکہ حق تعالیٰ نے یہ بھی نداء فرمائی کہ: میں نے عرش کو آپ ہی کے لئے پیدا فرمایا ہے، اور آج یہ آپ کے نعلین چھونے کا بے حد مشتاق ہے۔

(تنبیہ الانام لابی صالح نصر الجزء الاول صفحہ 253،254 البرکت پریس لاہور)

(۲)

علامہ قاضی ناگوری رحمہ اللہ

قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ کے استاذِ گرامی جامع الکمالات اور عظیم عالم دین علامہ قاضی حمید الدین محمد ناگوری بخاری رحمہ اللہ (متوفی: 643ہجری) جو بخارا کے بادشاہ "سلطان عطا اللہ محمود" کے بیٹے اور وقت کے شہزادے تھے، آپ اپنی کتاب "بحرِ عشق" میں لکھتے ہیں کہ:

"اے دل جو عاشقوں کا سرور ہے اس سے محبوب بے نیاز کیسے ناز و انداز سے کہتا ہے، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! تم ہم سے قرار ڈھونڈتے ہو اور ہمیں تم سے بے قراری مطلوب و مقصود ہے، یہی وجہ ہے کہ: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دریائے وحدت میں ملنے کے مقام پر رہا کرتے تھے: ﴿کل من علیها فان ویبقی وجه ربك ذو الجلال

والاکرام﴾ ہر شے ہلاک ہونے والی ہے ماسوائے ربِ ذوالجلال والاکرام کے۔اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پُرنور کا بلبل یہ ترانہ گایا کرتا تھا:"لی مع اللّٰہ وقت" میرا اللہ کے ساتھ ایک وقت مقرر ہے۔ پھر موجِ غیرت کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساحلِ فراق پر ڈال دیتی: ﴿قل انما انا بشر مثلکم﴾ فرما دیجئے میں بھی تمہاری مثل انسان ہوں۔اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک آہ پُرسوز کھینچتے اور فرماتے:"یا لیت رب محمد لم یخلق محمدا" کاش محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رب نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پیدا نہ کیا ہوتا۔کبھی خاکِ نعلین سے عرش کا اقرار (سکون دینا) کرتے اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کا نشانہ لے کر تیر مارا جاتا: ﴿الم یجدك یتیما فأوی﴾ کیا ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یتیم نہ پایا اور جگہ دی۔کبھی عشق بے نیاز کا سرمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں لگایا جاتا ہے: ﴿ما زاغ البصر وما طغیٰ﴾ نہ پلک جھپکی اور نہ اِدھر سے اُدھر ہوئی۔ کبھی دشمنوں کے طعنے سننے پڑے اور ظلم وستم کے پیمانے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کو پہنچتا: ﴿مال هٰذا الرسول یأکل الطعام ویمشی فی الاسواق﴾ یہ کیسا رسول ہے جو کھاتا پیتا ہے اور بازاروں میں گھومتا ہے۔اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ﴿قاب قوسین او ادنیٰ﴾ جب ملیں دونوں کمانیں بلکہ نزدیک ہوگئیں، کے تخت پر بٹھایا جاتا، کبھی بیواؤں کے گھروں کے دروازوں پر چکر لگائے اور یہ سب انتہائی محبت وعشق کی بناء پر تھا"۔

(بحرِ عشق (مترجم) صفحہ45،46ادارہ علم تصوف لاہور)

(۳)

بابا فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ

عظیم صوفی بزرگ اور سلسلہ چشتیہ کے روحِ رواں حضور سیّدنا زہد الانبیاء شیخ المسلمین بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمہ اللہ (متوفی:664ہجری) کے ملفوظات بنام ''اسرار الاولیاء'' ملحق بہ ''ہشت بہشت'' میں یوں منقول ہے کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: جب حضرت موسیٰ صلوٰۃ اللہ علیہ کوہِ طور پر آئے، فرمان ہوا کہ نعلین اُتار کر آؤ تا کہ پہاڑ کی گرد تمہارے پاؤں پر پڑے اور تم بخشے جاؤ، لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات عرش کے نزدیک پہنچے تو حکم ہوا کہ یا محمد! نعلین سمیت آئیے گا، تا کہ نعلین مبارک کی گرد عرش پر پڑنے سے اسے جنبش سے قرار آئے''۔ (اسرار الاولیاء در هشت بهشت ملفوظات بابا فرید الدین گنج شکر صفحه 43اکبر بک سیلرز لاهور)

(۴)

علامہ ابن ابی جمرہ رحمہ اللہ

علامہ زرقانی اور حافظ ابن حجر نے ''بهجة النفوس'' کے مصنف علامہ ابو محمد عبد اللہ بن سعد بن سعید بن ابی جمرہ ازدی اندلسی مالکی رحمہ اللہ (متوفی:695ہجری) کو ''العارف باللّٰہ'' اور ''حجت'' مانا ہے، چنانچہ علامہ فیض محمد قادری صاحب کی معروف کتاب ''درة التاج فی مسئلة المعراج'' میں انہی کے بارے میں لکھا ہے کہ:

''نعلین بپا عرش پر جلوہ گر ہونے کی یہ روایت کہ'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نعلین

اتارنی چاہی اور خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ: آپ نعلین نہ اتاریئے''، علماء سلف میں سے امام ابن ابی جمرہ اس کے قائل ہیں۔ (جواہر البحار فی فضائل النبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم)''۔

(درۃ التاج فی مسئلۃ المعراج صفحہ 173 مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد)

(نعلین عرش پر، علامہ فیض احمد اویسی صفحہ 17 بہاولپور)

(۵)

علامہ ابن المرحل رحمہ اللہ

علامہ قاضی ابو الحکم مالک بن عبد الرحمٰن بن علی بن عبد الرحمٰن ابن المرحل مالقی اندلسی سبتی فاسی رحمہ اللہ (متوفی: 699 ہجری) جنہیں اہلِ رجال نے ''علامہ، امام، ادیب، ناظم، نحوی، لغوی'' کہا ہے، علامہ تلمسانی رحمہ اللہ نے آپ کے قصائد کو ''فتح المتعال'' میں نقل فرمایا چنانچہ علامہ ابن المرحل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''رمقت حجاب السبع عن حسن وجهه''

اے مبارک نعل! تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کے حسن کی بدولت بڑی جلدی ساتوں آسمانوں سے گزر گیا۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ 173 دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۶)

خواجہ امیر خسرو رحمہ اللہ

علامہ مفتی غلام حسن قادری صاحب نے اپنی ''شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بزبانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم'' میں اور علامہ فیض محمد قادری رحمہ اللہ نے ''درۃ التاج'' میں حضور خواجہ خواجگان امیر خسرو رحمہ اللہ (متوفی: 725 ہجری) کے اسی سلسلہ کے

اس شعر کو نقل کیا ہے کہ: ''نعلین پائے اور اعرش گو نگاہ کن''، ''جاہل کہ در نیاید معنیء استواء''

ترجمہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدموں کے نعلین شریف کو عرش پر جاتا ہوا دیکھو، اور جاہل کو تو استواء کے معنیٰ کی ہی سمجھ نہیں۔

(درۃ التاج فی مسئلۃ المعراج صفحہ 173 مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد)

(شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بزبانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ 974 مشتاق بک کارنر)

(۷)

علامہ محمد بن فرج سبتی رحمہ اللہ

قصہء ''نعلین علی العرش'' کی تصدیق وتائید اشعار کی صورت میں سب سے زیادہ علامہ شیخ محمد بن فرج سبتی رحمہ اللہ (متوفی: قبل 700 ہجری) نے ہی کی ہے، ان کے اشعار کو علامہ تلمسانی نے "فتح المتعال" اور "ازھار الریاض" میں اور علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی نے ''المجموعۃ النبھانیہ'' میں مختلف قافیوں، فصلوں اور ابواب میں نقل فرمایا، چنانچہ ہم علامہ سبتی رحمہ اللہ کے ایسے اشعار میں سے صرف چند اشعار کو مذکورہ کتب کے مختلف مقامات سے لے کر یہاں درج کرتے ہیں کہ:

(i)۔"شرفت بموطی نعلہ السبع العلا لمّا ارتقاھا عارجا لیناجی

ترجمہ: ساتوں آسمان جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کے لگنے سے اس وقت شرف پا گئے جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے مناجات کے لئے معراج فرمائی۔

(ii)۔ أو لیس تمثال النعال نال من وطئ السماوات العلیٰ بنعالہ

ترجمہ: کیا یہ اس مبارک ہستی کے نعل پاک کی مثال نہیں ہے جس نے بلند آسمانوں کو اپنے نعلین شریف تلے رونڈ الا؟۔

(iii)۔ مدی افتخرت سموات وأرض علی حر الخدود بوطء نعله

ترجمہ: زمین و آسمانوں کو ہمیشہ اس بات پر فخر رہے گا کہ ان کے گالوں کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل اقدس نے رونڈ الا۔

(iv)۔روی أنه نوی وقد رام خلعها وماء الحیا فی وجنتیه معا یجری

رسولی! لا تخلع، تشرف بوطئها بساطی یا معنی وجودی یا سری"

ترجمہ: روایت میں ہے کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیت فرمائی کہ اپنے نعلین اقدس کو اتار ڈالیں، کہ شرم وحیاء کا پسینہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گال سے ٹپکنے لگا، اور حکم ہوا کہ اے میرے رسول! مت اتاریئے! میرے عرش کے بچھونے کو اپنے نعلین کے تلووں سے مشرّف بنائیں، اے میرے وجود کی ترجمانی اور اے میرے راز!

(أزهار الریاض فی أخبار القاضی عیاض للتلمسانی جلد3صفحه231تا237 لجنة التألیف والترجمة والنشر القاهره)

(فتح المتعال للتلمسانی صفحه125،130،146،147،208تا210

(المجموعة النبهانیة للنبهانی المکتبة التوفیقیة مصر)

(یاللجمال فی العروج بالنعال للشریف الحسنی صفحه10)

(۸)

علامہ عبدالرحیم البرعی رحمہ اللہ

"الاعلام للزرکلی" میں ہے کہ: علامہ عبدالرحیم بن احمد بن علی بُرعی یمانی رحمہ اللہ (متوفی:803ہجری) صوفی شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ یمن کے مفتی اور

مدرس بھی تھے، چنانچہ علامہ تلمسانی نے ''فتح المتعال'' میں ہی علامہ بستی اور علامہ خزرجی کی جانب سے اسی قصہ کی تائید نقل کرنے کے بعد علامہ عبدالرحیم برعی رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے کہ:

''ووقع مثل ذالك فی كلام الشيخ عبد الرحيم البرعی رحمه الله''۔

ترجمہ: اور اسی طرح اس قصہ کی حمایت علامہ شیخ عبدالرحیم برعی کے کلام میں بھی پائی جاتی ہے، اللہ ان پر رحمت فرمائے۔ (آمین)

(فتح المتعال للتلمسانی صفحه 240 دار الکتب العلمیه بیروت)

نیز علامہ نبہانی نے ''المجموعة النبهانية'' میں علامہ عبدالرحیم برعی رحمہ اللہ کے وہ اشعار بھی نقل فرمائے ہیں جن میں قصہء نعلین علی العرش کا بیان ہے کہ:

(i)۔''محمد سیّد الخلق الذی امتلأت من نوره الارض والسبع السموات اسری به الله من ارض الحجاز الی ان قبّلت نعلَه الحجبُ الرفیعات ادناه من قاب قوس حین کلّمه بالغیب من بعد ما قال التحیات''۔

ترجمہ: جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کے سردار ہیں جن کے نور سے زمین اور ساتوں آسمان منور ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارضِ حجاز کی سرزمین اس مقام تک سیر کرائی جہاں بلند حجابات نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین اقدس کو چوما، نیز اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قاب قوسین کے مقام تک قرب بخشا جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے التحیات پیش کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے غیب کا کلام فرمایا۔

(المجموعة النبهانیة للنبهانی جلد1 جزء1 صفحه 397 المکتبة التوفیقیة)

(ii)۔''وان ذکروا نجیّ الطور فاذکر نجیّ العرش مفتقرا لتغنی

فانّ الله کلّم ذاك وحيا وكلّم ذا مشاهدة وادنىٰ

وقال لذالك فاخلع منك نعلا وقال له فدُس للبُسط مثنى

وموسىٰ خر مغشيا عليه وأحمد لم يكن ليزيغ ذهنا"۔

ترجمہ: اور اگر اُن لوگوں نے کوہِ طور کو سر کرنے والے کا ذکرِ خیر کیا ہے تو تُو عاجزی کے ساتھ عرشِ الٰہی کو سر کرنے والے کا ذکرِ خیر کرتا کہ تو غنی ہو جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُن سے تو وحی کے ذریعے کلام فرمایا تھا لیکن اِنہیں سامنے اور قریب بُلا کر کلام فرمایا ہے، اور اُن سے فرمایا تھا: اپنے نعلین اتار دیجیے، لیکن اِن سے فرمایا: اپنے دونوں جوڑوں سے عرش کے بچھونے کو روند ڈالیئے!، نیز جناب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تو غشی طاری ہوگئی تھی لیکن جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واسلم کا تو ذہن بھی منتشر نہ ہوا۔

(المجموعة النبهانية للنبهانی جلد2جزء4صفحه134المكتبة التوفيقية)

(۹)

علامہ شرف الدین طنوبی رحمہ اللہ

علامہ شرف الدین عیسیٰ بن سلیمان طربی طنوبی مصری رحمہ اللہ (متوفی:863 ہجری) کو علامہ تلمسانی نے "فتح المتعال" میں "الادیب، الفاضل" کے لقب سے یاد کیا اور ان کے یہ اشعار نقل فرمائے کہ:

"وعلى الصراط غدا تسير يمنها كالطير او كالبرق فى ليل السّرى

اعظم بها نعلا مشت فوق الثّرى وبها تشرفت الجباه من الورى"۔

ترجمہ: کل پُل صراط پر سے اس کی برکتیں اس طرح پار لے جائیں گی

جس طرح معراج کی رات تیز رفتار پرندہ یا بجلی جیسا براق، للہذا تو اُس نعل اقدس کی تعظیم کر جو ثریا کی بلندیوں سے بھی بلند ہوا بلکہ مخلوق کی پیشانیوں نے بھی اسی نعل اقدس کی وجہ سے شرف و بزرگی پائی۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ 148،211)

(۱۰)

علامہ ابراہیم تازی رحمہ اللہ

علامہ ابواسحاق ابراہیم تازی مغربی الجزائری رحمہ اللہ (متوفی:866ہجری) کو ''الضوء اللامع، ازہار الریاض، فہرس الفہارس اور معجم المولفین'' میں ''الشیخ، العارف، العالم، الصالح، شیخ الاسلام'' کے القابات سے یاد کیا گیا ہے، نیز ان کے فضائل پر علامہ ابو الفضل محمد بن احمد تلمسانی (متوفی:901ہجری) نے ''روضۃ النسرین'' نامی کتاب بھی لکھی ہے۔ چنانچہ علامہ ابراہیم تازی رحمہ اللہ کے اسی سلسلہ کے ایک شعر کو علامہ سیّد محمد شریف حسنی علوی مالکی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''یا للجمال فی العروج بالنعال'' میں نقل فرمایا ہے، کہ:

''حتی اراہ اللہ من آیاتہ الکبریٰ ونودی یا محمد اقبل نعلیك لا تخلعھما فی حضرۃ ما قام فیھا قبلہ من مرسل''.

ترجمہ: یہاں تک کہ: اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی بڑی نشانیاں دکھائی ہیں، اور ندا ہوئی: اے پیارے محمد! اپنے نعلین سمیت آجاؤ، انہیں اس مقام پر مت اتارو جہاں کسی رسول کو بھی اس سے پہنچنے کا شرف حاصل ہوا۔

(یاللجمال للعلوی الحسنی صفحہ7)

(۱۱)

علامہ عبد الرحمٰن صفوری رحمہ اللہ

علامہ عبد الرحمٰن بن عبد السلام بن عبد الرحمٰن بن عثمان صفوری شافعی رحمہ اللہ صاحبِ نزہۃ المجالس (متوفی:894 ہجری) کو ''اعلام زرکلی اور معجم المؤلفین'' میں ''مؤرخ، ادیب، مشارك فی بعض العلوم'' کہا گیا ہے، انہوں نے اپنے چند اشعار کو اپنی معروف کتاب ''نزہۃ المجالس'' میں ذکر فرمایا ہے، جنہیں علامہ سیّد علوی مالکی رحمہ اللہ نے بھی اپنی ''یا للجمال''میں نقل فرمایا کہ:

"اسری به لیلة سعدیة وطئ السماوات العلیٰ بنعاله فالملك والملكوت طوع یمینه والكون والاكوان تحت شماله".

ترجمہ: اللہ نے انہیں سعادت والی رات میں سیر کرائی اور بلند آسمانوں پر ان کے نعلین اقدس کو ٹکایا چنانچہ ساری بادشاہتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں ہاتھ کی مطیع ہیں اور ساری کائنات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں ہاتھ کے نیچے ہے۔

(نزهة المجالس للصفوری صفحه 427 (باب المعراج) دار الفجر قاهره)
(یاللجمال فی العروج بالنعال للشریف الحسنی صفحه8)

(۱۲)

علامہ احمد خلّوف رحمہ اللہ

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد بن عبد الرحمٰن خلّوف حمیری فاسی مغربی تونسی رحمہ اللہ (متوفی:899 ہجری) کو ''یا للجمال، اعلام زرکلی اور معجم المؤلفین'' میں ''الامام، عالم الادب و البلاغة، اخذ عن جماعة من العلماء'' کہا گیا ہے، چنانچہ

ان کے چند اشعار کو علامہ سیّد محمد علوی مالکی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''یا للجمال فی العروج بالنعال'' میں یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

(i)۔"فداس بساط العز بالنعل وارتقیٰ علی رفرف غض الجوانب یانع
وشاهد وجه الحق جهرا بعينه لدى حضرة التقديس من غير مانع"

ترجمہ: چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عزت کے بچھونے کو اپنے نعل اقدس کے ساتھ روند ڈالا اور رفرف پر تشریف فرما ہوکر اطراف کے مراتب کو پیچھے چھوڑتے ہوئے بلند ہوئے، اور جا کر ذاتِ حق تعالیٰ کا اپنی آنکھوں سے دیدار فرمایا، بغیر رکاوٹ مقدس بارگاہ میں پہنچ گئے۔

(ii)۔فقيل جزدون روع ياحبيب ودس بنعلك البسط واشهد فضلی العما

ترجمہ: پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معراج کی رات یہ فرمایا گیا کہ: اے میرے حبیب! بغیر کسی ہچکچاہٹ آگے بڑھیئے! اور عرشی بچھونے کو اپنے نعلین کے ساتھ روندڈالیے! بلند مرتبے مجھ سے پالیجیے!۔

(iii) "ما زال حتى جاوز الحجب وارتقیٰ علی رفرف للبسط فيه مختم
وداس بنعليه السباط ولم يقل له اخلع لها اذ قدر نعليه اعظم"

ترجمہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجابات سے تجاوز کرتے رہے یہاں تک کہ رفرف پر سوار ہوکر کائنات کے آخری مکان میں عرشی بچھونے تک پہنچے، جسے اپنے نعلین اقدس سے روند ڈالا، تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہ کہا گیا کہ: ''اپنے نعلین اتار دیجیے'' کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین کی شان بہت زیادہ ہے۔

(iv)"او لست من نال الذی ما ناله اِلاه فی الدارين من فضل عظيم

او لست من داس البساط بنعله فی حضرة التقدیس والمجد الصمیم

ترجمہ: کیا آپ وہ نہیں جنہیں وہ عظیم مراتب ملے جو ملنا چاہیے تھے، دارین میں سب سے عظیم فضیلت تو اس کے علاوہ ہے، کیا آپ وہ نہیں جنہوں نے اپنے نعلین اقدس سے عرشی بچھونے کو روند ڈالا، اور اس مقدس اور مستقل پاکیزہ بارگاہ میں پہنچے۔

(یا للجمال فی العروج با لنعال للشریف الحسنی صفحہ 8،9،12،14،15)

(۱۳)

علامہ معین الدین کاشفی رحمہ اللہ

علامہ قاضی ملاں معین الدین کاشفی فراہی ہروی رحمہ اللہ (متوفی: 907 ہجری) اپنی مشہور و معروف کتاب ''معارج النبوت'' میں تحریر کرتے ہیں کہ:

''وجہ دہم آنکہ: موسیٰ علیہ السلام را در وادی مقدس امر بخلع نعلین آمد کہ ﴿فاخلع نعلیك﴾ رسول ما را صلی اللہ علیہ وسلم بر فرق فلک اطلس نہی از خلع نعلین آمد کہ یا محمد! لا تخلع نعلیك''۔

ترجمہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جناب موسیٰ علیہ السلام سے افضل ہونے کی دسویں وجہ یہ ہے کہ: جناب موسیٰ علیہ السلام کو وادی مقدس میں نعلین اتارنے کا حکم دیا گیا کہ ﴿پس اپنے نعلین اتار دیجیے!﴾ لیکن ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب عرشِ معلیٰ کے فرش پر پہنچے تو نعلین اتارنے سے روک دیا گیا کہ اے محمد! اپنے نعلین مت اتاریئے!

(معارج النبوت (مقدمہ) فارسی صفحہ 98 نوریہ رضویہ لاہور)

(معارج النبوت (مترجم) جلد 1 صفحہ 262، 263 مکتبہ نبویہ لاہور)

(۱۴)

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ

علامہ امام جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی رحمہ اللہ (متوفی: 911ہجری) نے اپنی کتاب ''معترك الاقران فی اعجاز القرآن'' المعروف ''اعجاز القرآن'' (جسے ''حسن المحاضرہ''، ''کشف الظنون'' وغیرہما میں ''معترك الاقران فی مشترك القرآن'' بھی کہا گیا ہے) اور ''انیس الجلیس'' میں اس قصہ کو بلاتنقید بلکہ مستدلاً بیان فرمایا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے ان کے نزدیک اس روایت کی کوئی اصل ضرور ہے چنانچہ!

(i)۔کلامِ ''معترك الاقران'':

"وانما أمره بخلع نعليه، لأنهما كانتا من جلد حمار ميت، فأمر بخلع النجاسة، واختار ابن عطية: أنه انما أمر بخلعهما ليتأدب، ويعظم البقعة المباركة ويتواضع في المناجاة مع خالقه، وأين هٰذا المقام من مقام سيّدنا ومولانا محمد صلى الله عليه وسلم لما زُجّ به في عالم العزة، أراد أن يخلع نعليه، فاذا النداء: يا محمد! لا تخلع نعليك! فقال: يا رب! سمعتك تقول لموسىٰ: فاخلع نعليك! فقال: يا محمد! لئن أمرت موسىٰ بنزع نعليه على جبل الطور فقد أبحنا لك أن تطأ بنعليك على بساط النور، لأنك المكرم عندنا والعزيز لدينا، اللهم بحرمته لديك اعف عنا واغفر لنا".

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے جناب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نعلین اتارنے کا حکم اس لئے دیا کیونکہ وہ مردہ گدھے کی (غیر مدبوغ) کھال سے بنے ہوئے تھے، اسی لئے اس نجاست کو اتار دینے کا حکم ہوا، اور ابن عطیہ کا مختار مؤقف یہ ہے کہ: جناب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نعلین اتارنے کا حکم اس لئے ہوا تا کہ آپ کو ادب سکھایا جائے اور طورِ سیناء کی مبارک جگہ کی تعظیم کروائی جائے اور اپنے خالق کے ساتھ مناجات میں عاجزی وانکساری کا اظہار ہو سکے، اور کہاں یہ مقام اور کہاں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بلند و بالا مقام جنہیں عزتوں کے جہان کا تاج پہنایا گیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نعلین اتارنے کا ارادہ کیا تو نداء ہوئی: اے محمد! اپنے نعلین مت اتاریئے! عرض کیا: اے میرے رب! میں نے سنا کہ تو نے جناب موسیٰ کو حکم دیا تھا کہ: اپنے نعلین اتار ڈالو! فرمایا: اے محمد! بلاشبہ میں نے ہی موسیٰ کو جبلِ طور پر اپنے نعلین اتار دینے کا حکم دیا تھا، اور اب میں ہی آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ اپنے نعلین سمیت نور کی سطح پر تشریف لایئے، کیونکہ آپ ہمارے نزدیک زیادہ مکرم اور زیادہ معزز ہو، اے ہمارے اللہ! تیرے ہاں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کا صدقہ! ہمیں معاف فرما اور بخش لے۔ (آمین)

(معترك الأقران للسيوطى جلد3 صفحه 63 دار الكتب العلميه بيروت)

(ii)۔ کلامِ "انیس الجلیس":

"اعلم ان الاسراء كان لأجل المشبهة و ذالك انهم كانوا يقولون: "أن الله تعالىٰ (على العرش) والعرش موضع خلقه يستوى عليه"، فنودى ليلة الاسراء أن يا محمد! ضع

قدمك اليمنیٰ بنعليك على العرش وقدمك اليسریٰ على الكرسی ليعلم الخلائق الی لحمال نعل احمد لا يصلح ان يكون مسكنا لاحد فمن ذالك قال: ﴿سبحان الذی اسری بعبده ليلا۔ الخ﴾"۔

ترجمہ: جان لو کہ معراج فرقہ مشبہہ کے رد کے لئے ہوئی، کیونکہ وہ کہا کرتے تھے کہ: "خدا عرش پر رہتا ہے اور عرش وہ مقام ہے جسکو خود اسی نے پیدا بھی کیا، پھر اسی پر متمکن بھی ہوا" پس شبِ معراج میں نداء ہوئی کہ: اے محمد! تم اپنے نعلین سمیت دائیں پاؤں کو عرش پر اور بائیں کو کرسی پر رکھو تا کہ لوگ جان جائیں کہ میں نے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نعلین کو جہاں تک بلندی دیدی وہ جگہ اس یکتا کے رہنے کے لئے نہیں ہے، تبھی فرمایا: ﴿سبحان الذی اسری بعبده ليلا۔﴾"۔

(انیس الجلیس للسیوطی صفحہ 137 مطبع مجتبائی دھلی)

(۱۵)

علامہ ابن ملیک حموی رحمہ اللہ

علامہ علاؤ الدین علی بن محمد بن علی ابن ملیک حموی حمودی دمشقی رحمہ اللہ (متوفی: 917ہجری) کو "اعلام زرکلی" میں "شاعر، فقیہ، ادیب" کہا گیا ہے، چنانچہ انہی کے ایک شعر کو علامہ سیّد محمد علوی مالکی رحمہ اللہ اپنی کتاب "یا للجمال فی العروج بالنعال" میں یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

"وفی ليلة الاسراء من الله قد دنا وخاطبه فی الحضرة القدسية
وداس بنعليه البساط تكرما ومن نال هٰذا غيره فی البسيطة"۔

ترجمہ: معراج کی رات اللہ کی بارگاہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم قریب ہوئے، نیز اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی مقدس بارگاہ میں بلاکر کلام فرمایا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نعلین اقدس سے عرشی بچھونے کو عزت دیتے ہوئے روندڈالا، اور وہ کون ہے جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا یہ مرتبہ میسر آیا ہو؟

(یاللجمال للعلوی الحسنی صفحہ14)

(۱۶)

علامہ شمس الدین مالکی رحمہ اللہ

علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن محمد کومی بدّ ماصی مالکی تونسی مغوش رحمہ اللہ (متوفی:947ہجری) کو ''اعلام زرکلی'' میں ''شیخ الاسلام، محدث، ادیب، قاضی، فقیہ'' کہا گیا ہے، چنانچہ ان کے ایک شعر کو علامہ سیّد محمد علوی مالکی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''یا للجمال فی العروج بالنعال ''میں یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

''نبی رقی فوق السماء بجسمه ورب العلا حجب الجلال له وطا
وقام مقاما لم یقم فیه مرسل وداس بنعلیه المشرفة البسطا''۔

ترجمہ: جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسم اقدس کے ساتھ آسمان پر گئے، رب العلا کی قسم! جلال کے حجابات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سمیٹ دیئے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مقام پر کھڑے ہوئے جہاں کوئی رسول بھی پہنچ نہ پایا، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نعلین شریف کے ساتھ بزرگی والے بچھونے کو روندڈالا۔

(یاللجمال فی العروج بالنعال للشریف الحسنی صفحہ7)

(۱۷)

علامہ عبدالجلیل قیروانی رحمہ اللہ

علامہ عبدالجلیل بن احمد بن عظوم مرادی قیروانی تونسی رحمہ اللہ (متوفی: 960 ہجری) جنہیں ''معجم المؤلفین، الاعلام اور تاریخ الادب'' میں ''العالم، العلامة، الحبر، الفهامة، الشيخ، الزاهد، الامام، العارف بالله، المؤرخ الكبير، المحدث، الاديب، الصوفي، العابد'' کہا گیا ہے، چنانچہ آپ نے اپنی کتاب ''جامع الشمائل المحمديه والصلوات الزكية على خير البرية صلى الله عليه وسلم'' میں لکھا ہے کہ:

''ناداه الحق منه اليه: لا تخلع نعليك لما هم بخلع نعليه و ناداه مولاه: البس نعليك وطا بساط عرشي بنعليك وقدميك وناداه الحق: ما خلقت العرش الا من اجلك وانه لمشتاق الى مس نعلك''۔

ترجمہ: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نعلین اتارنے کا ارادہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے اپنی طرف سے نداء فرمائی: اپنے نعلین مت اتاریئے! اور مولیٰ تعالیٰ نے یہ بھی نداء فرمائی کہ: اپنے نعلین پہنے رکھیے اور میرے عرش کے بچھونے کو اپنے نعلین سمیت قدموں سے روند ڈالیے، بلکہ حق تعالیٰ نے یہ بھی نداء فرمائی کہ: میں نے عرش کو آپ ہی کے لئے پیدا فرمایا ہے، اور آج یہ آپ کے نعلین چھونے کا بے حد مشتاق ہے۔

(جامع الشمائل المحمديه للقيرواني صفحه 201 دار الفضيلة القاهرة)

(۱۸)

علامہ محمد ہمدانی رحمہ اللہ

علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی رحمہ اللہ نے اپنی شرح علی المواہب اللدنیہ میں علامہ ابونصر محمد بن عبد الرحمٰن ہمدانی رحمہ اللہ (متوفی: 966ہجری) (جنہیں اکثر علماء نے ''ہمذانی'' بھی لکھا ہے) کی کتاب ''السبعیات فی مواعظ البریات'' کے حوالے سے اس قصہ کو نقل کیا چنانچہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''وفی سبعیات الهمدانی: ثبت فی الحدیث أنه صلی الله علیه وسلم قال: هممت لیلة المعراج أن أخلع نعلیّ فسمعت النداء من قبل اللهِ: یا محمد! لا تخلع نعلیك لتشرف السماء بهما، فقلت: یا رب انك قلت لموسٰی ﴿فاخلع نعلیك انكِ بالواد المقدس﴾ (طٰهٰ:12)، فقال: یا ابا القاسم! ادن منی، لست عندی كموسٰی فانه كلیمی وانت حبیبی''۔

ترجمہ: علامہ ہمدانی کی کتاب ''السبعیات'' میں ہے کہ: حدیث میں یہ بات ثابت ہے کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا کہ: میں نے معراج کی رات ارادہ کیا کہ اپنے نعلین اتار ڈالوں تو میں نے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک نداء سنی: اے محمد! اپنے نعلین مت اتارو، تا کہ آسمان آپ کے نعلین کی برکت سے شرف پا جائیں، تو میں نے عرض کیا: اے میرے رب! بیشک تو نے ہی تو جناب موسیٰ سے فرمایا تھا کہ: ﴿پس اپنے نعلین اتار دو کیونکہ تم وادیٔ مقدس طوٰی میں ہو﴾، تو ارشاد ہوا: اے ابو القاسم! میرے قریب آؤ، تم میرے نزدیک موسیٰ کی طرح نہیں ہو، وہ

میرا کلیم ہے اور تم میرے حبیب ہو۔

(شرح المواہب للزرقانی جلد8 صفحہ 217 النوریۃ الرضویۃ)

(حاشیۃ روضات الجنات صفحہ 42،43 مرکزِ اھل السنۃ برکات رضا گجرات انڈیا)

(۱۹)

علامہ احمد سودانی رحمہ اللہ

علامہ احمد ود مصطفیٰ سودانی رحمہ اللہ (متوفی 1018 ہجری) کو ''یا للجمال'' میں ''الشیخ'' کہا گیا ہے، چنانچہ ان کے کلام کو علامہ سیّد محمد علوی مالکی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''یا للجمال فی العروج بالنعال'' میں یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

''سبحان من اسراك سبحان من ناداك

فی نورہ زجاك وطت الحجب نعلاك''۔

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے آپ کو سیر کرائی، پاک ہے وہ ذات جس نے آپ کو نداء کی، آپ کو اپنی نورانی بارگاہ میں پہنچایا، جہاں حجابات کو آپ کے نعلین اقدس نے سرفرمالیا۔

(یاللجمال فی العروج با لنعال للشریف الحسنی صفحہ 11،12)

(۲۰)

علامہ ابوالحسن خزرجی رحمہ اللہ

علامہ تلمسانی نے ''فتح المتعال'' اور ''ازہار الریاض'' میں علامہ شیخ ابوالحسن علی بن احمد خزرجی شامی فاسی رحمہ اللہ (متوفی: بعد 1027 ہجری) کو ''الفقیہ، العلامۃ، الاصیل، الحاج، الرحال، سیّدی'' جیسے القابات سے یاد کیا ہے، پھر دوسرے مقام پر خود ہی قصہء ''نعلین علی العرش'' کی حمایت میں علامہ ابوالحسن خزرجی

رحمہ اللہ کا بھی ذکر کیا کہ:

”أنه صلى الله عليه وسلم اراد خلعها فنودي: لا تخلع، وتبعه على ذالك صاحبنا ابو الحسن على بن احمد الخزرجي حفظه الله تعالىٰ“.

ترجمہ: یہ قصہ کہ: ”جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (معراج کی رات عرش پر) اپنے نعلین شریف اتارنے کا ارادہ فرمایا: تو نداء ہوئی کہ: انہیں مت اتاریئے“ اس قصہ کے حق میں ہمارے صاحب جناب علامہ ابوالحسن علی بن احمد خزرجی رحمہ اللہ نے بھی تائید فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے۔ (آمین)

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ 240 دار الکتب العلمیہ بیروت)

(i)۔ نیز علامہ تلمسانی نے ”فتح المتعال“ میں اور علامہ علوی مالکی رحمہما اللہ نے ہی علامہ خزرجی رحمہ اللہ کی جانب سے قصہءِ نعلین علی العرش کے حق میں کہے گئے اشعار کو دوسرے مقام پر یوں نقل کیا ہے کہ!

”سمى لسما العلاء فنال قربا وهم بنعله نزعا وكشطا
فنودي: طأ ولا تخلع نعالا وأبدل من مقام الروع بسطا“.

ترجمہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات بلند سے بھی بلند مقام پر پہنچے کہ قرب کے مرتبہ پر فائز ہوئے اور اپنے نعلین اتار ڈالنے کا قصد فرمایا کہ نداء ہوئی: آجایئے! اور اپنے نعلین مت اُتاریئے، چنانچہ گھبراہٹ کا مقام خوشی میں بدل گیا۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ 170 دار الکتب العلمیہ بیروت)

(یا للجمال فی العروج بالنعال للشریف الحسنی صفحہ 9)

(ii)۔ اسی طرح علامہ تلمسانی نے ''فتح المتعال'' میں علامہ نبہانی نے ''المجموعۃ النبہانیہ'' میں اور علامہ سیّد علوی مالکی رحمہم اللہ نے ''یاللجمال'' میں علامہ ابوالحسن خزرجی رحمہ اللہ کے یہ اشعار بھی نقل فرمائے کہ:

''لها الفخر ان سارت به رجل من سار الى حضرة التقديس
والقرب والزلفٰى ونودى لا تخلع نعالك وقرّبن وألفى بها
من نفخة الوحى ما ألفا''۔

ترجمہ: نعل مقدس کا افتخار یہ ہے کہ: اسے اُس ہستی کے مبارک قدم نے پہنا ہے جو حضرت تقدیس کی بارگاہ میں پہنچے اور قرب و درجاتِ عالیہ کے مرتبہ پر فائز ہوئے، اور جنہیں نداء کی گئی کہ: اپنے نعلین مت اتاریئے اور نزدیک آجایئے، اور وہاں وحیءِ خداوندی سے جو چاہا وہ پالیا۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ185،186 دار الكتب العلميه بيروت)
(المجموعة النبهانية للنبهانى جلد1 جزء2 صفحه320 المكتبة التوفيقية)
(ياللجمال فى العروج بالنعال للشريف الحسنى صفحه8)

(۲۱)

علامہ احمد تلمسانی رحمہ اللہ

امام المحبین علامہ شہاب الدین احمد بن محمد بن احمد مقریؔ تلمسانی مالکی رحمہ اللہ (متوفی: 1041 ہجری) نے ہی قصہءِ ''نعلین علی العرش'' کو اپنی شہرہء آفاق کتاب ''فتح المتعال فی مدح النعال'' میں اپنے دو شعروں میں درج کر کے اس کی تائید فرمائی، چنانچہ فرمایا!

''ذا شكل نعال مرتقى الافلاك اذ فاز بقرب مالك الاملاك''۔

یہ ان نعلین اقدس کی شکل کا عکس ہے جو اس وقت آسمانوں سے بھی بلند ہو گئے، جب

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری سلطنت کے شہنشاہ کے حضور مقامِ قرب سے سرفراز ہوئے۔ (فتح المتعال للتلمسانی صفحہ 128 دار الکتب العلمیہ بیروت)

نیز فرمایا!

"وهی قد شرفت برجل مشت فی حضرة القدس لم یطأها سواها"

یہ وہ نعلین اقدس ہیں جنہوں نے پائے اقدس کے ساتھ بارگاہِ قدسیت میں چلنے کا شرف پایا جہاں ان کے سوا اور کوئی جا بھی نہ پایا۔ (فتح المتعال صفحہ 234)

(۲۲)

علامہ فتح اللہ بیلونی رحمہ اللہ

علامہ تلمسانی نے "فتح المتعال" میں علامہ فتح اللہ بیلونی حلبی رحمہ اللہ (متوفی: 1042ہجری) کے لئے "سیّدنا و مولانا نادرة الاعصار وغرة الامصار العلامة" جیسے عظیم القابات کا استعمال کیا ہے، چنانچہ علامہ تلمسانی نے قصہء نعلین علی العرش کے متعلق علامہ بیلونی رحمہ اللہ کے یہ اشعار نقل فرمائے ہیں کہ:

"وهل یوازی مثال النعل من قدم علت براقا فطأطأ بعد ما جمحا
وفاق کل سماء وطئ أخمصه وفاق ما دونه جبریل ما برحا
وشرف الملأ الاعلیٰ کذالك فخذ من ذاك فضل مثال النعل منشرحا"

ترجمہ: کیا اُس قدمِ اقدس کے نعل مبارک کی مثال کی کوئی چیز برابری کرسکتی ہے، جو براق پر بلند ہوئے تو اس نے بھی سر جھکا ڈالا؟ اور وہ قدم اقدس اپنے تلووں سمیت ہر آسمان پر بلند ہوئے اور اتنے بلند ہوئے کہ جبریل بھی نیچے رہ گئے، حتیٰ کہ ملاءِ اعلیٰ نے بھی اُن سے شرف پایا تو اے سننے والے تو بھی ان سے شرف حاصل کرلے، یہی وجہ ہے کہ اُس نعل

اقدس کی مثال بھی فضیلت رکھتی ہے۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ 128 دار الکتب العلمیہ بیروت)

(یاللجمال فی العروج بالنعال للشریف الحسنی صفحہ 7)

(۲۳)

علامہ محمد جمازی رحمہ اللہ

علامہ محمد بن موسیٰ بن محمد حسینی جمازی مالکی رحمہ اللہ (متوفی 1065 ہجری) کو ''اعلام زرکلی، معجم المؤلفین اور خلاصۃ الاثر'' میں ''فقیہ، ادیب، احد فضلاء الاعیان، احد ائمۃ البیان، القاضی، کان له منزلۃ وقدرا وشرفا'' کہا گیا ہے، چنانچہ انہی کے ایک شعر کو علامہ تلمسانی رحمہ اللہ ''فتح المتعال'' میں اور علامہ سیّد محمد علوی مالکی رحمہ اللہ ''یا للجمال فی العروج بالنعال'' میں یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

''لتمثال النعال بلا ارتیاب فضائل ادهشت اهل الحساب

فیا شوقی لما وطئته رجل علت فوق العلیٰ ودنت کقاب''۔

ترجمہ: کوئی شک نہیں کہ نعلین اقدس کی مثال کے فضائل کا شمار کرنے سے خود ماہرینِ حساب بھی عاجز آگئے، ہائے نعل اقدس کے دیدار کا میرا یہ شوق، کہ جسے پائے اقدس نے پہن کر بلندیوں سے بھی بلند ہوئے یہاں تک کہ: قاب قوسین کے مقام تک قریب ہوگئے۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ 120)

(یاللجمال فی العروج با لنعال للشریف الحسنی صفحہ 10)

(۲۴)

علامہ برہان الدین زرقانی رحمہ اللہ

علامہ برہان الدین عبد الباقی بن یوسف بن احمد بن محمد بن علوان زرقانی مالکی وفائی رحمہ اللہ (متوفی 1099 ہجری) کو ''اعلام زرکلی'' میں ''فقیه مالکی، مشارك فی بعض العلوم'' کہا گیا ہے، چنانچہ ان کے کلام کو علامہ سیّد محمد علوی مالکی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''یا للجمال فی العروج بالنعال'' میں یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

''دس یا محمد للبساط ولاتنی دس یا محمد فی اعز مکان

موسیٰ علی الجبل العظیم امرته ان یخلع النعلین حین اتانی

ووطئت یا مختار بالنعل السما فتشرفت املاك ذی الغفران''

ترجمہ: اے محمد! عرشی بچھونے کو روند ڈالئے، اور میرے قریب ہو جایئے، روند ڈالئے اے محمد! عزت والی جگہ کو، موسیٰ کو تو عظمت والے پہاڑ پر میں نے ہی حکم دیا تھا کہ میری بارگاہ میں آتے وقت اپنے نعلین اتار دیں، لیکن اے مختار! آپ اپنے نعلین سمیت بلندی پر تشریف لائیں، تا کہ غفار کے سارے ملک شرف پا جائیں۔

(یاللجمال فی العروج با لنعال لنشریف الحسنی صفحہ15)

(۲۵)

علامہ اسماعیل حقی رحمہ اللہ

مفسرِ قرآن مولائے روم علامہ ابو الفداء محمد اسماعیل بن مصطفیٰ حقی بروسوی استانبولی خلوتی رحمہ اللہ (متوفی 1127 ہجری) (جنہیں ''معجم المؤلفین'' میں ''عالم

مشارك في انواع من العلوم ''کہا گیا ہے) نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''روح البیان فی تفسیر القرآن''میں اس قصہ کو بلاتنقید نقل کر کے اس سے استدلال بھی فرمایا، چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

''او لیتشرف مشهد الوادی بقدوم قدمیه وتتصل برکة الارض الیه، وقیل للحبیب: تقدم علی بساط العرش بنعلیك لیتشرف العرش بغبار نعال قدمیك ویصل نور العرش یاسیّد الکونین الیك''.

ترجمہ: یا پھر (جناب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نعلین اتارنے کا حکم اس لئے ہوا) تاکہ وادیٔ طوٰی کا حصہ آپ کے قدموں سے شرف پا جائے اور زمین کی برکت آپ کو حاصل ہو جائے، لیکن جناب حبیب باری تعالیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا کہ: اپنے نعلین سمیت عرش کی سطح پر تشریف لے آئیں تاکہ عرش آپ کے قدموں کے نعلین کے غبار سے شرف پا جائے اور عرش کا نور آپ سے اُنس پکڑے، اے دونوں جہان کے سردار!

(تفسیر روح البیان للحقی جلد5 صفحہ441 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بزبانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ 973)

(۲۶)

علامہ مصطفیٰ مامور رحمہ اللہ

علامہ مصطفیٰ ماموصری رحمہ اللہ (متوفی 1160ہجری) کو ''یا للجمال'' میں ''الشیخ'' کہا گیا ہے، چنانچہ انہی کے ایک شعر کو علامہ سیّد محمد علوی مالکی رحمہ اللہ اپنی

کتاب ''یا للجمال فی العروج بالنعال'' میں یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

''وتلت بك الاملاك فی سبحاتها ورقت للثم نعالك العلیاء''۔

ترجمہ: اور تمام سلطنتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی تیز رفتاری کی وجہ سے پیچھے رہ گئیں، اور بلندیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند ہوتے ہوئے نعلین اقدس کے بوسے لئے۔

(یاللجمال فی العروج بالنعال للشریف الحسنی صفحہ13)

(۲۷)

علامہ عبدالوہاب موصلی رحمہ اللہ

علامہ عبدالوہاب موصلی شافعی رحمہ اللہ (متوفی 1173ہجری) کو ''سلک الدرر فی اعیان القرن الثانی عشر'' میں ''الامام، خطیب مصفح، بلیغ ملسن، حسن الکلام، صادق، عارف، محدث بسندہ'' کہا گیا ہے، چنانچہ انہی کے ایک شعر کو علامہ سیّد محمد علوی مالکی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''یا للجمال فی العروج بالنعال'' میں یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

''رسول رقی السبع الطباق بنعله وخاطبه المولیٰ العظیم المجد''۔

ترجمہ: وہ مبارک رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو اپنے نعلین اقدس سمیت ساتوں بلندیوں سے بھی بلند ہوئے اور عظمت و بزرگی والے مولیٰ تعالیٰ نے ان سے کلام فرمایا۔

(یاللجمال فی العروج بالنعال للشریف الحسنی صفحہ11، 14)

(۲۸)

علامہ سیّد علی مرادی رحمہ اللہ

علامہ سیّد علی بن سید محمد بن سید مراد بن سید علی مرادی بخاری حنفی حسینی دمشقی رحمہ اللہ (متوفی:1184ہجری) کو''سلک الدرر اور اعلام زرکلی'' میں ''مفتی الحنفیة، احد علماء عصره، الفاضل، العالم، الاديب، الاريب، الذكی، فرد الدهر، واسع الصدر،سخی، جواد''وغیرہا کہا گیا ہے، چنانچہ ان کے کلام کوانہی کے صاجزادے علامہ ابو الفضل محمد خلیل مرادی رحمہ اللہ نے اپنی''سلک الدرر''میں اور علامہ سیّد محمد علوی مالکی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب''یا للجمال فی العروج بالنعال''میں یوں بیان فرمایا ہے کہ:

''فاللّٰه خصك من عناية فضله بعظيم خلق جل من قد عظما
وبسورة الاسراء اسرى عبده من مكة البطحا لقدس يما
نادى لموسىٰ اختلع نعليك فی وادی المقدس يا كليم فكلما''۔

ترجمہ: پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے فضل کی عنایات کے ساتھ بلند صفات سے مخصوص فرمایا، جس سے آپ کو وہ بے مثال عظمت عطا ہوئی کہ سورہ اسراء میں ہے کہ: اس نے اپنے بندے کو بطحاء مکہ سے اپنی مقدس بارگاہ میں بغیر کسی رکاوٹ سیر کرائی، حالانکہ جناب موسیٰ کو ندا فرمادی تھی کہ اپنے نعلین وادی مقدس میں پہنچنے سے پہلے اتاردو اے میرے کلیم، پھر کلام فرمایا۔

(یاللجمال فی العروج با لنعال للشریف الحسنی صفحہ11)

(سلك الدرر فی اعيان القرن الثانی عشر لابنه جلد3صفحہ222)

(۲۹)

علامہ حسین عشاری رحمہ اللہ

علامہ حسین بن علی بن حسن بن محمد عشاری بغدادی شافعی رحمہ اللہ (متوفی: 1195ہجری) کو ''اعلام زرکلی'' میں ''فقیہ، اصولی، الشافعی الصغیر'' کہا گیا ہے، چنانچہ ان کا موقف علامہ سیّد محمد علوی مالکی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''یا للجمال فی العروج بالنعال'' میں یوں نقل فرماتے ہیں کہ:

''نعل مشت فی قباب العرش ورتفعت علی البساط بذا جائتك اخبار''

ترجمہ: یہ وہ نعل ہیں جو عرش کے گنبد میں چلے، اور عرش کے بچھونے پر بلند ہوئے جیسا کہ اے مخاطب! تیرے پاس خبریں پہنچی ہیں۔

(یااللجمال فی العروج با لنعال للشریف الحسنی صفحہ8)

(۳۰)

علامہ قاسم رامی رحمہ اللہ

علامہ قاسم رامی رحمہ اللہ (متوفی: قبل 1200ہجری) کو ''سلك الدرر فی اعیان القرن الثانی عشر'' میں ''الشیخ، الادیب'' کہا گیا ہے، چنانچہ ان کے کلام کو علامہ سیّد محمد علوی مالکی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''یا للجمال فی العروج بالنعال'' میں یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

''دعاہ وادناہ لحضرۃ قدسہ اللہ قدیم واحد لم یشل
ونادہ یا مختار شرف بساطنا بنعلیك خل الخلق عنك بمعزل

وسل تعط واشفع انت خير مشفع وشاهد جمالي يا حبيبي واجتلي"۔

ترجمہ: معبودِ قدیم وحدہ لاشریک نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا اور اپنی مقدس بارگاہ میں قریب فرمایا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نداء فرمائی: اے مختار! اپنے نعلین اقدس سے ہمارے عرشی بچھونے کو مشرّف فرمائیے! تاکہ ساری خلق آپ سے نیچے رہ جائے، مانگیے آپ کو دیا جائے گا، شفاعت کیجیے کیونکہ آپ بہترین سفارشی ہیں، اے میرے محبوب! میرے جمال کا مشاہدہ کیجیے اور خوش رہیے!

(ياللجمال فی العروج با لنعال للشريف الحسنی صفحه14)

(۳۱)

علامہ احمد عروسی رحمہ اللہ

الاستاذ الکبیر علامہ ابو الصلاح احمد بن موسیٰ بن داؤد عروسی ازہری مغربی شافعی رحمہ اللہ (متوفی 1208ہجری) کو "حلية البشر"، "فهرس الفهارس" اور "الاعلام" میں "علامة العلوم والمعارف، جامع المناقب اور شهاب الفضل الثاقب" کہا ہے، آپ رحمہ اللہ جامعۃ الازہر میں شیخ الحدیث تھے، آپ رحمہ اللہ کے کلام کو علامہ نبہانی رحمہ اللہ نے "سعادة الدارين" میں نقل کیا ہے، جس کا اسی سلسلہ میں ایک جزء یوں ہے کہ:

"هٰذا الذی فاق الانام بعدله، لا يرتقی احد لرتبة فضله
لما رقی فوق البساط بنعله، اكرم به وبفخره وجلاله
صلوا علٰی هٰذا الحبيب وآله"

یہ وہ ہیں جو اپنے کمال سے ساری مخلوقات سے اُس بلند مقام پر فائز

ہوئے، کہ کوئی بھی اس مرتبہ فضیلت کو نہ پا سکا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرش پر اپنے نعلین شریف سمیت عروج فرمایا، تو اللہ تعالیٰ آپ کی تکریم فرمائی، فخر فرمایا اور خوب بزرگی عطا فرمائی، لہٰذا تم سب اس پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر درود بھیجو۔ (سعادة الدارین للنبهانی صفحه 641 النوریة الرضویه لاهور)

(۳۲)

علامہ کاظم ازری رحمہ اللہ

علامہ محمد کاظم بن محمد بن مراد بن مہدی تمیمی ازری بغدادی وائلی رحمہ اللہ (متوفی: 1230 ہجری) کو "حلیة البشر، معجم المؤلفین اور معجم الشعراء العرب" میں "الادیب، الشیخ، لبیب وقته، شاعر اهل البیت، مشارك فی الحدیث والکلام والتفسیر والحکمة" کہا گیا ہے، چنانچہ انہی کے کلام کو علامہ سیّد محمد علوی مالکی رحمہ اللہ اپنی کتاب "یا للجمال فی العروج بالنعال" میں یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

"وترقی "لقاب قوسین" حتی شاهد القبلة التی یرضاها
داس ذاك البساط منه برجل نیرا کل سؤدد نعلاها".

ترجمہ: اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم "قاب قوسین" کے مقام تک ترقی فرماتے گئے، یہاں تک کہ: وہ بلند بارگاہ پائی جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے حد خوش ہوئے، راستے میں آپ نے اپنے نعلین اقدس پہنے ہوئے پائے اقدس سے اس عرشی بچھونے کو بھی روند ڈالا۔

(یاللجمال فی العروج بالنعال للشریف الحسنی صفحه 11)

(۳۳)

علامہ محمد عثمان میرغنی رحمہ اللہ

علامہ سیّد محمد عثمان بن محمد ابی بکر بن عبد اللہ میرغنی حسنی حسینی محجوب حنفی مصری سودانی رحمہ اللہ (متوفی 1268 ہجری) کو ''اعلام زرکلی'' میں ''مفسر، متصوف'' کہا گیا ہے، انہی کے ایک شعر کو علامہ سیّد محمد علوی مالکی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''یاللجمال فی العروج بالنعال'' میں یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

"قدس لبساط النور بالنعل مفردی ولا تخلعنها مثل موسیٰ ایا ندی
"تقدم الی قدسی وسل تعط" مرشدی فانت لنا انوارنا لك تنبدی
عليك صلاتی مع سلامی لینجلو"

ترجمہ: پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نعلین اقدس سے نورانی بچھونے کو تنہا ہی روند ڈالا، لیکن آپ نے جناب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح اپنے نعلین کو ہرگز بھی نہ اتارا، بلکہ یہ ندا ہوئی کہ: ''میری مقدس بارگاہ میں آجاؤ! اور مانگو آپ کو دیا جائے گا'' اے میرے مرشد! چنانچہ آپ ہمارے لئے دونوں جہانوں کا نور ہو، آپ ہی کی وجہ سے ہماری بخشش ہوگی، آپ پر میری جانب سے درود اور سلام ہوتا کہ میرے سب غم دور ہوں۔

(یاللجمال فی العروج با لنعال للشریف الحسنی صفحہ 11)

(۳۴)

علامہ عبدالباقی موصلی رحمہ اللہ

علامہ عبدالباقی موصلی رحمہ اللہ (متوفی 1279 ہجری) کو ''یاللجمال'' میں ''الشیخ'' کہا گیا ہے، چنانچہ انہی کے ایک شعر کو علامہ سیّد محمد علوی مالکی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''یا للجمال فی العروج بالنعال'' میں یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

''تمثال نعل المصطفیٰ قد قلت اذ شاهدته والحق قيل يقال

من شرّف العرش المجيد بنعله أني يكون لنعله تمثال''۔

ترجمہ: جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین اقدس کی مثال مبارک کو جب کبھی میں دیکھتا ہوں تو میرے دل سے یہ آوازِ حق بلند ہوتی ہے کہ: جس مبارک ہستی نے عرشِ مجید کو اپنے مبارک نعلین شریف سے شرف بخشا یہ اسی نعل اقدس کی مثال ہے۔

(یاللجمال فی العروج بالنعال للشریف الحسنی صفحہ 12)

(۳۵)

علامہ احمد طرابیشی رحمہ اللہ

علامہ احمد وہبی طرابیشی حلبی رحمہ اللہ (متوفی: 1291 ہجری) کو ''یاللجمال'' میں ''الشیخ'' کہا گیا ہے، چنانچہ ان کے کلام کو علامہ سیّد محمد علوی مالکی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''یا للجمال فی العروج بالنعال'' میں یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

''ما لنعل تطأ السبع العلا فی سوی عریش من النور مقام''۔

ترجمہ: اس نعل اقدس کی کوئی برابری نہیں جس نے ساتوں بلندیوں کو سر

کر کے نورانی بچھونے سے بھی کہیں اونچے مقام کو پایا۔

(یاللجمال فی العروج با لنعال للشریف الحسنی صفحہ12)

(۳۶)

علامہ صلاح الدین رحمہ اللہ

علامہ صلاح الدین قوصی حسینی المعروف ''الغوث'' رحمہ اللہ (متوفی: قبل 1300 ہجری) کے اسی مضمون کے چند اشعار کو علامہ سیّد محمد علوی مالکی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''یا للجمال فی العروج بالنعال'' میں یوں ذکر فرمایا کہ:

''لأدرك أن نعلكم سما فی القدس للأعلی''۔

ترجمہ: میں جانتا ہوں کہ: بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین اقدس اس اعلیٰ ہستی کے مقدس (عرش) پر جا ٹکے۔

(یاللجمال فی العروج با لنعال للشریف الحسنی صفحہ7،8)

(۳۷)

علامہ طاہر افرائینی رحمہ اللہ

علامہ طاہر افرائینی مغربی دمشقی رحمہ اللہ (متوفی: بعد1303 ہجری) کو ''حلیۃ البشر'' میں ''الاستاذ الکبیر الشیخ'' کے لقب سے یاد کیا گیا ہے، جن کے اسی سلسلہ کے ایک شعر کو علامہ سیّد محمد علوی مالکی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''یا للجمال فی العروج بالنعال'' کی زینت بنایا ہے، چنانچہ:

''وآنس القول یقینا وھو منتعل وان الکلیم عن النعلین مسؤول
وأدرك النجوی بلذۃ قصرت عنھا العقول فما للحق تمثیل''

ترجمہ: میرا میلان یقیناً اس قول کی طرف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس (معراج کے) وقت نعلین اقدس پہنے ہوئے تھے، بلاشبہ جناب کلیم کو نعلین کے متعلق حکم ہوا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین کی لذت کو بلندیوں نے اس طرح پایا جسے عقلیں بیان کرنے سے قاصر ہیں، چنانچہ اس مرتبہ کی کوئی مثال ہی نہیں۔

(ياللجمال فی العروج با لنعال للشريف الحسنی صفحه6)

(۳۸)

علامہ ابوعبداللہ محمد کتانی رحمہ اللہ

علامہ ابوالفیض ابوعبداللہ محمد بن عبدالکبیر بن محمد بن عبدالواحد کتانی ادریسی حسنی رحمہ اللہ (متوفی:1327ہجری) کو ''معجم المؤلفین'' میں ''محدث، فقیه، مفسر، اصولی، متکلم، صوفی'' کہا گیا ہے، چنانچہ ان کے کلام کو علامہ سیّد محمد شریف حسنی علوی مالکی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''یا للجمال فی العروج بالنعل'' میں یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

"وجاز على متن السمٰوت ماشيا بنعليه مفضال على الانس والجان"

ترجمہ: اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلندیوں کے سینوں پر اپنے نعلین اقدس سمیت چلتے ہوئے تجاوز فرما گئے، جس سے تمام جنوں اور انسانوں پر فضیلت لے گئے۔

(ياللجمال فی العروج با لنعال للشريف الحسنی صفحه13)

(۳۹)

علامہ ابوالہدیٰ صیادی رحمہ اللہ

علامہ سید شریف محمد بن حسن وادی بن علی بن خزام صیادی رفاعی حسینی خالدی رحمہ اللہ (متوفی 1328 ہجری) کو ''اعلام زرکلی اور حلیۃ البشر'' میں ''اشھر علماء الدّین فی عصرہ، من کبار الثقات، اذکی الناسِ، قطب مدار الفضائل، مجمع اسنی الشمائل، مصباح ذوی العرفان، مفتاح غیب کعبۃ الوجدان'' کہا گیا ہے، چنانچہ ان کے ایک شعر کو علامہ سیّد علوی مالکی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''یا للجمال فی العروج بالنعال'' میں یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

''قد سموت السما ودست بنعل بسطها والملائك الخدام''.

ترجمہ: آپ بلندیوں سے بھی بلند ہوئے یہاں تک کہ: آپ نے اپنے نعلین اقدس کے ساتھ عرش بچھونے کو روندڈالا اور فرشتوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔ (یاللجمال فی العروج بالنعال للشریف الحسنی صفحہ11)

(۴۰)

خواجہ محمد عبدالرحمٰن چھوہروی رحمہ اللہ

حضور خواجہء خواجگان خواجہ محمد عبدالرحمٰن قادری چھوہروی رحمہ اللہ (متوفی: 1342 ہجری) اپنی متبرک اور مشہور کتاب ''مجموعہ صلوات الرسول صلی اللہ علیہ وسلم'' میں لکھتے ہیں کہ:

''سیّدنا محمد صلی اللّٰہ علیه وسلم الذی رقی فی السماء بنعلین من نور یلمع وکان صریر نعلیه بین الخافقین

یسمع"۔

ترجمہ: ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو آسمانوں پر چمکتے ہوئے نورانی نعلین اقدس پہن کر چڑھ گئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین اقدس کی آواز مشرق ومغرب میں سنی جاتی تھی۔

(مجموعه صلوات الرسول صلى الله عليه وسلم جلد2صفحه7الجزء العاشر)

(۴۱)

علامہ یوسف نبہانی رحمہ اللہ

''جواہر البحار'' میں علامہ شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمہ اللہ (متوفی 1350 ہجری) نے قصہ ءنعلین علی العرش کی حمایت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"يقول جامعه الفقيريوسف النبهانی عفاالله عنه: قد سبق منی نظم بيتين فی مدحه صلى الله عليه وسلم ذكرت فی الشطر الرابع منهما هٰذا المعنٰى تابعا فيه لساداتنا الصوفية الذين نقل عبارتهم السابقة الامام الاجهوری رضی الله عنه وعنهم وهما قولی:

علٰى رأس هٰذا الكون نعل محمد صلى الله عليه وسلم علت فجميعالخلق تحت ظلاله

لدى الطور موسٰى نودی اخلع واحمد على العرش لم يؤذن بخلع نعاله".

ترجمہ: ان مباحث کا جمع کرنے والا فقیر یوسف نبہانی عفا اللہ عنہ کہتا ہے کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں لکھی ہوئی میری دو

شعروں پر مشتمل نظم بھی ہے جسے میں نے چوتھے حصے میں بڑے بڑے سردار بزرگ صوفیاء کی پیروی میں اسی معنیٰ کی تائید میں ذکر کیا ہے جن کی وہ عبارت بھی سابق میں گزر چکی جسے علامہ اجھوری رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے چنانچہ میرے شعر یہ ہیں کہ:

اس کائنات کے سر پر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین بلند ہوئے یہاں تک کہ ساری مخلوق انہی کے زیرِ سایہ ہوگئی، طورِ سیناء کے قریب جناب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نداء ہوئی کہ: نعلین اتار دو! لیکن جناب احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر بھی نعلین اتارنے کی اجازت نہ ہوئی۔

(جواھر البحار للنبھانی جلد 3 صفحہ 459، 460 النوریۃ الرضویۃ لاہور)

(یا للجمال فی العروج بالنعال للشریف الحسنی صفحہ 12)

(۴۲)

علامہ احمد حملاوی رحمہ اللہ

علامہ احمد بن محمد حملاوی مصری رحمہ اللہ (متوفی: 1351ہجری) کو ''اعلام زرکلی'' اور ''معجم المؤلفین'' میں ''مدرس الجامعة الازھر، استاذ اللغة العربية'' کہا گیا ہے، جن کے اسی سلسلہ کے چند اشعار کو علامہ سیّد محمد شریف حسنی علوی مالکی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''یا للجمال فی العروج بالنعال'' میں یوں نقل فرمایا، کہ:

(i) ''یا حبذا وقت قرب غیر منتظر لا القرب یدری ولا التکییف معقول

داس النبی بساط العرش منتعلا ما طور سینا ومن موسیٰ وحزقیل''۔

ترجمہ: ہائے وہ قرب کا وقت بھی کیا خوب جلد آیا! کہ ایسا قرب جو کسی کی سمجھ میں نہ آئے، اور جس کی کیفیت سے عقل عاجز ہو، جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نعلین پہن کر عرش کے بچھونے کو روند ڈالا، نہ تو وہ طورِ سینا تھا اور نہ ہی یہ موسیٰ یا حزقیل علیہما السلام تھے۔

(ii)۔"داس البساط بنعله لما دنا من قاب قوس حيث طاب لقاء هل بعد هذا للاماكن مفخر كلا فلا طور ولا سيناء"

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرش کے بچھونے کو اپنے نعلین اقدس کو اس وقت روند ڈالا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم قاب قوسین کے مقام پر ملاقات کی خوشی میں قریب ہوئے، کیا اس کے بعد بھی کسی جگہ کو اس طرح فخر حاصل ہو سکتا ہے؟ اور ہو بھی کیوں کہ نہ وہ طور تھا اور نہ ہی سیناء۔

(iii)۔فالعرش بالمصطفیٰ لا شك مفتخر مذ سار فوق بساط العرش نعلاه۔

ترجمہ: کوئی شک نہیں کہ عرش کو بھی جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے فخر حاصل ہوا ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین اقدس نے عرش کے بچھونے پر سیر فرمائی۔

(یاللجمال فی العزوج با لنعال للشریف الحسنی صفحہ 7،15)

(۴۳)

خواجہ محمد نبی بخش حلوائی رحمہ اللہ

معروف کتاب ''مظہرِ جمالِ مصطفائی'' کے مصنف مولانا سیّد نصیر الدین ہاشمی قادری برکاتی صاحب نے ''فضائل و برکات نعلین پاک سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم'' کے عنوان سے فتح المتعال کے ترجمے کے آغاز میں ایک مضمون دیا جس میں مفسرِ قرآن

فاضلِ جلیل خواجہ محمد نبی بخش حلوائی نقشبندی رحمہ اللہ (متوفی:1362 ہجری) کی مایہ ناز کتاب ''تفسیر نبوی'' کے چند الفاظ نقل کرتے ہوئے لکھا کہ:

''جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم عرشِ معلیٰ پر جلوہ فرما ہوئے تو آپ نے عرش معلیٰ کی برتری اور فضیلت کے پیشِ نظر اپنے نعلین اتارنے کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ نعلین سمیت عرش پر تشریف لائیں''۔

(تفسیر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ89،90مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈلاہور)
(فضائلِ نعلین حضور صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ101،102ناشر:طفیل مدنی بھٹی)

(۴۴)

علامہ علی جشّی رحمہ اللہ

علامہ علی جشّی حجازی رحمہ اللہ (متوفی 1376 ہجری) کو علامہ سید محمد علوی مالکی رحمہ اللہ نے ''الامام'' کے لقب سے یاد کیا ہے، اور ان کے کلام کو اپنی کتاب ''یا للجمال فی العروج بالنعال'' کی زینت بنایا ہے، مثلاً!

(i)۔"وطأ العرش بالنعال فنال العرش فخرا علی جمیع الشداد
این طٰهٰ من الکلیم المنادی اخلع النعل حیث جئت الوادی
ویظن الجهول أن فخر طٰهٰ بارتقاه للعرش دون العباد
ولعمری لقد تشرف فیه کیف لا وهو علة الایجاد"۔

ترجمہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعلین اقدس کے ساتھ عرش پر پہنچے تو عرش تمام کائنات پر فخر کرنے لگا، کہاں جناب طٰہٰ کا مرتبہ اور کہاں جناب کلیم کو اس نداء کا کیا جانا کہ جب آپ وادی میں پہنچیں تو اپنے نعلین اتار دیجیے! جاہل لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ: عرش پر جانا دراصل جناب

طٰہٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فخر ہے جو کسی اور کو حاصل نہ ہوا، لیکن مجھے اپنی زندگی کی قسم! یہ شرف تو عرش کو حاصل ہوا، اور کیسے نہ ہوتا کہ اس کی تخلیق کا اصلی مقصد ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

(ii)۔"فأين من طٰهٰ ابن عمران فذا عن وطيه الطور بنعل منعا وخر لما أن بدا له سنا من نور مجد الله لما لمعا واحمد ليلة اسراه على العرش العظيم نعله قد وضعا"۔

ترجمہ: چنانچہ کہاں جناب طٰہٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اور کہاں جناب موسیٰ ابن عمران علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام، کہ انہیں تو طور پر نعلین لے جانے سے روک دیا گیا، اور جب اللہ نے اپنے نور کی تجلی کو اتارا تو وہ بیہوش ہو کر گر پڑے، لیکن جناب احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نے عرشِ عظیم کی سیر کروائی جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نعلین شریف رکھے۔

(ياللجمال فى العروج با لنعال للشريف الحسنى صفحه7،14،15)

(۴۵)

علامہ ابوالفیض قلندر رحمہ اللہ

سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کے خلیفہ وشاگرد شمسِ شریعت علامہ سیّد ابوالفیض قلندر علی سہروردی رحمہ اللہ (متوفی: 1377 ہجری) اپنی کتاب ''سیاحِ لامکاں'' میں اس قصہ کو تائید اًیوں بیان فرماتے ہیں کہ:

''جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ عرشِ اعظم پر جانے کا فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کوہِ طور پر جانے کا قصہ

یاد آیا کہ ان کو جوتا اتار کر جانے کا حکم ہوا تھا، یہاں مجھے بھی اپنی نعلین اتار دینی چاہیے، ابھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارادہ پر عمل نہیں فرمایا کہ آواز آئی: اے میرے محبوب! اپنی نعلین پہنے ہوئے اسی طرح چلے آیئے اور موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کو یاد نہ فرمایئے ان کو جوتا اتارنے کا حکم اس لئے ہوا تھا کہ وہ مقام پاک تھا، اور وہاں کی مٹی ان کے پاؤں کو لگ جانا ان کی توقیر وعزت کا سبب تھا، اور آپ کی نعلین بوسی سے عرش کو شرف حاصل ہوگا، لہٰذا اس کو عزت بخشیے اور یوں ہی تشریف لایئے، اس کے بعد فوراً آواز آئی: "ادن یا خیر البریة، ادن یا احمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، ادن یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)" نزدیک آیئے اے بہترینِ خلائق، نزدیک آیئے اے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، نزدیک آیئے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، پس آپ نعلین مبارک پہنے ہوئے عرش پر جا کر اس قدر اللہ تعالیٰ سے قریب ہوئے، جہاں کسی وہم کو بھی گزر نہیں۔

(سیاحِ لامکاں صفحہ 92،93 نوریہ رضویہ پبلیکیشنز لاہور)

(۴۶)

علامہ محمد باقر کتانی رحمہ اللہ

علامہ امام ابو الہدیٰ محمد باقر بن محمد بن عبد الکبیر کتانی حسینی رحمہ اللہ (متوفی: 1384 ہجری) اپنی کتاب "روضات الجنات فی مولد خاتم الرسالات" میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ حمیدہ واعجازاتِ مخصوصہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"وتوجت بتاج ﴿حسبك الله﴾ (الانفال:62)، وانتعلت بنعالِ "ادن منی یا محمد! بنعلیك"، وألبست حلل ﴿یحبهم ویحبونه﴾ (المائدة:54)"

ترجمہ: اور آپ کو ﴿اللہ آپ کو کافی ہے﴾ کا تاج پہنایا گیا ہے، اور آپ کو ''اے محمد! اپنے نعلین سمیت میرے قریب آجاؤ!'' کے نعلین پہنائے گئے ہیں، اور آپ کو ﴿وہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں﴾ کے حلّوں کا لباس پہنایا گیا ہے۔

(روضات الجنات فی مولد خاتم الرسالات للکتانی صفحہ 42 مرکز اھل السنة برکاتِ رضا گجرات انڈیا)

(مجموع لطیف انسی (روضات الجنات للکتانی) صفحہ 608 النوریہ الرضویہ لاھور)

(۴۷)

علامہ علوی مالکی رحمہ اللہ

علامہ سیّد محمد شریف بن علوی بن عباس بن عبد العزیز حسنی مالکی مکی ادریسی المعروف ''علامہ علوی مالکی'' رحمہ اللہ (متوفی 2004 عیسوی) ماضی قریب میں حجازِ مقدس کے جید اور کبار علماء میں شمار ہوتے تھے، علامۃ الدہر، عالمِ باعمل، صاحبِ کشف اور مرجعِ خاص وعام تھے، کئی فنون ومباحث پر بے مثال اور جلیل القدر تصنیفات تحریر فرمائیں، آپ کے جنازہ میں نمازیوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ: مکہ کی 100 سالہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی، آپ اپنی کتاب ''یا للجمال فی العروج بالنعال''، میں نعلین علی العرش کے سلسلہ میں اپنا موقف یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

"الم تر النعل من جلد ولکنها علت علی العرش فی معیة

القدم".

ترجمہ: کیا تم نے نہ دیکھا کہ: نعلِ اقدس بنے تو چمڑے کے تھے، لیکن قدم مبارک کے ساتھ ہی عرش پر جا پہنچے۔

(یاللجمال فی العروج با لنعال للشریف الحسنی صفحہ16)

(۴۸)

علامہ عبدالکافی مصری رحمہ اللہ

علامہ عمر عبدالکافی شحاتہ مصری رحمہ اللہ ماضی قریب کے مصری جید فضلاء اور محدّثین میں شمار کیے جاتے ہیں، سنِ وفات معلوم نہیں ہوسکا، بہر حال صحیح بخاری و صحیح مسلم کے مکمل حافظ تھے، 20 سال درس و تدریس میں مصروف رہے، آپ کے تحریر شدہ دروس کی تعداد 3000 سے متجاوز ہے جو تفسیر، حدیث، سیرت سمیت مختلف علوم کے تفصیلی مباحث پر مشتمل ہیں، چنانچہ شیخ عبدالکافی مصری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

"فلمّا علم الحبیب صلی اللّٰہ علیه وسلم أنه فی حضرة الله عزوجل أسرع بخلع نعلیه کما صنع کلیم الله موسیٰ عند ما کان فی الوادی المقدس طوی، فقیل له: لا تخلع نعلیك".

ترجمہ: چنانچہ جب جناب حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھ لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچ چکے ہیں تو جلدی سے اپنے نعلین شریف اتارنے لگے جس طرح جناب کلیم اللہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام وادیٔ مقدس طوٰی کے قریب کیا تھا، تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا: اپنے نعلین مت اتاریئے!

(مقتطفات من السیرة للشحاتة درس13 صفحہ9 الشبکة الاسلامیة مصر)

(۴۹)

مفتی محمد سعید احمد قادری رحمہ اللہ

''دارالعلوم غوثیہ رضویہ سعیدیہ'' (حیدرآباد) کے مفتی علامہ محمد سعید احمد قادری رحمہ اللہ نے نقشِ نعلِ اقدس پر لکھائی کے حوالے سے ایک فتویٰ دیا جسے ہم نے اس کتاب میں نقشِ اقدس پر لکھائی کے ضمن میں ان شاء اللہ العزیز آگے مکمل نقل کریں گے چنانچہ آپ اپنے اس فتوی میں نعلین علی العرش کے حوالے سے یوں فرماتے ہیں:

''اصلی نعل مبارک عرش پر جا کر بھی نہیں اتاری گئی، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب''۔

محمد سعید احمد قادری

٦ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ

15-8-1994

(۵۰)

بعض اکابر صوفیاء رحمہم اللہ

''جواہر البحار'' میں علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمہ اللہ نے علامہ اجہوری رحمہ اللہ کی کتاب ''النور الوہاج'' میں منقول مسئلہ ''نعلین علی العرش'' پر بعض اکابر صوفیاء کا موقف نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''وقد ورد عن السادة الصوفية ما يخالف ذلك، وقد وقع الاضطراب بين الناس فى قضية النعلين الشريفين اللتين كانتا فى قدميه الشريفين ليلة الاسراء وقول المحدثين انه كذب، وانه لم يثبت ذالك، والكلام فيه كثيرا جدًا.

قال بعض اکابر الصوفية مجيبا عن ذالك: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لمّا خاطبه الله تعالىٰ عرق من عظيم الهيبة حتى تنازل الجزء البشرى من جسده الشريف حتى صار كالنعلين فى رجليه، فهمّ رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يخلعهما، فناداه الله تعالىٰ لا تخلع الى آخره، وذالك لانه لو خلعهما صار نورا روحانيا لا ينزل الى الارض والله سبحانه وتعالىٰ انما اراد نزوله ليدعو لتوحيده فافهم فان هٰذا من الاسرار الخفية التى ما اطلع عليها الا الخواص من الاولياء رضى الله عنهم اجمعين۔انتهى''۔

ترجمہ: سردارصوفیاء کا مؤقف (اس قصہ کے ناقدین کے مؤقف) کے خلاف وارد ہوا ہے،اور معراج کی رات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں نعلین شریفین کے مسئلہ پر اہلِ علم کے ہاں اختلاف پایا جاتا ہے، چنانچہ محدثین کہتے ہیں کہ یہ سراسر جھوٹ ہے اور یہ کہیں ثابت نہیں، نیز اس سلسلہ میں بہت زیادہ کلام کیا گیا ہے۔

بعض اکابر صوفیاء نے (محدّثین کی) اس بات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اللہ تعالیٰ نے مخاطب فرمایا: تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کلام کی عظمتِ ہیبت سے پسینہ آیا، یہاں تک کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لبادہ بشری اُتر کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے اقدس میں نعلین کی طرح ہوگیا، چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے اپنے پائے اقدس سے بھی اتار ڈالنے کا قصد کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد

فرمایا کہ: نہ اتاریئے!۔۔آخرتک، یہ حکم اس لئے دیا گیا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے بھی اتار دیتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم محض روحانی نور رہ جاتے اور زمین پر نہ اترتے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین کی طرف اتارنے کا تھا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دیں، پس اے مخاطب اس کو سمجھ! کیونکہ یہ راز اُن پوشیدہ اُمور میں سے ایک ہے جس پر سوائے خاص اولیاء کرام رضی اللہ عنہم کے کسی کو اطلاع نہیں ہوسکتی، اللہ تعالیٰ اپنے اِن تمام اولیاء سے راضی رہے۔(آمین)۔۔عبارت ختم ہوئی۔

(جواهر البحار فی فضائل النبی المختار صلی الله علیه وسلم للنبهانی جلد3 صفحۂ 459تا460 (الشیخ علی الاجهوری المالکی) النوریة الرضویة لاهور)

(۵۱)

ایک نامعلوم عالم کبیر رحمہ اللہ

علامہ تلمسانی رحمہ اللہ نے ''فتح المتعال'' میں اکابر علماء میں سے کسی نامعلوم عالم کے بارے میں لکھا ہے کہ:

''ولبعض الاکابر لم یحضرنی اسمه:

یا ناظر تمثال نعل نبیه قبّل مثال نعاله متذلّلا

واذکر به قدما علت فی لیلة الاسراء به فوق السماوات العلیٰ

وخضع له وامسح جبینك ولتكن متبرّكا أبدا به متوسّلا

تنبیه: ظاهر کلام هٰذا العالم أن النبی صلی الله علیه وسلم أسری به بنعله الکریمة''

ترجمہ: اکابرین میں سے کسی عالم کے یہ اشعار ہیں جن کا نام مجھے معلوم نہیں، فرمایا: اے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کی مثال کا نظارہ کرنے والے! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کی مثال کو نہایت عاجزی کے ساتھ بوسہ دے، پہلے تو اس بات کو ذہن نشین کر لے کہ یہ نعلین شریف معراج کی رات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتوں آسمانوں سے بھی بلند ہوئے ہیں، عاجزی کر، اور ان پر اپنی پیشانی رکھ دے، بلکہ ان سے تبرک حاصل کرتے ہوئے انہیں اپنا وسیلہ ہی بنالے۔

تنبیہ : اِس عالم کے کلام سے ظاہر ہو گیا کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نعلین شریف سمیت ہی معراج ہوا ہے۔ (فتح المتعال للتلمسانی صفحہ 240)

(۵۲)

ایک اور نامعلوم عالم رحمہ اللہ

علامہ تلمسانی نے ''فتح المتعال'' میں کسی نامعلوم مغربی عالم کے یہ اشعار بھی نقل کئے ہیں کہ:

''قامت علی بساط رب العرش فی لیلة جاز المنتهی ما وقفا''۔

ترجمہ: نعل مقدس اس رات رب العرش کے بچھونے پر جا ٹھہرے جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقامِ موقوف سدرۃ المنتہیٰ سے بھی تجاوز کر گئے۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ 128 دار الکتب العلمیہ بیروت)

(یا للجمال فی العروج بالنعال للشریف الحسنی صفحہ 9)

(۵۳)

ایک بڑی جماعت

عبدالحئی لکھنوی نے اگرچہ نعلین شریفین کے عرش پر جانے کا انکار کیا ہے جسکو ہم ناقدین کے زمرے میں نقل کریں گے لیکن اس کے باوجود انہوں نے اپنی ''الآثار المرفوعة'' میں یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ: یہ قصہ کئی اہلِ علم نے اپنی معتبر کتابوں کی زینت بنایا ہے چنانچہ:

''أن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم لما أسری به لیلة المعراج الی السماوات العلی ووصل الی العرش المعلّی أراد خلع نعلیه أخذا من قوله تعالیٰ لسیّدنا موسیٰ حین کلّمه: ﴿فاخلع نعلیك انك بالواد المقدس طوی﴾ فنودی من العلی الاعلیٰ: یا محمد! لا تخلع نعلیك، فان العرش یتشرّف بقدومك متنعّلا ویفتخر علی غیره متبرّكا فصعد النبی صلی اللّٰه علیه وسلم الی العرش وفی قدمیه النعلان وحصل له بذالك عزّ وشأن.وقد ذکر هٰذه القصة جمع من اصحاب المدائح الشعریة وأدرجها بعضهم فی تألیف السنیّة وأکثر وعاظ زماننا یذکرونها مطوّلة ومختصرة فی مجالسهم الوعظیة''۔

ترجمہ: بلاشبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب معراج کی رات آسمانوں کی سیر کروائی گئی تو عرشِ معلّی کے قریب پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نعلین شریف اتارنے کا ارادہ کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سیّدنا

جناب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کلام فرماتے وقت ارشاد فرمایا کہ: ﴿پس اپنے نعلین اتار دو بیشک آپ وادیء مقدس طوٰی میں ہو﴾ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بلند و بالا ہستی کی طرف سے ارشاد ہوا: اے پیارے محمد! اپنے نعلین مت اتاریئے! کیونکہ عرش آپ کے نعلین پہنے ہوئے قدموں سے شرف پائے گا، اور اسی برکت کی وجہ سے اپنے غیر پر فخر کرے گا، چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرش پر جلوہ افروز ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں پہنے ہوئے تھے، چنانچہ عرش کو اس وجہ سے بھی عزت و شان حاصل ہوگئی، اس قصہ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی کرنے والی ایک پوری جماعت نے اپنے شعروں میں ذکر کیا، اور بعض علماء نے تو اپنی عالی مرتبت کتب میں بھی اسے درج فرمادیا، نیز ہمارے زمانے کے اکثر واعظین اس قصہ کو کچھ کمی بیشی کے ساتھ اپنی مجالسِ وعظ میں بیان کرتے رہتے ہیں۔

(الآثار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة لعبد الحئی صفحه 37 مکتبة الشرق الجدید بغداد)

فصل نمبر 2:

﴿ناقدین کی فہرست﴾

قائلین کے مؤقف کو نقل کرنے سے فارغ ہونے کے بعد اب ہم ان حضرات کے اقوال نقل کریں گے جن سے قصہ نعلین علی العرش پر کسی طرح کی تنقید منقول ہے، ان میں سے بعض حضرات نعلین شریف تو دور، بذاتِ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی عرش پر جانے کے قائل نہیں ہیں، چنانچہ ملاحظہ فرمائیں!

(۱)

علامہ رضی قزوینی رحمہ اللہ

علامہ نجم الدین غیطی، علامہ زرقانی، علامہ نبہانی اور عبدالحیٔ لکھنویؒ نے علامہ رضی الدین احمد بن اسماعیل بن یوسف قزوینی طالقانی رحمہ اللہ (متوفی: 590 ہجری) کا قول یوں نقل کیا ہے کہ:

"وقدسئل القزويني، "عن وطئه صلى الله عليه وسلم العرش بنعله وقول الرب تقدس: لقد شرفت العرش بذالك يامحمد!" هل له اصل أم لا ؟ فأجاب بما نصه أما حديث وطىء النبى صلى الله عليه وسلم العرش بنعله فليس بصحيح ولا ثابت، بل وصول النبى صلى الله عليه وسلم الى ذروة العرش لم يثبت فى خبر صحيح ولا حسن، ولا ثابت أصلا، وانما صح فى الأخبار انتهاؤه الى سدرة المنتهى فحسب أى فقط، وأما الى ما ورائها فلم يصح، إنما ورد ذالك فى أخبار ضعيفة أو منكرة لا يعرج عليها والله أعلم

بالصواب۔ انتھیٰ"۔

ترجمہ: علامہ رضی الدین قزوینی سے عرش پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نعلین شریف کے ساتھ جانے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کہ: "اے محمد! عرش تیرے نعلین سے شرف پا جائے" کے بارے میں سوال کیا گیا کہ: کیا اس کی کوئی اصل ہے یا نہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ: عرش پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریف سمیت جانے کی حدیث نہ تو صحیح ہے اور نہ ہی ثابت بلکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عرش کی سطح پر جانا بھی کسی صحیح اور حسن حدیث سے ثابت نہیں بلکہ بالکل بھی ثابت نہیں، اور صحیح احادیث میں تو صرف سدرۃ المنتہیٰ تک ہی جانا ثابت ہے اور بس، لیکن اس کے آگے کا بیان صحیح نہیں، کیونکہ یہ بات ضعیف یا منکر احادیث میں پائی جاتی ہے اس سے بڑھ کر نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(المعراج الکبیر لنجم الدین الغیطی صفحہ 90 فاروقی کتب خانہ لاهور)

(الزرقانی علی المواهب جلد 8 صفحہ 222 النوریة الرضویة لاهور)

(جواهر البحار فی فضائل النبی المختار صلی اللہ علیه وسلم للنبهانی جلد 3 صفحہ 459 تا 460 (الشیخ علی الاجهوری المالکی) النوریة الرضویة لاهور)

(غایة المقال لعبد الحئی صفحہ 74 ادارة القرآن والعلوم الاسلامیه کراچی)

(۲)

علامہ زرقانی رحمہ اللہ

عبد الحئی لکھنوی نے "الآثار المرفوعہ" اور "غایۃ المقال" میں قصہ نعلین علی العرش کے ناقدین میں علامہ زرقانی رحمہ اللہ کو بھی شمار کیا ہے اور یوں لکھا کہ:

کلامِ ''الآثار المرفوعه'':

''وقد نص احمد المقرئ المالکی فی کتابه ''فتح المتعال فی مدح خیر النعال'' والعلامة رضی الدین القزوینی، ومحمد بن عبد الباقی الزرقانی فی شرح ''المواهب اللدنیة'' علی ان هٰذه القصة موضوع بتمامها''

ترجمہ: اور علامہ احمد مقریٰ مالکی نے اپنی کتاب ''فتح المتعال فی مدح خیر النعال'' میں، علامہ رضی الدین قزوینی نے اور علامہ زرقانی نے ''المواهب اللدنیه'' کی شرح میں بھی اس کی تصریح فرمائی ہے کہ: یہ قصہ سارے کا سارا ہی موضوع ہے۔

(الآثار المرفوعة لعبد الحئی صفحه 38 مکتبة الشرق الجدید بغداد)

کلامِ ''غایۃ المقال'':

''وفی ''شرح المواهب اللدنیة'' للزرقانی بعد نقل جواب الشیخ الرضی القزوینی وتحسین بعض المحدثین المذکورین ما حاصله: أن ما ذکره هٰذان العلامتان أنه لا اصل لرقیه صلی الله علیه وسلم العرش، وأنه لا اصل لوطئه السماوات العلی بنعله تحقیق حسن ــــــ الخ''.

ترجمہ: علامہ زرقانی رحمہ اللہ کی ''شرح المواهب اللدنیہ'' میں شیخ رضی الدین قزوینی کے جواب کے بعد کسی محدث کے مذکورہ کلام کی تحسین کی گئی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ: بلاشبہ ان دونوں علامہ صاحبان نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عرش پر جانے کی کوئی اصل نہیں اور نہ ہی آسمانوں کی بلندیوں پر نعلین سمیت جانے کی کوئی

اصل ہے یہ اچھی تحقیق ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔الخ۔

(غاية المقال لعبد الحئى صفحه 74 ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراچى)

(۳)

علامہ تلمسانی رحمہ اللہ

عبد الحئی لکھنوی نے ''الآثار المرفوعۃ'' میں علامہ تلمسانی رحمہ اللہ کے حوالے سے قصہ نعلین علی العرش پر تنقیدی کلام یوں نقل کیا ہے کہ:

"قال فی "فتح المتعال": قد صرح السبتی فی عدة قصائد وغيرها بأن النبی صلى الله عليه وسلم اسرى بنعله الكريمة، وزاد أنه قد اراد خلعها فنودى لا تخلع، و تبعه على ذالك صاحبنا ابو الحسن على بن احمد الخزرجی حفظه الله، و وقع مثل ذالك فی كلام الشيخ عبد الرحيم البرعی وغير واحد من مادحيه صلى الله عليه وسلم مع أنی لم أر ما يعضد ذالك من كتب السنة بعد الفحص الشديد، فالصواب ترك ذالك، اذ لم يثبت الآن، ومثل هذا لا يقدم عليه الا بتوقيف، وقد أنكره غير واحد من حفاظ الاسلام وحملة السنة ونقاد الحديث وصيارفته وشنعوا على من قاله، وصرحوا بأنه موضوع مختلق، فعهدة وضعه على مانقله غير مبين لوضعه، واتباع المحدثين فی هذا المقام متعين، فان صاحب البيت ادرى بما فيه، وقد سئل الامام رضى الدين القزوينی رحمه الله عن وطى النبی صلى

اللہ علیہ وسلم العرش بنعلہ ـــــ وقد قال البعض المعتمد علیهم من المحدثین بعد ما نقل الجواب المذکور ما ملخصه أن ما ذکره الشیخ رضی الدین هو الصواب، وقد وردت قصه الاسراء مطولة ومختصرة عن نحو اربعین صحابیا ، ولیس فی حدیث احد منهم أنه صلی اللّٰه علیه وسلم کان فی تلك اللیلة فی رجله نعل ـــــ فقاتل اللہ من وضعه، ما اعدم حیائه وآدابه وما اجرأه علی اختلاق الکذب علی سیّد المتأدبین صلی اللّٰه علیه وسلم ۔ انتهیٰ کلام المقریٔ"۔

ترجمہ: علامہ تلمسانی نے ''فتح المتعال'' میں فرمایا کہ: علامہ سبتی نے اپنے چند قصائد میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ: جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نعلین شریف سمیت معراج کرایا گیا، اور انہوں نے مزید یوں کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نعلین اتارنے کا قصد کیا تو نداء ہوئی کہ: مت اتاریئے! اور اس سلسلہ میں ان کی پیروی ہمارے ساتھی علامہ ابوالحسن علی بن احمد خزرجی حفظہ اللہ نے بھی کی ہے، اور اسی طرح کا قصہ شیخ عبدالرحیم البرعی اور کثیر مداحینِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں بھی ملتا ہے، اس کے باوجود میں نے کتبِ حدیث میں خوب جستجو کے باوجود ایسا کچھ نہیں دیکھا، چنانچہ بہتر یہی ہے کہ: اسے ترک کیا جائے کیونکہ اب تک یہ ثابت ہی نہیں ہے، اور اس طرح کی بات اولاً روایت پر موقوف ہوتی ہے، اور کثیر حفاظ الاسلام، حاملینِ سنت، ناقدینِ حدیث اور ماہرینِ حدیث نے اس قصہ کا انکار کیا ہے، اور اس کے قائل پر شنیع

کلمات کہے ہیں، اور انہوں نے یہ تصریح بھی فرمائی ہے کہ: یہ قصہ من گھڑت اور بناوٹی ہے، چنانچہ اس کے موضوع ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ: منقولہ الفاظ اس کے من گھڑت ہونے کی وجہ سے غیر واضح ہیں، اور محدثین کی پیروی اس مقام میں متعین ہے، کیونکہ گھر والا زیادہ جانتا ہے کہ: گھر میں کیا ہے؟ اور امام رضی الدین قزوینی رحمہ اللہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریف سمیت عرش پر جانے کے بارے میں سوال ہوا تھا.......... اور بعض بااعتماد محدثین نے علامہ قزوینی کے مذکورہ بالا جواب کے نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ جو کچھ علامہ قزوینی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے وہی صحیح ہے، کیونکہ واقعہ معراج کا واقعہ طویل ومختصر تقریباً 40 صحابہ سے مروی ہے، لیکن کسی ایک سے بھی یہ مروی نہیں کہ اس رات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں نعلین شریف تھے.......... چنانچہ اللہ تعالیٰ اس قصہ کے گھڑنے والے کو قتل کرے، کہ وہ کتنا بے شرم اور بے حیاء ہے، اور اس نے جناب سیّد المتائدبین صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جھوٹا قصہ بنا کر کس قدر جرأت کی ہے۔ یہاں تک علامہ مقریٔ تلمسانی کا کلام ختم ہوا۔

(غایۃ المقال فیما یتعلق بالنعال لعبد الحئی صفحہ 74)

(۴)

امام احمد رضا خان رحمہ اللہ

امامِ اہل سنت، مجددِ دین وملت، اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، امام، الشاہ احمد رضا خان بن علامہ نقی علی خان بریلوی قادری رحمہ اللہ (متوفی 1340ہجری) کی دو مشہور

کتابوں ''احکامِ شریعت'' اور ''ملفوظات'' میں قصہء نعلین علی العرش کے متعلق کئے جانے والے سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی جانب سے یوں نقل کیا گیا ہے کہ:

(i)۔کلامِ ''احکامِ شریعت'':

''مسئلہ: (ز) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا شبِ معراج عرشِ الٰہی پر نعلین مبارک تشریف لے جانا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: (ز) یہ محض جھوٹ اور موضوع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ''۔

(احکامِ شریعت حصہ دوم صفحہ 156،158 مشتاق بُک کارنر لاہور)

(ii)۔کلامِ ''ملفوظات'':

''عرض: یہ صحیح ہے کہ شب معراج مبارک جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عرشِ بریں پر پہنچے نعلین پاک اتارنا چاہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وادیء ایمن میں نعلین شریف اتارنے کا حکم ہوا تھا فوراً غیب سے ندا آئی: اے حبیب! تمہارے نعلین شریف رونق افروز ہونے سے عرش کی زینت وعزت زیادہ ہوگی؟

ارشاد: ''یہ روایت محض باطل وموضوع ہے۔''۔

(ملفوظات حصہ دوم صفحہ 226 شبیر برادرز لاہور)

(۵)

علامہ امجد علی اعظمی رحمہ اللہ

صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی بن مولانا جمال الدین قادری اعظمی برکاتی رحمہ اللہ (متوفی:1367ہجری) نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''بہارِ شریعت'' میں اس قصہ کے متعلق یوں لکھا ہے کہ:

’’مسئلہ: یہ مشہور ہے کہ شبِ معراج میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نعلین مبارک پہنے ہوئے عرش پر گئے اور واعظین اس کے متعلق ایک روایت بھی بیان کرتے ہیں، اس کا ثبوت نہیں اور یہ بھی ثابت نہیں کہ برہنہ پا تھے، لہٰذا اس کے متعلق سکوت کرنا مناسب ہے‘‘

(بہارِ شریعت جلد2حصہ(16) صفحہ153 ممتاز اکیڈمی لاہور)

(٦)

عبدالحیٔ لکھنوی ہندی

ابو الحسنات عبد الحیٔ بن عبد الحلیم انصاری لکھنوی ہندی (متوفی:1304 ہجری) نے اپنی کتاب ’’الآثار المرفوعه فی الاحادیث الموضوعة‘‘ میں اس روایت پر تنقید کرتے ہوئے یوں لکھا ہے کہ:

’’وقد نص احمد المقرئ المالكي في كتابه ”فتح المتعال في مدح خير النعال“ والعلامة رضي الدين القزويني، ومحمد بن عبد الباقي الزرقاني في شرح ”المواهب اللدنية“ على ان هٰذه القصة موضوع بتمامها، قبح الله واضعها ولم يثبت في رواية من روايات المعراج النبوي مع كثرة طرقها، أن النبي صلى الله عليه وسلم كان عند ذالك متنعلا، ولا ثبت أنه رقي على العرش وأن وصل الى مقام دنا من ربه فتدلّٰى ﴿فكان قاب قوسين او ادنى﴾، فاوحى ربه اليه ما اوحى، وقد بسطت الكلام في هٰذا المرام في رسالتي ”غاية المقال فيما يتعلق بالنعال“ فلتطالع“۔

ترجمہ: چنانچہ علامہ احمد مقریؒ مالکی نے اپنی کتاب ''فتح المتعال في مدح خير النعال'' میں، علامہ رضی الدین قزوینی نے اور علامہ زرقانی نے ''المواهب اللدنية'' کی شرح میں بھی اس کی تصریح فرمائی ہے کہ: یہ قصہ سارے کا سارا ہی موضوع ہے، اللہ اس قصہ کے گھڑنے والے کو بگاڑے، نیز معراج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے کثرتِ طرق کے باوجود کسی بھی روایت میں اس بات کا ثبوت نہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج کے وقت نعلین پہنے ہوئے تھے، اور نہ ہی یہ ثابت ہے کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرش پر گئے تھے، مگر ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مقام پر پہنچے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے قریب ہوئے تو وہ بھی قریب ہوا ﴿یہاں تک کہ: دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا یا اس سے بھی کم﴾ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو باتیں فرمانی تھیں سو فرمائیں، چنانچہ میں نے اس موضوع پر اپنے رسالہ ''غاية المقال فيما يتعلق بالنعال'' میں تسلی بخش بحث کر دی ہے، اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

(الآثار المرفوعة لعبد الحئى صفحه 38 مكتبة الشرق الجديد بغداد)

(۷)

علامہ شریف الحق امجدی رحمہ اللہ

علامہ شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمہ اللہ (متوفی: 1421 ہجری) نے اپنے مشہور فتاویٰ ''المواہب الالٰہیہ المعروف فتاویٰ شارح بخاری'' میں قصہ نعلین علی العرش کے متعلق سوالوں کا جواب دیتے ہوئے دو مقاموں پر لکھا ہے کہ:

(i) ”نعلین مقدس پہنے ہوئے عرش پر جانا جھوٹ اور موضوع ہے، جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے عرفانِ شریعت حصہ دوم ص 9 پر تحریر فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ اعلم“۔

(ii) ”اس روایت کے جھوٹ اور موضوع ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ کسی حدیث کی معتبر کتاب میں یہ روایت مذکور نہیں، جو صاحب یہ بیان کرتے ہیں کہ: نعلین پاک پہنے عرش پر گئے، ان سے پوچھیے کہ کہاں لکھا ہے؟ واللہ تعالیٰ اعلم“۔

(فتاویٰ شارح بخاری جلد1 صفحہ306، 307مکتبہ برکات المدینہ کراچی)

(۸)

علامہ محمد عبدالرحیم بستوی رحمہ اللہ

”فتاویٰ بریلی شریف“ میں علامہ مفتی قاضی محمد عبدالرحیم بستوی صاحب ”نعلین علی العرش“ کے سلسلہ میں سوال کے جواب میں یوں درج فرماتے ہیں کہ:

”(۲)۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج شریف کی رات کو نعلین شریف پہن کر عرش پر جانا کون سی صحیح حدیث سے ثابت ہے؟

الجواب : اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے احکامِ شریعت جلد دوم صفحہ ۱۰ میں نعلین والی روایت کے متعلق فرمایا: یہ محض جھوٹ اور موضوع ہے، واللہ تعالیٰ اعلم اور ”الملفوظ“ حصہ دوم صفحہ ۱۰۱ میں بھی نعلین والی روایت کو باطل وموضوع بتایا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ بریلی شریف صفحہ350، 353شبیر برادرز لاہور)

(۹)

مولانا عاصم رضا قادری صاحب

''فتاویٰ بریلی شریف'' میں علامہ محمد عاصم رضا قادری صاحب ''نعلین علی العرش'' کے سلسلہ میں سوال کے جواب میں یوں درج فرماتے ہیں کہ:

''(۲)۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج شریف کی رات کو نعلین شریف پہن کر عرش پر جانا کون سی صحیح حدیث سے ثابت ہے؟

الجواب: تتبع وتلاش کے باوجود فقیر کی نظر سے کوئی حدیث صحیح یا ضعیف نہیں گزری جس میں اس کا ثبوت ہو، البتہ معارج النبوت ص ۱۱۴ پر ہے۔۔۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معراج شریف کے لئے جو نعلین پہن کر تشریف لے گئے وہ عام نعلین پاک نہیں تھا بلکہ منجانب اللہ خاص اس رات کو آپ کے لئے بھیجا گیا تھا مگر اس میں بھی واضح طور پر نعلین شریف پہن کر عرش پر جانا ثابت نہیں، لہٰذا اس کے متعلق سکوت بہتر ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ بریلی شریف صفحہ350،352شبیر برادرز لاہور)

(۱۰)

مولانا محمد شہزاد مجددی سیفی صاحب

''فتح المتعال'' کے اردو ترجمہ ''فضائلِ نعلینِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم'' کے تیسرے ایڈیشن کے شروع میں مولانا محمد شہزاد مجددی سیفی صاحب کی طرف سے ایک چند صفحاتی مضمون (جاں فدائے نقشِ نعلین رسول صلی اللہ علیہ وسلم) ملحق ہے جس میں یوں ہے کہ:

"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعلین پاک کی شان وعظمت اور تقدس وفضیلت میں کسے شبہ ہوسکتا ہے، لیکن ایسی بات جو مبنی پر حقیقت نہ ہواور زمرہ کذب میں آتی ہو اسے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات کی طرف منسوب کرنا بھی بے ادبی ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "من کذب علیّ متعمدا فلیتبوأ مقعده من النار" (متفق علیہ) جس نے قصدا میری طرف جھوٹی بات منسوب کی اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم بنالیا۔

لہٰذا اس موقع پر یہ وضاحت کرنا ضروری ہے کہ نعلین پاک کے حوالے سے بیان کی جانے والی درج ذیل روایت موضوع اور غلط ہے: "یا محمد! لا تخلع نعلیك فان العرش یتشرف بقدومك متنعلا" اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم نعلین نہ اتاریئے، عرش آپ کے نعلین پہن کر آنے سے شرف حاصل کرے گا۔

امام احمد المقری المالکی رحمہ اللہ صاحب "فتح المتعال" نے اس پورے قصہ کو موضوع اور من گھڑت قرار دیا ہے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی اور علامہ امام عبد الحئی لکھنوی رحمہما اللہ نے بھی اس روایت کو جھوٹ باطل اور موضوع ہی کہا ہے۔

(الاثار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ ص ۳۳) (احکامِ شریعت (ص ۱۶۶ مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)"۔ (فضائلِ نعلینِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (جان فدائے نقشِ نعلین رسول صلی اللہ علیہ وسلم) صفحہ 86 تا 87 (تیسرا ایڈیشن) ناشر: محمد طفیل بھٹی مدنی)

(۱۱)

ایک نامعلوم حافظ

علامہ تلمسانی رحمہ اللہ نے "فتح المتعال" میں کسی نامعلوم ناقد کے قول کو یوں نقل کیا ہے کہ: "وقد انکره بعض الحفاظ غاية الانکار وشنّع علی من قال

بہ" اور بعض حفاظ نے تو اس بات کا سختی سے انکار کیا اور اس کے قائل پر بڑے بیہودہ کلمات کا اطلاق کیا ہے۔(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ 240)

(۱۲)

ایک نامعلوم محدّث

علامہ نجم الدین غیطی، علامہ زرقانی، علامہ نبہانی رحمہم اللہ اور عبدالحئ لکھنوی نے علامہ رضی الدین قزوینی رحمہ اللہ کی عبارت نقل کرنے کے بعد کسی نامعلوم محدّث کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

"قال بعض المحدثين: قاتل الله من وضع انه رقى العرش بنعله ما اعدم حيائه وما اجرأه على سيّد المتأدبين ورأس العارفين صلى الله عليه وسلم ، قال: و جواب الرضى القرزوينى هو الصواب وقد وردت قصة الاسراء والمعراج مطولة ومختصرة عن نحو أربعين صحابيا وليس فى حديث أحد منهم أنه صلى الله عليه وسلم كان تلك الليلة فى رجليه نعل، وانما وقع ذالك فى نظم بعض قصاص جهلة، ولم يذكر العرش، بل قال: وأتى البساط فهمّ بخلع نعله فنودى لا تخلع، وهذا باطل لم يذكر فى شيء من الاحاديث بعد الاستقراء التامّ، ولم يرد فى حديث صحيح ولا حسن ولا ضعيف انه صلى الله عليه وسلم جاوز سدرة المنتهى، بل ذكر فيها انه انتهى الى مستوى سمع فيه صريف الاقلام فقط، ومن ذكر انه جاوز ذالك، فعليه البيان، وأنى له به، ولم يرد فى خبر ثابت ولا ضعيف انه

رقی العرش وافتراء بعضهم لا یلتفت الیه ولا اعلم خبرا ورد فیه أنه رأی العرش الا ما رواه ابن ابی الدنیا عن ابی المخارق أنه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: "مررت لیلة اسری بی برجل مغیب فی نور العرش، فقلت: من هٰذا؟ ملك؟ قیل: لا، قلت: أ نبی؟ قیل: لا، قلت: من هو؟ قیل: هٰذا رجل کان فی الدنیا لسانه رطب من ذکر اللّٰه، (وقلبه معلّق بالمساجد،) ولم یستسب لوالدیه قط"فهو خبر مرسل لا تقوم به الحجة فی هٰذا الباب".

ترجمہ: کسی محدّث نے کہا ہے کہ: اللہ تعالیٰ قتل کرے اس کو جس نے یہ بات گھڑی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نعلین سمیت عرش پر چڑھ گئے، ذرا شرم وحیاء نہیں، کہ جناب سیّد المتأدبین وراس العارفین صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کتنی بڑی جرأت کی، اسی محدّث نے مزید کہا کہ: علامہ رضی الدین قزوینی کا جواب ہی درست ہے کیونکہ اسراء اور معراج کی طویل ومختصر روایات تقریباً 40 صحابہ سے مروی ہیں، لیکن ان میں سے کسی ایک سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے اقدس میں اس رات نعلین تھے، بلکہ یہ بات تو کئی قصہ گو جاہلوں کی نظموں میں پائی جاتی ہے، بلکہ عرش کا بھی ذکر نہیں ملتا، پھر بھی انہوں نے یوں کہہ ڈالا کہ: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرشِ عرش پر پہنچے اور اپنے نعل اتارنے کا ارادہ کیا تو انہیں نہ اتارنے کی نداء ہوئی" اور یہ تو سرے سے ہی باطل ہے کیونکہ مکمل جستجو کے باوجود بھی ایسی کسی بات کا کوئی ذکر احادیث میں نہیں مل سکا، چنانچہ یہ نہ تو کسی صحیح یا حسن حدیث میں ملا ہے اور نہ ہی کسی ضعیف حدیث میں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

سدرۃ المنتہیٰ سے تجاوز کیا ہو، بلکہ ان میں صرف اتنا ہی ذکر کیا گیا ہے کہ:
آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقامِ مستوی تک پہنچے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف قلموں کے چلنے کی آواز ہی سنی، اور جس نے وہاں سے تجاوز کرنا بیان کیا ہے تو اس کی وضاحت بھی اسی کے ذمے ہے، اور وہ یہ کہاں سے کرے گا؟ کیونکہ کسی بھی ثابت بلکہ ضعیف خبر میں بھی نہیں ملتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرش پر چڑھے، یہ تو بعض لوگوں کا بہتان ہے جس کی طرف توجہ کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں، بلکہ میں تو ایسی کسی حدیث سے بھی واقف نہیں جس میں اتنا ہی وارد ہوا ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرش کو بھی کبھی دیکھا ہوگا سوائے اس ایک روایت کے جس کو علامہ ابن ابی الدنیا نے جناب ابوالمخارق رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''میں معراج کی رات ایک آدمی کے پاس سے گزرا جو عرش کے نور میں چھپا ہوا تھا، تو میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ کیا یہ کوئی فرشتہ ہے؟ کہا: نہیں، میں نے پوچھا: کیا کوئی نبی ہے؟ کہا: نہیں، میں نے پوچھا: پھر یہ کون ہے؟ تو جواب آیا: یہ وہ آدمی ہے جس کی زبان دنیا میں اللہ کے ذکر سے تر رہا کرتی تھی، (اور اس کا دل مسجدوں کی جانب لگا رہتا تھا،) اور اس نے کبھی بھی اپنے والدین کو گالی نہیں دلوائی'' یہ تو خبرِ مرسل ہے جسے اس باب میں دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔

(المعراج الکبیر لنجم الدین الغیطی صفحہ 90،91 فاروقی کتبخانہ لاھور)

(الزرقانی علی المواھب جلد8صفحہ 223 النوریۃ الرضویۃ لاھور)

(جواھر البحار فی فضائل النبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم للنبھانی جلد3صفحہ 459 تا 460 (الشیخ علی الاجھوری المالکی) النوریۃ الرضویۃ لاھور)

(غایۃ المقال لعبد الحئی صفحہ 74 ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی)

فصل نمبر3:

تنقیدی اقوال کا محاسبہ

قصہء نعلین علی العرش کے بارے میں ہم نے پیچھے دونوں طرح کے قول پیش کردیئے ہیں، اور دونوں اقوال کی توجیہات بھی اسی ضمن میں گزر چکیں، تو جہاں تک یہ سوال ہے کہ ان دونوں طرح کے اقوال میں سے مختار کیا ہے؟ تو اس اختیار کا انحصار بھی فریقین میں سے کسی ایک کے مؤقف کی قوتِ توجیہ اور دوسرے کے مؤقف میں پائے جانے والے ضعف پر ہی ہوگا چنانچہ جہاں تک ''قصہء نعلین علی العرش'' کا انکار کرنے والے ناقدین کا تعلق ہے تو ان کے اقوال میں کئی طرح کا ضعفِ شدید پایا جاتا ہے جو ان کے دعویٰ ء انکار کو باطل کرنے کے لئے کافی ہے، چنانچہ اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔!

﴿ضعفِ اوّل﴾

﴿ناقدین کی فہرست صحیح نہیں﴾

قصہ نعلین علی العرش پر تنقید کرنے والے معلوم الحال افراد کی فہرست میں اِن حضرات کا ذکر کیا گیا ہے!

(۱)۔ علامہ رضی الدین قزوینی

(۲)۔ علامہ شہاب الدین احمد تلمسانی

(۳)۔ علامہ عبدالباقی زرقانی

(۴)۔ عبدالحیٔ لکھنویؔ

(۵)۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی

(۶)۔ صدرالشریعہ محمد امجد علی اعظمی

(۷)۔ علامہ محمد شریف الحق امجدی

(۸)۔ علامہ محمد عبدالرحیم بستوی

(۹)۔ علامہ محمد عاصم رضا قادری

(۱۰)۔ مولانا محمد شہزاد مجددی سیفی

ان میں سے جن بعض حضرات کی طرف تنقیدی قول کی نسبت درست نہیں، وہ یہ ہیں!

(۱)۔ علامہ تلمسانی۔

(۲)۔ علامہ زرقانی

(۳)۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی

(۴)۔ صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی

(۵)۔ علامہ محمد شریف الحق امجدی

(۶)۔ علامہ محمد عاصم رضا قادری

چنانچہ ہم یہاں ان مذکورہ بالا افراد کو ناقدین کی فہرست میں شامل کرنے کے درست نہ ہونے کی تفصیلی وجوہات ذکر کرتے ہیں، غور فرمائیں!

(۱)

''علامہ تلمسانی رحمہ اللہ ناقد نہیں ہیں''

کوئی شک نہیں کہ علامہ تلمسانی رحمہ اللہ نے فتح المتعال میں اپنے طور پر اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ: ''کافی جستجو کے باوجود مجھے قصہ نعلین علی العرش کسی حدیث میں نہیں ملا'' لیکن صرف اس وجہ سے انہیں ناقدین کے زمرے میں شامل نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اول تو خود وہ بھی قائلین میں داخل وشامل ہیں، دوسرا یہ کہ انہوں نے قائلین کی مذمت کرنے کی بجائے مدح سرائی فرمائی ہے، اور تیسرا یہ کہ: انہوں نے قصہ کے ثبوت کی ساری ذمہ داری قائلین پر ڈالتے ہوئے قبول فرمایا ہے، اور مزید کسی قسم کی بحث وتمحیث سے پرہیز کیا ہے، اسی وجہ سے انہیں قائلین میں ہی شمار کرنا یقینی اور درست امر ہے۔

لیکن اس کے باوجود یہ بھی یاد رہے کہ: علامہ تلمسانی رحمہ اللہ کو ناقدین کے زمرے میں شامل کرنے کا کارنامہ سب سے پہلے عبدالحئی لکھنوی صاحب نے انجام دیا ہے جیسا کہ انہوں نے خود اپنی کتاب ''الآثار المرفوعہ'' میں بالاختصار اور ''غایۃ المقال'' میں بالتفصیل ذکر کیا ہے، ان کے علاوہ علامہ تلمسانی رحمہ اللہ کی طرف یہ

نسبتِ تنقید کسی نے بھی نہیں کی، اور کوئی کرتا بھی کیسے؟ جب کسی اور نے علامہ تلمسانی رحمہ اللہ کی عبارت کو تنقید سمجھا ہی نہیں، کیونکہ اگر بات کی جائے ''فتح المتعال'' میں موجودہ اصلی عبارت کی تو خود عبدالحئی صاحب بھی اس سے علامہ تلمسانی رحمہ اللہ کو کبھی ناقد ثابت نہیں کر سکتے تھے، لیکن ہاں! یہ کارنامہ انجام دینے کے لئے صرف ایک ہی صورت کارگر ہو سکتی تھی، اور وہ یہ کہ ''فتح المتعال'' کی عبارت ہی بدل کے رکھ دی جائے، چنانچہ آنجناب نے اپنی کتاب ''غایۃ المقال'' میں یہ پہاڑ بھی سر کر لیا، اور فتح المتعال کی اصلی عبارت میں اپنی طرف سے اس طرح کے الفاظ کا اضافہ کیا کہ: علامہ تلمسانی رحمہ اللہ کی روح بھی کانپ اٹھی ہوگی، کیونکہ اس طرح کا کلام نہ تو علامہ تلمسانی رحمہ اللہ کے مزاج کے مطابق ہے، نہ ہی نقل کے مطابق ہے، اور فتح المتعال کے جتنے بھی نسخے ہماری نظروں سے گزرے ہیں ان میں سے کسی میں بھی وہ الفاظ موجود نہیں ہیں جنہیں لکھنوی صاحب نے علامہ تلمسانی کی جانب منسوب کر کے قصہ نعلین علی العرش پر تنقیدی تڑکا لگا دیا ہے، اگرچہ وہ عبارت سابق میں پیش کر دی گئی ہے لیکن یہاں، ہم اسی عبارت میں اضافہ شدہ کلمات کو خط کشیدہ کر کے دوبارہ پیش کرتے ہیں، تاکہ حقیقتِ حال سے آگاہی اور دانستہ کئے جانے والے ظلم پر نشاندہی ہو سکے، چلئے! ذرا لکھنوی صاحب کی ''غایۃ المقال'' میں منقول ''فتح المتعال'' کے حوالے سے اضافہ شدہ الفاظ ملاحظہ کریں، ہم نے لکھنوی صاحب کی جانب سے بڑھائے جانے والے الفاظ کو خط کشیدہ کر کے نشاندہی کر دی ہے، درشن فرمائیں!

عبدالحئی لکھنوی کی خودساختہ عبارت:

''قال فی ''فتح المتعال'': قد صرح السبتی فی عدۃ قصائد وغیرھا بأن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسری بنعلہ الکریمۃ، وزاد أنہ قد اراد خلعھا فنودی لا تخلع، و تبعہ

على ذالك صاحبنا ابو الحسن على بن احمد الخزرجي حفظه الله، و وقع مثل ذالك فى كلام الشيخ عبد الرحيم البرعى وغير واحد من مادحيه صلى الله عليه وسلم مع أنى لم أر ما يعضد ذالك من كتب السنة بعد الفحص الشديد، فالصواب ترك ذالك، اذ لم يثبت الآن، ومثل هٰذا لا يقدم عليه الا بتوقيف، وقد أنكره غير واحد من حفاظ الاسلام وحملة السنة ونقاد الحديث وصيارفته وشنعوا على من قاله، وصرحوا بأنه موضوع مختلق، فعهدة وضعه على مانقله غير مبين لوضعه، واتباع المحدثين فى هٰذا المقام متعين، فان صاحب البيت ادرى بما فيه، وقد سئل الامام رضى الدين القزوينى رحمه الله عن وطى النبى صلى الله عليه وسلم العرش بنعله.....وقد قال البعض المعتمد عليهم من المحدثين بعد ما نقل الجواب المذكور ما ملخصه أن ما ذكره الشيخ رضى الدين هو الصواب، وقد وردت قصه الاسراء مطولة و مختصرة عن نحو اربعين صحابيا، وليس فى حديث احد منهم أنه صلى الله عليه وسلم كان فى تلك الليلة فى رجله نعل.....فقاتل الله من وضعه، ماعدم حيائه وآدابه وما اجرأه على اختلاق الكذب على سيّد المتأدبين صلى الله عليه وسلم ۔ انتهٰى كلام المقرئ''۔

(غاية المقال فيما يتعلق بالنعال لعبد الحئى صفحه 74)

مذکورہ بالا عبارت میں خط کشیدہ الفاظ فتح المتعال کا حصہ نہیں ہیں، ہم نے اس سلسلہ میں ''فتح المتعال'' کا وہ نسخہ بھی دیکھا جو ''دار الکتب العلمیه بیروت'' سے ''احمد فرید مزیدی حسنی'' کی تحقیق سمیت شائع ہوا، نیز اسی کے ساتھ ہم نے ''فتح المتعال'' کا وہ نسخہ بھی دیکھا جو ''دار القاضی عیاض للتراث القاهره'' سے ''علی عبد الواحد'' اور ''عبد المنعم فرج درویش'' کی تحقیق سے شائع ہوا ہے، اور تو اور ہم نے ''نواب محمد علی بخش خان بہادر'' کے طبع خانہ سے ملنے والا ''فتح المتعال'' کا قدیم قلمی نسخہ بھی دیکھا ان تینوں نسخوں میں سے کسی نسخے کی بھی اصلی عبارت میں مذکورہ بالا خط کشیدہ الفاظ موجود نہیں ہیں، چنانچہ اب ذرا ''فتح المتعال'' کے تینوں نسخوں کی اصلی عبارت ملاحظہ فرمائیں!

فتح المتعال کی اصلی عبارت:

''ظاهر كلام هٰذا العالم أن النبى صلى الله عليه وسلم أسرى به بنعله الكريمة وقد صرح بذٰلك السبتى فى عدة قصائد وغيرها مما سبق، وزاد أنه اراد خلعها فنودىٰ لا تخلع، و تبعه على ذالك صاحبنا ابو الحسن على بن احمد الخزرجى حفظه الله تعالىٰ، ووقع مثل ذالك فى كلام الشيخ عبد الرحيم البرعى رحمه الله غير واحد من مُدّاحه صلى الله عليه وسلم ، وقد وقع مثل ذالك فى كلام غير واحد مع أنى لم أر ما يعضد ذالك من كتب السنّة بعد الفحص الشديد، فالصواب عدم ذكر ذالك، الا ان يثبت لأن مثل هٰذا لا يقدم عليه الا بتوقيف، وقد أنكره بعض الحفاظ غاية الانكار و شنع على من قال به، فعهدته على

من نقله، واتباع المحدثین فی هٰذا المقام متعین لأنهم أقعد بذالك والله سبحانهٗ وتعالیٰ اعلم"۔

ترجمہ: اس عالم دین کے کلام سے یہ ظاہر ہوگیا کہ بلاشبہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نعلین شریف سمیت معراج کرایا گیا ہے، اور علامہ سبتی نے بھی چند قصیدوں وغیرہا میں اس قصہ کی تصریح فرمائی ہے جو گزر چکی ہے، بلکہ انہوں نے یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نعلین اتارنے کا قصد فرمایا تو ندا ہوئی: مت اتاریئے!" اور ان کی اسی معاملے میں ہمارے ساتھی علامہ ابوالحسن علی بن احمد خزرجی حفظہ اللہ تعالیٰ نے بھی پیروی کی ہے، اور اسی طرح کا قصہ شیخ عبدالرحیم برعی رحمہ اللہ سمیت کثیر مداحینِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں بھی ملتا ہے، اور چونکہ یہ قصہ کثیر حضرات کے کلام میں واقع ہوا ہے لیکن کتبِ حدیث میں خوب جستجو کے باوجود مجھے یہ بات کہیں نہیں ملی، چنانچہ درست یہی ہے کہ؛ یہ بات ذکر نہیں ہوئی، بجز اس کے کہ یہ کسی طرح ثابت ہو جائے، کیونکہ ایسی باتوں کا ثبوت اولاً اصل پر موقوف ہوتا ہے، اور اس کا بعض حفاظ نے سختی سے انکار بھی کیا ہے، نیز اس کے قائل پر بڑے بیہودہ کلمات کا اطلاق کیا ہے، چنانچہ میں نے اس قصہ کو اس کے نقل کرنے والوں کی ذمہ داری پر بیان کر دیا ہے، ایسے مقام پر محدّثین کی اِتباع متعین ہے، کیونکہ وہ زیادہ آگاہ ہوئے ہیں، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ 240 دار الکتب العلمیه بیروت)

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ 452 دار القاضی عیاض للتراث القاهره)

(فتح المتعال للتلمسانی (قلمی نسخه) صفحه 147 در مطبع محمد علی بخش خان دهلی)

نتیجہ:

غور فرمائیں! اس عبارت میں وہ الفاظ موجود نہیں ہیں، جن کا سہارا لے کر عبد الحئ صاحب نے علامہ تلمسانی رحمہ اللہ کو ناقدین میں شامل کیا تھا، بلکہ علامہ قزوینی رحمہ اللہ کے کلام سے لے کر آخری بددعائیہ جملوں تک کے الفاظ بھی ''فتح المتعال'' کا حصہ بنا دینا عبد الحئ صاحب کی مرہونِ منت ہیں، کیونکہ علامہ قزوینی سمیت آخر تک کا کلام ''زرقانی علی المواھب''، ''المعراج الکبیر'' ''جواہر البحار'' وغیرہا میں منقول ہے، فتح المتعال میں ان کا کہیں کوئی اتہ پتہ نہیں۔

لیکن اگر مان لیا جائے کہ عبد الحئ صاحب کے پاس ''فتح المتعال'' کا کوئی ایسا نسخہ ہوگا جس میں خط کشیدہ الفاظ کا اضافہ ہو، تو بھی یہ قابلِ تسلیم نہیں کہ وہ کلام علامہ تلمسانی رحمہ اللہ کا ہی ہے، اس کی کئی وجوہات ہیں مثلاً!

اوّل تو سارے کا سارا کلام ہی تضاد بیانیوں اور سخت اضطرابات کا شکار ہے، کیونکہ!

☆- اس کلام کے آغاز میں قصہ نعلین علی العرش کے قائلین کا جس محبت کے ساتھ ''حفظه الله تعالیٰ'' (اللہ ان کی حفاظت فرمائے) جیسی دعائیں دیتے ہوئے کر رہے ہیں، بلکہ پوری کتاب میں دیگر مقامات میں انہی حضرات کے لئے ''رضی الله عنه'' اور ''رحمه الله'' جیسے کلام سے دعائیں دیتے رہے، لیکن اپنے کلام کے آخر میں انہی حضرات کو ''قاتل الله'' (اللہ انہیں قتل کرے) جیسی بددعاء سے نوازرہے ہیں۔

☆- اسی طرح شروع میں قائلین کو ''صاحبنا'' (ہمارے ساتھی) اور ''الشیخ'' (بزرگ یا استاذ) کا تمغہ تعظیم اور آخر میں انہی کو ''ما اعدم حیائه'' (بے شرم و بے حیاء) اور ''و آدابه'' (بے ادب گستاخ) جیسے الفاظ سے ملقب

کررہے ہیں، گویا معاذ اللہ! خود کو بھی ''بے ادب، بے شرم'' قرار دے رہے ہیں کیونکہ علامہ تلمسانی نے ''فتح المتعال'' اور ''ازہار الریاض'' میں خود بھی اپنے کئی اشعار میں نعلین شریف سمیت معراج ہونے کا ذکر کیا ہے۔ (العیاذ باللہ من ذٰلك)

☆- اسی طرح علامہ تلمسانی نے کلام کے شروع میں تو ''علامہ محمد بن فرج سبتی''، ''علامہ ابوالحسن خزرجی'' اور علامہ عبدالرحیم برعی'' جیسے حضرات کا نام قائلین میں ذکر کیا جو خود علامہ تلمسانی کی ''فتح المتعال'' اور ''ازہار الریاض'' کے دوسرے مقامات میں اپنے وقت کے ''جلیل القدر علماء''، ''محدثین''، ''فقہاء''، ''الاصیل'' اور ''امام'' تک کے القابات سے ملقب ہوئے، جن پر کسی قسم کی کوئی جرح بھی منقول نہیں، لیکن وسطِ کلام میں کسی نامعلوم محدث کو ''قد قال البعض المعتمد علیھم من المحدثین'' فرما کر قابلِ اعتماد ہونے کی سند جاری فرماتے ہوئے اس کا یہ کلام نقل کیا کہ: ''انما ذالك شیء وقع فی نظم بعض القصاص الجھلة'' (یعنی یہ قصہ بعض قصہ گو جاہلوں کی نظموں میں واقع ہوا ہے) غور کریں کہ علامہ تلمسانی نے جن بزرگ علماء کا اولاً ادب واحترام سے ذکر کیا ہے انہی علماء کو کسی نامعلوم محدث نے اپنے کلام میں ''جاہل قصہ گو'' قرار دیا ہے اور پھر حیرت ہے کہ: علامہ تلمسانی نے اسی نامعلوم محدث کو اس کی اس حرکت کو جانتے ہوئے اعتماد یافتہ بھی قرار دیدیا۔

☆- نیز شروع کلام میں ہے کہ: ''فالصواب ترك ذالك'' (یعنی اس قصہ کو ترک کر دینا ہی بہتر ہے) اس کے باوجود اپنی اسی کتاب ''فتح المتعال'' میں کثیر اہلِ علم کے اشعار ترک کرنے کی بجائے نقل فرمادیئے جن میں قصہ نعلین علی العرش کو بیان کیا گیا ہے، بلکہ خود بھی اپنے ذاتی کئی اشعار میں اس قصہ کو بلا تنقید بیان فرمایا، جو ہم نے سابق میں نقل کردیئے ہیں۔

☆- نیز کلام کے شروع میں ''وشنعوا علی من قاله'' (یعنی علماء نے اس

قصہ کے قائل پر شنیع کلمات کا اطلاق کیا ہے) فرما کر آخر میں خود بھی طعن و تشنیع اور بددعاؤں سے کام لیا اور دیگر قائلین کی طرح خود بھی اپنے اشعار کی وجہ سے ان شنیع کلمات اور بددعاؤں کا شکار ہوگئے۔

☆- نیز شروع میں کہا: ''وقد انكره غير واحد من حفاظ الاسلام وحملة السنة ونقاد الحديث وصيارفته'' (یعنی اس قصہ کا انکار کثیر حفاظ اسلام، حاملینِ سنت، ناقدینِ حدیث اور ماہرینِ حدیث نے کیا ہے) لیکن جب ان ''کثیر علماء'' کا نام ذکر کرنے کی نوبت آئی تو اکیلے علامہ رضی الدین قزوینی رحمہ اللہ کا نام و کلام نقل کرنے کے بعد اور کسی کا نام تک یاد نہ رہا، اور یہ بھی مقامِ حیرت ہے کہ علامہ رضی الدین قزوینی کا کلام نقل کرنے کے بعد جس نامعلوم محدث کا کلام نقل کیا، اسے ''معتمد علیہ'' قرار دے دیا، جس کا نام تک معلوم نہیں اس پر اعتماد کیسا؟

☆- اسی طرح کلام کے آخر میں ''وما اجرأه على اختلاق الكذب على سيّد المتأدبين صلى الله عليه وسلم '' (یعنی جناب سیّد المتأدبین صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹی بات منسوب کرنے میں وہ کتنا بڑا جری ہے) فرما کر مذکورہ بالا اہلِ علم کے ساتھ ساتھ اپنے اشعار کی وجہ سے خود بھی اس الزام کے مصداق ہوئے۔

ثانیاً! علامہ تلمسانی کی جانب منسوب کلام نقل کرنے سے پہلے عبدالحئی صاحب اپنی کہانی خود ہی سناتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ:

''وقد كنت حين سمعت هٰذه القصة من بعض الوعاظ اقول في نفسي: ان وقوع هٰذا الامر ليس ببعيد بالنسبة الى رفعة قدر المصطفىٰ صلى الله عليه وسلم ، فان الله تعالىٰ فضله على سائر العالمين وشرف بقدمه السموات والارضين، فلا بعد في ان يسرى به بنعله، ويقول له: لا تخلع نعليك،

لکنه ما لم یثبت ولو من روایة ضعیفة لا نجتری علی التکلم به"

یعنی میں جب بھی اس قصہ کو بعض واعظین سے سنا کرتا تھا تو اپنے دل میں کہا کرتا تھا کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی بلندی کے لحاظ سے تو اس قصہ کا واقع ہونا کچھ بعید نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہانوں پر فضیلت بخشی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں سے زمین و آسمان کو شرف بخشا ہے، تو بھلا اس میں کیا بُعد کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نعلین شریف سمیت سیر کرادی ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہو کہ: اپنے نعلین مت اتاریئے! لیکن جب ایسا کچھ ثابت ہی نہیں اگرچہ ضعیف روایت سے ہی کیوں نہ ہو تو ہم ایسا کہنے کی بھی جرأت نہیں کریں گے۔

(غایة المقال فیما یتعلق بالنعال لعبد الحئی صفحه 73 (الباب الثانی) ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراچی)

عبدالحئی لکھنوی صاحب سے ایک سوال:

اس قصہ کے کسی حدیث میں ثبوت سے قطع نظر میرا سوال یہ ہے کہ: اگر عبدالحئی صاحب کے نزدیک بھی اس قصہ میں کوئی بے ادبی یا بے شرمی والی بات نہیں تھی، اور نہ یہ شانِ رسالت سے کچھ بعید تھی اور نہ ہی اس سے شانِ الوہیت میں کوئی فرق آوے، تو علامہ تلمسانی نے جس دردناک انداز میں قائلین کو "بے ادب، گستاخ، اور بے شرم و بے حیاء" کے القابات سے نوازا اس کی کیا وجہ تھی؟

یا تو عبدالحئی صاحب اس قصہ کو سمجھنے میں خطاء کھا گئے یا پھر علامہ تلمسانی سے خطا ہوئی، اگر عبدالحئی صاحب خطا کھا گئے تو اوروں کی طرح وہ بھی علامہ تلمسانی کے عتاب

کے حقدار ٹھہرے اور قصہ نعلین علی العرش پر محض حسنِ ظن کی وجہ سے ''بے ادبوں اور بے شرموں'' میں شامل، اور اگر علامہ تلمسانی نے خطا کھائی تو بھی عبدالحئی صاحب خاطی ٹھہرے کہ جب ان کو اچھی طرح اس قصہ کے تحفظات کی سمجھ تھی اور خود مطمئن تھے تو کسی ایسے کا کلام نقل ہی کیوں کیا جس کو فہم وشعور کی کمی کے ساتھ ساتھ اطمینان بھی نہ تھا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

نتیجہ:

حق یہی ہے کہ: عبدالحئی صاحب کی ''غایۃ المقال'' کے منقولہ کلام کا علامہ تلمسانی رحمہ اللہ یا آپ رحمہ اللہ کے مزاج سے دور کا بھی واسطہ نہیں، یہ سب کرم فرمائیاں عبدالحئی لکھنویؒ صاحب کی اپنی طرف سے ہیں اور نام استعمال کر دیا امام المسلمین مرجع المادحین عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جناب امام شہاب الدین احمد بن محمد تلمسانی مقریؒ رحمہ اللہ کا، جو سراسر انصاف کا خون اور صریح خطاء بلکہ ظلمِ عظیم ہے،

(واللہ اعلم ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم)

اب رہا یہ سوال کہ کیا ''فتح المتعال'' کی فقط اصلی عبارت سے ہی کسی طرح یہ ثابت ہوسکتا ہے کہ علامہ تلمسانی رحمہ اللہ ناقدین میں سے تھے؟

تو چلیں! اس کے جواب سے پیشتر ''فتح المتعال'' کی اصلی عبارت پر پھر سے نظر دوڑاتے ہیں چنانچہ اس پر غور کرنے سے چند نتائج حاصل ہوتے ہیں مثلاً!

(i)۔ اس قصہ کا تذکرہ خوب جستجو کے باوجود ہمیں نہیں ملا، لہٰذا ایسی کسی بات کا موجود نہ ہونا ہی صحیح ہے۔

(ii)۔ اگر کہیں ثابت ہو جائے تو کوئی حرج بھی نہیں، کیونکہ ایسی باتیں اولاً اصل پر موقوف ہوتی ہیں۔

(iii)۔ اس قصہ کی حمایت کرنے والوں پر بعض محدثین نے بڑے سخت اور

بیہودہ کلمات کیساتھ جرح کی ہے۔

جواب:

علامہ تلمسانی رحمہ اللہ جرح کے ناقل ضرور ہیں لیکن خود ناقد نہیں ہیں، چونکہ "فتح المتعال" کی عبارت سے بظاہر تو یہی لگ رہا ہے کہ: اس قصہ کی حمایت نہیں کرنی چاہیے، جب تک کہ کہیں ثابت نہ ہو جائے، لیکن سب سے پہلے تو دیکھنا یہ ہے کہ: خود علامہ تلمسانی رحمہ اللہ کا اپنا میلان کس جانب ہے؟

تو جب ہم نے مکمل اصلی عبارت پر غور کیا تو اس میں تنقید کی بجائے رخصت کا پہلو نمایاں نظر آیا، جس کی چند وجہیں سابق میں بھی بیان ہو چکی ہیں، مزید ملاحظہ فرمالیں مثلاً!

پہلی وجہ:

علامہ تلمسانی رحمہ اللہ نے اس قصہ کے قائل اہلِ علم حضرات کا تذکرہ بڑے ادب واحترام سے کیا چنانچہ ذرا نظر اٹھائیے! اور بار بار فتح المتعال کے سابق الذکر اصلی پیہرے کو غور سے پڑھیے! کیا واقعی ایسا لگتا ہے کہ علامہ تلمسانی قصہ ءنعلین علی العرش اور اس کے حامیوں کی مخالفت کر رہے ہیں؟ واللہ! ایسا ہرگز نہیں، کیونکہ مصنفین کی عادت ہوتی ہے کہ جس بات پر تنقید کرنا مقصود ہوتا ہے اسے تنقیصی انداز میں بیان کرتے ہیں، تعریفی اور حوصلہ افزاء الفاظ سے مرصع نہیں کرتے، اس کا ثبوت بے شمار کتب میں دیکھا جا سکتا ہے۔

چنانچہ علامہ تلمسانی کی مذکورہ بالا عبارت میں "ظاھر"، "قد صرح"، "تبعه" کے الفاظِ وثیقہ مؤیدہ سمیت قائلین کے ناموں کے ساتھ "صاحبنا" اور "الشیخ" کی آرائش اور "حفظه الله تعالیٰ"، "رحمه الله" جیسی محبت آمیز دعاؤں نیز "غیر واحد" پر زور سے اس بات کا اندازہ بخوبی لگ جاتا ہے کہ:

علامہ تلمسانی کا اپنا مزاج کس طرف مائل تھا؟ ایسے الفاظ کا استعمال تنقید کے لئے سمجھ لینا ''سلیم الطبع فہیم الذہن، اور ہوشمند حضرات کے نزدیک بلاشبہ جائے تعجب اور ناقابلِ قبول ہے، اسی وجہ سے ہمارا دعویٰ ہے کہ: علامہ تلمسانی کا اپنا میلان قصہء نعلین علی العرش کی جانب ہی تھا۔

دوسری وجہ:

علامہ تلمسانی نے قصہ نعلین علی العرش کی مخالفت کرنے والوں کا تذکرہ اس انداز سے کیا ہے کہ: اسے پڑھ کر ہی اندازہ ہوجاتا ہے کہ علامہ تلمسانی نے انہیں اہمیت ہی نہیں دی، بلکہ درحقیقت ان سے اعراض فرمایا ہے مثلاً!

''وقد انکرہ بعض الحفاظ غاية الانكار وشنّع على من قال به''

یعنی بعض حفاظ نے تو اس قصہ کا سختی سے انکار کیا ہے اور اس کے قائل پر بڑے بیہودہ کلمات کا اطلاق کیا ہے۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ 240 الباب الثالث دار الکتب العلمیہ بیروت)

غور کریں کہ اس عبارت میں علامہ تلمسانی رحمہ اللہ نے ناقدین میں سے کسی ایک کا نام بھی درج کرنا ضروری نہیں سمجھا، اور پھر ان کی تنقید کو ''شنّع'' کے ساتھ بیان کیا، اور اہلِ لغت اچھی طرح جانتے ہیں کہ لفظ ''شنع'' کا معنیٰ ''رسوا کرنا''، ''گالی دینا''، ''بیہودہ گوئی''، ''نفرت کرنا''، ''برا الزام لگانا''، ''بے ادبی کرنا'' وغیرہا آتا ہے، کسی روایت، واقعہ یا مسئلہ پر تنقید عالمانہ انداز میں کی جائے تو سمجھ بھی آتی ہے، یعنی یوں کہہ دیا جائے کہ یہ ثابت نہیں، اس کی اصل نہیں، یہ صحیح نہیں، یہ ملا نہیں وغیرہ وغیرہ۔

لیکن اس درجہ شنیع کلمات کے ساتھ تنقید کرنا اہلِ علم کا منصب نہیں، اور وہ بھی

ایسی بات پر جسے کئی بلند پایہ اہلِ علم حضرات نے نقل کیا ہو اور اپنی عالی مرتبت کتب کی زینت بنایا ہو؟ (اللہ اکبر)، یہ تو نرا جاہلانہ طریقہ ہوا، یہی وجہ ہے کہ علامہ تلمسانی رحمہ اللہ نے ناقدین کے کلام پر اطلاع پائی اور بغیر نام لئے اسے بادلِ نخواستہ یہاں نہایت مختصر انداز سے نقل کر دیا گویا اسے اہمیت ہی نہیں دی، یہ بھی ایک ثبوت ہے کہ آپ رحمہ اللہ کا میلان ناقدین کی بجائے قائلین کی جانب ہی تھا۔

تیسری وجہ:

علامہ تلمسانی نے ناقدین کے کلام کو نقل کرنے کے بعد جو کچھ فرمایا اس پر غور کرنے سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ: آپ رحمہ اللہ کا میلان قائلین کی جانب ہی تھا مثلاً!

"فعهدته على من نقله واتباع المحدثين فى هٰذا المقام متعين، لانهم اقعد بذالك والله سبحانه وتعالىٰ اعلم"

یعنی میں نے اس قصہ کو اس کے نقل کرنے والوں پر ذمہ داری ڈالتے ہوئے بیان کر دیا ہے، ایسے مقام پر محدّثین کی اِتباع متعین ہے، کیونکہ وہ زیادہ آگاہ ہوئے ہیں، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ 240 الباب الثالث دار الکتب العلمیہ بیروت)

یہ عبارت علامہ تلمسانی کا قائلین نعلین علی العرش کی جانب میلان ثابت کرنے میں بڑی واضح ہے، لیکن خبردار! اس مقام پر اگر یوں سمجھ لیا جائے کہ: علامہ تلمسانی نے جن "محدثین کی اتباع کو متعین" قرار دیا ہے اور جن کو "زیادہ آگاہ ہونے والا" کہا ہے وہ "ناقدین" ہیں، تو اس سے علامہ تلمسانی کی مراد بے مراد ہی نہیں ہوگی بلکہ کئی لاینحل اشکالات پیدا ہو جائیں گے، کیونکہ: بقول علامہ تلمسانی بعض ناقدین نے حد درجہ انکار کیا اور بیہودہ گوئی سے کام لیا اور اس کے برعکس علامہ تلمسانی نے قائلین کے بارے میں بیہودہ گوئی کی بجائے ادب واحترام کا مظاہرہ فرمایا اور ساتھ ہی اس قصہ کا

شدید انکار کرنے کی بجائے، اسے کئی اہلِ علم کے اشعار کی صورت میں اپنی کتابوں ''فتح المتعال'' اور ''ازہار الریاض'' کی زینت بھی بنایا، بلکہ خود بھی بعض اشعار میں اسی قصہ کی جانب اشارہ فرمادیا، اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے سوال پیدا ہوتا ہے کہ: اگر علامہ تلمسانی کی مراد ناقدین کی پیروی کرنا تھا تو خود شنیع کلمات کا استعمال کیوں نہ کیا؟ اور اس قصہ کا شدت سے انکار کیوں نہ کیا؟ بلکہ شدت سے قطع نظر کیجیے! ہلکا پھلکا انکار بھی نہیں کیا، جس سے صاف پتہ چل رہا ہے کہ: علامہ تلمسانی کی ''اتباع المحدثین'' سے مراد ناقدین نہیں بلکہ وہ قائلین حضرات مراد ہیں جن کا نام آپ رحمہ اللہ نے بڑے احترام سے لیا، اور جو اپنے وقت کے عظیم محدثین ہوئے اسی لئے ان کے اسی مضمون کے اشعار کو اپنی کتابوں میں نقل بھی فرمایا بلکہ خود بھی انہی کی پیروی کرتے ہوئے بعض اشعار میں اس قصہ کی طرف اشارہ فرمادیا۔

چوتھی وجہ:

ہم نے قائلین کے ضمن میں علامہ تلمسانی رحمہ اللہ کو شامل کیا، اور وہاں انہی کا ایک شعر بھی نقل کیا جس میں انہوں نے کھل کر معراج بالنعلین کی حمایت کی ہے ملاحظہ فرمائیں!

"ذا شكل نعال مرتقى الافلاك اذ فاز بقرب مالك الاملاك".

یعنی یہ ان نعلین اقدس کی شکل کا عکس ہے جو اس وقت آسمانوں سے بھی بلند ہوگئے، جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری سلطنت کے شہنشاہ کے حضور مقامِ قرب سے سرفراز ہوئے۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ 128 دار الکتب العلمیہ بیروت)

غور فرمائیں! علامہ تلمسانی رحمہ اللہ نے کن حضرات کی پیروی کی ہے؟، کیا اب بھی واضح نہ ہوا کہ: آپ کا میلان کس جانب تھا؟ جی ہاں! بلاشبہ قائلین کی جانب، لہٰذا

ان مذکورہ بالا وجوہات کی بناء پر یہ ثابت ہوا کہ: علامہ تلمسانی رحمہ اللہ کا اپنا مختار مؤقف ''قصہء نعلین علی العرش'' کی حمایت ہی ہے، مخالفت نہیں، خدا سمجھنے کی توفیق دے۔

پھر علامہ تلمسانی کا یوں کہنا کہ تلاشِ بسیار کے باوجود مجھے یہ قصہ کسی بھی حدیث میں نہیں ملا، اس سے ان کا مقصد تنقید تو ہر گز نہیں تھا جیسا کہ خود انہوں نے ہی اس قصہ کی حمایت کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی پوری ذمہ داری قائلین حضرات پر ڈال دی اور ساتھ ہی یہ کہہ دیا کہ: ہمیں بھی انہی کی پیروی کرنی چاہیے کیونکہ وہ زیادہ جانتے ہیں، اللہ، اللہ! ایک طرف علامہ تلمسانی رحمہ اللہ صاف لفظوں میں قائلین کی جانب ''زیادہ آگاہی'' کی نسبت کررہے ہیں، اور دوسری جانب خود فرما رہے ہیں کہ: مجھے نہیں ملا، تو پھر قائلین کی پیروی نہ کرتے تو اور کیا کرتے؟

لیکن اگر اس عبارت سے یوں سمجھ لیا جائے کہ: علامہ تلمسانی رحمہ اللہ نے ''زیادہ آگاہی'' کی نسبت قائلین نہیں بلکہ ناقدین کی جانب فرمائی ہے تو یہ ایک غیر مسلّمہ امر ہے کیونکہ ناقدین کے نزدیک اس قصہ کے انکار کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ: وہ اس پر آگاہ ہی نہیں ہوئے، تو جب وہ آگاہ ہی نہیں ہوئے تو ''زیادہ آگاہی'' کی نسبت ان کی طرف کرنے کا مطلب ہی کیا ہوا؟ پھر ان کی پیروی کیسی؟ اور وجہِ ممانعت کیسی؟ ورنہ یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ: ناقدین حضرات اس قصہ کے عدمِ وجود پر آگاہ ہوئے ہیں یا وجودِ عدم پر؟

ظاہر ہے کہ: حتمی طور پر اس قصہ کے وجودِ عدم کا دعویٰ کرنے کی جرأت کسی میں نہیں، ورنہ اظہارِ عجز ہی نہ کرتے اور عدمِ وجود بھی قطعاً حتمی نہیں، ورنہ خود قائلین کے کلام نقل نہ کرتے، اور پھر یہ بھی تو طے ہے کہ: عدمِ وجود ممانعت کی دلیل نہیں بن سکتا، جیسا کہ اصولِ حدیث کی متعدد کتب میں متعدد مثالوں سے ثابت ہے۔

لیکن اگر پھر بھی اسی پر زور دیا جائے کہ علامہ تلمسانی رحمہ اللہ نے اس قصہ کا انکار ہی فرمایا ہے، تو اس کے جواب میں بھی علامہ تلمسانی کا سابقہ شعر ہی کافی وشافی ہے۔

اس کے باوجود یہ بھی تو ممکن ہے کہ کوئی صاحب ہمارے بیان کردہ ان تمام نکات کو نظر انداز کر کے یوں میدانِ تحقیق میں کود جائے کہ: علامہ تلمسانی رحمہ اللہ نے اپنے شعر میں عرش کا کہیں تذکرہ نہیں فرمایا بلکہ فقط ''افلاک'' یعنی آسمانوں پر جانے کا ہی ذکر فرمایا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ: ان کے نزدیک بھی عرش والی روایت ثابت نہیں۔

تو میں کہتا ہوں کہ: جنابِ عالی! اول تو عرش بھی افلاک میں داخل ہے جیسا کہ اہلِ عرفان سے پوشیدہ نہیں، دوسرا ''فاز بقرب مالك الاملاك'' سے بھی عرش سے بلند ہونے کی طرف ہی اشارہ ہے، اور تیسرا یہ کہ: بصورتِ تسلیم اگر نعلین علی العرش والی روایت کے کہیں نہ ملنے کی وجہ سے علامہ تلمسانی رحمہ اللہ اس کی روایت سے منع فرما رہے ہیں تو ذرا یہ بھی فرمادیں کہ آخر کس حدیث میں لکھا ہے کہ: جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات آسمانوں پر گئے تو نعلین شریف پہنے ہوئے تھے، اب جانے بھی دیجیے! ایسا بھی کیا تکلف؟ کہ ایک روایت کو فقط اسی وجہ سے ممانعتِ بیان کے مرتبہ میں رکھا جائے کہ اس کا ثبوت کہیں نہیں اور دوسری بھی ویسی جس کا ثبوت کہیں نہیں تو ایک کو رد اور دوسری کا بیان کر دینا کس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے؟

فرض کیجیے! اگر کوئی علامہ تلمسانی سے یہ پوچھتا کہ: حضور! اگر عرش پر نعلین شریف والی روایت کہیں ثابت ہی نہیں جس کا بیان کرنا ہی منع تھا تو نعلین شریف کا ''آسمانوں'' پر جانا کس روایت سے ثابت ہے؟ تو جہاں تک میرا اندازہ ہے

تو چونکہ آسمانوں پر نعلین والا مضمون بھی کسی حدیث میں نہیں ملتا، تو شاید بلکہ اغلب گمان یہی ہے کہ: علامہ تلمسانی آسمانوں پر نعلین اقدس کی جلوہ گری کو لامحالہ ''قیاس'' سے ہی ثابت فرماتے، اور وہ یوں کہ اولاً! تو کسی روایت میں یہ بھی نہیں آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وقتِ معراج ننگے پاؤں تھے، اور ثانیاً! بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ: جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس رات فرشتوں کا جلوس، جبریل کی ہمسفری، انبیاء کی امامت، براق کی سواری اور اس قدر عزت افزائی اور عظمت و بڑائی عطا فرمائی ہو جس کے احاطے کی مجال ما و شما میں کہاں؟ لیکن نعلین اتروا لئے، آخر کس لئے؟ یہ تصورِ سلیم سے پرے کی باتیں ہیں، جو جہلاء کے طرزِ طریق سے میل کھائیں، بہر حال کچھ بھی کہیے! کہیں بھی رُخ کیجیے! الحمد للہ! علامہ تلمسانی رحمہ اللہ ''نعلین علی العرش'' کے قائلین میں ہی شامل ہیں، اسی پر مزاجِ تلمسانی دال اور عباراتِ جلیلہ مذکورہ قال، مالک الملک سمجھنے کی توفیق بخشے (آمین)۔

(۲)

''علامہ زرقانی رحمہ اللہ بھی ناقد نہیں ہیں''

علامہ تلمسانی رحمہ اللہ کی طرح علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی رحمہ اللہ کو ناقدین میں شمار کرنا بھی عبد الحیٔ لکھنوی صاحب کا ہی ایک اور کارِ عجیبہ ہے، یہاں بھی آنجناب نے علامہ زرقانی رحمہ اللہ کی شرح المواہب کی عبارت کو جس انداز سے اضافی الفاظ کی تزیین و آرائش فرمائی ہے، اس سے بھی ان کا مقصد صاف یہی تھا کہ علامہ زرقانی رحمہ اللہ کو بھی ناقدین میں شامل کر لیا جائے لیکن یہ کام ان کی اصلی عبارت سے تو ہو نہیں سکتا تھا نتیجتاً کچھ الفاظ کا اضافہ کر دیا، لیکن اس مرتبہ اضافہ کرنے کے لئے ''حاصلِ کلام'' کا بہانہ بنایا، چنانچہ ذرا عبد الحیٔ صاحب کی اضافہ شدہ عبارت ملاحظہ فرمائیں!

عبدالحئ لکھنوی کی خودساختہ عبارات:

لکھنوی صاحب نے اپنی ''الآثار المرفوعہ'' میں یہ دعویٰ کیا کہ: ''وقد نص محمد بن عبد الباقی الزرقانی فی شرح "المواهب اللدنية" على ان هذه القصة موضوع بتمامها '' (یعنی علامہ زرقانی نے ''المواهب اللدنیه'' کی شرح میں بھی اس کی تصریح فرمائی ہے کہ: یہ قصہ سارے کا سارا ہی موضوع ہے)

(الآثار المرفوعة لعبد الحئی صفحه38مكتبة الشرق الجديد بغداد)

پھر لکھنوی صاحب نے ہی اپنی ایک اور کتاب ''غایۃ المقال'' میں بھی کچھ نئے الفاظ کی ملمع سازی فرماتے ہوئے یوں موتی بکھیرے کہ:

"وفی "شرح المواهب اللدنية" للزرقانی بعد نقل جواب الشیخ الرضی القزوینی وتحسین بعض المحدثین المذکورین ما حاصله: أن ما ذکره هٰذان العلامتان أنه لا اصل لرقیه صلی الله علیه وسلم العرش، وأنه لا اصل لوطئه السماوات العلی بنعله تحقیق حسن ــــــــالخ"

(یعنی علامہ زرقانی رحمہ اللہ کی ''شرح المواہب اللدنیہ'' میں شیخ رضی الدین قزوینی کے جواب کے بعد کسی محدث کے مذکورہ کلام کی تحسین کی گئی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ: بلاشبہ ان دونوں علامہ صاحبان نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عرش پر جانے کی کوئی اصل نہیں اور نہ ہی آسمانوں کی بلندیوں پر نعلین سمیت جانے کی کوئی اصل ہے یہ اچھی تحقیق ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔الخ)۔

(غاية المقال لعبد الحئی صفحه74ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراچی)

نتیجہ:

علامہ زرقانی رحمہ اللہ کی جانب منسوب مذکورہ بالا خط کشیدہ عبارات میں سے اس سلسلہ کی کوئی ایک عبارت بھی علامہ زرقانی رحمۃ اللہ کی ''شرح المواہب اللدنیہ'' میں موجود نہیں، یہ الفاظ بھی جناب عبدالحئی صاحب کی مرہونِ منت ہیں، نقل کے اصولوں کے مطابق کسی مصنف کا کلام نقل کرنے کے لئے ہو بہو الفاظ کی بجائے ''اقتباس'' سے کام چلایا جا سکتا ہے، چنانچہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عبدالحئی صاحب نے علامہ زرقانی رحمہ اللہ کے کلام کو لفظاً بلفظٍ نقل کرنے کی بجائے ''اقتباس'' کے پیشِ نظر ایسا کیا ہو، لیکن جناب! اقتباس اور بہتان میں بڑا فرق ہوتا ہے، اقتباس میں اس بات کا لحاظ ضروری ولازمی ہوتا ہے کہ الفاظ اگرچہ مختصر کر دیئے جائیں لیکن مصنف کی مراد و مقصد تبدیل نہ ہونے پائے، لہٰذا عبدالحئی صاحب کی اس من گھڑت عبارت کو ''اقتباس'' قرار دینا خود ''قاعدہ اقتباس'' کا خون ہے۔

کوئی شک نہیں کہ علامہ زرقانی رحمہ اللہ نے علامہ قزوینی اور ان کے بعد کسی نا معلوم محدث کا کلام نقل کیا ہے، لیکن کسی بھی لفظ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ: آپ رحمہ اللہ نے ان دونوں کے کلام کو تحسین وتائید کی نظر سے دیکھا ہو، نہ لفظاً نہ معناً، نہ نقلاً نہ اقتباساً بلکہ خود اسی جگہ علامہ قزوینی اور ان کے مؤید نا معلوم محدث کا تضاد اور کمزوری بھی ثابت کر دی، چنانچہ یوں لکھتے ہیں کہ:

زرقانی کی اصلی عبارت:

''لكن دعواه انه لم يرد انه جاوز سدرة المنتهىٰ فى حديث ضعيف ولا حسن ولا صحيح، فيها نظر، فقد اخرج ابن ابى حاتم عن انس أنه لما انتهىٰ الى سدرة المنتهىٰ غشيته سحابة فيها من كل لون فتأخر جبريل والقزوينى الذى صوب

هٰذا المحدث کلامه، قد اعترف بورود هٰذا بقوله "واما الی ما ورائها"، فانما ورد فی اخبار ضعیفة ومنکرة".

ترجمہ: لیکن اس نامعلوم محدث کا یہ دعویٰ کہ: ''جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سدرۃ المنتہیٰ سے تجاوز کرجانا کسی ضعیف، حسن یا صحیح حدیث میں وارد ہی نہیں ہوا'' اس دعویٰ میں کمزوری ہے، کیونکہ ابن ابی حاتم نے جناب انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے تو ایک رنگین بادل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھانپ لیا اور جبریل پیچھے رہ گئے، حالانکہ علامہ قزوینی وہی ہیں جن کے کلام کو یہ نامعلوم محدث درست قرار دے رہا ہے، چنانچہ وہی علامہ قزوینی تو یہ اعتراف کررہے ہیں کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سدرۃ المنتہیٰ سے آگے جانا ضعیف اور منکر احادیث میں بلاشبہ وارد ہوا ہے۔

(زرقانی علی المواهب اللدنية جلد8صفحه223النورية الرضوية لاهور)

اس مذکورہ عبارت کے ملاحظہ سے معلوم ہوتا ہے کہ: علامہ قزوینی اور اس نامعلوم محدث کی عبارت میں ایسا تو کچھ بھی کام کا نہیں تھا کہ انہیں ''تمغہ ءحسنِ کارکردگی'' دے دیا جاتا، یہی وجہ ہے کہ: علامہ زرقانی رحمہ اللہ نے ان دونوں کی عبارتیں نقل کرنے کے بعد بجائے دادو تحسین دینے کے الٹا ان کی کمزوری بیان کررہے ہیں، لہٰذا اگر کسی قول کو نقل کرنے کا مطلب اس کی تائید کرنا ہی ہوتا ہے تو جناب! خود علامہ زرقانی رحمہ اللہ تنقیدی اقوال سے چند صفحات پہلے قائلین حضرات میں سے علامہ ہمدانی رحمہ اللہ کا کلام بھی نقل کرچکے ہیں، ذرا وہ بھی ملاحظہ فرمالیں!

"وفی سبعیات الهمدانی: "ثبت فی الحدیث أنه صلی الله

علیه وسلم قال: همت ليلة المعراج أن أخلع نعلي فسمعت النداء من قبل الله: يا محمد! لا تخلع نعليك لتشرف السماء بهما، فقلت: يا رب انك قلت لموسىٰ: ﴿فاخلع نعليك انك بالوادى المقدس﴾ (طٰہٰ:12) فقال: يا ابا القاسم! ادن مني، لست عندي كموسىٰ فانه كليمي وانت حبيبي "انتهیٰ"۔

ترجمہ: علامہ ہمدانی رحمہ اللہ کی سبعیات میں ہے کہ: حدیث شریف میں ثابت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے معراج کی رات ارادہ کیا کہ اپنے نعلین اتار دوں تو میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ نداء سنی: اے محمد! اپنے نعلین مت اتاریئے! تاکہ آسمان ان سے شرف یاب ہوں، تو میں نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! تو نے جناب موسیٰ سے فرمایا تھا کہ: ﴿اپنے نعلین اتار دو کیونکہ تم وادی مقدس میں ہو﴾ تو فرمایا: اے ابوالقاسم! میرے قریب آؤ، تم میرے نزدیک موسیٰ کی طرح نہیں ہو وہ میرا کلیم تھا اور تم میرے حبیب ہو، علامہ ہمدانی کا کلام مکمل ہوا۔

(زرقانی علی المواهب اللدنية جلد8صفحه217النورية الرضوية لاهور)

شرح مواہب کی اس منقولہ عبارت کو دیکھتے ہوئے کیا ہمارا یہ کہنا کسی ناقد کو ہضم ہوگا کہ: علامہ زرقانی رحمہ اللہ بھی قائلین میں سے ہیں کیونکہ انہوں نے علامہ ہمدانی رحمہ اللہ کا کلام نقل کیا ہے، ہرگز نہیں، لیکن اگر تم یہ کہو کہ: علامہ ہمدانی رحمہ اللہ کے کلام کو نقل کرنے کے بعد علامہ زرقانی رحمہ اللہ نے یہ تنقیدی کلام بھی فرمایا ہے کہ:

"وتعقب بأن هذا باطل ولم يذكر في شيء من الاحاديث

بعد الاستقراء التام"۔

یعنی اس روایت کا یوں تعقب کیا جاتا ہے کہ یہ باطل ہے اور احادیث میں مکمل جدوجہد کے باوجود ایسی کوئی چیز مذکور نہیں ہوئی۔

(زرقانی علی المواهب اللدنية جلد8صفحه217النورية الرضوية لاهور)

خوب یاد رہے کہ یہ تنقید بھی علامہ زرقانی رحمہ اللہ کی جانب سے نہیں ہے بلکہ محض ان کی نقل کردہ ہے، جس سے وہ علامہ قزوینی اور اسی نامعلوم محدث کے کلام کی جانب اشارہ کررہے ہیں ورنہ علامہ ہمدانی رحمہ اللہ کی قوتِ استدلال اور علمی مقام کا یہ عالم ہے کہ وہ کسی بات کی تحقیق کئے بغیر اسے "ثبت" کی تصریح سے مزین نہیں کیا کرتے، اسی لئے علامہ محمد باقر الکتانی رحمہ اللہ کی کتاب "روضات الجنات" کے حاشیہ میں علامہ محمد حمزہ بن علی الکتانی رحمہ اللہ علامہ زرقانی رحمہ اللہ کی اسی منقولہ عبارت کو تنقیدی کلام سمیت نقل کرنے بعد لکھتے ہیں کہ: "ویبدو أن الهمذانی لم یصرح بلفظ ثبت الا اذا کان له اصل، والله اعلم"۔ یعنی اور یہ بھی واضح ہے کہ علامہ ہمذانی (ہمدانی) جب بھی لفظ "ثَبَتَ" سے کسی بات کی تصریح فرماتے ہیں تو اس کی کوئی نہ کوئی اصل ضرور ہوتی ہے، واللہ اعلم۔

(حاشية روضات الجنات صفحه42،43مرکزِ اهل السنة برکات رضا گجرات انڈیا)

خلاصہ یہ کہ: علامہ زرقانی رحمہ اللہ نے جہاں ناقدین میں سے علامہ قزوینی رحمہ اللہ اور کسی نامعلوم محدث کے قول کو نقل کردیا، وہیں قائلین میں سے علامہ ہمدانی رحمہ اللہ کے قول کو بھی نقل کردیا اور بس، یعنی جس طرح علامہ زرقانی رحمہ اللہ اپنی نقل کردہ دونوں طرح کی عبارات اور ان میں موجود تصریحات کی روشنی میں قائلین کی فہرست میں شامل نہیں ہوسکتے۔

اسی طرح انہیں ناقدین کے زمرے میں بھی شامل نہیں کیا جاسکتا کیونکہ انہوں

نے اپنے مؤقف کو اپنی شرح میں کھل کر بیان ہی نہیں کیا، نہ ہی کسی ایک کی جانب اپنا میلان ظاہر کیا اور نہ ہی کسی کی تحسین بیان کی، یہی وجہ ہے کہ ہم نے ان کو قائلین میں بھی شامل نہیں کیا، ثابت ہوا کہ وہ محض ناقل ہیں، قائل یا ناقد نہیں۔

(۳)

''اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بھی ناقد نہیں''

ناقدین کی فہرست میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ سے منسوب دو کتابوں ''احکامِ شریعت'' اور ''ملفوظات'' (الملفوظ) کی عبارات پیش کی جا چکی ہیں، جن میں بڑے ہی واضح لفظوں سے قصہ نعلین علی العرش کو ''موضوع، من گھڑت، باطل اور بے اصل'' کہا گیا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ: ایسے وضاحت طلب اور تشنہء تحقیق سوالات کے جواب میں اس طرح کے ادھورے جواب دینا اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کا مزاج نہیں، نیز اس کے ساتھ ساتھ ان دونوں کتابوں ''احکامِ شریعت'' اور ''الملفوظ'' میں کتابت کی متعدد غلطیاں اور نامعلوم لوگوں کے تصرفات بھی شامل ہیں اور کئی مسائل کا الحاق بھی داخل ہے، جیسا کہ کئی اکابر بزرگانِ دین کی کتب کے ساتھ ہوتا چلا آیا ہے، اس کا اقرار متعدد ماہر اہلِ علم اپنی اپنی کتب میں کر چکے ہیں، مثلاً!

''الملفوظ'' کی فنی حیثیت:

(1)۔ علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی ''صدر شعبہء افتاء الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور انڈیا'' نے ''شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمہ اللہ'' کے فتاویٰ ''المواہب الالٰہیہ فی الفتاوی الشریفیہ المعروف فتاویٰ شارح بخاری'' کے شروع میں مصنف اور ان کے فتاویٰ کا تعارف تحریر کرتے ہوئے ''گھڑی کی چین کا مسئلہ'' کے تحت علامہ شارح بخاری رحمہ اللہ کے یہ الفاظ نقل کرتے ہیں کہ:

’’بعض لوگ اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا حوالہ دیتے ہیں کہ انہوں نے اسے ناجائز فرمایا ہے جیسا کہ ’’الملفوظ‘‘ اور ’’احکامِ شریعت‘‘ میں ہے، لیکن ’’الطیب الوجیز‘‘ میں اعلیٰ حضرت نے یہ فرمایا: پس بچنا ہی بہتر ہے، او کما۔ قال۔ الملفوظ کا جو حال ہے وہ اہلِ علم سے مخفی نہیں، اس میں سینکڑوں غلطیاں اب تک مل چکی ہیں، احکامِ شریعت ایک میلاد خواں کی جمع کردہ ہے، یہ دونوں کتابیں اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد چھپی ہیں، اس لئے اس میں غلطی کا امکان بعید نہیں‘‘۔

(فتاویٰ شارح بخاری جلد1 صفحہ 36 مکتبہ برکات المدینہ کراچی)

(2)۔ حضور مفتیء اعظم ہند شاہ محمد مصطفیٰ رضا خان نوری بریلوی رحمہ اللہ کی سیرت طیبہ پر لکھی جانے والی معروف کتاب ’’جہانِ مفتیء اعظم‘‘ میں ’’مفتیء اعظم اور الملفوظ‘‘ کے عنوان سے علامہ یٰسین اختر مصباحی صاحب کی جانب سے ایک مضمون شائع ہوا جس میں یوں لکھا ہے کہ:

’’یہ ’’الملفوظ‘‘ پہلے الرضا بریلی وتحفہء حنفیہ پٹنہ و یادگار رضا بریلی میں متفرق طور پر شائع ہوا، پھر حسنی پریس بریلی سے پہلی بار کتابی شکل میں اس کی اشاعت ہوئی، اس کے اکثر قدیم نسخے جو نقل در نقل ہوتے رہے، ان میں کتابت کی غلطیاں بلکہ بعض تصرفات بھی نظر آتے ہیں، اب یہ کوشش کی گئی ہے کہ تصحیح واصلاح میں کوئی بے توجہی اور خامی نہ رہ جائے، پھر بھی غلطیوں کا امکان باقی ہے اور اس سے کوئی مفر بھی نہیں ہے‘‘۔ (جہانِ مفتیء اعظم صفحہ 707 شبیر برادرز لاہور)

(3)۔ اسی کتاب ’’جہانِ مفتیء اعظم‘‘ میں ’’الملفوظ کا مقام اور مفتیء اعظم‘‘ کے عنوان سے علامہ مولانا فیضان المصطفیٰ مصباحی صاحب کی جانب سے ایک مضمون بھی شامل ہے جس کے چند مقامات سے عبارات درج ذیل ہیں کہ:

☆۔ ’’حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کی مرتب ’’الملفوظ‘‘ میں شک کی کوئی

گنجائش نہیں بلکہ یہ اعتماد واستناد کے بلند درجہ پر فائز ہے، لیکن بعد میں حضور مفتیٔ اعظم کی مرتبہ ''الملفوظ'' کی جن لوگوں نے نقلیں لیں اور پھر ان نقلوں سے بعد والوں نے کتابت کروائی اس میں کتابت کی بہت سی غلطیاں در آئیں جن میں یا تو احتیاط سے کام نہیں لیا گیا یا غلطیوں کی اصلاح پر توجہ نہیں ہوئی''۔

☆- نیز انہوں نے مزید یوں بھی لکھا کہ: ''اس سے اندازہ ہوا کہ امام احمد رضا کے ملفوظات کے ساتھ وہ اعتناء نہیں کیا گیا جو ہونا چاہیے تھا، اس سے یہ بات طے ہو جاتی ہے کہ جو غلطیاں در آئیں ان سے صاحب ملفوظات کا کوئی تعلق نہیں، حضور مفتی اعظم کی بارگاہ کے بعض فیض یافتہ علماء سے احقر نے سنا کہ حضور مفتی اعظم بعد والے نسخوں میں نقل وکتابت کی غلطیوں پر ناراضی ظاہر فرماتے تھے، اور فرماتے کہ: ''نہ جانے کیسے چھپوا دیا ہے'' اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بعد میں چھپوانے والوں نے احتیاط سے کام نہیں لیا، جس کی وجہ سے اب تک چھپنے والے نسخوں میں کتابت کی غلطیاں رہ گئیں، متعدد نسخوں سے مقابلے کے بعد راقم کو شدید احساس ہوا کہ بعد والوں نے ''الملفوظ'' میں کہیں کہیں تصرف بھی کیا ہے''۔

☆- آگے چل کر مزید لکھا کہ: ''واضح رہے کہ الملفوظ کا سال تالیف ۱۳۳۸ھ ہے اور سالِ اشاعت معلوم نہیں، ۱۳۴۰ھ میں اعلیٰ حضرت کا وصال ہو گیا، مولانا شہاب الدین نے اپنے مضمون ''الملفوظ کا مقام ومرتبہ'' میں لکھا ہے کہ: ''الملفوظ کے بعض حصے اس وقت کے بعض رسائل مثلاً تحفہ حنفیہ اور ماہنامہ الرضا وغیرہ میں قسط وار شائع ہوتے رہے'' پھر بعد میں انہیں مکمل کتابت کر کے شائع کیا گیا، جس میں قلتِ احتیاط کا شکوہ بے جا نہیں، نیز نسخوں سے نسخے نقل اور کتابت کئے جاتے رہے لہٰذا کتابت کی غلطیاں بجائے کم ہونے کے جدید نسخوں میں بڑھتی رہیں، نتیجۃً مخالفین کو زبان درازی کا موقع مل گیا، الملفوظ کی عبارتوں پر مخالفین کے بہت سارے

اعتراضات سامنے آئے ہیں''۔

(جہانِ مفتیء اعظم صفحہ 730 تا 732 شبیر برادرز لاہور)

''احکامِ شریعت'' کی فنی حیثیت:

(1)۔ سابق میں ''الملفوظ'' کی فنی حیثیت کی نشاندہی کے ضمن میں علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی صاحب کی جانب سے ''شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمہ اللہ'' کا قول پیش کردیا گیا جس میں الملفوظ کے ساتھ ساتھ ''احکامِ شریعت'' کی کمزوری بھی بیان کی گئی ہے کہ:

''الملفوظ کا جو حال ہے وہ اہلِ علم سے مخفی نہیں، اس میں سینکڑوں غلطیاں اب تک مل چکی ہیں، ''احکامِ شریعت'' ایک میلاد خواں کی جمع کردہ ہے، یہ دونوں کتابیں اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد چھپی ہیں، اس لئے اس میں غلطی کا امکان بعید نہیں''۔

(فتاویٰ شارح بخاری جلد1 صفحہ36 مکتبہ برکات المدینہ کراچی)

(2)۔ مفسرِ قرآن، محدّثِ زمان حکیم الامت حضور مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ بھی ''احکامِ شریعت'' کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ:

''یہ اعلیٰ حضرت کی تصنیف یا تالیف نہیں، نیز یہ کہ اس کے جامع کوئی سیّد شوکت علی صاحب نامی ایک غیر عالم اور غیر معروف شخص ہیں''۔

(العطایا الاحمدیة فی فتاویٰ نعیمیه جلد2 صفحه13، 24، 25 لاهور)

(احمد البیان فی رضا کنز الایمان (المعروف) کنز الایمان پر اعتراضات کا آپریشن صفحه 260، 261 کاظمی کتب خانه جامعه غوث اعظم، رحیم یا خان)

(3)۔ جناب علامہ غلام مہر علی رحمہ اللہ (مصنفِ کتاب ''دیوبندی مذہب'') اپنی کتاب ''جواباتِ رضویہ'' میں احکامِ شریعت اور اس کی مثل دیگر کتب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''اعلیٰ حضرت کی طرف منسوب کئی کتب مثل ''احکامِ شریعت'' وغیرہ کے متعلق علماء کہہ چکے ہیں کہ یہ کتب آپ کی تصنیفات نہیں بلکہ آپ کی طرف غلط منسوب ہیں''۔

(جواباتِ رضویہ حصہ اول صفحہ 65 دار العلوم نور المدارس بھاولنگر)

(4)۔ مناظرِ اسلام علامہ محمد کاشف اقبال مدنی صاحب نے بھی اپنی کتاب ''ننگے سر نماز پڑھنے کی شرعی حیثیت'' میں اسی امر پر صراحت کی ہے کہ:

''عرض ہے احکامِ شریعت اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی تصنیف نہیں ہے ہمارے متعدد علماء اس کی تصریح کر چکے ہیں''۔

(ننگے سر نماز پڑھنے کی شرعی حیثیت صفحہ 13 میلاد پبلی کیشنز دربار مارکیٹ لاہور)

(5)۔ علامہ مفتی محمد عبد المجید خان سعیدی رضوی صاحب نے اپنی کتاب ''کنز الایمان پر اعتراضات کا آپریشن'' میں ''احکامِ شریعت'' کے بارے میں یوں لکھا کہ:

''تحقیق یہ ہے کہ: وہ (احکامِ شریعت) اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی تصنیف یا تالیف نہیں، جس کی ایک دلیل یہ ہے کہ: اعلیٰ حضرت کی ہر کتاب کا نام تاریخی ہے یعنی بحسابِ جمل آپ کی ہر کتاب کے نام کے اعداد اس کے سنِ تصنیف و تالیف کو ظاہر کرتے ہیں، ''احکامِ شریعت'' نام اس معیار پر پورا نہیں اترتا کیونکہ اس کے کل اعداد ۱۰۵۰ (ایک ہزار پچاس) ہیں جب کہ اعلیٰ حضرت ۱۲۷۲ھ میں پیدا ہوئے، پس اسے اگر آپ کی تصنیف یا تالیف مان لیا جائے تو اس سے نتیجہ یہ نکلے گا کہ آپ نے یہ کتاب اپنی پیدائش سے ۲۲۲ (دوسو بائیس) سال پہلے لکھی تھی، ۔۔۔۔۔ علاوہ ازیں اسی احکامِ شریعت میں اس کے حصہ ۲ کے بعد اور حصہ ۳ سے پہلے (صفحہ نمبر ۱۵۵ سے صفحہ نمبر ۱۶۴ تک) اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے ملفوظ شریف بھی ''عرض'' اور ''ارشاد'' کے عنوانات سے شامل ہیں، پس اگر یہ آپ کی تصنیف یا آپ کی تالیف ہوتو

واضح مطلب یہ ہوگا کہ اعلیٰ حضرت یہ فرمارہے ہیں کہ لوگوں نے مجھ سے فلاں فلاں موقع پر ''عرض'' کی تو میں نے انہیں یہ یہ ''ارشاد'' فرمائے، جونہایت درجہ مضحکہ خیز اور غلط ہے، یہ بھی اس امر کی واضح دلیل ہے کہ: ''احکامِ شریعت'' نامی کتاب جو اعلیٰ حضرت سے منسوب ہے قطعاً آپ کی تصنیف یا تالیف نہیں، بلکہ یہ کسی اور شخص کی تالیف ہے جس نے اعلیٰ حضرت سے منسوب متفرق فتاویٰ اور آپ کے بعض ملفوظات کو یکجا جمع کر کے انہیں احکامِ شریعت کے نام سے شائع کر دیا ہے، رہا یہ کہ: اس میں درج کردہ فتاویٰ میں سے کون سا فتویٰ واقع میں اعلیٰ حضرت کا محرّرہ ہے اور کون سا آپ کا تحریر کردہ نہیں؟ اس سے اس کے مؤلف کو کوئی سروکار نہیں، پس ایسی صورت میں احکامِ شریعت میں درج فتاویٰ کی حقیقت سے باخبر ہونے کے لئے اصولاً فتاویٰ رضویہ (وغیرہ آپ کی اصل کتب) سے مراجعت ضروری ہوئی، اس کا جو فتویٰ خصوصاً فتاویٰ رضویہ سے متصادم ہوگا اور تطبیق کی بھی کوئی صورت نہ نکلے گی وہ یقیناً آپ کا نہیں ہوگا کیونکہ فتاویٰ رضویہ مکمل طور پر اعلیٰ حضرت کی اجازت سے آپ کی زندگی میں شائع ہوا تھا جس کی ایک واضح مثال یہ ہے کہ: احکامِ شریعت میں انشورنس (بیمہ پالیسی) کو جائز جب کہ فتاویٰ رضویہ میں اسے حرام لکھا ہے، ملاحظہ ہو (احکامِ شریعت صفحہ نمبر ۱۲۶ طبع لاہور فتاویٰ رضویہ جلد نمبر ۷ صفحہ نمبر ۱۱۲، ۱۱۳ طبع کراچی) پس اس صورت میں یہی کہا جائے گا کہ احکامِ شریعت میں درج یہ فتوی آپ سے غلط منسوب ہے جب کہ ان دونوں میں تطبیق بھی ناممکن ہے۔۔۔۔اسی طرح قوالی کا مسئلہ ہے، ''احکامِ شریعت'' سے قوالی کا مطلقاً عدمِ جواز معلوم ہوتا ہے لیکن فتاویٰ رضویہ میں بعض صورتوں میں اہل کے لئے اس کا جواز مصرّح ہے''۔

(احمد البیان فی رضا کنز الایمان (المعروف) کنز الایمان پر اعتراضات کا آپریشن صفحہ 260 تا 263 کاظمی کتب خانہ جامعہ غوث اعظم، رحیم یا خان)

(6)۔علامہ مفتی محمد غلام حسن قادری صاحب اپنی مشہور کتاب ''شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بزبانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم'' میں لکھتے ہیں کہ:

''حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا نعلین سمیت آیئے تاکہ آپ کی نعلین کی دھول سے میرا عرش بزرگی پالے۔ احکامِ شریعت ص ۱۶۰ میں اس روایت کو موضوع کہنا اعلیٰ حضرت کی طرف جو منسوب کیا گیا ہے وہ درست نہیں ہے''۔(مقتبساً)

(شانِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم بزبانِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ 973،974 مشتاق بک کارنر لاہور)

(7)۔عزیزم محمد ممتاز تیمور قادری صاحب کی کتاب ''کنز الایمان اور مخالفین مع داستانِ فرار پر ایک نظر'' جس کے آغاز میں مستند علماء کرام مثلاً! ''خلیفہ ءحضور تاج الشریعہ سیّد محمد ہاشمی رضوی'' اور ''خلیفہ ءحضور مفتی ءاعظم سراجِ ملت الشاہ سیّد سراج اطہر رضوی'' دامت برکاتہما کے کلمات بھی درج ہیں جو اس کتاب کے استناد پر شاہد ہیں، چنانچہ اسی کتاب میں یوں لکھا ہے کہ:

''فی الحال اتنا عرض ہے کہ: احکامِ شریعت کی مکمل ذمہ داری اعلیٰ حضرت پہ نہیں ڈالی جاسکتی''۔

(کنز الایمان اور مخالفین صفحہ 167 بزم تحفظ عقائد اہلِ سنت وجماعت)

نتیجہ : ان مذکورہ بالا تصریحات کے بعد ثابت ہوگیا کہ: ''احکامِ شریعت'' اور ''ملفوظات'' پر بلاتحقیق اعتماد کرلینا یا اسے اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی جانب منسوب کردینا درست نہیں بلکہ اِن کتابوں کی فقط اُنہی عبارات کو اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرنا درست ہوگا جو ''فتاویٰ رضویہ'' یا آپ کی دیگر مصدّقہ کتب میں موجود ہوں یا ان میں بیان کردہ اصولوں کے عین مطابق ہوں، چنانچہ جب ہم دیکھتے

ہیں کہ: اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کا مزاج نعلین علی العرش جیسی دیگر روایات کے بارے میں کیسا ہے تو ہمیں ملتا ہے کہ: آپ رحمہ اللہ ایسی روایات کو علماء جمہور کے چند مسلّمہ اصولوں پر پرکھتے ہیں، جن میں سے اول اسناد اور اس کی صحت وتقویت ہے، لیکن اگر یہ شرط نہ پائی جائے تو پھر کتاب وسنت کے صریح دلائل کی عدمِ مخالفت، اور معتبر بزرگانِ دین کا اسے نقل کر کے اعتماد کر لینا، اور آخر میں اس کا مدلول کی شایانِ شان ہونا ہے، لہٰذا ہم یہاں تسکینِ خاطر کے لئے فتاویٰ رضویہ سے ہی حدیث پرکھنے کے اسی طرح کے محض چند اصول بالاختصار پیش کرتے ہیں، تا کہ اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ سیّدی اعلیحضرت رحمہ اللہ سے اس قصہ کو ''موضوع، جھوٹ'' وغیرہ جیسے الفاظ کی نسبت عقلاً نقلاً اصولاً اور دیانتاً قطعاً درست نہیں ہو سکتی، ملاحظہ فرمائیں!

فتاویٰ رضویہ میں چند مسلّمہ اُصولِ حدیث:

(i)۔ فتاویٰ رضویہ میں حدیث نور بروایتِ سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ کا دفاع کرتے ہوئے ایک اصول یوں بیان فرمایا گیا کہ:

''اجلہ ائمہ دین مثل امام قسطلانی ''مواہبِ لدنیہ'' اور امام ابن حجر مکی ''افضل القریٰ'' اور علامہ فاسی ''مطالع المسرات'' اور علامہ زرقانی ''شرح مواہب'' اور علامہ دیار بکری ''خمیس'' اور شیخِ محقق دہلوی ''مدارج'' وغیرہا میں اس حدیث سے استناد اور اس پر تعویل واعتماد فرماتے ہیں، بالجملہ وہ تلقّیِ امت بالقبول کا منصبِ جلیل پائے ہوئے ہے تو بلاشبہ حدیث حسن صالح، قبول معتمد ہے، تلقی علماء بالقبول وہ شےء عظیم ہے جس کے بعد ملاحظہء سند کی حاجت نہیں رہی، بلکہ سند ضعیف بھی ہو تو حرج نہیں کرتی''۔(فتاویٰ رضویہ جلد30 صفحہ659)

(ii)۔ سیّدی وسندی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے ایک مقام پر کمالِ محبت سے جھوم

کر جمہور علماء کے اصول کو ناصحانہ انداز میں یوں لکھا کہ:

''اے عزیز! سلفِ صالح کی روش اختیار کر اور ان کے قدم پر قدم رکھ، ائمہ دین کا وطیرہ ایسے معاملات میں دائماً تسلیم وقبول رہا ہے، جب کسی ثقہ معتمد علیہ نے کوئی معجزہ یا خاصہ ذکر کر دیا اسے مرحبا کہہ لیا اور حبیبِ جان میں بہ طیبِ خاطر جگہ دی، یہاں تک کہ اگر اپنے آپ احادیث میں اس کی اصل نہ پائی، قصور اپنی نظر کا جانا، یہ نہ کہا کہ ''غلط ہے''، ''باطل ہے''، ''کسی حدیث میں وارد نہیں''، نہ یہ ہوا کہ جب حدیث سے ثبوت نہ ملا تھا اس کے ذکر سے باز رہتے بلکہ اسی طرح اپنی تصانیف میں اس کے ذکر سے باز رہتے بلکہ اسی طرح اپنی تصانیف میں اس ثقہ کے اعتماد پر اسے لکھتے آئے، اور کیوں نہ ہو، مقتضی عقلِ سلیم کا یہی ہے کہ: جب ہم اسے ثقہ معتمد علیہ مان چکے اور وقوع ایسے معجزے کا یا اختصاص ایسے خاصہ کا ذاتِ پاک سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بعید نہیں کہ اس سے عجیب تر معجزات بہ تواتر حضور سے ثابت اور ان کا رب اس سے زیادہ پر قادر، اور ان کے لئے اس سے بہتر خصائص بالقطع مہیا اور ان کی شان اس سے بھی ارفع واعلیٰ، پھر انکار کی وجہ کیا ہے؟۔۔۔۔۔۔ان وجوہ پر نظر کر کے سمجھ لیجئے کہ بالضرور اس نے حدیث پائی گو ہماری نظر میں نہ آئی''۔

(فتاویٰ رضویہ جلد30 صفحہ 719)

(iii)۔ ایک اور مقام پر فرمایا:

''آخر تم جو انکار کرتے ہو تو تمہارے پاس بھی کوئی دلیل ہے یا فقط اپنے منہ سے کہہ دینا؟ اگر بفرضِ محال جو حدیثیں اس باب میں وارد ہوئیں نامعتبر ہوں اور جن جن علماء نے اس کی تصریح فرمائی انہیں بھی قابلِ اعتماد

نہ مانو اور جو دلائلِ قاطعہ اس پر قائم ہوئے وہ بھی صالح التفات نہ کہے جائیں، تاہم انکار کا کیا ثبوت؟۔۔۔اگر کوئی حدیث اُس بارے میں آئی ہوتو دکھاؤ یا گھر بیٹھے تمہیں الہام ہوا ہے تو بتاؤ، مجرد ماو من پر قیاس تو ایمان کے خلاف ہے''۔ (فتاویٰ رضویه جلد30صفحه725)

فتاویٰ رضویہ شریف میں بیشتر مقامات پر تصریح ہے کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی خصائص احادیث میں وارد نہ ہوئے لیکن اُس کے باوجود علماءِ حق نے ان کی تصریحاتِ ثبوتیہ سے اپنی کتابوں کو زینت بخشی اور انہیں قبولیت کا سہرا پہنایا جن کی مثالیں بہت زیادہ ہیں، چنانچہ فتاویٰ رضویہ شریف اور اصولِ حدیث کی متعدد کتب اسی طرح کے مسلّمہ بیشتر قواعد سے مالا مال ہیں، جنکی طوالت ضخامت سے خائف ہے۔

اسی کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ: جس طرح معراج کی رات جناب سیّد المرسلین جانِ عالمیں نورِ اصلی جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا جناب حضور پُر نور سرکار غوث اعظم محمد عبدالقادر جیلانی صمدانی رضی اللہ عنہ کی گردن پر قدمِ اقدس رکھنا کسی حدیث کی کتاب میں موجود نہیں، لیکن اس روایت کے مذکورہ بالا بقیہ اصولوں کے عین مطابق ہونے کی وجہ سے اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے اس کا دفاع بھی کیا اور اسے ثابت بھی رکھا۔

لہٰذا انہی مذکورہ بالا اصولوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ''ملفوظات'' اور ''احکامِ شریعت'' سے قصہ نعلین علی العرش پر کی جانے والی تنقید کی کوئی حیثیت نہ رہی، اور جن کتب میں اسی روایت پر خاص انہی دو کتب ''احکامِ شریعت، الملفوظ'' کی عبارتوں کو دلیل بنایا گیا ہے، جب دلیل ثابت نہیں تو دعویٰ کا ثبات کہاں قرار کے قابل؟

علامہ عبدالرحیم بستوی کی تنقید بھی غیر مقبول ہے:

یہی وجہ ہے کہ: ''فتاویٰ بریلی شریف'' میں درج علامہ عبدالرحیم بستوی صاحب کا نعلین علی العرش پر انہی دونوں کتابوں پر انحصار کر کے تنقید کرنا قابلِ التفات نہیں اور نامقبول ہے۔

مولانا محمد شہزاد مجددی سیفی کی تنقید بھی غیر مقبول ہے:

فتح المتعال کے ترجمہ ''فضائلِ نعلینِ حضور'' کے آغاز میں ملحقہ مجددی سیفی صاحب کے مضمون میں قصہ نعلین علی العرش پر کی جانے والی تنقید بھی غیر مقبول ہے کیونکہ اس تنقید کا سارا انحصار علامہ تلمسانی، اعلیٰ حضرت اور عبدالحئ لکھنوی پر ہے، جن میں سے علامہ تلمسانی کو ناقد سمجھنا ہی فاش غلطی ہے کیونکہ انہیں ناقد شمار کرنا صرف اور صرف عبدالحئ لکھنوی صاحب کا کارنامہ ہے، جس کا رد سابق میں ہو چکا، یعنی نہ ہی علامہ تلمسانی رحمہ اللہ ناقد ہیں، اور نہ ہی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی طرف تنقید کی نسبت درست ہے، اور رہے خود جناب لکھنوی صاحب تو ان کی تنقید بے سروپا ہی نہیں بلکہ مردود، خلافِ اصول اور ناقابلِ التفات بھی ہے۔

بہرحال فتاویٰ رضویہ کے مزاج اور مسلمہ اصولوں کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا کسی طرح بھی غلط نہیں ہوگا کہ: اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ قصہ نعلین علی العرش کے حامیوں میں داخل ہیں، مخالف نہیں، یہی وجہ ہے کہ قصہ ءنعلین علی العرش کی حمایت کرنے والوں میں اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کے ہی بلاواسطہ خلیفہ اور شاگرد علامہ سیّد ابوالفیض قلندر علی سہروردی رحمہ اللہ بڑے کھل کر شمار ہوتے ہیں، ورنہ اگر واقعی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے انتہائی شدومد کے ساتھ انکار کیا ہوتا تو سیّد قلندر رحمہ اللہ اس واقعہ کی تائید ہی کیوں فرماتے؟ للہ فافھموا۔

(۴)

”علامہ امجد علی اعظمی بھی ناقد نہیں ہیں“

ناقدین کے زمرے میں صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی رحمہ اللہ کی ”بہارِ شریعت“ سے قصہ ٔ نعلین علی العرش پر ایک تنقیدی عبارت پیش کی گئی ہے، اس عبارت کو سامنے رکھ کر حضور صدر الشریعہ رحمہ اللہ کو ناقد قرار دینا درست نہیں اس کی کئی وجہیں ہیں ملاحظہ فرمائیں!

پہلی وجہ یہ ہے کہ: کتاب ”بہارِ شریعت“ میں بھی بعض جگہ تصرفات کئے گئے ہیں جس کا اعتراف خود اس کے مصنف حضور صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رحمہ اللہ اپنی بعد والی دوسری کتاب ”فتاویٰ امجدیہ“ میں کر چکے ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ: اگر مان لیا جائے کہ قصہ ٔ نعلین علی العرش کے متعلق بہارِ شریعت کی عبارت تصرفاتِ غیر سے بچی ہے تو بھی اس کو بطور تنقید پیش کرنا درست نہیں کیونکہ جناب صدر الشریعہ رحمہ اللہ نے نہ تو قصہ نعلین علی العرش کے وجود پر فتویٰ دیا اور نہ ہی اس کے عدم پر، بلکہ سکوت فرمایا، اور اصول بھی یہی ہے کہ ”اگر کسی عالم کے نزدیک کسی عبارت کا عدم اور وجود حکم میں یکساں ہو تو اسے وہاں سکوت کا حکم ہے“ جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں ہے لہٰذا صدر الشریعہ رحمہ اللہ نے قصہ نعلین علی العرش کے متعلق جو یہ فرمایا کہ: ”اس کا ثبوت نہیں اور یہ بھی ثابت نہیں کہ برہنہ پا تھے، لہٰذا اس کے متعلق سکوت کرنا مناسب ہے“ تو اس سے نہ ہی وہ قائل قرار پائے، اور نہ ہی ناقد بلکہ ساکت۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ: شاید قائلین اہلِ علم کی اس کثرت سے تائید کرنے پر انہیں واقفیت نہ ہوئی ہو ورنہ ضرور تائید فرما کر قائلین میں شامل ہوتے اسی لئے انہوں نے

سکوت فرمادیا، چنانچہ معتبر اور معتمد علیہ قائلین علماء کے اقوال پر اطلاع پانے کی وجہ سے ہم پر سکوت لازم نہ رہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵)

''علامہ شریف الحق امجدی بھی ناقد نہیں ہیں''

شارح بخاری علامہ شریف الحق امجدی رحمہ اللہ کے ''فتاویٰ شارح بخاری'' سے دو تنقیدی قول سابق میں پیش کیے گئے ہیں، جن کے بارے میں ہمارا ماننا یہ ہے کہ: یہ آپ کے قول نہیں ہو سکتے بلکہ کسی کے تصرف یا الحاق کا نتیجہ ہیں چنانچہ اس کی کی بھی کئی وجہیں ہیں مثلاً!

پہلی وجہ:

شارح بخاری رحمہ اللہ کے قول میں اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی ''عرفانِ شریعت'' کو دلیل بنایا گیا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ''احکامِ شریعت'' کی بجائے ''عرفانِ شریعت'' لکھ دیا گیا ہے، کیونکہ یہ مسئلہ ''عرفانِ شریعت'' میں نہیں ہے، ''احکامِ شریعت'' میں ہے، اس صورت میں دو باتیں ثابت ہوئیں! ایک تو یہ کہ ''فتاویٰ شارح بخاری'' میں بھی لفظی غلطیاں موجود ہیں، اور دوسرا یہ کہ: خود علامہ شارح بخاری رحمہ اللہ کے ہی ایک فتوے کی رو سے جسے سابق میں نقل کر دیا گیا ہے کہ ''احکامِ شریعت'' کے ہر مسئلہ کو دلیل بنانا درست نہیں، تو یہ کیسے ممکن ہے کہ: جب خود ہی اسے یہ کہہ کر درجہ ٔ استدلال سے ساقط کر دیا کہ ''احکامِ شریعت ایک میلاد خواں کی جمع کردہ ہے'' پھر اسی کو سہارا بنا کر تنقید کرتے نظر آئیں؟ اس سے ثابت ہوا کہ: ''فتاویٰ شارح بخاری'' بھی تصرفاتِ غیر سے بچ نہیں سکا، اور اگر ''عرفانِ شریعت'' میں بھی یہ مسئلہ کسی طور پر لکھا ہوا ثابت ہو جائے تو بھی دلیل نہیں بن سکتا کیونکہ اہلِ علم جانتے ہیں

کہ: جو حال ''احکامِ شریعت'' اور ''الملفوظ'' کا ہے وہی حال ''عرفانِ شریعت'' کا بھی ہے۔ واللہ اعلم ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

دوسری وجہ:

فتاویٰ شارح بخاری میں موجود قصہ نعلین علی العرش پر تنقید والی عبارت خود مزاجِ مصنف، اندازِ فتویٰ اور اصولوں کے خلاف اور لاینحل سخت اضطرابات کی شکار ہے، جس کی وضاحت یوں ہے کہ: ''فتاویٰ شارح بخاری'' میں قصہ نعلین علی العرش سے متعلق تین مرتبہ سوال کیا گیا ہے چنانچہ تین میں سے پہلی مرتبہ عرفانِ شریعت کا حوالہ دیکر ''جھوٹ اور موضوع'' کہا گیا، حالانکہ ''عرفانِ شریعت'' میں یہ عبارت ہے ہی نہیں۔

اور دوسری مرتبہ یوں کہا گیا کہ: ''اس کے جھوٹ اور موضوع ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ کسی حدیث کی معتبر کتاب میں یہ روایت مذکور نہیں''۔

حالانکہ خود اسی فتاویٰ شارح بخاری میں ہی معراج کی رات جناب سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرکار غوث اعظم جیلانی رضی اللہ عنہ کی گردن پر قدمِ اقدس رکھنے کے بارے میں سوال ہوا تو اس کا دفاع اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کا ہی حوالہ دیکر یوں کیا گیا کہ: ''کتب احادیث وسیر میں اس روایت کا نشان نہیں''۔۔۔۔''ایسے امور میں اتنی ہی سند بس ہے''۔۔۔۔''اس روایت میں عقلاً یا شرعاً کوئی استبعاد نہیں''۔

اور تیسری مرتبہ اسی روایت (نعلین علی العرش) کے متعلق سوال کے جواب میں یوں کہا گیا کہ: ''یہ (بیان کرنا) بھی حرام وگناہ ہے اور بہ حکمِ حدیث استحقاق جہنم کا سبب، موضوع روایت فضائل میں بھی بیان کرنا حرام، بیان کرنے والے پر توبہ لازم ہے''۔

یہ جواب تو پہلے دونوں سے بھی کہیں زیادہ خطرناک ہے، اس جواب کی روشنی

میں تو ان تمام ائمہ دین کو معاذ اللہ "مرتکبِ حرام، مستحقِ جہنم، گناہگار" کہنا ہوا جنہوں نے اس قصہ پر اعتماد فرمایا اور اس سے دلیل لائے اور اسی کی روشنی میں بڑی بڑی عظمتیں اور حکمتیں تحریر فرمائیں، جن میں بڑے بڑے جلیل القدر محدّثین، صوفیاء کرام، مفسرین، مادحین، ادیب اور مصنفین بنفسِ نفیس شامل ہیں، حالانکہ ان بزرگوں نے اس قدر محبت سے اس قصہ کی حمایت کی، اور ایک دوسرے پر اعتماد کر کے اسے صرف قبول ہی نہیں فرمایا بلکہ اسے آگے روایت بھی کرتے چلے گئے، اور اپنی گراں قدر تصنیفات میں نقل در نقل فرماتے آئے، معاذ اللہ! کیا وہ سب کے سب مذکورہ عتابات کے مستحق ہو گئے؟ حالانکہ ان سب مشائخ کی عظمت مسلمہ ہے کہ انہیں آج بھی اہلِ سنت قدر و منزلت کی نظر سے دیکھتے ہیں، خدارا انصاف فرمائیے! اس حدیث کو موضوع کہنا ظلم و زیادتی نہیں تو اور کیا ہے؟ اگرچہ یہ روایت سند کے ساتھ کسی حدیث کی کتاب میں ملی نہیں لیکن اس قصہ میں کوئی بے ادبی بھی تو نہیں، عقلاً و شرعاً کوئی استبعاد بھی تو نہیں، شانِ الوہیت میں کوئی گستاخی بھی تو نہیں، قدرتِ خداوندی سے باہر بھی تو نہیں، شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے منافی بھی تو نہیں، بلکہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں کا اس سے بھی کہیں بلند و بالا ہونا ساری امت کے ہاں مسلمہ و متیقنہ بھی تو ہے، قابلِ اعتماد اور معتبر اہلِ علم نے اسے ایک دوسرے پر اعتماد کرتے ہوئے بیان بھی تو کیا، تو بھائی! کیا یہاں اتنی ہی سند بس نہیں؟ اور کیا اتنی وجہ ہیں کافی نہیں کہ اسے اُنہی بزرگوں کے ذمے ڈالتے ہوئے قبول کر لیا جائے جس طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قدمِ اقدس جناب غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر صرف اس لئے مان لیا گیا کہ اسے علامہ عبد القادر اربلی رحمہ اللہ وغیرہ نے بیان کر دیا اور بس؟ ورنہ یہ اُنہی اصولوں کے سراسر خلاف ہو گا جن اصولوں کو جمہور علماء اسلام نے معیارِ شرع تسلیم کیا؛ اور جنہیں اہلِ علم کی ایک بڑی

جماعت نے اپنی کتب اور تحریرات کی زینت بنایا، اور تو اور خود علامہ شارح بخاری رحمہ اللہ کی اپنے فتاویٰ میں موجود تحریریں انہی اصولوں سے بھری پڑی ہیں، جن میں سے صرف چند مقامات یہاں پیش خدمت ہیں ملاحظہ فرمائیں!

فتاویٰ شارح بخاری میں چند مسلمہ اصولِ حدیث:

(i)۔فتاویٰ شارح بخاری میں حدیث نور کی حمایت میں فتاویٰ رضویہ ہی کا ذکر کردہ اصول بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''اجلہ ائمہ دین۔۔۔۔نے اس حدیث کو ذکر فرمایا، اس سے استناد فرمایا، اس پر تعویل واعتماد فرمایا، جس سے ظاہر ہے کہ یہ حدیث تلقی امت بالقبول سے آراستہ ہے، تلقی امت بالقبول وہ شےء عظیم ہے، جس کے بعد ملاحظہء سند کی حاجت نہیں رہی''۔

(فتاویٰ شارح بخاری جلد1 صفحہ321)

(ii)۔اسی میں ہے کہ:

''امام جلال الدین سیوطی ''تعقبات'' میں امام بیہقی سے ناقل: ''تداولها الصالحون بعضهم عن بعض وفي ذالك تقوية للحديث المرفوع'' سے صالحین نے ایک دوسرے سے لیا اور ان کے اخذ کرنے سے حدیث مرفوع کی تقویت ہے، اسی میں فرمایا: ''قد صرح غير واحد بان من دليل صحة الحديث قول اهل العلم به وان لم يكن اسناد يعتمد على مثله'' کتنے ائمہ نے یہ تصریح کی ہے کہ: اہلِ علم کی موافقت صحت کی دلیل ہے اگرچہ اس کی سند قابلِ اعتماد نہ بھی ہو''۔(فتاویٰ شارح بخاری جلد1 صفحہ322)

(iii)۔نیز ایک مقام پر یوں بھی لکھا کہ:

''محدثین کے نزدیک یہ بات طے شدہ ہے کہ: جب کسی حدیث سے

علمائے معتمدین استدلال کرلیں تو وہ حدیث ضرور بالضرور صحیح اور قابلِ استناد ہے''۔(فتاویٰ شارح بخاری جلد1 صفحہ329)

(iv)۔اسی جگہ یوں بھی ہے کہ:

''کوئی حدیث ایسی ہو کہ اس کی سند قابلِ اعتماد نہ ہو لیکن اہلِ علم اسے قبول کرلیں اور اس پر عمل کریں، اس سے دلیل لائیں تو حدیث قوی ہوجاتی ہے، ایسی حدیث صحیح مانی جائے گی، تعقبات کی اخیر عبارت میں صاف تصریح ہے کہ: اہل علم کی موافقت حدیث کی صحت کی دلیل ہے اور یہ تصریح ایک دو کی نہیں متعدد علماء کی ہے''۔

(فتاویٰ شارح بخاری جلد1 صفحہ329)

(v)۔اسی تصریح میں یوں بھی ہے کہ:

''اگر غیر مقلدین کا خود زائیدہ یہ قاعدہ صحیح مان لیا جائے کہ جس حدیث کی سند نہ معلوم ہو وہ نامقبول ومردود ہے تو۔۔۔''۔

(فتاویٰ شارح بخاری جلد1 صفحہ330)

(vi)۔ کچھ آگے یوں لکھا کہ:

''صاحب مشکوٰۃ فرماتے ہیں:''وان کان نقله وانه من الثقات کالاسناد''اس کے تحت ملاعلی قاری فرماتے ہیں:''ھٰذا شان من اشتھرت امانته وعلمت عدالته وصیانته فیعول علٰی نقله وان تجرد عن اسناد الشیء لمحله''یعنی جب کہ امام بغوی ثقات سے ہیں تو ان کا بلاسند نقل کرنا مثل اسناد کے ہے، یہی ہر اس شخص کی شان ہے جس کی امانت مشہور ہو اور جس کی عدالت وصیانت معلوم ہو

اگر چہ اسناد سے خالی ہو"۔(فتاویٰ شارح بخاری جلد1 صفحہ 331)

(vii)۔مزید آگے چل کر یوں لکھا کہ:

"صاحب مصابیح ومشکوٰۃ کے عمل اور صاحبِ مرقات کے ارشاداتِ صریحہ سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اگر کسی معتمد کتاب میں کوئی حدیث مذکور تو اس حدیث سے استدلال درست اور اس پر اعتماد جائز، کسی حدیث پر اعتماد کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ کسی معتمد کتاب میں موجود ہے، اگر چہ اس کی سند نہ معلوم ہو"۔(فتاویٰ شارح بخاری جلد1 صفحہ 332)

(viii)۔مزید فرمایا کہ:

"کسی حدیث کا کسی معتمد ومستند کتاب میں مذکور ہونا اس کے لائق استناد ہونے کے لئے کافی ہے، جب تک اس کے خلاف کوئی دلیل قائم نہ ہو جب کہ یہ معلوم ہو کہ یہ حدیث فلاں معتمد کتاب میں ہے، صرف سند نہ معلوم ہونے کی بناء پر اس کو رد کرنا جہالت ہی نہیں حدیث سے عداوت بھی ہے، تلقی امت بالقبول کسی بھی حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے اگر چہ اس کی سند نہ معلوم ہو یا اس کی سند میں کچھ خلل ہو"۔

(فتاویٰ شارح بخاری جلد1 صفحہ 332)

فتاویٰ شارح بخاری میں موجود ان سب تصریحات کے بعد یہ ثابت کرنے کے لئے مجھے مزید کسی وضاحت کی ضرورت نہیں کہ: قصہ نعلین علی العرش کے خلاف دیئے جانے والے مذکورہ بالا تینوں فتوے یا ان جیسی دیگر عبارات "فتاویٰ شارح بخاری" میں تصرف والحاق کا نتیجہ ہیں خود شارح بخاری رحمہ اللہ کا کلام نہیں ہوسکتا، ورنہ لانیحل تضاد لازم آئے گا۔ واللہ اعلم ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(٦)

’’مولانا محمد عاصم رضا قادری بھی ناقد نہیں‘‘

ناقدین کے زمرے میں علامہ محمد عاصم رضا قادری صاحب کو’’فتاویٰ بریلی شریف‘‘ کی جس عبارت سے ناقد ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اس سے تو ان کو ناقد قرار دینا بالکل درست نہیں اس کی پہلی وجہ یہ ہے کہ:’’فتاویٰ بریلی شریف‘‘ میں انہوں نے’’معارج النبوت‘‘ کی ایک عبارت کو دلیل بنا کر اقرار کیا ہے کہ: معراج کی رات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام نعلین پاک نہیں بلکہ جنتی نعلین پاک زیبِ قدم فرما کر عروج فرمایا، اور یہ ناقدین کے ہی خلاف ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ: جہاں انہوں نے جنتی نعلین کے ساتھ عروج کا معارج النبوت سے ثبوت پیش کیا، اس کے فوراً بعد انہوں نے یہ بھی لکھ دیا کہ:’’مگر اس سے بھی واضح طور پر نعلین شریف پہن کر عرش پر جانا ثابت نہیں لہٰذا اس کے متعلق سکوت بہتر ہے‘‘، یہ ایک کمزور استدلال ہے کیونکہ جب معارج النبوت سے عروج بالنعلین کا ثبوت ان کے لئے کافی وشافی ہوسکتا ہے تو شاید بلکہ یقیناً ان کی نظر معارج النبوت کے ہی مقدمہ میں موجود اس روایت پر نہیں پڑی جس میں بڑے صاف الفاظ میں قصہ نعلین علی العرش کو بیان کر کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت بیان کی گئی ہے، جسے ہم نے قائلین کے ضمن میں پیچھے بیان کر دیا ہے۔

نیز ہماری ذکر کردہ 50 کے قریب قائلین کی ایک طویل فہرست سے جن کی عظمت وثقاہت مسلمہ ومؤیدہ ہے، ان پر اعتماد اور ان کی تصریحات سے عرش پر نعلین شریف سمیت معراج کو ثابت کیوں نہیں کہا جا سکتا؟

تیسری وجہ یہ ہے کہ: علامہ عاصم رضا صاحب کو جب اس سلسلہ میں کچھ ثبوت نہیں ملا تو انہوں نے پھر بھی تنقید سے دامن تہی کرتے ہوئے ایک محتاط موقف کے طور پر ''سکوت'' اختیار کیا ہے، چنانچہ اس سے بھی ان کو ناقدین شمار نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ کوئی شک نہیں کہ ان کی نظروں سے ہمارے ذکر کردہ اقوال و آثار اوجھل رہے، اسی لئے انہوں نے نہ تو عدمِ ثبوت کا بہانہ بنا کر اس قصہ کو موضوع، من گھڑت یا باطل کہا اور نہ ہی وہ اس کی کھل کر حمایت کر سکے، چونکہ وہ ان اقوال و روایات پر اطلاع نہ پا سکے لہٰذا سکوت اختیار کر لیا، چنانچہ انہیں اس سلسلہ میں معذور سمجھا جائے گا، ناقد نہیں، ورنہ تعجب کی بات ہے کہ ایک معارج النبوت کے حوالے سے وہ جنتی نعلین والے موقف کے قائل ہو گئے تو پھر جب ان کے سامنے 50 کے قریب مستند آثار و روایات کو رکھ دیا جاتا تو بھلا ساکت بھی کیوں کر رہتے؟ بلاشبہ وہ تائید فرما کر قائلین میں شمار ہوتے۔ (واللہ اعلم ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم)

﴿ضعفِ دوم﴾

﴿ناقدین کی تنقید اصول وفروع کے خلاف ہے﴾

سابقہ تصریحات میں بحمدہ تعالیٰ اچھی طرح ثابت ہو چکا کہ مذکورہ حضرات کو ناقدین کے زمرے میں شامل کرنا درست نہیں، لہٰذا اب ضرورت ہے ان حضرات کی تنقید کے ردِّ بلیغ کی جن کا ناقدین میں شمار مسلمہ ہے، مثلاً! علامہ قزوینی، عبد الحیٔ لکھنوی اور نامعلوم محدّث۔

چنانچہ ان ناقدین کے پاس اس سلسلہ میں سب سے بڑی اور اکلوتی دلیل یہی ہے کہ: واقعہ معراج کی روایت کردہ احادیث کے جمِ غفیر میں ایسی کوئی روایت سرے سے ہے ہی نہیں، جس کی وجہ سے وہ اس قصہ کے لئے "لم یثبت"، "لا یصح"، "ما وجدناہ" وغیرہا، یا اس جیسی دیگر اصطلاحات کا استعمال کرتے ہیں۔

لہٰذا ان حضرات کو الگ الگ جواب دینے کی بجائے اگر ان کے تنقیدی کلمات سے اخذ شدہ اعتراضات کا باری باری جواب دیا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا، نیز جوابی تصریحات سے قبل تنقید سے حاصل ہونے والے مذکورہ بالا اعتراضات کو ہم اس انداز سے ترتیب وار بیان کریں گے کہ جیسے وہ ایک دوسرے کے ثبوت یا نفی پر موقوف ہیں مثلاً!

(۱)۔ معراج کی رات نعلین شریف کا پائے اقدس میں ہونا ہی ثابت نہیں۔

(۲)۔ اگر ہو بھی جائے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سدرۃ المنتہیٰ سے

تجاوز کرنا ثابت نہیں۔

(۳)۔ اگر یہ بھی ثابت ہو جائے پھر عرش پر جانا تو دور اسے دیکھنا بھی ثابت نہیں۔

(۴)۔ اگر عرش پر جانا بھی ثابت ہو جائے تو وہاں نعلین سمیت جانا بھی ثابت نہیں۔

(۵)۔ عرش پر نعلین سمیت چڑھ جانا بارگاہ الوہیت کی بے ادبی ہے۔

ان مذکورہ بالا تنقیدی امور کے جواب ملاحظہ فرمائیں!

(تنقید نمبر ۱)

معراج ''نعلین'' سمیت ثابت نہیں

یہ اعتراض دراصل ایک نامعلوم محدث اور عبدالحئی لکھنوی صاحب کا ہے چنانچہ اسی نامعلوم محدث کے قول کو علامہ نجم الدین غیطی نے ''المعراج الکبیر'' میں، علامہ زرقانی نے ''شرح المواہب'' میں، علامہ نبہانی نے ''جواہر البحار'' میں اور عبدالحئی لکھنوی نے ''غایۃ المقال'' میں نقل کیا ہے کہ:

''وقد وردت قصة الاسراء والمعراج عن نحو اربعين صحابيا ليس فى حديث احدمنهم انه صلى الله عليه وسلم كان فى رجليه تلك الليلة نعل''

یعنی اسراء ومعراج کا قصہ تقریباً 40 صحابہ سے مروی ہے لیکن کسی ایک کی حدیث میں بھی یہ نہیں آیا کہ اس رات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعل پہنے ہوئے تھے۔

اسی دعویٰ کی پیروی عبدالحئی لکھنوی صاحب نے اپنی کتاب ''الآثار المرفوعہ'' میں کرتے ہوئے یوں لکھا کہ: ''ولم يثبت فى رواية من روايات المعراج مع كثرة طرقها أن النبى صلى الله عليه وسلم كان عند ذالك

متنعلا‘‘یعنی معراج کی کسی بھی روایت میں تعدد طرق کے باوجود یہ ثابت نہیں کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت نعلین پہنے ہوئے تھے۔ (یہ دونوں قول سابق میں مکمل حوالہ کے ساتھ گزر چکے ہیں)

جواب:

یہ اصول کہ ’’کسی چیز کا وارد نہ ہونا اس کے موجود نہ ہونے کی دلیل ہے‘‘ اصولِ قبول وترک کے سراسر خلاف ہے، سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں یا شاید اس سے بھی متجاوز امور ایسے ہیں جن کا قرآن وحدیث کی تصریحات وتفصیلات میں کہیں کوئی ذکر نہیں ملتا لیکن واقع میں موجود ہیں تو کیا ان کا وجود بھی اسی من گھڑت قاعدہ کے تحت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا جائے؟، یہ خود ساختہ اصول کہ ’’جو چیز نہ ملی وہ ہے بھی نہیں‘‘ انتہاء درجہ ضعیف بلکہ مردود ہے، ورنہ جس ایڑی چوٹی کا زور لگا کر یہ دعویٰ کیا جا رہا ہے کہ ’’اس رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نعلین سمیت معراج ہونا ثابت نہیں‘‘ تو جناب! ہمت ہوتی تو اسی ’’ایڑی اور چوٹی‘‘ کا زور لگا کر سیدھے اور صاف لفظوں میں یہ کیوں نہیں کہہ دیا کہ ’’بلاشبہ معراج کی رات جناب سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نعلین پہنے ہوئے نہ تھے‘‘ تا کہ آپ سے بھی مطالبہ کیا جاتا کہ تقریباً اُنہی 40 صحابہ کی روایات میں سے کون سی روایت میں یہ وارد ہوا ہے کہ کریم آقائے رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ننگے پاؤں معراج فرمایا؟ لیکن اگر آپ ایسا دعویٰ کرنے سے بھی خوف کھائیں تو آپ نے ایک ایسے امر کو جسے عقل وقیاس بھی بلاتوقف ماننے سے انکار نہ کریں خواہ مخواہ وہم کے اندھیرے سمندر میں لا کر یونہی چھوڑ دیا، کاش اقتضاء النص کی کشتی میں بیٹھ اور بٹھا کر عقل کے چپو چلا کر اپنے حواریوں کو تسکین وتسلی کا کنارہ تو دے جاتے، برا رونے سے خاموشی اچھی، اچھے خاصے معقول ومسلم امر کو رد کر کے مدلول کی دونوں طرفوں میں سے کسی ایک کو چننے کی بجائے اپنے ساتھ ساتھ اپنے مقلدین کو بھی ﴿مُذَبْذَبِيْنَ

بَيْنَ ذَالِكَ لَا اِلٰى هٰٓؤُلَاۤءِ وَلَا اِلٰى هٰٓؤُلَاۤءِ (نساء:۱۴۳) کے منجدھار میں لاکھڑا کر دیا۔

عدمِ ثبوت کے لایعنی اور بے فائدہ دعویٰ کی بجائے بہتر ہوتا کہ یا تو مان جاتے کہ پہنے تھے یا پھر ڈنکے کی چوٹ پر کہتے کہ نہیں پہنے تھے، لیکن کیا کرتے انکار کرنے کی ہمت نہ ہوئی کیونکہ اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ بھی کہیں ثابت نہیں اور مانا بھی نہیں بلکہ ماننے والوں کو انہی دونوں ناقدوں نے جس طرح بددعاؤں اور لعن طعن سے نوازا ہے، خدا کی پناہ! معلوم نہیں نعلین سمیت معراج بیان کرنے والوں نے کونسا کفر کر دیا یا شرع شریف کی کون سی حد کو توڑا؟

معترضین کا ایسا گروہ جو بات بات پر ثبوت مانگے ان کی عقل کا حال دیکھنا ہو تو ایسی چند مثالیں ہی کافی ہیں کہ فرض کیجیے! زید کہتا ہے کہ: ''میرے پاس امجد آیا'' معترض بولا کہ زید کے قول میں امجد پر کپڑوں اور جوتوں کا کوئی ذکر نہیں لہٰذا معترض نے نتیجہ یہ نکالا کہ امجد زید کے پاس ننگے بدن اور ننگے پاؤں آیا، معترض کی عقل پر ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' ارے بھئی کون نہیں جانتا کہ عرف میں اصل کے ساتھ فروعی لوازمات کا بیان ضروری نہیں ہوا کرتا ورنہ زید نے یہ بھی تو نہیں کہا کہ امجد بغیر کپڑوں اور بغیر جوتوں کے آیا، اس طرح کی متعدد مثالیں دی جا سکتی ہیں۔

پھر اسی طرح کی تصریح شیخ اجل علامہ محمد شریف حسنی علوی مالکی مکی رحمہ اللہ نے ''یا للجہال'' میں فرمائی اور کیا خوب فرمائی کہ:

علامہ علوی مالکی رحمہ اللہ کی تصریح:

''وان من الجهالة ان تحجّر وقوع كل امر فى الوجود على دليل شرعى ولكن هناك قواعد اصولية لا بد ان يدركها طلبة العلم:

☆- ان النصوص الشرعية لم تحط بكل العلوم والفنون تفصيلا وانما جائت بالتكاليف العبودية.

☆- ان الشارع الحكيم قد خاطب الناس باللسان العام وليس باللسان الخاص وقد قال: "كلموا الناس على قدر عقولهم" وقد ورد مرفوعا وموقوفا.

☆- ان ابطال الدليل لا يستلزم ابطال المدلول، فقد يكون لذالك الامر دليل آخر، او قد يكون معلوما بالضرورة والبديهي لا يحتاج الى دليل.

☆- ان كان الامر المستدل عليه، ليس من شؤون التكاليف، فانه يرجع فى اثباته ونفيه الى اهله، لقوله تعالىٰ ﴿فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون﴾.

☆- ان معرفة الحقائق والاسرار، ليس متوقفا على ظاهر الدليل الشرعى، بل يعتمد على الكشف والالهام والتأويل، علما بأن الالهام من مصادر العرفان والوجدان.

واننى لاعجب ممن ينكر هٰذا الامر، وهو واضح جدا حيث ان الاسراء والمعراج كان بالجسد الشريف، ولا يشك عاقل انه كان يخرج من بيته من دون عمامته ونعاله الشريفة المباركة، فاذا كان قد سرى الى المسجد الاقصا بنعله الشريفة، حيث نزل من البراق وربطه عند المسجد، ثم عرج به على تلك الحالة الى الافق الاعلىٰ، لابد وان يكون قد عرج بنعله الزكية، ولن يعرج حاشاه حافيا، وهو

دستور الاداب والاخلاق۔

ولكن على من انكر هٰذا، ان يأتى هو بدليل على عروجه حافيا، لأن من انكر الضروريات اولٰى بتقديم الحجج، ثم ان المثبت مقدم على النافى عند الاصوليين كما قالوا ذالك حينما نفت اُمّ المؤمنين عليها السلام الرؤية واثبتها حبر الامة فقدم العلماء رأية على رأيها، كما انه من البديهى انه لم يذكر لنا تفاصيل الاسراء والمعراج ولكن ترك البديهيات لضرورة الادراك، لان الاستدلال للبداهة ضرب من التفاهة كما انه ما كان من قبيل التكاليف وكذا لم يذكر الا ما يقبله المزاج العام"

ترجمہ: تیری نادانی کے لئے یہی کافی ہے کہ تو ہر معاملہ میں دلیلِ شرعی کا ثبوت مانگتا پھرے، لیکن یہاں کچھ ایسے بھی اصول وقواعد ہیں جن کا جاننا طالبانِ علم کے لئے بے حد ضروری ہے چنانچہ:

☆ - نصوصِ شرعیہ نے تمام علوم وفنون کا تفصیلی طور پر احاطہ نہیں فرمایا، بلکہ اس میں بندوں کے تکلیفی امور کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

☆ - کوئی شک نہیں کہ جناب شارع حکیم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے عام زبان میں خطاب فرمایا ہے، خاص زبان میں نہیں بلکہ خود ہی فرمایا: ''لوگوں سے ان کے عقلوں کے مطابق ہی کلام کیا کرو'' یہ حدیث مرفوعاً اور موقوفاً دونوں طرح وارد ہوئی ہے۔

☆ - ہر جگہ دلیل کے بطلان سے مدلول کا باطل ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ مدلول کے لئے کوئی دوسری دلیل بھی ہو، یا پھر وہ ضروری

وبدیہی طور پر ہی معلوم ہو اور ظاہر ہے کہ بدیہیات میں دلیل کی ضرورت ہی نہیں ہوا کرتی۔

☆- اگر کوئی امرِ مدلول ''امورِ تکلیفیہ'' سے تعلق نہیں رکھتا تو اس کا ثبوت یا اس کی نفی کا تعین اہلِ علم کے قول سے بھی کیا جا سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿پس تم اہلِ علم سے پوچھ لیا کرو اگر تمہیں معلوم نہ ہو﴾۔

☆- حقائق و اسرار کی معرفت دلیل شرعی کے ظاہر پر موقوف نہیں ہوا کرتی بلکہ اس سلسلہ میں کشف، الہام اور تاویلات پر بھی اعتماد کر لیا جاتا ہے، کیونکہ اہلِ علم جانتے ہیں کہ: ''الہام'' معرفت اور وجدان کا مصدر ہے۔

اور مجھے بے حد تعجب ہے اس شخص پر جو ان امور کا منکر ہو، حالانکہ یہ تو خوب واضح ہے کہ جب معراج جسمانی تھا تو کوئی صاحبِ شعور یہ نہیں مان سکتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عمامہ مبارکہ اور نعلین شریف کے بغیر اپنے گھر سے نکلے ہوں گے، تو جب مسجدِ اقصیٰ تک نعلین شریف سمیت گئے، جہاں براق سے اترے اور اسے مسجد کے قریب باندھا، اس کے بعد اسی حالت میں اُفقِ اعلیٰ کی طرف عروج فرمایا، پھر یہ بھی ضروری ہوا کہ یہ عروج نعلین شریف سمیت ہی تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز بھی ننگے پاؤں عروج نہیں فرمایا، کیونکہ یہی آداب واخلاق کا قانون ہے۔

لیکن جو اس کا انکار کرے تو ننگے قدم معراج کی دلیل تو درحقیقت اسی کے ذمے ہے، کیونکہ جو کوئی ضروری بدیہی امور کا انکار کرتا ہے دلیل پیش کرنا اسی کا حق ہے، پھر ائمہ اصولیین کے نزدیک ثابت کہنے والا نفی کرنے والے سے قبول میں مقدم ہوتا ہے، جیسا کہ جناب اماں عائشہ صدیقہ علیہا

السلام نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے دیدارِ باری تعالیٰ کی نفی کی لیکن جناب حبرِ امت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ثابت کہا تو علماء امت نے ثبوت والی رائے کو نفی والی رائے پر مقدم رکھا، اور یہ بھی مسلمہ ہے کہ ہمارے لئے معراج کی ایسی تفصیلات کو بیان نہیں کیا گیا، لیکن بدیہیات کو ضرورتِ ادراک کے لئے چھوڑ دیا گیا کیونکہ بدیہی امور کے لئے دلیل مانگنا کم عقلی کی علامت ہے، چونکہ یہ کوئی نظری اور تکلیفی امر نہیں تھا اسی لئے صرف اسی قدر امور کو بیان کیا گیا جس قدر عوام کا مزاج قبول کر لے۔

(یاللجمال فی العروج بالنعال صفحہ2،3،4المجلس الصوفی)

لیجیے جناب! علامہ علوی مالکی مکی رحمہ اللہ نے تو سارے حجابات ہی اٹھا دیئے، اگر اب بھی کچھ شبہ باقی ہو تو اپنی عقل کا علاج کراؤ، کیا تمہیں اتنا بھی معلوم نہیں کہ قرآن میں بیشتر مقامات پر کلام کو مجمل رکھا گیا تفصیل بیان نہیں فرمائی، تو کیا اس کے لوازمات کو چھوڑ دیا جائے جن کا بیان احادیث یا علماء کے کلام میں ملتا ہے؟

بعض احادیث شریفہ کا بھی ایسا ہی معاملہ رہا جن کی تفصیل کلامِ صحابہ میں ملی اور بعض کلامِ صحابہ کے اجمال کو علماء امت نے تفصیلی مباحث کے ساتھ آراستہ کیا، اس پر تو بیشتر دلائل موجود ہیں علمِ دین کا ادنیٰ سا طالبعلم بھی ان امور کو سمجھتا اور جانتا ہے۔

حیرت ہے ایسے حضرات کے مبلغِ علمی پر جنہیں اس بات کا ثبوت چاہیے کہ معراج کی رات جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نعلین پہنے ہوئے تھے یا نہیں، تو بھئی معراج کی رات ”تہبند، کُرتا، انگوٹھی“ وغیرہ پہننے کا بیان 140 احادیث میں سے کس حدیث میں آیا ہے تو کیا معاذ اللہ ان کا بھی انکار کر دیا جائے؟ اور اگر کوئی کہہ لیتا ہے کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات کپڑے پہن کر تشریف لے گئے

تو کیا معاذ اللہ اسے بد دعاؤں اور لعن طعن سے نوازا جائے گا؟، یہ طریقہ اہلِ تحقیق کا نہیں۔

عدمِ ثبوت ''ثبوتِ عدم'' کو مستلزم نہیں:

اہلِ علم جانتے ہیں کہ: حدیث کے مسلمہ اصول ایسے معترضین کی حوصلہ افزائی نہیں کرتے جن کو اصولِ حدیث کے استعمال کی عقل وصلاحیت ہی نہ ہو، حالانکہ اہلِ علم کی کثیر تعداد اپنی کتب میں یہ صاف تصریح فرما چکی کہ: ''نہ تو عدمِ وجدان عدمِ وجود کو مستلزم اور نہ ہی عدمِ وجود وجودِ عدم کو مستلزم'' جیسا کہ امام ابن الہمام ''فتح القدیر'' میں فرماتے ہیں کہ: ''عدم النقل لا ینفی الوجود'' یعنی عدمِ نقل وجود کی نفی نہیں کرتا۔ (فتح القدير جلد1 صفحه20 (كتاب الطهارات) نوريه رضويه سكهر)

اور پھر ایسی کوئی بات جس کا ذکر کسی حدیث میں نہ ملے تو کسی معتبر عالم کا اسے بلاسند بیان کر دینا ہی ثبوت کے لئے کافی وشافی ہوتا ہے، اسی پر فتویٰ ہے جس کی یہاں فقط ایک دو مثالیں ہی کافی ہیں مثلاً!

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصالِ اقدس کے بعد جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یوں پکارا: ''بأبی انت وامی یا رسول اللہ'' یعنی (یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان!) یہ الفاظ محدثین کو حدیث کی کسی بھی کتاب میں سند کے ساتھ نہیں ملے، اگر ملے بھی ہیں تو وہ بھی بلاسند جنہیں پانچویں صدی کے ایک معروف ومستند عالم علامہ ابومحمد عبد اللہ بن علی اندلسی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''اقتباس الانوار'' اور آٹھویں صدی کے ممتاز عالم علامہ ابوعبداللہ محمد بن محمد بن الحاج عبدری مکی مالکی رحمہ اللہ نے ''المدخل'' میں ذکر کیا، حالانکہ اہلِ علم کی جماعت نے اس روایت کو کتبِ حدیث میں خوب تلاش کیا لیکن نہ ملی مگر چونکہ اس روایت کا تعلق فضائل سے تھا اسی لئے ان دونوں معتبر اور معتمد علیہ عالموں کی نقل پر اعتبار کرتے ہوئے علامہ ابو

العباس قصار، علامہ قسطلانی، علامہ زرقانی، علامہ خفاجی، اور شیخ محقق علامہ عبد الحق دہلوی وغیرہم رحمہم اللہ نے بلاتوقف قبول کر کے اپنی اپنی کتابوں کی زینت بنالیا۔

بلکہ علامہ خفاجی رحمہ اللہ تو ''نسیم الریاض'' میں یوں فرماتے ہیں کہ: ''لم اجده في شيء من كتب الاثر لكن صاحب اقتباس الانوار وابن الحاج في مدخله ذكراه في ضمن حديث طويل وكفى بذلك سندا لمثله فانه ليس مما يتعلق بالاحكام'' یعنی میں نے یہ حدیث حدیث کی کسی کتاب میں نہیں پائی لیکن چونکہ اقتباس الانوار کے مصنف اور علامہ ابن الحاج نے اپنی کتاب ''المدخل'' میں اسے ایک طویل حدیث کے ضمن میں بیان کر دیا ہے، ایسی حدیث کے لئے اتنی ہی سند کافی ہوتی ہے کیونکہ اس کا تعلق احکام سے تو ہے نہیں۔

(نسیم الریاض للخفاجی جلد1 صفحہ248 باب اول فصل سابع دارالفکر بیروت)

اسی طرح مشہور روایت ''اختلاف امتي رحمة'' کے بارے میں علامہ مناوی فرماتے ہیں کہ: ''قال السبكي: وليس بمعروف عند المحدثين ولم اقف له على سند صحيح ولا ضعيف ولا موضوع'' یعنی علامہ سبکی نے فرمایا کہ: یہ حدیث محدثین کے نزدیک معروف نہیں ہے اور نہ ہی میں اس کی صحیح یا ضعیف یا موضوع سند پر واقف ہو سکا ہوں۔

(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر للمناوی جلد1 صفحہ 352 رقم 288 دار الحدیث القاہرہ)

نیز امام سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی ''الجامع الصغیر'' میں اسی روایت کے بارے میں فرمایا:

''اختلاف امتي رحمة، نصر المقدسي في الحجة والبيهقي في الرسالة الاشعرية بغير سند، واورده الحليمي والقاضي حسين وامام الحرمين وغيرهم ولعله خرج في بعض

الکتب الحفاظ التی لم تصل الینا"۔

یعنی "میری امت کا اختلاف رحمت ہے" اس روایت کو علامہ نصر مقدسی نے "الحجۃ" میں اور علامہ بیہقی نے "الرسالۃ الاشعریۃ" میں بغیر سند کے ذِکر فرمایا، اور علامہ حلیمی، علامہ قاضی حسین اور امام الحرمین وغیرہم نے بھی اسی طرح نقل فرمادیا، چنانچہ شاید یہ حدیث حفاظِ حدیث نے اسلاف کی ان کتب سے لی ہو جو ہم تک نہیں پہنچ سکیں۔

(الجامع الصغیر للسیوطی صفحہ24رقم288 دار الکتب العلمیہ بیروت)

ان تصریحات کے بعد بھی اگر یوں کہو کہ "قال سفیان الثوری: الاسناد سلاح المؤمن فاذا لم یکن معہ سلاح فبای شیء یقاتل؟" (یعنی سند مؤمن کا ہتھیار ہے، جب اس کے پاس ہتھیار ہی نہ ہوگا تو کس چیز کے ساتھ لڑے گا؟)

تو جناب! ہتھیار کی ضرورت وہاں ہوتی ہے جہاں ہزیمت ومخالف موجود ہو، اور تم تو ٹھہرے استقراء تام کے دعویدار، اس کے باوجود یقیناً تمہیں بھی اس کا کوئی ثبوت نہ مل پایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس رات ننگے پاؤں تھے، تو جب مخالف امر موجود ہی نہیں تو سند نہ ہونا کچھ مضر نہ رہا بلکہ یہاں معتبر اہلِ علم کا اسے قبول کرلینا ہی کافی وشافی ہوا، اور ہو کیوں نہ کہ ایسے معاملات میں اہلِ علم تک کی سند بھی کفایت کر جاتی ہے۔

ان تمام تصریحات کے ملاحظہ کے بعد نعلین سمیت معراج پر اسی وجہ سے اعتماد کرلینا چاہیے کہ 40 کے زائد علماء اسلام نے اسے تسلیم کیا، عین الامکان بلکہ عین الیقین کہ یہ روایت ان کی نظروں سے گزری ہوگی جو ناقدین سے پسِ پردہ رہی، ہاں ہاں! کیوں نہیں، جبکہ سابق میں کئی بار علامہ ہمدانی رحمہ اللہ سے "ثبت فی

الحدیث'' (یعنی حدیث شریف میں ثابت ہے) کی صاف تصریح گزر چکی، پھر عقل وقیاس بھی اسی کی طرف راہنمائی کرتے ہیں، لہٰذا انکار بے سود ہے۔ للّٰہ فافہموا۔

شبِ معراج پائے اقدس میں نعلین شریف تھے:

اسی وجہ سے اہلِ علم کی ایک جماعت نے معراج شریف کی رات نعلین اقدس کے پہنے ہوئے ہونے کو ہی برقرار رکھا چنانچہ علامہ محمد بن شعیب الشیھی رحمہ اللہ (المتوفی: بعد1030ہجری) اپنی کتاب ''محاسن الاخبار فی فضل الصلاۃ علی النبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم '' میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء گرامی کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''صاحب النعلین فی لیلۃ الاسراء''۔ یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات نعلین شریف پہنے ہوئے تھے۔

(محاسن الاخبار للابشیھی صفحہ206دار الکتب العلمیہ بیروت)

اگر کوئی ناقد اتنا بھی تسلیم نہ کرے تو ذرا سنبھل کے رہے کیونکہ اس سے بھی آگے کی بات سن کر اس کا ہاضمہ مزید بگڑ سکتا ہے، کہ!

شبِ معراج ''براق'' کے قدموں میں بھی نعلین تھے:

علامہ فاضل عبد القادر اربلی رحمہ اللہ ''تفریح الخاطر'' میں تو یہاں تک لکھتے ہیں کہ:

''ذکر ایضا فی حرز العاشقین لجامع الشریعۃ والحقیقۃ، فرید عصرہ ووحیددھرہ الشیخ رشید بن محمد الجنیدی رحمہ اللہ: ان لیلۃ المعراج جاء جبریل علیہ السلام ببراق الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسرع من البرق الخاطف الظاھر، ونعل رجلہ کالھلال الباھر ومسمارہ کالانجم الزواھر ولم یأخذہ السکون والتمکین

لیرکب علیه النبی الامین صلی اللّٰه علیه وسلم ، فقال له النبی صلی اللّٰه علیه وسلم : لم لم تسکن یا براق حتی ارکب علی ظهرك ؟ فقال: روحی فداء لتراب نعلك یا رسول اللّٰه (صلی اللّٰه علیه وسلم)! اتمنی ان تعاهدنی ان لا ترکب یوم القیامة علی غیری حین دخولك الجنة، فقال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یکون لك ما تمنیت"۔

ترجمہ: جامع شریعت وطریقت فریدِ عصر، وحید دہر حضرت شیخ رشید بن محمد جنیدی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''حرز العاشقین'' میں لکھتے ہیں کہ: جبریل امین شبِ معراج بجلی سے بھی تیز رفتار ایک جنتی براق لے کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے جس کے قدموں میں چاند کی طرح چمکدار نعلین تھے، اور ان میں لگی ہوئی میخیں ستاروں کی طرح چمکدار تھیں، اور ناچ کود رہا تھا، تھمتا نہیں تھا، تاکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہوتے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے براق تجھے قرار کیوں نہیں کہ میں تجھ پر سواری کروں؟ اس نے عرض کیا: آپ کے نعلین مبارک کی خاک پر میری جان قربان! میں آپ سے ایک وعدہ لینا چاہتا ہوں کہ قیامت کے دن جنت میں جاتے وقت آپ ہی مجھ پر سواری فرمائیں گے، چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیری تمنا پوری ہوگی۔

(تفریح الخاطر للاربلی صفحہ 24 سنی دار الاشاعت علویہ رضویہ ڈجکوٹ روڈ لائل پور)

اگر نازک طبیعتوں پر شاق نہ گزرا ہو تو ایک اور ملاحظہ فرمالیں!

”شبِ معراج جنتی زمرد کے نعلین نبوی صلی اللہ علیہ وسلم“:

یہ الگ بات ہے کہ شبِ معراج جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کونسے نعلین اقدس پہن کر بلندیوں پر گئے، اکثر علماء تو اسی بات کے قائل ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیرِ استعمال چمڑے کے بنے ہوئے نعلین اقدس کو ہی یہ شرف حاصل ہوا، یہی اس امت کے اکثر علماء ومشائخ کا مذہب ہے، لیکن بعض اہلِ علم اس طرف بھی گئے ہیں کہ: چونکہ وہ رات اعزاز وتکریم کی رات تھی لہٰذا جب اعزازاً وتکریماً براق جیسی سواری جنت سے لائی جاسکتی ہے تو سارا لباس مثلاً! چادر، کُرتا، عمامہ، پٹکا اور نعلین شریف وغیرہا بھی جنتی ہی تھے چنانچہ یہ قول ”ملا معین الدین کاشفی ہروی“ رحمہ اللہ کا ہے جیسا کہ وہ اپنی مشہور کتاب ”معارج النبوت“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

”بعد ازاں حلہء ازنور درو پوشانیدند وعمامه از نور بر فرق مبارکش نهاوند وروایتی هست که رضوان آں عمامه را پیش از خلق آدم علیه السلام بهفت هزار سال پیچیده بود وچهل هزار فرشته بتعظیم بگرد آں عمامه ایستاده بودند به تسبیح وتهلیل اشتغال می نمودند واز عقب هر تسبیحی صلوات بر آنحضرت صلی الله علیه وسلم بتقدیم میر سانیدند تا آنشب جبریل علیه السلام آں عمامه را بیاور وچهل هزار فرشته همراه بآں عمامه آمدند وزیارت آنحضرت صلی الله علیه وسلم دریافتند و گویند آں عمامه را چهل هزار طراز بود وبر هر طرازی چهار خط نوشته، خطِ اول: محمد رسول الله صلی الله علیه وسلم ، خطِ دوم: محمد نبی الله صلی الله علیه وسلم ، خطِ سوم: محمد خلیل الله صلی الله علیه وسلم ،

خطِ چهارم: محمد حبیب الله صلی الله علیه وسلم ، آنگاه جبریل علیه السلام ردای از نور در بر آسرور صلی الله علیه وسلم افگند، ونعلینے از زمرد درپای او در آورد و کمری از یاقوت بر میانش بست وتازیانه از زمرد بدستش داد که مرصع بچهار صد مروارید بود وهر مرواریدی چون زهره تابان پس آنگاه جبریل دست مبارك آنحضرت صلی الله علیه وسلم گرفته از خانه به بیت الحرام آورد"۔

ترجمہ: اس (شقِ صدر) کے بعد انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نورانی لباس پہنایا اور نورانی عمامہ سرِ انور پر رکھا، ایک روایت میں ہے کہ: رضوانِ جنت نے اس عمامہ کو جناب آدم علیہ السلام سے سات ہزار سال پہلے باندھ کر رکھا تھا، چالیس ہزار فرشتے اس عمامہ کی تعظیم کے لئے اس کے ارد گرد کھڑے تسبیح وتہلیل کیا کرتے تھے اور ہر تسبیح کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے تھے، یہاں تک کہ: جب جناب جبریل علیہ السلام اس رات اسی پُرنور عمامہ مبارک کو لے کر حاضر خدمت ہوئے تو وہی چالیس ہزار فرشتے بھی جلوس کی شکل میں ہمراہ حاضر ہوکر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے، اور اہلِ علم کہتے ہیں کہ اس عمامہ میں چالیس ہزار نقش ونگار تھے ہر نقش پر چار خطوط تھے، پہلے خط کی عبارت: ''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم''، دوسرے خط کی عبارت: ''محمد نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم''، تیسرے خط کی عبارت: ''محمد خلیل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' اور چوتھے خط کی عبارت: ''محمد حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' تھی، اچانک جناب جبریل علیہ السلام نے

نورانی چادر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنائی اور زمرد کے نعلین اقدس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک میں پہنائے، اور ایک یاقوتی پٹکا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر کے درمیان باندھا، اور زمرد کا بنا ہوا ایک چابک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس میں دیا، جس میں چار سو ''مروارید'' جڑے ہوئے تھے، اور ہر مروارید زہرہ ستارے سے بھی زیادہ روشن تھا، پھر جناب جبریل علیہ السلام نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ اقدس تھاما اور گھر سے خانہ کعبہ میں لے آئے۔

(معارج النبوت للکاشفی رکنِ سوم صفحہ 100 نوریہ رضویہ لاہور)

(درۃ التاج فی مسئلۃ المعراج صفحہ 82 مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد)

یہ قول اگرچہ کمال و جمالِ سروری پر دلالت کرتا ہے، اور شایانِ شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے، لیکن اس سے بھی زیادہ کمال وشان اس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چمڑے کے بنے ہوئے انہی نعلین اقدس سمیت معراج کروایا جائے جو عموماً زیبِ قدم فرمایا کرتے تھے، جنت اور جنت کی اشیاء کی عظمت سے بھلا کون منکر ہے؟ لیکن جناب باری تعالیٰ سے ملنے والے ''وانت حل بھٰذا البلد'' کے اعزاز کو مدِ نظر و قلب رکھتے ہوئے ذرا اہلِ محبت سے پوچھو تو معلوم ہو کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی بار اپنے پائے اقدس سے مکہ و مدینہ کے راستوں کو مشرف نہ فرمایا جتنی بار نعلینِ اقدس سمیت شرف بخشا۔

نعلینِ اقدس کی عظمت کے لئے یہ نسبت کیا کم ہے کہ: وہ دکھوں، غموں اور تکلیفوں میں اپنے صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہے، پھولوں سے بھی نازک بدنِ اقدس کو پتھر مارتے ہوئے جنہیں مشرکین لہو سے بھر دیا کرتے تھے، جنہیں پہن کر راہِ خدا میں نکلتے ہوئے عرب کے چٹیل راستوں اور تپتے ہوئے راہگزاروں کو

روند کر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم فریضۂ تبلیغ ادا فرمایا کرتے تھے، جنہیں خود جناب سرورِ عالمین صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دستِ پُرنور سے سِیا کرتے تھے، پتہ بھی ہے کہ کتنی مرتبہ انہوں نے اپنے عالی جناب صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمِ اقدس کو بچاتے ہوئے خاروں اور پتھروں کی نوک سے اپنا سینہ چاک کروالیا؟ چنانچہ تقاضا بھی یہی تھا کہ اب انہیں ان تکلیفوں پر وفاداری اور محبتوں کا صلہ عطا فرمایا جائے، اوران کے صاحبِ عظمت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات ملنے والے اس اعزاز واکرام سے انہیں بھی حصہء وافر عطا فرمایا جائے جو تکلیفوں اور دکھوں میں بھی انہی کے حصہ دار رہے، شیخِ اجل علامہ محمد علوی مالکی مکی حسنی رحمہ اللہ نے بھی اسی طرف اشارہ فرمایا کہ: ''فان النعل الشریف کغیرہ من الثیاب المبارکۃ، ماعلت علی الملأ الاعلیٰ بذاتھا وانما بشرف خدمتھا لسید الوجود صلی اللہ علیہ وسلم'' (کیونکہ نعل مبارک بھی دوسرے لباس مبارک کی طرح ہی تھا جو بذاتِ خود ملأ اعلیٰ کی بلندیوں پر نہیں گئے بلکہ انہیں یہ شرف جناب سیدِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرنے کے صلہ میں حاصل ہوا)۔

(یا للجمال صفحہ5 المجلس الصوفی)

اسی طرح دین محمد ضمیر صاحب اپنی کتاب ''ما احسنك ما اجملك'' میں لکھتے ہیں کہ: ''طائف میں خون آلود نعلین عرش کے لئے باعثِ قرار ہیں''۔

(مااحسنك ما اجملك صفحہ23 کتاب مرکز امین پور بازار فیصل آباد)

کیوں جناب! کیا حق یہی نہیں کہ خادم کو اس کی خدمتوں کا پورا صلہ دیا جائے؟ ہاں ہاں ضرور! کیوں نہیں؟ آخر حکمتِ باری تعالیٰ کا کمال بھی تو اسی میں تھا کہ چمڑے سے بنے، وادی بطحاء کو اپنے تلوے کے نیچے روند ڈالنے والے اور ہر غم و ہر مصیبت میں اپنے صاحب کا پورا پورا ساتھ دینے والے اِنہی نعلینِ اقدس کو آسمان کی بلندیوں

بلکہ عرش کے سینے پر ٹکا کر وہ سرور اور خوشی عطا فرمائی جائے جس کے وہ حقدار تھے، اور اہلِ عالم کو باور کرا دیا جائے کہ عرش و عرشی بھی ان عظمتوں کو نہ پہنچ پائے جن کو پائے اقدس سے منسوب ہو کر نعلین اقدس نے پالیا، کاش میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلینِ اقدس کے تلووں سے روندا ہوا ایک ذرہ ہوتا تو میری عظمت پر اہلِ جنت بھی رشک کرتے۔ اے کاش ایسا ہوتا۔ اے کاش ایسا ہوتا۔ اے کاش!

------غفر اللہ لنا بالنعلین الشریفین------

(تنقید نمبر ۲)

شبِ معراج سدرۃ المنتہیٰ سے تجاوز ثابت نہیں

یہ اعتراض علامہ قزوینی رحمہ اللہ اور اسی نامعلوم محدث کا ہے جسے سابق میں نقل کیا جا چکا ہے، چنانچہ اس قول کو علامہ نجم الدین غیطی نے ''المعراج الکبیر'' میں، علامہ زرقانی نے ''شرح المواہب'' میں، علامہ نبہانی نے ''جواہر البحار'' میں اور عبد الحیٔ لکھنوی نے ''غایۃ المقال'' میں نقل کیا ہے کہ:

''وانما صح فی الاخبار انتھاؤہ الی سدرۃ المنتھیٰ فحسب ای فقط واما الی ما ورائھا فلم یصح انما ورد ذالك فی اخبار ضعیفۃ او منکرۃ لا یعرج علیھا''

یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سدرۃ المنتہیٰ تک ہی جانا احادیث میں صحیح ہے اور بس، لیکن اس سے آگے کا بیان صحیح نہیں کیونکہ وہ ضعیف یا منکر روایات میں وارد ہوا ہے اس سے بڑھ کر نہیں۔

پھر علامہ قزوینی کے کلام کے بعد اسی نامعلوم محدث کا کلام یوں ہے کہ:

''ولم یرد فی حدیث صحیح ولا حسن ولا ضعیف انہ صلی

اللہ علیہ وسلم جاوز سدرۃ المنتھٰی بل ثبت انہ انتھٰی الیھا"

یعنی کسی بھی صحیح یا حسن یا ضعیف حدیث میں یہ وارد نہیں ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ سے آگے بڑھے تھے بلکہ صرف اتنا ہی ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہیں رُک گئے۔

جواب:

علامہ قزوینی رحمہ اللہ اور اس نامعلوم محدث دونوں ہی کے قول ایک دوسرے سے متضاد ہیں، علامہ قزوینی کہہ رہے ہیں کہ: ''سدرۃ المنتہیٰ سے آگے جانا صحیح نہیں بلکہ ضعیف یا منکر احادیث میں ہے''، اور نامعلوم صاحب فرمارہے ہیں کہ: ''کسی ضعیف حدیث میں بھی ایسی بات نہیں''، اس تضاد کو علامہ زرقانی رحمہ اللہ نے بھی شرح المواہب میں واضح فرمایا، لہٰذا اس نامعلوم محدث کے کلام میں ایسی کمزوری ہے جس سے اس کے مطالعہ اور قوتِ استدلال میں بھی کھوٹ کا پتہ چلتا ہے، اسی وجہ سے ہم اس محدث کے کلام کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھتے کیونکہ اس کا ردِ بلیغ علامہ قزوینی رحمہ اللہ کو دیئے جانے والے جواب کے ضمن میں ہی ہو جائے گا، چنانچہ علامہ قزوینی رحمہ اللہ کے اعتراض پر جب غور کیا جائے تو ان کے اعتراض کا جواب خود انہی کے کلام میں موجود ہے، چونکہ وہ عدمِ صحت کا دعویٰ کرنے کے باوجود یہ تسلیم کرچکے ہیں کہ: سدرۃ المنتہیٰ سے تجاوز کرنا ''ضعیف'' یا ''منکر'' احادیث میں پایا جاتا ہے، لہٰذا ہم علامہ قزوینی رحمہ اللہ کو چند جواب دیتے ہیں!

پہلا جواب

علامہ قزوینی رحمہ اللہ کی جانب سے تجاوز علی السدرۃ کے ''غیر صحیح'' قرار دیئے جانے سے بھی کوئی نقصان نہیں، کیونکہ علامہ نور الدین سمہودی رحمہ اللہ ''جواہر العقدین فی فضل الشرفین'' میں فرماتے ہیں کہ: ''قد یکون غیر صحیح وھو صالح للاحتجاج به'' یعنی کبھی حدیث صحیح نہ ہونے کے باوجود قابلِ حجت ہوتی ہے۔

اور پھر سدرہ سے تجاوز والی احادیث کے ضعیف یا منکر ہونے سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ اصولِ حدیث میں ضعیف اور منکر کے بارے میں پائے جانے والے شکوک وشبہات کو یوں دور کیا گیا ہے کہ:

(i)۔ضعیف حدیث موضوع نہیں ہوتی:

اہلِ علم جانتے ہیں کہ: ضعیف حدیث موضوع نہیں ہوتی جیسا کہ: امام ملا علی القاری رحمہ اللہ ''الاسرار المرفوعہ'' میں فرماتے ہیں کہ: ''والظاھر ان الحدیث ضعیف لا موضوع'' یعنی ظاہر ہے کہ: یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں۔

(الاسرار المرفوعه فی الاخبار الموضوعة صفحه338رقم1282)

(ii)۔فضائل میں ضعیف حدیث بھی معتبر ہوتی ہے:

اہلِ علم کے نزدیک ضعیف حدیث فضائل میں معتبر ہوتی ہے، چنانچہ علامہ حافظ ابن حجر نے ''القول المسدد'' میں اور امام سیوطی نے ''اللآلی'' میں فرمایا کہ:

''وطریقة الامام احمد معروفة فی التسامح فی احادیث الفضائل دون احادیث الاحکام''

یعنی امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا یہ طریقہ سبھی جانتے ہیں کہ: فضائل کی

احادیث میں نرمی فرماتے لیکن احادیثِ احکام میں نہیں۔

(القول المسدد لابن حجر صفحہ32 الحدیث الثامن)

نیز امام نووی رحمہ اللہ ''کتاب الاذکار'' میں فرماتے ہیں کہ:

''قال العلماء من المحدثین والفقهاء وغیرهم یجوز ویستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترهیب بالحدیث الضعیف ما لم یکن موضوعا''

یعنی محدثین اور فقہاء اہلِ علم فرماتے ہیں کہ: فضائل اور نیک بات کی ترغیب اور بُری بات سے ڈرانے کے لئے حدیث ضعیف پر عمل جائز ومستحب ہے جبکہ موضوع نہ ہو۔ (کتاب الاذکار للنووی صفحہ7)

(iii)۔''منکر'' موضوع نہیں بلکہ ضعیف کی ہی قسم ہے:

امام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ ''تعقبات'' میں فرماتے ہیں کہ:

''المنکر نوع آخر غیر الموضوع وهو من قسم الضعیف''

یعنی منکر حدیث، موضوع کے علاوہ ایک دوسری چیز ہے جو ضعیف حدیث کی ایک قسم ہے۔

(التعقبات علی الموضوعات للسیوطی صفحہ30 باب الاطعمہ)

نیز فرمایا: ''صرح ابن عدی بان الحدیث منکر فلیس بموضوع''

یعنی علامہ ابن عدی نے صاف صراحت کردی کہ حدیث منکر موضوع نہیں ہوتی۔

(التعقبات علی الموضوعات للسیوطی صفحہ51 باب البعث)

(iv)۔منکر بھی فضائل میں معتبر ہے:

امام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ ''تعقبات'' میں فرماتے ہیں کہ: ''المنکر من قسم الضعیف وهو محتمل فی الفضائل'' یعنی منکر حدیث ضعیف کی قسم

ہے اور یہ بھی فضائل میں قابلِ استدلال ہے۔

(التعقبات علی الموضوعات للسیوطی صفحہ60باب المناقب)

محدثین کے مذکورہ بالا تمام اصولوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے فیصلہ کرنا مشکل نہیں ہے کہ سدرۃ المنتہٰی سے تجاوز کا مسئلہ چونکہ احکام سے علاقہ نہیں رکھتا بلکہ فضائل کے قبیل سے ہے خواہ حدیث منکر اور ضعیف سے ہی کیوں نہ ثابت ہو اس کو اہمیت کی نظر سے دیکھا جائے گا، چنانچہ علامہ قزوینی رحمہ اللہ اور اس نامعلوم محدث کی جانب سے اس مسئلہ پر کی جانے والی تنقید نہایت کمزور بلکہ عبث ہے جس کے سہارے سدرۃ المنتہٰی سے تجاوز کا انکار کرنا کسی طور بھی درست نہیں ہے۔

دوسرا جواب

(سدرۃ المنتہٰی سے عدمِ تجاوز کا دعویٰ صحیح نہیں)

کیونکہ اکثر علماء نے علامہ قزوینی رحمہ اللہ اور اس نامعلوم محدث کے کلام کو ممنوع و مردود اور محلِ نظر قرار دیا ہے جن میں خاص طور پر علامہ زرقانی اور علامہ اجہوری رحمہما اللہ بھی شامل ہیں مثلاً!

☆- علامہ زرقانی رحمہ اللہ نے ''شرح المواہب'' میں لکھا ہے کہ:

''لکن دعواہ انہ لم یرد انہ جاوز سدرۃ المنتھٰی فی حدیث ضعیف ولا حسن ولا صحیح'' فیھا نظر، فقد اخرج ابن ابی حاتم عن انس انہ صلی اللہ علیہ وسلم لما انتھٰی الی سدرۃ المنتھٰی غشیتہ سحابۃ فیھا من کل لون فتأخر جبریل''

یعنی بعض محدثین کا یہ دعویٰ کہ ''جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سدرۃ المنتہٰی سے تجاوز کرنا کسی حدیث صحیح یا حسن یا ضعیف میں بھی نہیں ہے'' یہ

محلِ نظر ہے، کیونکہ ابن ابی حاتم نے جناب انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سدرۃ المنتہٰی پر رُک گئے تو ایک رنگین بادل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھانپ کر لے گیا اور جبریل پیچھے رہ گئے۔

(الزرقانی علی المواہب جلد8صفحہ223)

☆- اسی طرح علامہ نبہانی رحمہ اللہ نے علامہ اجھوری رحمہ اللہ کا قول ''جواہر البحار'' میں یوں نقل فرمایا ہے کہ:

''قال الاجھوری بعد ما ذکر، قلت: قول القزوینی ومن ارتضیٰ کلامہ انہ لم یتجاوز سدرۃ المنتہیٰ ممنوع ویؤید المنع ما تقدم من انہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد انتہائہ الی سدرۃ المنتہیٰ غشیتہ سحابۃ، وارتفعت بہ''

یعنی علامہ اجھوری رحمہ اللہ نے مذکورہ کلام کے بعد کہا کہ: میں کہتا ہوں کہ: علامہ قزوینی اور ان کے قول سے راضی ہونے والے کا یہ قول کہ: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہٰی سے آگے ہی نہ بڑھے'' ممنوع ہے اور اس کے ممنوع ہونے پر سابق میں گزر چکی وہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سدرۃ المنتہٰی تک پہنچنے کے بعد بادل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھانپ لیا اور لے کر بلند ہو گیا۔

(جواہر البحار للنبہانی جلد3صفحہ460)

ان دونوں بزرگوں کے قول سے ثابت ہوا کہ: سدرۃ المنتہٰی سے تجاوز ثابت ہے اور اخبارِ ضعیفہ سے استدلال کرنا بھی جائز بلکہ درست ہے کہ یہاں فضائل کا باب ہے نہ کہ احکام کا۔

تیسرا جواب

سدرۃ المنتہیٰ سے تجاوز کرنے سے متعلق روایت کئی صحابہ سے مختلف مضمون کے ساتھ مروی ہے، جس کا مطلب صاف یہی ہے کہ: اس مسئلہ نے ضعف کے درجے سے نکل کر درجہ ءحسن کو پایا کہ تعدد طرق سے کمی پوری ہوئی، چنانچہ!

(i)۔ جناب انس رضی اللہ عنہ کی روایت:

یہ روایت سابق میں علامہ زرقانی اور علامہ اجھوری رحمہما اللہ کے کلام میں گزر چکی ہے۔

(ii)۔ جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت:

اس روایت کو علامہ ابن ناصر الدین دمشقی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''جامع الآثار فی مولد النبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم'' میں بیان کیا ہے کہ:

"عن عبد اللّٰه بن عباس رضی اللّٰه عنهما: سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول: لما اسری بی انتهیت الی سدرة المنتهیٰ فوقف بی جبریل عندها، فاذا نبقها امثال القلال واذا الفنن منها یغطی ما بین المشرق والمغرب، فقلت: یا جبریل! امض معی، فقال: هٰذا موضع لست اقدر ان اجوزه، قال: فسمعت نداء من السماء، ادن حبیبی فدنوت فرأیت ربی عزوجل".

ترجمہ: جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: جب مجھے سیر کرائی گئی تو میں سدرۃ المنتہیٰ پر رُک گیا وہاں جبریل بھی میرے ساتھ

ٹھہر گئے، کہ اس کے بیر مٹکوں کی طرح، اور اس کی شاخیں مشرق و مغرب تک چھائی ہوئی تھیں، پھر میں نے جبریل سے کہا: اے جبریل! میرے ساتھ آگے چلو، تو بولے: یہی میری جگہ ہے اس سے آگے بڑھنے کی مجھ میں طاقت نہیں، فرمایا: تو میں نے بلندی سے نداء سنی: اے میرے حبیب میرے قریب آؤ! تو میں قریب ہوا چنانچہ میں نے اپنے رب کو دیکھا۔

(جامع الآثار للدمشقی جلد3صفحہ1694 دار الکتب العلمیہ بیروت)

(iii)۔ جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت:

اس روایت کو بھی علامہ ابن ناصر الدین دمشقی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''جامع الآثار'' میں بیان کیا ہے کہ:

"عن ابی هريرة رضی الله عنه: ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال: فارقنی جبريل عليه السلام وانقطعت عنی الاصوات"

یعنی جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جبریل مجھ سے چھوٹ گئے اور مجھے آوازیں آنا بند ہو گئیں۔

(جامع الآثار للدمشقی جلد3صفحہ1695 دار الکتب العلمیہ بیروت)

ان تین روایتوں کے علاوہ اور بھی روایتیں ہیں جنہیں ہم ان شاء اللہ ان کے زیادہ صحیح اور بہتر مقام پر ذکر کریں گے۔

(تنقید نمبر ۳)

﴿عرش پر جانا بلکہ اسے دیکھنا بھی ثابت نہیں﴾

یہ اعتراض بھی انہی دو صاحبوں یعنی علامہ قزوینی اور نا معلوم محدث کی جانب سے کیا گیا ہے، جسے علامہ زرقانی اور علامہ نبہانی وغیرہما نے نقل فرمایا ہے، چنانچہ علامہ قزوینی کا کلام یوں ہے کہ:

”بل وصوله الی ذروة العرش لم يثبت فی خبر صحيح ولا حسن ولا ثابت اصلا“

یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش کے کناروں تک پہنچنا نہ تو کسی صحیح حدیث میں ہے اور نہ ہی کسی حسن حدیث میں ہے، بلکہ بالکل ہی ثابت نہیں۔

(جواهر البحار للنبهانی جلد3صفحه460)

(الزرقانی علی المواهب جلد8صفحه223)

(غاية المقال فيما يتعلق بالنعال صفحه73)

اور اس نا معلوم محدث کا کلام یوں ہے کہ:

”ولم يرد فی خبر ثابت ولا ضعيف انه رقی العرش، وافتراء بعضهم لا يلتفت اليه، ولا اعلم خبرا ورد فيه انه رأى العرش الا ما رواه ابن ابی الدنيا عن ابی المخارق انه صلی الله عليه وسلم قال: مررت ليلة اسری بی برجل مغيب فی نور العرش، فقلت: من هٰذا، ملك ؟ قيل: لا، قلت: نبی ؟ قيل: لا، قلت: من هو ؟ قيل: هٰذا رجل كان فی الدنيا لسانه رطب من ذكر الله، ولم يستسب لوالديه قط، وهو

خبر مرسل لا تقوم به الحجة فی هٰذا الباب".

ترجمہ: اور کسی خبرِ ثابت اور ضعیف میں یہ وارد نہیں ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرش پر چڑھے ہوں یہ بعض لوگوں کا بہتان ہے جو قابلِ توجہ نہیں، اور میں کسی ایسی حدیث کو بھی نہیں جانتا جس میں یہ ہی ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی عرش کو دیکھا سوائے علامہ ابن ابی الدنیا کی اس روایت کے جسے جناب ابو المخارق رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ "جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شبِ اسراء میں ایک آدمی کے پاس سے گزرا جو عرش کے نور میں چھپا ہوا تھا، میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ کیا یہ کوئی فرشتہ ہے؟ جواب ملا: نہیں، میں نے پوچھا: کیا یہ کوئی نبی ہے؟ جواب ملا: نہیں، میں نے پوچھا: پھر یہ کون ہے؟ تو جواب ملا: یہ وہ آدمی ہے کہ دنیا میں جس کی زبان اللہ کے ذکر سے تر رہا کرتی تھی، اور کبھی اپنے والدین کو گالی نہیں دلوائی"، یہ خبرِ مرسل ہے جسے اس باب میں دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔

(جواهر البحار للنبهانی جلد3صفحه460)

(الزرقانی علی المواهب جلد8صفحه223)

(غاية المقال فيما يتعلق بالنعال صفحه74)

جواب:

مذکورہ دونوں کلاموں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ: علامہ قزوینی رحمہ اللہ کا استدلال سخت کمزور اور اس نا معلوم محدّث کا استدلال تو سرے سے ہی مردود و باطل ہے، اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ: علامہ قزوینی رحمہ اللہ نے صحیح اور حسن حدیث میں ثبوت کا انکار کیا اور نا معلوم جناب نے تو ثبوت کا مطلقاً ہی انکار کر دیا بلکہ اسے بہتان بھی قرار دیدیا، اس نا معلوم ہستی کا یہ اٹھایا ہوا قدم نوعیتِ مسئلہ اور اصولِ حدیث سے

ناواقفیت کی واضح اور بڑی دلیل ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ: علامہ قزوینی رحمہ اللہ کے کلام میں احتیاط کا پہلو نمایاں، جبکہ اس نامعلوم محدث کے کلام میں بے ادبی کی بو آتی ہے، کیونکہ علامہ قزوینی نے تو محض عرش تک جانے کی نفی کی تھی لیکن اس نامعلوم محدث نے تو اسے دیکھنے کی بھی نفی کر دی۔

چونکہ ہم یہ کہہ چکے کہ: علامہ قزوینی رحمہ اللہ کا دعویٰ نہایت درجہ کمزور ہے، اور اس نامعلوم جناب کا دعویٰ تو سرے سے ہی باطل، ان کے نمبر وار جواب ملاحظہ فرمائیں!

پہلا جواب
(عرش کو دیکھنا بھی ثابت ہے)

اسی نامعلوم محدث کا یہ دعویٰ کہ ''جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرش کو دیکھا بھی نہیں'' پرلے درجے کی جہالت پر مبنی انتہائی بے کار اور فضول دعویٰ ہے، خدا ایسی جرأت کسی کو نہ دے! ایسے دعووں کی حمایت اہلِ سنت کے کسی بھی سلیم الطبع عالم نے آج تک نہیں کی، اس نامعلوم محدث سے کوئی پوچھتا کہ جناب! آپ ہی کے اصول کے مطابق کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے خود عرش کو دیکھنے کی نفی مروی یا منقول ہوئی یا یہ بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آنجناب کا اپنا لگایا ہوا بہتان ہے؟ اور پھر یہ بھی پوچھا ہوتا کہ: کیا عرش کو دیکھنا محالات وممتنعات میں سے ہے؟ یا پھر شجرِ ممنوعہ کی طرح عرش کو دیکھنے کی بھی قرآن وسنت نے کوئی پابندی عائد کر رکھی تھی؟ اگر ہاں تو کس دلیل کے تحت اور کس وجہ سے؟

کتاب وسنت کا ذرا سا علم رکھنے والا طالب علم بھی اس دعویٰ کی مردودیت وبطلان سے اچھی طرح واقف ہے، کہ بیشتر دلائل میں عرش کا دیکھنا بیان کیا گیا ہے جس میں

سے چند ایک یہاں پیش کیے جاتے ہیں ملاحظہ فرمائیں!

جناب آدم علیہ السلام نے عرش دیکھا:

حاکم وطبرانی وغیرہما کی مشہور حدیث ہے جسے جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمایا کہ: جناب آدم علیہ السلام کے جسم میں جب روح کو پھونکا گیا تو جناب نے اپنا سر اٹھا کر عرش کو دیکھ لیا اور اتنا ہی نہیں بلکہ اس پر لکھا ہوا کلمہ طیبہ شریف بھی پڑھ لیا۔

(مستدرك للحاكم جلد3 صفحه 216 رقم 4281)

(المعجم الصغير للطبراني جلد2 صفحه 82،83)

یہ روایت 20 سے بھی زیادہ معتبر کتب میں آئی ہے، اور یہی نہیں بلکہ اہلِ سیر نے اسے فضائلِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں بلا جھجک قبول بھی فرما لیا۔

غور کرو! اگر آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی برکت سے عرش کا بالکل صاف نظارہ کروا دے کہ جس سے وہاں لکھی ہوئی عبارت بھی بہ آسانی پڑھ سکیں تو حیرت ہے کہ: خود سراپا ءِ نور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات ”دنٰی فتدلّٰی فكان قاب قوسين او ادنٰی“ کی نا قابلِ احاطہ بے مثال بلندی پر بھی فائز فرمائے اور اس کے باوجود بھی عرش نظر میں نہ آئے، تو فلسفہ ءِ معراج ہی ادھورا اور نامکمل تصور کیا جائے گا، اور یہ تنقید کی انگلی تو سیدھی جناب رب العزت جل وعلا کی حکمتوں کی جانب اٹھے گی، حالانکہ ”سبحان الذی اسرٰی“ فرما کر وہ اس کا جواب پہلے سے ہی دے چکا کہ اس کی جانب ایسی کسی بھی بات کی نسبت نہ کی جائے جس سے وہ پاک ہے، تو جناب! جو مالک اپنے پیارے محبوب کو اپنی نشانیاں دکھانے کے لئے بلائے، جنت کی سیر کرائے،، دوزخ کا مشاہدہ کرائے، عجیب سے عجیب تر راز کھول دے، وہ کروبین، جنہیں کبھی کسی دوسرے

فرشتے نے بھی نہ دیکھا وہ بھی دکھائے، یہاں تک کہ: خود اپنا دیدار کرائے، اپنا کلام سنائے، اور ما کان و ما یکون کا علم عطا فرمائے، تو جناب! بلاشبہ وہ پاک ہے اس سے کہ سب کچھ دکھا کر عرش کو چھپا لے، اور چھپائے بھی تو آخر کیوں؟ کیا عرش دیدارِ خداوندی سے بھی بڑی شے ہے؟، کیا عرش جناب رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی زیادہ خدا کو پیارا ہے؟ ہرگز نہیں، تو کیا عرش نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی پیدا کردہ نہیں؟ کیا عرش مخلوقات میں داخل نہیں؟ کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات کے سردار نہیں؟ کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرش سے بھی افضل و اعلیٰ نہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو اپنی نشانیاں دکھانے کے لئے معراج نہیں کرایا تھا؟ اور کیا عرش اللہ کی نشانی نہیں؟ بلاشبہ ہے تو پھر وہ اپنی ساری نشانیاں دکھا کر یہ کیوں چھپائے؟ بلاشبہ وہ پاک ہے اس الزام سے، ورنہ اس سے جناب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افضلیت ثابت ہوگئی کہ انہوں نے زمین پر ہی عرش دیکھ لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں سے بھی اوپر بلا کر عرش دیکھنا نصیب نہ کیا گیا (معاذ اللہ)۔

لیکن حق تو وہ ہے جس کا حق بھی ادا نہ ہو سکے، فیصلہ قرآن کا ہے: ﴿لھم اعین لا یبصرون بھا﴾ (ان کی آنکھیں تو ہیں لیکن وہ ان سے دیکھ نہیں سکتے)۔

نیز فرمایا: ﴿تراھم ینظرون الیك وھم لایبصرون﴾ (آپ انہیں دیکھ رہے ہیں لیکن وہ آپ کو دیکھ کر بھی نہیں دیکھ پاتے)۔

آنکھ والا تیرے جوبن کا نظارہ دیکھے　　دیدہ ٔ کور کو کیا نظر آئے اور کیا دیکھے

سیدھی اور صاف بات بھی سمجھ میں نہ آئے تو قلم اٹھانا تو دور، بولنے کا بھی حق نہیں رہتا، اور یہاں تو یہ "پتہ نہیں کون جناب" اپنی کم علمی پر ہٹ دھرمی کا پردہ ڈالکر بڑی جرأت کے ساتھ ان روایات کے وجود کا ہی انکار فرما رہے ہیں جن سے ایک عام

مسلمان بھی واقف ہے، آں نا معلوم جناب کا علمی مبلغ اور استقراء تام کی لیاقت تو صرف اتنی ہے کہ: حدیث کے جمِ غفیر سے اس موضوع پر کوئی حدیث ہی نظر نہ آئی اور اگر آئی بھی تو صرف ایک حدیث جسے ساتھ ہی ارسال کا لیبل لگا کر رد بھی فرما دیا، حالانکہ ایسی روایات حسنہ جلیلہ معتمدہ مقبولہ متداولہ میں معراج کی رات عرش کو دیکھنے کی بالکل صاف تصریحات موجود ہیں ملاحظہ فرمائیں!

(i)۔ جناب ابو درداء رضی اللہ عنہ کی روایت:

”عن ابی الدرداء رضی اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: رأیت لیلۃ اسری بی حول العرش فریدۃ خضراء مکتوب فیہا بقلم من نور ابیض: ”لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ“ ابوبکر الصدیق“۔

ترجمہ: جناب ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: معراج کی رات میں نے عرش کے ارد گرد سبز جھنڈا دیکھا جس پر سفید نور کے قلم سے لکھا ہوا تھا ”لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ابوبکر الصدیق“۔

(کنز العمال جلد 11 صفحہ 251 رقم 32576)

(ii)۔ جناب ابو حمراء رضی اللہ عنہ کی روایت:

”عن ابی الحمراء خادم الرسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم رضی اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: لما اسریٰ بی الی السماء فاذا علی العرش ”لاالٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ایدتہ بعلی““۔

ترجمہ: خادم رسول صلی اللہ علیہ وسلم جناب ابو حمراء رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب مجھے آسمانوں کی سیر کرائی گئی تو اچانک عرش پر "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایدتہ بعلی (میں نے "علی" (رضی اللہ عنہ) کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی)" لکھا ہوا تھا۔

(المعجم الکبیر للطبرانی جلد9صفحہ250رقم17974)

(معجم الصحابہ لابن قانع جلد2صفحہ306رقم1859)

(iii)۔ جناب انس رضی اللہ عنہ کی روایت:

"عن انس بن مالك رضى الله عنه قال: قال النبى صلى الله عليه وسلم: لما عرج بى رأيت على ساق العرش مكتوبا "لا اله الا الله محمد رسول الله ايدته بعلى، نصرته بعلى".

ترجمہ: جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب مجھے معراج کرایا گیا تو میں نے عرش کے پائے پر "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایدتہ بعلی نصرتہ بعلی" لکھا ہوا دیکھا۔

(تاریخ بغداد للخطیب جلد11صفحہ173رقم الترجمۃ5876)

(iv)۔ جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت:

"عن ابن عباس رضى الله عنهما، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: لما عرج بى الى السماء رأيت على ساق العرش مكتوبا: "لا اله الا الله محمد رسول الله" ابوبكر الصديق، عمر الفاروق، عثمان ذوالنورين".

ترجمہ: جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے معراج کی رات عرش کے پائے پر "لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ" ابوبکر الصدیق، عمر الفاروق، عثمان ذوالنورین" لکھا ہوا دیکھا۔

(میزان الاعتدال للذھبی جلد5صفحہ144رقم الترجمۃ5806)

(v)۔ جناب ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت:

"عن ابی سعید الخدری رضی اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم : رأیت لیلۃ اسری بی حول العرش مکتوبًا آیۃ الکرسی الٰی قولہٖ وھوالعلی العظیم محمد رسول اللّٰہ قبل ان یخلق الشمس والقمر بألفی عام ابوبکر الصدیق علی اثرہ"۔

ترجمہ: جناب ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: میں نے معراج کی رات عرش کے اردگرد آیت الکرسی کے ساتھ یہ لکھا دیکھا کہ: "یہ فیصلہ سورج اور چاند کی تخلیق سے بھی دو ہزار سال پہلے کردیا گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور ابوبکر صدیق اُن کے نقشِ قدم پر ہوں گے"۔

(مسند الفردوس للدیلمي جلد2صفحہ255رقم 3188)

(vi)۔ جناب امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی روایت:

"عن جعفر بن محمد، عن ابیہ عن جدہٖ رضی اللّٰہ عنھم قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم : لیلۃ اسری بی رأیت علی العرش مکتوبا "لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول

اللّٰہ" ابوبکر الصدیق عمر الفاروق عثمان ذوالنورین یقتل ظلما"۔

ترجمہ: جناب امام جعفر صادق اپنے والد سے روایت کرتے ہیں جوان کے دادا سے روایت کرتے ہیں رضی اللہ عنہم کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: معراج کی رات میں نے عرش پر" لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ" ابوبکر الصدیق عمر الفاروق عثمان ذوالنورین (جسے ظلماً شہید کیا جائے گا)" لکھا ہوا دیکھا۔

(الریاض النضرۃ جلد1 صفحہ55 رقم118 بحوالہ"شرف المصطفیٰ")

(تاریخ بغداد للخطیب جلد10 صفحہ263 رقم الترجمۃ 5379)

(vii)۔ جناب ابوالمخارق رضی اللہ عنہ کی روایت:

"عن ابی المخارق رضی اللّٰہ عنہ قال: انہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: مررت لیلۃ اسری بی برجل مغیّب فی نور العرش، فقلت: من ھٰذا ؟ ملک ؟ قیل: لا، قلت: نبی ؟ قیل: لا، قلت: من ھو ؟ قال: ھٰذا رجل کان فی الدنیا لسانہ رطبا من ذکر اللّٰہ، وقلبہ معلّقا بالمساجد، ولم یستسب لوالدیہ قط"۔

ترجمہ: جناب ابوالمخارق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ" جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شبِ اسراء میں ایک آدمی کے پاس سے گزرا جو عرش کے نور میں چھپا ہوا تھا، میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ کیا یہ کوئی فرشتہ ہے؟ جواب ملا: نہیں، میں نے پوچھا: کیا یہ کوئی نبی ہے؟ جواب ملا: نہیں، میں نے پوچھا: پھر یہ کون ہے؟ تو جواب ملا: یہ وہ آدمی

ہے کہ دنیا میں جس کی زبان اللہ کے ذکر سے تر رہا کرتی تھی، اس کا دل مساجد کے ساتھ لگا رہتا تھا اور اس نے کبھی اپنے والدین کو گالی نہیں دلوائی۔

(الاولیاء لابن ابی الدنیاصفحہ38رقم95مؤسسة الکتب الثقافیة بیروت)

(جامع العلوم والحکم لابن رجب جلد2صفحہ515مؤسسة الرسالہ لبنان)

(الترغیب والترهیب للمنذری جلد2صفحہ253رقم2292دار الکتب)

مؤخر الذکر دونوں حدیثیں مرسل ہیں، اور بقیہ حدیثوں کی سند میں کچھ جرح وقدح ہے، لیکن حق یہ ہے کہ: نہ تو ارسال ہی ان احادیث کی قبولیت سے مانع اور نہ ہی دیگر احادیث کا ضعف، کیونکہ اول تو ضعیف حدیث فضائل میں بھی مقبول ہے۔

اور رہا مرسل کا حکم تو اسی نامعلوم جناب نے مرسل حدیث پر یہ حکم لگایا ہے کہ: ''وهو خبر مرسل لا تقوم به الحجة فی هٰذا الباب'' یعنی یہ خبرِ مرسل ہے جسے یہاں دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔ (جواهر البحار للنبهانی جلد3صفحہ460)

(الزرقانی علی المواهب جلد8صفحہ223)

(غایة المفال فیما یتعلق بالنعال صفحہ74)

(نهایة الایجاز فی سیرة ساکن الحجاز صفحہ139)

اس کے جواب میں اول تو یہ عرض ہے کہ: شاید آنجناب کو یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ مرسل کی قبولیت میں اگرچہ اہلِ علم کا اختلاف ہے لیکن جمہور اہلِ علم کا ایک بڑا گروہ اس سے استدلال کا قائل ہے، پھر مرسل کو استدلال سے مطلقاً ساقط کردینا تو کسی کا بھی مذہب نہیں رہا، چنانچہ!

حدیث مرسل کی مقبولیت:

(i)۔ ''مسلم الثبوت'' اور اس کی شرح ''فواتح الرحموت'' میں بھی یہی لکھا ہے کہ:

''امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام احمد رحمھم اللہ کے نزدیک مرسل حدیث مطلقا مقبول ہے بشرطیکہ راوی ثقہ ہو، اور دیگر جمہور علماء ''قرونِ ثلاثہ'' کی قید لگاتے ہیں، اور بعض تو اس کے بعد کے بھی قائل ہیں بشرطیکہ راوی ثقہ اور اہلِ نقل سے ہو''۔

(فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت جلد2صفحہ174 منشورات الشریف الرضی)

(ii)۔ نیز علامہ نور الدین حلبی رحمہ اللہ ''السیرۃ الحلبیہ'' میں لکھتے ہیں کہ:

''واضح رہے کہ اصحابِ سیر کا طریقہ ہر قسم کی روایات کو جمع کرنا ہوتا ہے جس میں صحیح، ضعیف، بلاغات، مرسل، منقطع اور معضل وغیرہ سب شامل ہوتی ہیں لیکن موضوع روایت نہیں کرتے، جناب امام احمد اور دیگر محدثین کا فرمان ہے کہ جب ہم حلال وحرام کے بارے میں احادیث روایت کرتے ہیں تو سند میں شدت کرتے ہیں اور جب ہم فضائل وغیرہ کے بارے میں روایات لاتے ہیں تو بہت نرمی برتتے ہیں''۔

(السیرۃ الحلبیۃ للحلبی جلد1 صفحہ3(خطبۃ الکتاب)

(iii)۔ نیز اسی نامعلوم محدث کا جواب علامہ اجھوری رحمہ اللہ نے یوں دیا ہے کہ:

"ودعوی "ان الحدیث المرسل لا تقوم بہ الحجۃ فی ھٰذا الباب" فیہ نظر، فان اطلاق الاصولیین علی احتجاج الامۃ ما عدا الشافعی بالحدیث المرسل یشمل ھٰذا"

یعنی (اس محدث کا یہ دعویٰ کہ: ''مرسل حدیث اس باب میں قابلِ حجت نہیں'' اس میں کمزوری ہے، کیونکہ امت کے اکثر اہلِ اصول ایسے مواقع پر مرسل سے دلیل پکڑنے کے قائل ہیں سوائے امام شافعی رحمہ اللہ

کے)۔(جواهر البحار للنبهاني جلد3صفحه460)

نیز ہم نے اپنی کتاب ''اللحية الشرعية'' (داڑھی کی شرعی مقدار) میں بھی بیان کیا ہے کہ: امام شافعی رحمہ اللہ بھی مرسل سے دلیل پکڑنے کے قائل ہیں، لیکن چند مخصوص شرائط کے ساتھ۔

پھر ناصر الدین البانی جیسوں کا اس حدیث کو ''معضل'' قرار دینا بھی نقصان دہ نہیں کیونکہ ''معضل'' کو بعض اہلِ علم نے ''مرسل'' کے ہی درجے میں رکھا، جیسا کہ مقدمہ ابن الصلاح میں مذکور ہے، چنانچہ معضل بھی زیادہ سے زیادہ ضعیف کی اقسام سے ہوگی، موضوع نہیں، اور فضائل کے ثبوت کے لئے مرسل ضعیف کی طرح معضل ضعیف بھی کافی وشافی ہے۔

نیز ان کے علاوہ ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ: کوئی شک نہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات جنت کی سیر فرمائی، تو جب بغیر کسی پس وپیش یہ مان لیا تو یہ بھی مسلمہ ہے کہ: ''العرش سقف الجنة'' (عرش جنت کی چھت ہے) جیسا کہ ابن عساکر اور بیہقی میں ہے کہ: ''سقفها عرش الرحمٰن'' جنت کی چھت رحمان کا عرش ہے۔

لہٰذا جب جنت کی سیر ہوگئی تو بھلا عرش کو دیکھنا کیوں نہ ہوا؟

اسی مضمون کی متعدد روایات میں سے یہ چند روایات اصولِ حدیث کے مسلمہ قواعد کے مطابق تعددِ طرق سے وہ تقویت پاگئیں جس کا اب انکار کرنا ڈھیٹ پن کے سوا اور کچھ نہیں، لہٰذا مزید کسی توجیہ وتوضیح کی ضرورت نہیں۔ (خدا سمجھنے کی توفیق دے!)

دوسرا جواب
(عرش پر جانا بھی ثابت ہے)

یہ جواب کئی ابحاث پر مشتمل ہے!

اصولی بحث:

علامہ قزوینی رحمہ اللہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عرش پر جانے بلکہ اس کے کناروں تک پہنچنے کے ثبوت کی نفی کی ہے، اب یہاں ثبوت کی نفی سے مراد یا تو ''وجود کی نفی'' ہے یا پھر ''صحت'' کی، اگر وجود کی نفی مراد ہے تو دعویٰ ہی باطل، کیونکہ اس سلسلہ میں روایات موجود ہیں اور اگر ''صحت کی نفی'' مراد ہے تو اول تو وہ یہاں مراد ہی نہیں ہوسکتی کیونکہ اس پہلے ''فی خبر صحیح ولا حسن'' کے سہارے ''صحت کی نفی'' کی طرف صاف تصریح الگ سے فرما چکے، اور ثانیاً اگر ہو بھی تو ''عدمِ صحت'' اس کے موضوع ہونے کی علامت نہیں ہوسکتا، جس کی چند تصریحات سابق میں گزر چکی ہیں، مزید ثبوت ملاحظہ فرمالیں!

عدمِ صحت ''وضع'' کی علامت نہیں:

علامہ زرکشی ''النکت علی ابن الصلاح'' میں، علامہ سیوطی ''اللآلی المصنوعه'' میں، علامہ ابن العراق کنانی ''تنزیه الشریعه'' میں اور علامہ طاہر فتنی ''خاتمہء مجمع بحار الانوار'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"بين قولنا: "لم يصح" وقولنا "موضوع" بون كبير، فان الوضع اثبات الكذب والاختلاق وقولنا لم يصح لا يلزم منه اثبات العدم وانما هو اخبار عن عدم الثبوت وفرق بين الامرين"

یعنی ہم محدثین کا کسی حدیث کو یہ کہنا کہ: "یہ صحیح نہیں" اور یہ کہنا کہ: "یہ موضوع ہے" ان دونوں میں بڑا فرق ہوتا ہے، کیونکہ "موضوع" کہنا تو اسے جھوٹ اور افتراء قرار دینا ہے اور "غیر صحیح" کہنے سے حدیث کی نفی لازم نہیں آتی، بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ: یہ خبر صحت کے درجے پر فائز نہیں ہوئی، لہٰذا ان دونوں میں بہت فرق ہے۔

(تنزیه الشریعه لابن عراق جلد1 صفحه140 دار الکتب العلمیه بیروت)

نیز امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ "القول المسدد" میں لکھتے ہیں کہ:

"لا یلزم من کون الحدیث لم یصح ان یکون موضوعا"

یعنی حدیث کے صحیح نہ ہونے سے اس کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔

(القول المسدد للعسقلانی صفحه 45 دائرة المعارف النعمانیه حیدر آباد)

ثابت ہوا کہ یہاں علامہ قزوینی کے عدمِ ثبوت کے دعویٰ سے "موضوعیت" مراد نہیں لی جاسکتی، ورنہ علماءِ اصول کے نزدیک ان کا دعویٰ بھی باطل، اور اگر وہ اس سے "ضعف" مراد لے رہے ہیں تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ: وہ کون سی روایت پر حکمِ ضعف لگا رہے ہیں اور وہ ضعف کس درجہ کا ہے؟ حالانکہ ایسی کوئی تصریح علامہ قزوینی کے کلام میں نہیں ملتی، اور اگر کسی قسم کا ضعف ہو بھی تو کسے نہیں معلوم کہ یہاں تو باب ہی فضائل کا ہے جس میں جمہور اہلِ اصول کے مطابق ضعیف حدیث بھی معتبر ہے جس پر سابق میں مدلل بحث گزر چکی، اس صورت میں بھی علامہ قزوینی رحمہ اللہ کی تنقید جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عرش پر جانے سے مانع نہیں ہوسکتی۔

نیز علامہ قزوینی رحمہ اللہ جس شد ومد سے یہ دعویٰ فرما رہے ہیں کہ: "جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عرش کے کناروں تک جانا بھی ثابت نہیں" اگر ان کی مراد یہاں سے یہ ہے کہ: اسے بیان ہی نہ کیا جائے تو انہی کے اصول کے مطابق

کیا ممانعت کے لئے ان کے پاس کوئی حدیث بھی اس مضمون کی ثابت ہے کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ فرمایا ہو کہ ''میں تو اس رات عرش کے کناروں تک بھی پہنچ نہ پایا''؟ اگر ہے تو اسے پیش کیوں نہیں کیا گیا اور پھر کسی بھی ناقد نے بلکہ کسی بھی معتبر ہستی نے ایسے کسی مضمون کو نقل بھی تو نہیں کیا، ورنہ علامہ قزوینی رحمہ اللہ کا منع کرنا معقول و مسلم ہی نہیں، صاف ظاہر ہے کہ ان کا مقصد اس سلسلہ میں صرف عدمِ ثبوت کی خبر دینا ہی تھا نہ کہ ممانعت۔

اور یہ سابق میں کہا جا چکا ہے کہ ''عدمِ ثبوت ثبوتِ عدم کو مستلزم نہیں''، لہٰذا اس روایت کو بیان کرنے سے روکنے کے لئے علامہ قزوینی وغیرہ کے کلام کو سہارا بنانا بالکل مفید نہیں۔

نیز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ فضیلت جمہور کے ہاں مسلمہ ہے کہ جو فضائل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن عطا ہوں گے وہ دنیا میں ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہو چکے، مثلاً دیدارِ باری تعالیٰ اور جنت میں داخلہ وغیرہ۔

نیز اسی قاعدہ کے تحت جناب مجاہد کا مقامِ محمود کی تفسیر میں وہ صحیح قول بھی مدِ نظر رہے کہ: ''یجلسه معه علی العرش'' یعنی (اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ عرش پر بٹھائے گا) یہ اعزاز جب آخرت میں بھی آپ کا ہے تو دنیا میں عرش پر جانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کیوں مانع؟ للہ فافهموا۔

ثبوتی بحث:

اس مضمون کی احادیث بیشتر کتب میں موجود و مروی و منقول ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرش پر رسائی فرمائی بلکہ اسے پیچھے چھوڑ کر بارگاہِ خداوندی میں ''ثم دنیٰ فتدلیٰ وقاب قوسین او ادنیٰ'' کے مقام پر فائز ہوئے۔ چنانچہ ان میں سے چند ایک یہاں پیشِ خدمت ہیں، مثلاً!

(i)۔ عن شريك بن عبد الله، انه قال: سمعت انس بن مالك رضي الله عنه يقول: ليلة اسرٰى برسول الله صلى الله عليه وسلم من مسجد الكعبة ــ ثم علا به فوق ذالك بما لا يعلمه الا الله، حتّٰى جاء سدرة المنتهٰى ودنا للجبار رب العزة، فتدلى حتّٰى كان منه قاب قوسين او ادنٰى۔

جناب انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے ساتھ جبریل نے سدرۃ المنتہٰی تک عروج کیا پھر جبار رب العزت نے ایسا مقامِ قرب بخشا کہ دو کمانوں یا اس سے بھی کم کا فاصلہ رہ گیا۔ (صحيح بخاری رقم 7517)

اس حدیث میں ''دنا للجبار'' (جبار کے قریب ہوئے) کے الفاظ یہ ثابت کرنے کے لئے کسی شرح کے محتاج نہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچے، پھر وہ بارگاہ عرش کے نیچے ہے یا اوپر؟ تو اس سلسلہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہی کافی ہے کہ ''ان الله فوق العرش'' (بے شک اللہ عرش کے اوپر ہے)۔ (الشريعة للآجری رقم 665)

نیز صحیح بخاری کی اسی حدیث کے بارے میں شارح بخاری علامہ قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: ''وتدليه على ما في حديث شريك كان فوق العرش'' یعنی مقامِ تدلی جس کا بیان جناب شریک کی حدیث میں ہے یہ عرش کے اوپر ہے۔

(المواهب اللدنيه جلد3 صفحه90 المكتب الاسلامی بيروت)

اس سے واضح ہو گیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرش سے اوپر تشریف لے گئے۔

(ii)۔ ''ان ابن عباس وابا حبة الانصاری رضی الله عنهما كانا

یقولان: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : ثم عرج بی حتی ظھرت لمستوی اسمع فیه صریف الاقلام"۔

جناب ابن عباس اور جناب ابوحبہ انصاری رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر مجھے بلند کیا گیا حتی کہ میں مقامِ مستوی تک پہنچ گیا جہاں میں نے قلم چلنے کی آواز سنی۔ (بخاری، ضمن رقم349)

اس حدیث میں لفظ ''مستوی'' کی شرح میں قرآن کا فرمان کافی ہے کہ: ﴿استویٰ علی العرش﴾ یعنی (اللہ نے عرش پر استواء فرمایا) ثابت ہوا کہ: مقامِ استواء عرش کے اوپر ہے نہ کہ نیچے، اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں مقام ''قاب قوسین'' کے قرب پر فائز کیا گیا۔

نیز اسی حدیث میں ''اسمع فیه صریف الاقلام'' یعنی (میں نے قلم چلنے کی آوز سنی) کے لفظ کی شرح میں بخاری ومسلم کی حدیث ہی کافی وشافی ہے جس میں یوں ہے کہ:

"لما قضی اللہ الخلق، کتب فی کتابة، فھو عندہ فوق العرش"
یعنی جب بھی اللہ تعالیٰ مخلوق کے لئے کوئی فیصلہ فرماتا ہے تو ایک کتاب میں لکھتا ہے جو عرش کے اوپر اسی کے پاس ہے۔

(بخاری: رقم3194، مسلم: رقم2751)

کیا اب بھی ثابت نہ ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس مقامِ مستوی کی بات کررہے ہیں وہ عرش کے اوپر وہی مقام ہے جہاں آپ نے اللہ کی اسی کتاب میں قلم چلنے کی آواز سنی، چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عرش کے اوپر تشریف فرما ہونے کی اس سے واضح دلیل اور کیا چاہیے، اسی پر علماء کی کثیر جماعت متفق ہے، جن کے نام گنوانے کی یہاں گنجائش نہیں۔

اور سنیے! حافظ الحدیث، محدثِ کبیر امام علامہ عبد الرحیم برعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"ھو جاوز السبع السماوات العلٰی والعرش فیما صح من اسناد"

صحیح الاسناد احادیث میں آیا ہے کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساتوں بلند آسمانوں بلکہ عرش سے بھی تجاوز فرما گئے۔

(المجموعة النبهانية فى المدائح النبوية للنبهانى جلد2صفحه10المكتبة التوفيقية)

بحمدہ تعالیٰ اس عظیم حافظ الحدیث اور امام کی تصریح نے بحثِ احتجاج کو شفاء و کفاء بخش دی، چنانچہ معراج علی العرش کے ثبوت پر اس قدر وسیع دلائل موجود ہیں کہ ایک ضخیم جلد مرتب ہو جائے لیکن یہاں طوالت سے احتراز کے لئے اس قدر پر ہی اکتفاء ہے۔

(تنقید نمبر ۴)

﴿عرش پر نعلین سمیت جانا ثابت نہیں﴾

یہ اعتراض سبھی ناقدین کا ہے، لیکن تنقیدی کلمات ارتقائی انداز میں کہے گئے ہیں، مثلاً! علامہ قزوینی رحمہ اللہ نے "عدمِ ثبوت" کا دعویٰ کیا، لیکن اس نامعلوم محدث اور علامہ عبدالحئ لکھنوی نے اسے مزید شدت و تشنیع اور ملمع سازی سے مزین فرماتے ہوئے "باطل، جھوٹ، من گھڑت اور بناوٹی" قرار دے ڈالا۔

جواب:

سابقہ مباحث میں ان تینوں حضرات کے تنقیدی کلام کی کمزوری نیز عقل و نقل اور اصولِ حدیث و قواعدِ قبول و جرح کے خلاف ہونا بیان کیا جا چکا ہے، ان تینوں نے اس سلسلہ میں جو بھی کلام کیا وہ سارے کا سارا ہی محلِ نظر اور خود قابلِ تنقید ہے، شاید عبدالحئ صاحب اور نامعلوم جناب اس قاعدہ سے واقف نہ تھے کہ کسی حدیث کو

موضوع ثابت کرنے کے لئے بھی دلیل کی ضرورت ہوتی ہے کہ اس کا موضوع ہونا اس کے راوی کے جھوٹا ثابت ہونے پر موقوف ہے، اور ان دونوں نے ہی ثبوتِ وضع پر زور دینے کی بجائے عدمِ ثبوت پر ہی ساری بھڑاس نکال دی، معلوم ہوتا ہے وہ اس سلسلہ میں علامہ قزوینی رحمہ اللہ کے مقلد ہوئے ہیں اگر ایسا ہی ہے جیسا کہ ہے بھی، تو علامہ قزوینی رحمہ اللہ خود بھی ''عدمِ ثبوت'' کے سامنے بے بس اور لاچار نظر آتے ہیں، اس سے بھی ان تینوں کے اس دعویٰ کی کمزوری عیاں ہوئی۔

بلکہ دراصل ان تینوں کے کلام میں فقط لفظی تفاوت ہے، کیونکہ شاید بلکہ اغلب گمان یہی ہے کہ: علامہ قزوینی رحمہ اللہ بھی عدمِ ثبوت کے دعوی سے عبد الحیٔ لکھنوی اور نا معلوم صاحب کی طرح نعلین علی العرش کو ''موضوع، من گھڑت، باطل یا جھوٹ'' کہہ رہے ہیں، حیرت ہے کہ یہ حدیث موضوع کیسے ہوسکتی ہے جبکہ اس کا کوئی راوی یا ناقل نہ کذاب ہے اور نہ ہی اس پر جھوٹ بولنے کی تہمت، تو پھر اسے موضوع یا جھوٹ قرار دینا بھی درست نہیں، چنانچہ ہم ان حضرات کی تشفی کے لئے یہاں چند ضروری وضاحات بالاختصار پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں مثلاً!

موضوعیتِ روایت کذبِ راوی پر موقوف ہے:

امام علی القاری رحمہ اللہ ''نزہۃ النظر مع نخبۃ الفکر'' کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

''الموضوع هو الحديث الذى فيه الطعن بكذب الراوى''

یعنی موضوع اس روایت کو کہتے ہیں کہ: جس کے راوی پر جھوٹ بولنے کا طعن ہو۔ (حاشية نزهة النظر مع نخبة الفكر صفحه 56 بحث الموضوع)

بے سند ہونا موضوع ہونے کی علامت نہیں:

جس حدیث کی سند ہی معلوم نہیں اس پر حکمِ وضع لگانا بھی زیادتی ہے، مثلاً! مشہور روایت ''اختلاف امتی رحمة'' کے بارے میں علامہ مناوی فرماتے ہیں

کہ:

"قال السبکی: ولیس بمعروف عند المحدثین ولم اقف له علی سند صحیح ولا ضعیف ولا موضوع"

یعنی علامہ سبکی نے فرمایا کہ: یہ حدیث محدثین کے نزدیک معروف نہیں ہے اور نہ ہی میں اس کی صحیح یا ضعیف یا موضوع سند پر واقف ہو سکا ہوں۔

(فیض القدیر للمناوی جلد1 صفحہ352 رقم288 دار الحدیث القاہرہ)

علامہ سبکی رحمہ اللہ کے مذکورہ بالا اس قول سے ہی فیصلہ ہو چکا کہ: بلا سند روایت جب صحیح یا ضعیف ثابت نہیں ہو سکی تو اسے موضوع بھی قرار نہیں دیا جا سکتا۔

لہٰذا یہ کہنا کہ "فلاں حدیث اگر صحیح، حسن یا ضعیف سند کے ساتھ معلوم نہیں تو پھر یہ موضوع ہے" درست نہیں بلکہ ظلم کی انتہاء ہے، کیونکہ اگر کسی حدیث کی سند ہی نہیں ملی تو کس چیز پر وضع کا حکم لگایا جائے، چنانچہ ایسی روایات پر کسی طرح کا حکم نہیں لگایا جا سکتا جب تک اسے شرع کے اصولوں پر پرکھا نہ جائے اور اسے قبول کرنے والے کی ثقاہت یا نقاہت کا علم نہ ہو جائے، چہ جائیکہ اسے موضوع ہی قرار دے دیا جائے۔

بے سند روایت کا عدمِ ثبوت حتمی نہیں:

کیونکہ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ایسی روایتیں اسلاف کی ان کتابوں میں موجود ومنقول ہوں جو ہم تک نہ پہنچ سکیں، جیسا کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی "الجامع الصغیر" میں فرمایا:

"اختلاف امتی رحمة، نصر المقدسی فی الحجة والبیهقی فی الرسالة الاشعریة بغیر سند، واورده الحلیمی والقاضی حسین وامام الحرمین وغیرهم ولعله خرج فی بعض الکتب الحفاظ التی لم تصل الینا".

یعنی ''میری امت کا اختلاف رحمت ہے'' اس روایت کو علامہ نصر مقدسی نے ''الحجۃ'' میں اور علامہ بیہقی نے ''الرسالۃ الاشعریۃ'' میں بغیر سند کے ذکر فرمایا ہے، اور علامہ حلیمی، علامہ قاضی حسین اور امام الحرمین وغیرھم نے بھی اسی طرح نقل فرمایا ہے، چنانچہ شاید یہ حدیث حفاظ نے اسلاف کی ان کتب سے لی ہو جو ہم تک نہیں پہنچیں۔

(الجامع الصغیر للسیوطی صفحہ24رقم288 دارالکتب العلمیہ بیروت)

آنکھیں کھولو اور غور کرو کہ: ایک حدیث علماء اسلام کو سند کے ساتھ کہیں ملی ہی نہیں، اس کے باوجود ''علامہ نصر المقدسی''، ''علامہ ابوبکر محمد بن حسین بیہقی''، ''علامہ ابو عبداللہ حسین بن حسین حلیمی شافعی''، ''قاضی حسین احمد شافعی''، ''امام الحرمین اسد بن اسد''، ''علامہ تاج الدین سبکی''، ''علامہ جلال الدین سیوطی''، ''علامہ عبدالرؤف المناوی'' وغیرہم جیسے منجھے ہوئے اہلِ علم نے فقط اسے صحیح المعنیٰ ہونے کی وجہ سے بغیر سند ہی اپنی کتب کی زینت بنالیا بلکہ اسے قبول فرما کر اس سے استدلال بھی فرمایا، لیکن ''عدمِ ثبوت'' جیسے کمزور موقف کا سہارا لے کر اسے یونہی رد نہیں کر دیا، اس سے ''تلقی علماء بالقبول'' جیسے اصول کے مسلمہ ہونے کا ثبوت حاصل ہوا یعنی علماء جسے قبول کرلیں وہ مقبول ہو گی اس کے بعد سند کی حاجت بھی نہیں رہتی، یہی اصول جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی بیان ہوا کہ:

''ما رأہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن''

یعنی جس ے مسلمان اچھا قرار دیدیں وہ اللہ کی بارگاہ میں بھی اچھا ہے۔

(مسند احمد)

معلوم ہوا کہ: علماء اسلام کے نزدیک مسلمہ اصول ہے کہ: کسی بلاسند حدیث کو یونہی چھوڑ دینا درست نہیں بلکہ وہ قرآن وسنت کے دلائلِ ثابتہ کی عدمِ مخالفت اور قابلِ اعتبار اور ثقہ علماء کے اعتماد کی وجہ سے ہی قبولیت کا درجہ پا گئی۔

عرش پر نعلین والی حدیث مرسل ہے:

نعلین علی العرش والی روایت کو قائلین نے بغیر سند کے سیدھا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی روایت کر کے بیان کیا ہے، جس پر کچھ حضرات کا ہاضمہ بے حد خراب ہوا حالانکہ محدثین کی اصطلاح میں ایسی ہر حدیث مرسل کہلاتی ہے، جسے معتبر راوی بغیر سند کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کر دے اور یوں کہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا، چنانچہ مرسل کی تعریف کے سلسلہ میں اہلِ علم کی تصریحات اس طرح ہیں!

مرسل کی تعریف:

(i)۔ "الارسال عدم الاسناد وهو ان يقول الراوى: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من غير ان يذكر الاسناد"

یعنی سند کا نہ ہونا مرسل کہلاتا ہے کہ راوی بغیر سند ذکر کئے یوں کہہ دے کہ: "جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا"۔

(توضيح التلويح صفحه474(فصل فى الانقطاع))

(ii)۔ "ان لم يذكر الواسطة اصلا فمرسل" یعنی واسطہ بالکل بھی ذکر نہ کیا جائے تو وہ مرسل ہے۔

(افاضة الانوار على اصول المنار بحاشية التلويح صفحه 474)

(iii)۔ "المرسل قول العدل قال عليه الصلوٰة والسلام كذا" یعنی مرسل وہ حدیث ہے کہ: عادل کہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا۔

(مسلم الثبوت صفحه201)

(iv)۔ ''قول المصنّفين من الفقهاء وغيرهم: "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كذا وكذا" ونحو ذالك كله من قبيل المعضل وسماه الخطيب ابوبكر الحافظ فى بعض كلامه مرسلا وذالك على مذهب من يسمى كل مالا يتصل مرسلا'' یعنی فقہاء وغیرہ مصنفین کا یہ قول کہ: ''جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ایسا فرمایا'' یا اس طرح کا کوئی کلمہ یہ سب معضل کی قسم ہے، حافظ ابوبکر خطیب بغدادی نے اس کا نام مرسل رکھا ہے اور یہ ان حضرات کا مذہب ہے جو غیر متصل کا نام مرسل رکھتے ہیں۔

(مقدمه لابن الصلاح صفحه138)

مرسل کی مقبولیت:

(i)۔ ''مسلم الثبوت'' اور اس کی شرح ''فواتح الرحموت'' میں بھی یہی لکھا ہے کہ:
''امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک مرسل حدیث مطلقا مقبول ہے بشرطیکہ راوی ثقہ ہو، اور دیگر جمہور علماء ''قرونِ ثلاثہ'' کی قید لگاتے ہیں، اور بعض تو اس کے بعد کے بھی قائل ہیں بشرطیکہ راوی ثقہ اور اہلِ نقل سے ہو''۔

(فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت جلد2صفحه174 منشورات الشريف الرضى)

(ii)۔ نیز علامہ نورالدین حلبی رحمہ اللہ ''السیرۃ الحلبیہ'' میں لکھتے ہیں کہ:
''واضح رہے کہ اصحابِ سیر کا طریقہ ہر قسم کی روایات کو جمع کرنا ہوتا ہے جس میں صحیح، ضعیف، بلاغات، مرسل، منقطع اور معضل وغیرہ سب شامل ہوتی ہیں لیکن موضوع روایت نہیں لیتے، جناب امام احمد اور دیگر محدثین کا فرمان ہے کہ جب ہم حلال وحرام کے بارے میں احادیث روایت کرتے ہیں تو سند میں شدت کرتے ہیں اور جب ہم فضائل وغیرہ کے بارے میں روایات لاتے ہیں تو بہت نرمی برتتے ہیں''۔

(السيرة الحلبية للحلبى جلد1صفحه3(خطبة الكتاب))

(iii)۔ نیز اسی نا معلوم محدث کا جواب علامہ اجھوری رحمہ اللہ نے یوں دیا ہے کہ:

"ودعوی "ان الحدیث المرسل لا تقوم به الحجة فی هٰذا الباب" فیه نظر، فان اطلاق الاصولیین علی احتجاج الامة ما عدا الشافعی بالحدیث المرسل یشمل هٰذا" یعنی (اس محدث کا یہ دعویٰ کہ: "مرسل حدیث اس باب میں قابلِ حجت نہیں" اس میں کمزوری ہے، کیونکہ امت کے اکثر اہلِ اصول ایسے مواقع پر مرسل سے دلیل پکڑنے کے قائل ہیں سوائے امام شافعی رحمہ اللہ کے)۔

(جواهر البحار للنبهانی جلد3صفحه460)

چنانچہ ثابت ہوا کہ: عرش پر نعلین سمیت جانے والی روایت اصولِ حدیث کے اعتبار سے مرسل ہے اور مرسل فضائل وسیرت کے باب میں بغیر کسی اختلاف کے مقبول ہے۔

یہی وجہ ہے کہ معراج کی رات "عرش پر نعلین شریف اتارنے کا قصد فرمانا" ناقدین کو کسی حدیث میں نہ ملنا اس کے منع ہونے کی کوئی وجہ نہیں بن سکتا، کیونکہ کسی بھی روایت میں عروج بالنعلین، عروج علی السدرۃ بالنعلین یا عروج علی العرش بالنعلین کی نفی بھی تو مذکور نہیں، پھر جب اس کی نفی ہی موجود نہیں اور نہ ہی نعلین سمیت عرش پر لے جانا ذاتِ باری تعالیٰ کے لئے محال ہے، اور نہ ہی یہ منصب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامِ رفیعہ کے خلاف اور نہ ہی اس کو قرآن وسنت میں کسی جگہ منع کیا گیا، بلکہ اس کے بیان میں شرع شریف کا کوئی نقصان بھی نہیں، پھر یہ کمالِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیل سے بھی یقیناً ہے تو بھلا انکار کس لئے؟

نعلین سمیت عرش پر جانا ثابت ہے:

سابق میں بھی یہ گزر چکا ہے کہ: علامہ زرقانی رحمہ اللہ "شرح علی المواھب اللدنیہ" میں لکھتے ہیں: علامہ ہمدانی رحمہ اللہ اپنی "السبعیات" میں فرماتے ہیں کہ:

"حدیث میں یہ ثابت ہے کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میں نے معراج کی رات ارادہ کیا کہ اپنے نعلین اتار ڈالوں تو میں نے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک نداء سنی: اے محمد! اپنے نعلین مت اتارو، تاکہ آسمان آپ کے نعلین کی برکت سے شرف پا جائیں، تو میں نے عرض کیا: اے میرے رب! بیشک تو نے ہی تو جناب موسیٰ سے فرمایا تھا کہ: ﴿پس اپنے نعلین اتار دو کیونکہ تم وادیءِ مقدس طویٰ میں ہو﴾، تو ارشاد ہوا: اے ابوالقاسم! میرے قریب آؤ، تم میرے نزدیک موسیٰ کی طرح نہیں ہو، وہ میرا کلیم ہے اور تم میرے حبیب ہو"۔

(الزرقانی علی المواهب اللدنية جلد8صفحه217النورية الرضوية لاهور)

اور سابق میں ہم یہ تصریح بھی پیش کر چکے ہیں کہ: علامہ ہمدانی رحمہ اللہ وہ جلیل القدر علمی شخصیت ہیں کہ جب وہ "ثبت فی الحدیث" سے تصریح فرما دیں تو اس امر کی "اصل" حدیث میں ضرور ہوا کرتی ہے۔

معلوم ہوا یہ قصہ بھی حدیث سے ثابت ہے، یہ الگ بات ہے کہ: کچھ حضرات کو یہ قصہ حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ملا، لیکن اب لازم یہ ہے کہ: جنہیں ملا ہے انہی کی پیروی کرتے ہوئے اسے قبول کر لینا چاہیے، جیسے علامہ تلمسانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

"میں نے اس قصہ کے قائلین پر اس کی ذمہ داری ڈالتے ہوئے اسے درج کر دیا ہے کیونکہ وہ زیادہ آگاہ ہوئے ہیں"۔

------واللہ اعلم ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم ------

﴿تنقید نمبر ۵﴾

(عرش پر نعلین کا جانا بارگاہ الٰہی میں بے ادبی ہے)

یہ موقف اسی سابق نامعلوم محدث کا ہے اور خیر سے عبد الحیٔ لکھنوی صاحب بھی یہاں انہی کے پیروکار ہوئے، انہیں لگتا ہے کہ اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عرش پر نعلین سمیت جلوہ فرما ہونے کو تسلیم کرلیا جائے تو یہ اللہ کے عرش کی بے ادبی ہوگی، کہ جب طور پر جناب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نعلین اتروا لئے گئے تو عرش طور سے کہیں افضل واعلیٰ ہے لہٰذا وہاں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نعلین سمیت جانا سراسر ناقابلِ تسلیم ہے، کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھ کر اللہ کے معاملات کا لحاظ اور شعائر اللہ کا ادب کرنے والے تھے۔

الجواب:

لاکھ بار تعجب ہے اس نامعلوم محدث پر کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین سمیت عرش پر جانے کو بے ادبی قرار دے ڈالا، معلوم نہیں آنجناب نے نعلینِ اقدس کو سمجھ کیا رکھا ہے؟ کیا یہ صاحب ''جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' کو سیّد المخلوقات نہیں مانتے؟ عرش کو اللہ کی مخلوق نہیں مانتے؟ اور کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش سے افضل واعلیٰ نہیں مانتے؟ اگر نہیں تو وہ بے حد بدترین عقیدہ کے مالک ہوئے، پھر تو ﴿لاینال عھدی الظالمین﴾ کے قانون کے مطابق یہ جناب ہمارے لئے حجت نہیں اور اگر یہ سب مانتے ہیں تو پھر انہیں اتنا سمجھنے کی بھی عقل کیوں نہ آئی کہ ''کل ما اتصل بالمقدس یقدس'' (ہر وہ شےء جو اس مقدس ہستی سے مل جائے وہ بھی مقدس ہو جاتی ہے) اگر یہ بھی سمجھ نہ پائے تو بھی ان کی اس آئیں وائیں کی ہمارے نزدیک کچھ اہمیت نہیں، اللہ تعالیٰ سے عرش کی نسبتِ اتصال

حقیقی تو نہیں، بلاشبہ اضافی ہے کیونکہ جانِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''العرش من نوری'' (خدا کا عرش میرے ہی نور سے بنا ہے) تو خود اصلِ عرش صلی اللہ علیہ وسلم نے عرش پر حقیقی اتصال فرماتے ہوئے اپنے نعلین ٹکا دیئے تو بے ادبی کیوں؟ جناب مجاہد رحمہ اللہ کا صحیح سند سے یہ قول تو سابق میں بھی گزر چکا کہ: ''بروزِ حشر اسی عرش پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عظمت کی کرسی پر بٹھایا جائے گا'' ظاہر ہے اس وقت بھی نعلین اقدس سمیت جلوہ افروزی ہوگی، ورنہ ننگے قدم کا ثبوت بھی تو موجود نہیں، تو اگر شبِ معراج نعلینِ اقدس ٹکا دیئے تو کون سی بے ادبی ہوگئی؟ اللہ کے اس فرمان ﴿ما ضل صاحبکم وما غوٰی﴾ پر ہی غور وفکر کی تکلیف اٹھائی ہوتی تو بے ادبی قرار نہ دیتے۔

استقراء تام کا دعویٰ کر بیٹھنے والی یہ انجان ہستی کیا یہ نہ دیکھ سکی کہ جناب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو طور پر نعلین اتار ڈالنے کا حکم دینے کی وجہ بعض علماء کے نزدیک تلویثِ نجاست تھی، بذاتِ خود ان کے نعلین نہیں، کما فی التفاسیر، کیا مکمل کتب بینی کا انوکھا دعویٰ کرنے والی یہ اجنبی شخصیت اتنا بھی نہ جان پائی کہ شعائر اللہ میں داخل مسجد جیسی عظیم جگہ میں نعلینِ اقدس لے جانے سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کبھی نہ روکا گیا سوائے ایک موقع کے، جس کا سبب بھی نجاست ہی روایت کیا گیا، خود نعلین اقدس نہیں، تو بتایا جائے کہ معراج کی رات نعلین اقدس کو کس نجاست نے آگھیرا کہ اسے یونہی اتار جاتے ورنہ عرش پر ٹکانا ہی بے ادبی کے زمرے میں آجاتا؟

کیا صفاء ومروہ، حرمِ مقدس، عرفات ومزدلفہ، اور منیٰ یہ سب شعائر اللہ میں داخل نہیں؟ کیا حاجی یہاں جوتے سمیت نہیں چلتے؟ تو کیا شرع شریف نے ان پر کوئی پابندی بھی عائد کی؟ یا ان کو بے ادب وگستاخ قرار دیا؟ کیا مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم شعائر اللہ میں سے نہیں؟ کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمیت حضرات

صحابہ کرام اپنے جوتوں سمیت نمازیں نہیں پڑھتے رہے؟ جب حاجی اور نمازی لوگ ان مذکورہ شعائر اللہ کو اپنے پاؤں تلے بلکہ جوتوں تلے روند کر خدا کا قرب پائیں، تو اگر جناب سیّد الشعائر صلی اللہ علیہ وسلم جن کی عظمت پر عرش سمیت اللہ کی ہر نشانی قربان! عرش کو اپنے نعلین اقدس کے تلوے کا فرش بنا کر ﴿ثم دنیٰ﴾ بلکہ ﴿فتدلی﴾ بلکہ ﴿قاب قوسین﴾ بلکہ ﴿ادنیٰ﴾ کا قرب پائیں تو کسی غیر کو کیا تکلیف؟

اور پھر یہاں تو بات ہی ''نعلینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم'' کی ہے، جن کی عظمت پر کروڑوں عرش بھی قربان! جب اتنی سی بات عارف باللہ شیخِ اجل علامہ علوی مالکی مکی رحمہ اللہ سے پوچھی گئی کہ کیا نعلین اقدس اس قابل نہ تھے کہ عرش پر قرار پاسکیں؟ تو فرمایا:

علامہ علوی مالکی مکی رحمہ اللہ کی پہلی تصریح:

"ولیك فی علمك ایها المرید! ان السماوات والکرسی والعرش والسدرة ماهی الا اجرام نورانیة فلیست هی من صفات اللّٰه تعالیٰ ولا من شؤونه، فلا تکن فی شك مما یقوله العارفون، من ان النعل الشریفة قد استوت علی العرش حینما وطئه القدم المحمدی، فان نعل سیّد الوجود صلی الله علیه وسلم افضل من کل تلك الاجرام عند الله تعالیٰ، الم تر ان الکعبة مع شرفها وحرمتها الا ان المؤمن اعظم عند اللّٰه تعالیٰ، کما ورد انه نظر الی الکعبة، فقال: "ما اعظمك واعظم حرمتك والمسلم اعظم حرمة منك" فکیف اذا بسید المقربین صلی الله علیه وسلم ، افلا تکون

القطعة من ثيابه خير من الدنيا والآخرة عند الله تعالىٰ"۔

ترجمہ: اے مرید! تیرے علم میں یہ بات آچکی ہے کہ بلاشبہ آسمان، کرسی، عرش اور سدرہ یہ سب نورانی مخلوقات ہیں، یہ نہ تو اللہ کی صفات ہیں اور نہ ہی ان کے قبیل سے ہیں، پس تو عارفین کے اس قول میں کسی قسم کا شک نہ کر کہ قدم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے نعلین شریف سمیت عرش پر قرار فرمایا، کیونکہ جناب سیدِ مخلوقات صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک اللہ کے نزدیک ان تمام مخلوقات سے کہیں افضل ہیں، کیا تو نہیں دیکھتا کہ کعبہ معظّمہ کی شرف و بزرگی کے باوجود ایک عام مؤمن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس سے بھی زیادہ عظمت رکھتا ہے، جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کو دیکھا اور فرمایا: ''اے کعبہ! تیری کتنی عظمت اور کتنی بزرگی ہے! لیکن ایک عام مسلمان کی عزت تم سے بھی زیادہ ہے'' چنانچہ جناب سیّد المقربین صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کا عالم کیا ہوگا! تو کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کا ایک حصہ اللہ کی بارگاہ میں دنیا اور آخرت سے بہتر نہیں؟۔

(یاللجمال فی العروج بالنعال صفحہ5المجلس الصوفی)

پھر شیخِ اجل رحمہ اللہ سے ہی جب یہ سوال بھی کیا گیا کہ: کیا نعلینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عرش پر قرار پانا بے ادبی ہو سکتا ہے؟ تو فرمایا:

علامہ علوی مالکی رحمہ اللہ کی دوسری تصریح:

○ "منها ثبوت قدسية الجناب الشريف وشدة عناية الحضرة الالٰهية به، حيث انه لم يؤمر بخلع نعاله فى تلك الاماكن المقدسة كما امر الكليم عليه الصلوٰة والسلام بخلعها

بالودی المقدس وما ذالك الا لأنه صلى الله عليه وسلم مقدس فی ذاته وصفاته ولباسه وكل ما اتصل بالمقدس يقدس، ومن اللطائف ما جاء فی الحديث: من انه ربط البراق عند باب المسجد الاقصا، ولم يرد انه خلع نعاله، وذالك فی الحين الذی أمّ فيه جميع الانبياء ولا غروه فهٰذا كان ديدنه صلى الله عليه وسلم فی مسجده الانور وعلىٰ منبره المقدس، بل وحتی علی بساط القرب حين كان قاب قوسين او ادنىٰ''۔

ترجمہ: اسی سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بارگاہِ عالیہ میں مقدس ہونا اور اس بلند بارگاہ میں قربِ شدید کا عنایت ہونا بھی ثابت ہے اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان مقدس جگہوں پر بھی نعلین اتارنے کی اجازت نہ ہوئی جس طرح جناب کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وادی مقدس میں نعلین اتارڈالنے کا حکم ہوا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اعزاز اس لئے حاصل ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات، اپنی صفات اور اپنے لباس کے اعتبار سے بارگاہِ خداوندی میں نہایت مقدس ہیں، اور ہر وہ چیز جو مقدس سے متصل ہو وہ بھی مقدس بن جاتی ہے۔

اور ایک لطیف استدلال اس حدیث سے بھی نکلتا ہے کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسجدِ اقصیٰ کے دروازے پر براق باندھنے کا تو ذکر آیا لیکن نعلین اتارنے کا ذکر نہیں آیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء کی امامت نعلین سمیت اسی حالت میں فرمائی اور یہ کوئی نہ ماننے والی بات نہیں کیونکہ نعلین اقدس کو یہ شرف تو مسجدِ نبوی شریف اور منبر مقدس پر بھی حاصل ہے، بلکہ اسی وجہ سے

قرب کے بچھونے کو روندکر ﴿قاب قوسین او ادنیٰ﴾ کے مقام پر پہنچنے کا یہ اعزاز بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو حاصل ہوا۔ (یاللجمال فی العروج بالنعال صفحہ4المجلس الصوفی)

اس تصریح کے باوجود اگر تم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اب بھی جناب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر قیاس کرو اور کہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس بلند بارگاہ میں نعلین اقدس اتار دینا چاہیے تھا، تو تمہارا یہ قیاس ہی باطل ہے، جس کا رد علامہ اسماعیل حقی رحمہ اللہ نے بھی اپنے الفاظ میں یوں فرمایا کہ:

علامہ اسماعیل حقی رحمہ اللہ کی تصریح:

"لانه لا ينبغي لبس النعل بين يدیٔ الملوك اذا دخلوا عليهم وهٰذا بالنسبة الى المرتبة الموسوية دون الجاه المحمدی كما مر آنفا".

ترجمہ: چونکہ بادشاہوں کے سامنے جوتے پہن کر داخل نہیں ہونا چاہیے لیکن یہ حکم مرتبہ موسوی کی نسبت سے ہے مرتبہ محمدی اس سے کہیں اعلیٰ ہے جیسا کہ ابھی گزرا۔

(تفسیر روح البیان للحقی جلد5صفحہ441(طٰہٰ:12)مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس سے بھی جی نہیں بھرا تو علامہ شہاب الدین خفاجی رحمہ اللہ کی صاف تصریح بھی ملاحظہ ہو!

علامہ خفاجی رحمہ اللہ کی تصریح:

"ولا خلاف بين العلماء والمحدثين فی ان موضع قبره ای الموضع الذی قبره فيه صلى الله عليه وسلم وضم جسده الشريف افضل من سائر بقاع الارض كلها بل هی افضل

من السموات والعرش والكعبة كما نقله السبكى رحمه الله لشرفه صلى الله عليه وسلم وعلو قدره".

ترجمہ: علماء اور محدثین کے درمیان اس سلسلہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی جگہ یعنی وہ جگہ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور ہے اور جو جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اقدس کے ساتھ مس ہے وہ ساری زمین سے افضل ہے بلکہ آسمانوں، عرش اور کعبہ سے بھی افضل ہے جیسا کہ علامہ سبکی رحمہ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی اور بلند مرتبے کی وجہ سے نقل فرمایا ہے۔

(نسیم الریاض شرح الشفاء للخفاجی جلد3صفحہ531ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

آنکھیں پھاڑ کر دیکھ لو یہ مشائخ بھی اسی کتاب وسنت کے علوم کے وارث ہیں جس پر نامعلوم محدث نے استقراء تام کا دعویٰ کر کے ''عدمِ ثبوت'' کی بندوق سے مسلمہ امور کو تنقید کا نشانہ بنایا، خود ہی تحقیق کے پہاڑ کھڑے کرنے چلے تھے لیکن ''عدمِ ثبوت'' کے سامنے بس، چونکہ یہ معاملہ کوئی احکامِ شرع سے متعلق تو تھا نہیں کہ اسناد کی قوت یا اتصالِ رواۃ کا سلسلہ اور ثبوت وعدمِ ثبوت کا لحاظ مدِ نظر رکھا جاتا، یہ فضائل و مناقبِ سروری صلی اللہ علیہ وسلم کا باب ہے جس میں قلبی نورِ محبت سمیت شانِ رسالت ولیاقتِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ ﴿فاسئلو اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون﴾ کے تحت معتمد علیہ اہلِ علم کی تصریحات ہی کافی وشافی ہیں۔

الحمدللہ! یہ ثابت ہو چکا کہ نعلین علی العرش میں کسی طرح کی بے ادبی یا گستاخی نہیں، اور نہ ہی اس قصہ کو بیان کرنے والے بے ادب یا گستاخ ہیں کیونکہ ماننے والوں کے جمِ غفیر میں کثیر تعداد اہلِ سنت کے ایسے جلیل القدر علماء کی ہے جن کی عظمت وثقاہت مسلمہ ہے چنانچہ امام غزالی رحمہ اللہ ''احیاء العلوم'' میں فرماتے ہیں کہ:

''لاتجوز نسبة مسلم الی کبیرة من غیر تحقیق ''یعنی کسی مسلمان کی جانب بغیر تحقیق کبیرہ گناہ کی نسبت کرنا جائز نہیں۔

----------واللہ اعلم ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿ناقدین کا طعن و تشنیع اور بد دُعاؤں سے کام لینا﴾

یہ عمل اسی ''نامعلوم محدث'' اور عبدالحئی لکھنوی صاحب کا ہے، چنانچہ ''زرقانی علی المواہب'' اور ''غایۃ المقال'' وغیرہ میں اس نامعلوم محدث کی جانب سے نعلین علی العرش کے قائلین کے خلاف یہ الفاظ نقل کیے گئے ہیں کہ:

(i)۔''قاتل اللہ من وضعه'' (اللہ اسے قتل کرے جس نے اسے گھڑا ہے)

(ii)۔''ما اعدم حیائه'' (وہ کتنا بے شرم و بے حیاء ہے)

(iii)۔''انما وقع ذالك فی نظم بعض قصاص جهلة'' (یہ واقعہ محض بعض جاہلوں کی نظموں میں ملتا ہے)

اور اس طعن و تشنیع اور بد دعائیں دینے والے عمل میں عبدالحئی لکھنوی بھی پیچھے نہ رہے، چنانچہ انہوں نے بھی ''الآثار المرفوعہ'' میں قائلینِ نعلین علی العرش کے بارے میں یہ موتی بکھیرے کہ: ''قبح اللہ واضعها'' (اللہ اس کے وضع کرنے والے کی شکل بگاڑے)۔

جواب:

پنجابی میں ایک مثال ہے کہ: ''ہتھ نہ لگی تے تھوکوڑی''، کسی مسئلہ میں کسی کا اختلاف کرنا عام بات ہے، لیکن حیرت ہے کہ: طعن و تشنیع اور بد دعائیں دینے جیسی روش اختیار کرنے کو بھی تحقیق کا نام دیا جاتا ہے، اور مبلغِ علمی کا حال یہ ہے کہ: ''یہ مجھے

نہیں ملا اور جو میرے پاس نہیں، وہ کہیں ہے بھی نہیں اور جو ہے ہی نہیں اس کا ذکر کرنا ہی حرام اور جو حرام کام کرے اللہ اس کو یہ کرے اور اللہ اس کو وہ کرے وغیرہ وغیرہ''۔

اول تو یہ روایت جو سامانِ تسکینِ اہلِ محبت ہے اسے تو خود یہ دونوں صاحب بھی موضوع ثابت نہ کر سکے، اور کسی واضع کی نشاندہی بھی نہ کر سکے، تو حکمِ وضع کیسا؟

اور دوسرا یہ کہ: جب ہم دیکھتے ہیں کہ: خود ان حضرات کے پاس اس مسئلہ پر کیا کچھ ہے؟ تو جواب ملا کہ ''عدمِ ثبوت''!

صرف اسی ایک عدمِ ثبوت کو سہارا بنا کر ان صاحبوں نے (۱)۔''معراج کی رات پائے اقدس میں نعلین شریف'' کا انکار کیا، (۲)۔''جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سدرہ سے تجاوز'' کا انکار کیا، (۳)۔''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عرش کو دیکھنے'' کا بھی انکار کیا، (۴)۔''عرش تک پہنچنے'' کا بھی انکار کیا، (۵)۔''عرش پر عروج فرمانے'' کا بھی انکار کیا، اور تو اور اب اسی عدمِ ثبوت کو سہارا بنا کر (۶)۔''نعلین اقدس کے عرش پر پہنچنے'' کا بھی انکار کیا۔

غور کرو! ان چھے دعوؤں کا انحصار صرف ایک ہی دلیل پر تھا اور وہ ''عدمِ ثبوت'' ہے، حالانکہ ہم ثابت کر چکے کہ: ان ناقدین کا مذکورہ ہر انکار اپنی اکلوتی دلیل سمیت باطل، کیونکہ ایک تو: عدمِ نفی بھی ثابت، دوسرا: ''ثبوتِ عدم'' بھی معدوم اور تیسرا: اصولِ حدیث اور اصطلاحاتِ محدثین بھی قائلین کے ہی حق میں، اور چوتھا: ناقدین کے دعووں کے خلاف متعدد دلائل کی تصریح بھی موجود، اور پانچواں: کثیر ثقہ اہلِ علم کا اسے قبول کر کے نقل کر لینا، نیز چھٹا: اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور قدرت سے ان باتوں کا باہر نہ ہونا، یہ سب ایسی وجوہات ہیں کہ نعلین علی العرش پر تنقید کی کوئی حیثیت ہی نہیں رہتی۔

حیرت کی بات ہے کہ ناقدین حضرات دعوے فرما رہے ہیں ''استقراء تام''

کے، لیکن ساری تنقید ''عدمِ ثبوت'' پر ہی ٹُھس ہوگئی، اس سے آگے نہ بڑھ پائے، اور جب کچھ سمجھ نہ آیا تو بددعاؤں اور طعن و تشنیع سے نوازنے کے سوا اپنے دامن میں کچھ ڈھنگ کا نہ پایا، اور قائلین میں اس قدر عظیم اور جلیل القدر اہلِ علم و مشائخ کا ہونا جن کی ثقاہت مسلمہ ہو، انہیں صرف ''عدمِ ثبوت'' کا سہارا لے کر واضع اور جاہل قرار دینا اور انہیں بددعائیں دینا یہ کہاں کا انصاف تھا؟ فرض کیجیے! اگر (معاذ اللہ) یہ سب مشائخ جھوٹ کی اشاعت و ترویج کرتے رہے تو اس سے ان کی ولایت و امامت و جلالت پر فرق کیوں نہ آیا، کیونکہ ان میں کئی حضرات ولایت کے بلند درجوں پر فائز ہوئے، جن کے نام کا ڈنکا چار دانگِ عالم میں بج رہا ہے، انہی میں کئی حضرات علم و عرفان کے نیرِ تاباں ہوئے جنہیں اہلِ علم نے بھی سند و حجت کا درجہ دیا، ان میں سے کچھ علمِ حدیث، کچھ علمِ تفسیر اور کچھ ہر فن مولیٰ ہوئے، اور بقیہ انہی کے پیروکار ہوئے، یہ کس طرح مان لیا جائے کہ اس قدر مسلم الفضائل سوادِ اعظم نے جھوٹ کی ترویج واشاعت کی ہوگی۔

ورنہ اپنی کم علمی بلکہ غلط فہمی بلکہ خطاءِ فحش کو چھپانے کے لئے ناقدین کا ایک ہی روش اپنائے رکھنا کہ ''جو ملا نہیں وہ ہے ہی نہیں'' اس مبارک دین کے ساتھ بلاشبہ حد توڑ دینے والی زیادتی ہے، میں پوچھتا ہوں کہ کیا استقرائے تام کے دوران اس حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نگاہ نہ پڑی کہ:

''ان دین اللہ تعالٰی لن ینصرہ الا من احاطہ من جمیع جوانبہ''

(اللہ کے دین کا مددگار صرف وہی شخص ہے جو ہر طرف سے اس کا احاطہ کرے)

(فتح الباری شرح صحیح البخاری جلد7 صفحہ220)

جی ہاں! کاش ناقدین حضرات ''عدمِ ثبوت'' کے بنجر میدان سے نکل کر جمہور

کے سرسبز وشاداب علاقوں کی سیر کو بھی آتے اور جو انہیں وہاں نہ مل سکا، ثقہ حضرات کے باغات سے خوشہ چینی کر لیتے۔

ذرا اہلِ حق اور اصحابِ معرفت کا طریقہ تو دیکھو کہ: امام سیوطی رحمۃ اللہ جیسے یگانہ روزگار نے ''اختلاف امتی رحمۃ'' پر تتبع اور استقراء کا دعویٰ کیا اور عدمِ ثبوت کے باوجود اپنے عجز کا اظہار فرمایا اور اسے ناقلین کے ذمہ ڈالتے ہوئے قبول کرلیا، اسی طرح علامہ تلمسانی رحمۃ اللہ نے نعلین علی العرش والی روایت پر خوب تتبع اور استقراء کا دعویٰ فرمایا، لیکن عدمِ ثبوت کی صورت میں اپنے عجز کا اظہار بھی فرمایا اور اسے ناقلین کے ذمہ ڈالتے ہوئے قبول کرلیا بلکہ یوں بھی فرمادیا کہ: وہ اس بارے میں زیادہ جانتے ہیں۔

آنکھیں کھولو، دیکھو اور سیکھو! عدمِ ثبوت کی صورت میں استقرائے تام کا دعویٰ کر کے اپنا عجز تسلیم کرنا اور دوسرے ثقہ حضرات پر اعتماد کرلینا ہی حق شناسی ہے، کوئی بری بات نہیں، دوسروں کی پیروی سے بچنے اور خود مجتہد بننے کی لگن میں اس مقام پر پہنچ جانا کہ: خود بھی نہ پایا اور دوسروں کا پایا بھی برداشت نہ ہو، بلکہ جنہیں ملا انہیں ہی جاہل اور جھوٹے قرار دینے کے ساتھ طعن وتشنیع اور بددعاؤں سے التزام کردیا، اللہ اللہ! یہ کہاں کا انصاف ہے؟

جناب سرورِ ہر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اذا حکمتم فاعدلوا'' جب تم حکم لگاؤ تو انصاف کرو۔ (المعجم الاوسط للطبرانی، عن انس)

اگر تم کہو کہ: طعن وتشنیع کا سبب وہ حدیث ہے کہ ''جس نے جان بوجھ کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھا وہ جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنالے''، تو بھئی الحمدللہ! اس حدیث پر ہمارا بھی مکمل ایمان ہے، لیکن ایک ''عدمِ ثبوت'' کے بوگس دعوے سے ہٹ کر پہلے ''نعلین علی العرش'' کو جھوٹا یا من گھڑت ثابت کر کے تو

دکھاتے، بلکہ اس سے بھی پہلے ذرا یہ ثابت کرتے کہ: یہ کس جھوٹے شخص کا وضع کیا ہوا ہے؟ اپنی علمی قابلیت پر اس قدر ناز تھا تو اپنے وصال سے پہلے ذرا یہ بھی بتاجاتے کہ اس قصہ سے دینِ اسلام کا کونسا ستون گرا، یا کس لزومی شق کا انکار ہوا، یا کس سنت کی مخالفت ہوئی، یا جناب رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں کہاں بے ادبی واقع ہوئی؟ حالانکہ ہم نے قائلین کے لسٹ میں جس قدر مشائخ کا نام ذکر کیا ہے اول تا آخر سبھی حضرات اس قسم کے الزام سے بری ہیں، اور اپنے اپنے زمانہ کے بہترین لوگ ہیں، اپنے اپنے فن کے ماہر، سچے مسلمان اور شمع رسالت کے پروانے ہیں، ان حضرات کا اس قصہ کو روایت کرنا ہی اس کے صحیح المعنیٰ ہونے کی شہادت ہے۔

پھر فراستِ مؤمن بھی کوئی شےء ہے کہ جناب شاہ العزۃ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله'' مؤمن کی فراست سے بچو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ (جامع الترمذی)

فرمانِ رسول ہے کہ: ''اعرضوا حديثي على الكتاب فما وافقه فهو مني وانا قلته'' مجھ سے منسوب حدیث کو قرآن پر پرکھو جو اس کے مخالف نہ ہو وہ میرا فرمان ہے اور میں نے ہی ایسا کہا ہے۔ (مجمع الزوائد جلد1 صفحہ170)

نیز اسی تناظر میں فرمایا: ''اذا حدثتم عني بحديث تعرفونه ولا تنكرونه قلته او لم اقله فصدقوا به'' جب تمہیں میری کوئی حدیث بیان کی جائے جسے تمہارے دل قبول کرلیں اس سے نفرت نہ کریں چاہے وہ میں نے فرمائی ہو یا نہ فرمائی ہو تم اس کی تصدیق کردو۔ (مسند احمد:8802)

بلکہ یوں بھی فرمایا: ''اذا سمعتم الحديث عني تعرفه قلوبكم وتلين له اشعاركم وابشاركم وترون انه منكم قريب فانا اولاكم به'' جب تم میری طرف منسوب کوئی حدیث سنو جسے تمہارے دل تسلیم کرلیں اور تمہارے رونگٹے

اور جسم بھی نرم پڑ جائیں اور تم اسے اپنے دلوں کے قریب پاؤ تو میں اس حدیث کا تم سے بھی زیادہ حق دار ہوں۔ (موارد الظمأن رقم:92)

جی ہاں! جب تقریباً 50 مستند حضرات کے دل نے اس قصہ کی سچائی کی گواہی دی تو ان پر طعن و تشنیع اور بد دعائیں کس لئے؟ جبکہ سابق میں عبدالحئی صاحب کی غایۃ المقال سے خود انہی کے الفاظ کو بھی ہم نے نقل کیا تھا جس میں وہ خود اقرار کر چکے ہیں کہ: ''جب میں نے اس واقعہ کو سنا تو میرے دل نے اس کا انکار نہ کیا کیونکہ نہ تو یہ شانِ الوہیت کے خلاف تھا اور نہ ہی شانِ رسالت کے، بلکہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو اس سے بھی کہیں زیادہ ہے'' (غاية المقال صفحه73)

اور کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا: ''علیکم بالجماعۃ'' جماعت کو لازم پکڑو، تو اس سلسلہ میں ہم کس کی پیروی کریں؟ قائلین کی بڑی جماعت کی یا ناقدین کے گنتی کے اِکا دُکا چند لوگوں کی؟

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ: ''اذا سمیتم محمدا فلا تضربوه ولا تقبحوه واكرموه'' جب تم کسی کا نام محمد رکھ دو تو نہ اسے مارو، اور نہ ہی اس کی برائی کرو بلکہ اس کی عزت کرو۔ (كنز العمال:45197)

قائلین میں کتنے ہی حضرات کے نام ''محمد'' تھے، کیا ان سب کو ''قبح اللہ'' کہہ کر لکھنوی صاحب نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشی پہنچائی ہوگی؟

علمِ حدیث کے دفاع جیسے عظیم منصب پر کچھ لوگ اصول و قواعد کی دھجیاں بکھیر کر فقط اپنی من مانی کو اس حد تک آگے لے جاتے ہیں کہ ان کے سینے پتھر کی طرح ''او اشد قسوۃ'' یا اس سے بھی زیادہ سخت ہو جاتے ہیں، کہ آدابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی پاس نہیں رہتا اور یہ سب وبال قواعدِ شرع سے دوری اور اپنی من مانی کرنے کا ہے، اور یہ عادت آجکل خوب پروان چڑھ رہی ہے۔

اس کی ایک مثال یوں بھی ہے کہ: بنی اسرائیل میں 200 سالہ ایک گنہگار شخص کی بخشش صرف اس وجہ سے ہوگئی کہ وہ تورات کھولتے وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ نامی اسمِ گرامی چوما کرتا تھا اور یہی نہیں بلکہ اس کا جنازہ پڑھانے کے لئے اللہ نے جناب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم دیا۔

یہ روایت اس قدر مشہور ہے کہ اسے ایک درجن سے زائد معتبر اہلِ علم نے اپنی معتمد علیہ کتب کی زینت بنایا، یہ روایت حلیۃ الاولیاء میں جناب وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت ہوئی اور وہیں سے امام سیوطی رحمہ اللہ جیسی جلیل المرتبہ شخصیت نے بھی ''الخصائص الکبریٰ'' میں نقل فرمائی، اور جب اسی ''الخصائص الکبریٰ'' کا ایک ایڈیشن ''دارالکتب الحدیثیہ مصر'' کی جانب سے شائع ہوا تو اس کا حاشیہ لکھنے کی سعادت ''جامعۃ الازہر'' میں شعبہ اصولِ دین کے ایک مدرس ''جناب ڈاکٹر محمد خلیل ھراس'' صاحب کے حصے میں آئی، تو موصوف جب حاشیہ لکھتے ہوئے اسی مذکورہ تورات میں اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم چومنے والی روایت پر پہنچے تو کچھ اس طرح اپنی بھڑاس کا اخراج فرمایا:

''لا نظن ان وهبا تبلغ به الجرأة على الله الى هذا الحد، بل الظاهر أنه من وضع بعض الزنادقة ليهونوا على الناس ارتكاب للمعاصي ما دامت تغفر بتقبيل اسم فى كتاب او صلاة على صاحبه، الا لعنة الله على الكاذبين''

ترجمہ: ہم یہ گمان بھی نہیں کر سکتے کہ جناب وہب رحمہ اللہ نے اس حد تک اللہ پر جرأت کی ہوگی، بلکہ یہ تو ظاہر ہے کہ: یہ روایت بعض بے دینوں نے اس لئے گھڑ لی تاکہ اس سے لوگوں کو گناہوں کے ارتکاب پر اور دلیر کریں کہ کسی کتاب میں یا درود میں فقط نام چوم کر بخشش دیئے

جائیں، خبردار اللہ کی لعنت ہو جھوٹوں پر۔

(حاشية الخصائص الکبریٰ جلد1 صفحه42دار الکتب الحدیثیة مصر)

کاش کوئی شخص ڈاکٹر صاحب سے ان کی اس کرتوت پر یہ سوال بھی کرتا کہ: بخاری کی اس روایت کے بارے میں کیا خیال ہے جس میں بنی اسرائیل کی ہی کسی فاحشہ عورت کو صرف اس وجہ سے بخش دیئے جانے کا بیان ہے کہ: اس نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلا دیا۔ (صحیح بخاری: رقم 3467)

جی ہاں اس عورت نے ساری زندگی کوئی ڈھنگ کا عمل نہ کیا، نہ نماز پڑھی، نہ روزہ رکھا، نہ حج کیا، لیکن ایک پیاسے کتے کو پانی پلا کر جنت لے گئی، کیا اس روایت کے بارے میں ڈاکٹر صاحب یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ روایت لوگوں کو فحاشی و بے حیائی پر دلیر کرتی ہے لہٰذا جھوٹ اور اللہ پر جرأت ہے؟ کیا یہاں جھوٹوں پر لعنت بھیجنا پسند کریں گے؟

پھر بخاری کی ہی ایک اور روایت کے بارے میں کیا خیال ہے کہ جس میں بنی اسرائیل کے ہی 100 افراد کے قاتل شخص کو صرف اس وجہ سے بخش دیئے جانے کا بیان ہے کہ وہ توبہ کی نیت سے اللہ والوں کی بستی کی جانب نکل کھڑا ہوا تھا؟

(بخاری: رقم3470)

جی ہاں! غور کرو ایک دو نہیں، دس بیس نہیں پورے 100 قتل، کیا مذکورہ ڈاکٹر صاحب یہاں بھی یہ حاشیہ چڑھانا پسند فرمائیں گے کہ یہ حدیث لوگوں کو قتل وغارت پر ابھار رہی ہے کہ ایک دوسرے کو قتل کرتے رہیں اور پھر اہل اللہ کی مجلس میں حاضری کے لئے روانہ ہو جائیں تو بخشش پکی؟ کیا ڈاکٹر صاحب اس روایت کو بھی اللہ پر جرأت، بے دینوں کی من گھڑت، گناہوں پر دلیر کرنے والی اور جھوٹ قرار دے کر لعن طعن کرنا پسند فرمائیں گے؟

حیرت ہے پوری زندگی فحاشی و بے حیائی میں گزار دینے والی ایک عورت کی بخشش پیاسے کتے کو پانی پلانے کے سبب ہو جائے، اور پوری زندگی 100 افراد کو قتل کرنے والا فقط نیک نیتی پر بخش دیا جائے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نامِ نامی اسمِ گرامی کو چومنے پر مواظبت کرنے والے کی بخشش پر روحانی بیماروں کو کیوں سانپ سونگھ گیا؟ کہ بددعاؤں اور لعنتوں کی بدزبانی پر اتر آئے، ظاہر ہے کہ بخشنے یا نہ بخشنے کا معاملہ اللہ تعالیٰ کا ہے اگر اس نے ان دونوں پر مہربانی دکھادی تو بھی اسی کی مرضی اور اگر اس نے اس چومنے والے پر کرم فرما دیا تو بھی اسی کی مرضی، ماوشما کی کیا اوقات کہ اس کی رحمتوں پر دوسروں کے لئے تالے لگاتے پھریں!

اسی طرح جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے قدم مبارک کے سن ہو جانے والی حدیث جس میں آپ رضی اللہ عنہ کا بلند آواز سے ''یا محمداہ'' پکارنے کا ذکر خود امام بخاری رحمہ اللہ نے ''الادب المفرد'' میں اور علامہ ابن سنی رحمہ اللہ نے ''عمل الیوم واللیلہ'' میں روایت کیا ہے اور کئی اہلِ محبت علماء نے اس حدیث مبارک کو مقبول و مستدل تسلیم کیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں شمار کیا، اور برکاتِ اسمِ محمد کے قبیل سے مجرب پایا، نیز شارح مسلم علامہ نووی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الاذکار'' میں اور شارح بخاری علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے اپنی دو کتابوں ''لوامع الانوار'' اور ''مسالک الحنفاء'' میں بلا تنقید نقل فرمایا بلکہ اس سے استدلال بھی فرمایا۔

اسی حدیث کے نیچے تحقیق کے نام سے حاشیہ لکھنے والے کچھ منافرانہ جراثیم سے متأثر مریضوں نے اسی ماتم میں اپنے قلم سے وہ صفحہ کوبی کی ہے جیسے سارا شرک اور کفر (معاذ اللہ) اسی حدیث میں سما گیا ہو، اللہ تعالیٰ جزاء کاملہ عطا فرمائے ''مولانا مجدی غسان معروف صاحب'' کو، جنہوں نے اسی موضوع پر 248 صفحات پر مشتمل ایک

جامع کتاب بنام ''القول الفصل المسدد فی صحة حدیث یا محمد'' تحریر فرمائی اور جناب ابن عمر رضی اللہ عنہما والی اسی روایت کو ہر لحاظ سے صحیح ثابت کیا اور اس پر جمہور اہلِ علم کے اقوال و آثار بھی نقل فرمائے، اللہ ان کی اس کاوش کو مقبولِ عام بنائے اور اس عملِ خیر کا بہترین اجر نصیب فرمائے۔

آجکل اکثر مفید کتب پر حاشیہ لکھنے بیٹھے اسی طرح کے ''انتہاء پسند'' بڑے بڑے جلیل القدر بزرگوں کی کتب کا ستیاناس کرنے کو خدمتِ دین کا نام دیکر بڑا فخر کرتے ہیں۔

.بالخصوص جب بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی میں ایسی باتیں آئیں تو ان لکیر کے فقیروں کے قلم تحقیق کا نام لے کر وہ زہر افشانی کرنے لگتے ہیں کہ خدایا تیری پناہ! ایک سادہ آدمی بھی چیخ اٹھتا ہے کہ اس طرح کے غلیظ اور نفرت آمیز کلمات کا استعمال کسی عالم بلکہ کسی مسلمان کا بھی کام نہیں ہوسکتا۔ اللہ رب العزت ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے اور ہمارے دل میں محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سلامت رکھے۔

-----(آمین، بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم)-----

باب نمبر 3:

﴿نقشِ نعلینِ اقدس کا بیان﴾

لہٰذا ہم یہاں عوام الناس کی تسلی وتشفی کے لئے اس موضوع کو چند فصلوں میں بیان کرتے ہیں، تا کہ اس مسئلہ میں پائے جانے والے مزید شکوک وشبہات رفع کئے جاسکیں!

نعلینِ اقدس کے مختلف نقوش کا ثبوت

نقشِ نعل اقدس کے فضائل وبرکات

نقشِ نعل اقدس سے مرض میں شفاء لینا

نقشِ نعل اقدس کو چہرے یا آنکھوں سے ملنا

نقشِ نعل اقدس پر پیشانی رکھ دینا

نقشِ نعل اقدس کو بوسہ دینا

نقشِ نعل اقدس کو سامنے رکھ کر درود پڑھنا

نقشِ نعل اقدس کو عمامہ پر لگانا

نقشِ نعل اقدس کو سینے پر لگانا

نقشِ نعل اقدس کو مسجد، گھر یا دوکان کی دیواروں پر لگانا

نقشِ نعل اقدس کو قبر میں میت کے ساتھ رکھنا

نقشِ نعل اقدس کو کتابوں میں بنانا

نقشِ نعل اقدس کے درمیان ادبی کلمات لکھنا

نقشِ نعل اقدس کی بے ادبی کرنا

فصل نمبر 1:

نعلینِ اقدس کے
مختلف نقوش کا ثبوت

ایک عرصہ ہوا میرے ایک شاگرد نے مجھے ایک وڈیو کلپ دکھایا جس میں مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم شریف میں لال رومال والا ایک نجدی ملاں وہاں موجود چند زائرین کے سینوں پر لگے ہوئے نعلینِ اقدس کے مختلف بیجز اتروا کر ان کے ساتھ ساتھ چند اپنے جیسے لوگوں کا مجمع اکٹھا کر کے یہ کہنے لگا کہ: یہ ڈیزائن لوگوں نے خود ہی گھڑ رکھے ہیں، ان کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک سے دور کا بھی واسطہ نہیں، بلکہ یہ ڈیزائن آپس میں بھی ایک دوسرے سے میل نہیں کھاتے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین اس طرح کے نہیں تھے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری زندگی ایک ہی ڈیزائن کا جوتا پہنا، کسی جگہ بھی ایسے مختلف نقوش کا ثبوت نہیں آیا یہ جاہلوں کی پیداوار ہیں'' اس کی یہ تقریر سن کر مجمع میں سے اسی کا کوئی برادرِ نسبتی بولا: ''ہمیں تو اس حقیقت کا پتہ ہی نہ تھا، آج حق واضح ہوگیا''۔(لا حول ولا قوة الا باللہ)

جواب:

اس نجدی ''لال ملاں'' کی یہ بیہودہ اور جاہلانہ تقریر سن کر معتبر کتبِ سیرت کا ہلکا پھلکا مطالعہ کرنے والا شخص بھی اچھی طرح جان جاتا ہے کہ وہ ''لال ملاں'' سرتاپا جہالت کی چلتی پھرتی تصویر ہے جس کا کہا ہوا ایک ایک جملہ اس کی شرانگیزی، فساد پسندی اور آثارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نفرت کا منہ بولتا ثبوت ہے، حالانکہ نقشِ نعل مبارک کی سند روزِ روشن کی طرح عیاں ہے جسے کئی اہلِ علم حضرات نے اپنی کتب کی زینت بنا کر اپنی بخشش کا سامان کیا، انہی جلیل القدر علماء میں علامہ ابوالیمن ابن عساکر، علامہ سیوطی، علامہ احمد تلمسانی، علامہ فارقی، علامہ ابن العربی، علامہ ابن المرزوق، علامہ بلقینی، علامہ سخاوی، علامہ نتاوی اور علامہ ابن فہد رحمہم اللہ سمیت کئی

بڑے بڑے عظیم المرتبت حضرات بھی شامل ہیں جنہوں نے نعلینِ اقدس کے آٹھ مختلف ڈیزائن کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت کیا ہے، ظاہر ہے کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری حیاتِ ظاہریہ فقط ایک ہی نعلینِ اقدس کا جوڑا تو نہیں پہنا تھا، بچپن سے لے کر وصال شریف تک خدا جانے کتنے جوڑے زیبِ قدم فرمائے، جن میں سے ہم تک صرف دس جوڑوں کے نقوش ہی پہنچ پائے، اس حوالے سے علامہ طاہر کردی مکی رحمہ اللہ نے خوب تحریر فرمایا کہ:

"کوئی شک نہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعلین شریف پہنا کرتے تھے، چنانچہ عوام الناس میں بھی یہ طریقہ جاری ہے کہ ایک سال میں کم ازکم دو جوڑے جوتوں کے ضرور استعمال کرتے ہیں، چنانچہ اگر ہم یہ فرض کرلیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے 10 سال کی عمر سے ہی نعلین شریف پہننے شروع کردیئے تھے تو اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریف پہننے کا عرصہ 53 سال بنتا ہے، پھر اگر ہم یہ بھی فرض کرلیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سال میں دو جوڑے پہنا کرتے تھے تو اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مدت کے دوران 106 جوڑے تو ضرور پہنے ہوں گے، حالانکہ یہ بات بھی معقول ہے کہ بچے عموماً چار یا پانچ سال کی عمر میں جوتے پہننے شروع کردیتے ہیں، نعلین مبارک کی اتنی بڑی تعداد کے بارے میں یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ: اگرچہ یہ مبارک جوڑے صورتاً ایک جیسے ہی ہوں لیکن ان میں معمولی سا فرق تو ضرور ہوگا، اور پھر یہ بعید نہیں کہ نعلین مبارک تیار کرنے والے آدمی متعدد ہوں تو اس صورت میں بھی تھوڑا بہت فرق تو ضرور ہونا چاہیے، ہم نے یہ وضاحت اس لئے کردی کہ معزز قاری جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک کے اوصاف پر مطلع ہوگا جیسا کہ جلیل القدر علماء نے بیان کئے ہیں، پھر جب وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کی تصویر کے چند مختلف

نقوش دیکھے گا جو علماء کے ہاں اعتماد یافتہ اور موثوقہ ہیں، تو ان اوصاف میں شک نہیں کرے گا بلکہ ان مبارک نقوش کو ان مختلف ڈیزائن کے ''نعال شریفہ'' پر محمول کر لے گا، اور سمجھ جائے گا کہ ان میں سے کوئی بھی نقش جن کا تذکرہ علماء نے کیا ہے نعلین شریف سے مخالف نہیں ہے۔ (تبرك الصحابه للكردى صفحه 87)

علامہ کردی رحمہ اللہ کی اس خوبصورت اور معقول و مفہوم وضاحت کے بعد مزید توضیح کی ضرورت نہیں، ظاہر ہے کہ جب 63 سالہ حیاتِ ظاہریہ پاک میں متعدد جوڑے پہنے ہیں تو ان میں کچھ نہ کچھ تو اختلاف ضرور ہو گا، مان لیجیے کہ عرب میں ایک ہی طرز کے جوتے بنتے ہوں تو بھی اختلاف بعید از امکان نہیں کیونکہ عرب سے باہر مختلف مقامات سے جب تحائف آتے تو ان میں کبھی کبھار نعلین شریف کے جوڑے بھی ہوتے جو انہی علاقوں کے رواج کے مطابق تیار کئے گئے ہوتے، جیسا کہ ہم نے سابق میں عرض کیا، اس صورت میں بھی نعلین شریف کے ڈیزائن میں تھوڑے بہت اختلاف کا آنا ضروری بدیہی ہے۔

پھر اگر تم یہ کہو کہ علامہ تلمسانی رحمہ اللہ نے ''فتح المتعال'' میں علامہ ابن فہد مکی رحمہ اللہ کی کتاب ''النور والزاهر الساطع فی سيرة ذی البرهان القاطع'' کے حوالے سے لکھا ہے کہ: ''كان له صلى الله عليه وسلم نعلان وثمانية ازواج خفاف'' یعنی جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصالِ پُر ملال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت صرف ایک جوڑا نعلین شریف اور آٹھ جوڑے موزوں کے تھے۔ (فتح المتعال صفحه 87)

اور بعض اہلِ علم نے بہت بڑی چھلانگ لگائی تو کہا کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وقتِ وصال صرف دو جوڑے نعلین شریف کے تھے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آج کے نعلین شریف کے دو نقش صحیح ہو سکتے ہیں؟

تو میں کہتا ہوں کہ: ’’آمنّا وصدّقنا‘‘ لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ پوری حیاتِ مبارکہ صرف انہی دو پر گزارا فرمایا ہوگا، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی جوڑے پوش فرما کر بطور تبرک دوسروں کو عطا فرما دیئے، جس کی تصریحات سابق میں ہم پیش کر چکے ہیں کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریف کا ایک جوڑا جناب اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا، ایک جوڑا جناب اُمّ المؤمنین سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس، پھر ایک جوڑا جناب مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے پاس، اور اسی طرح ایک جوڑا جناب انس رضی اللہ عنہ کے پاس بھی تھا، بلکہ ایک جوڑا جناب شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کے پاس بھی تھا، اور تو اور ایک جوڑا ایک فقیر کو بھی عطا فرما دیا تھا جس کا بیان علامہ ابو طالب مکی رحمہ اللہ نے ’’قوت القلوب‘‘ میں فرمایا کہ:

’’آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نعلین شریف کا ایک نیا جوڑا زیبِ پا فرمایا، اس کا حُسن بھایا تو سجدۂ شکر ادا فرمایا اور فرمایا: میں نے اپنے رب کی بارگاہ میں تواضع اختیار کی ہے تاکہ وہ مجھ پر ناراضگی نہ فرمائے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور جو پہلا سائل ملا اسے وہ نعلین شریف اتار کر عطا فرما دیئے، پھر جناب مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو ایک پرانا جوڑا خرید کر لانے کا حکم دیا، جب وہ لے آئے تو اسے پوش فرمایا‘‘۔

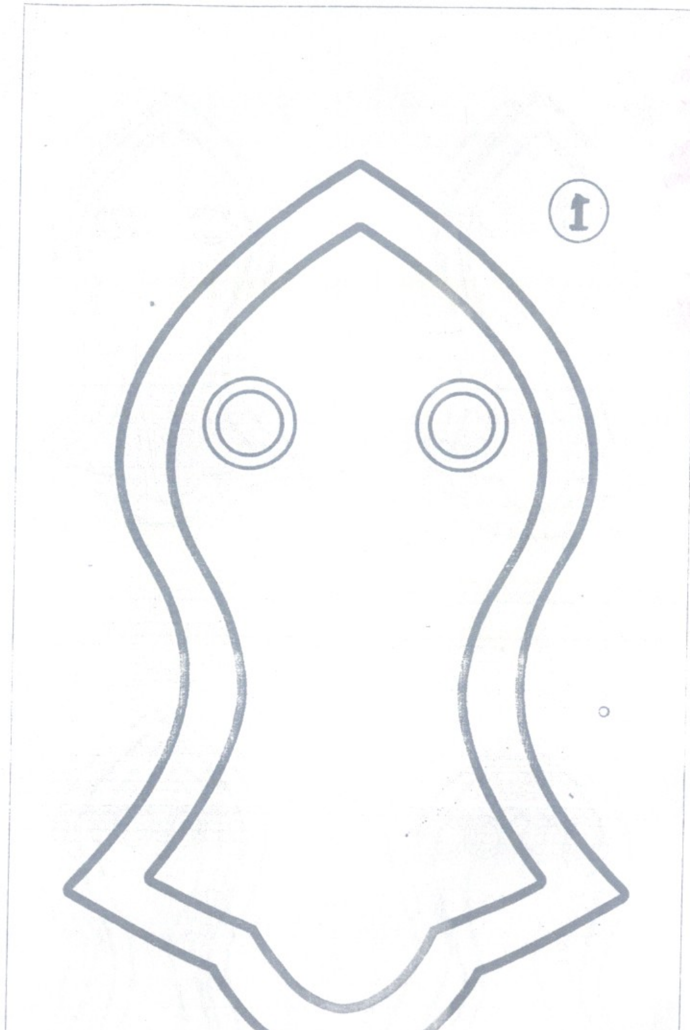
(قوت القلوب للمکی جلد1 صفحہ173)

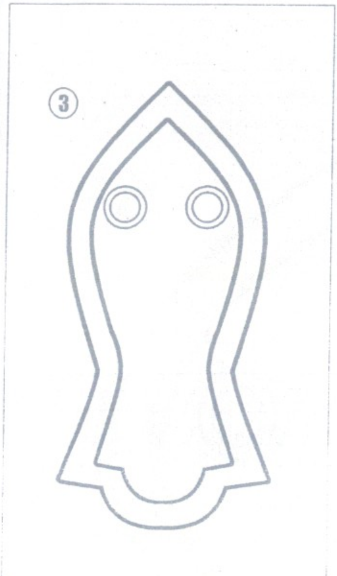
لیجیے جناب! ثابت ہو گیا کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نہیں بلکہ متعدد جوڑے تھے، اور یہ تو وہ ہیں جن کا ریکارڈ روایات میں محفوظ ہے نہ جانے کتنے ہی جوڑے مبارک اسی طرح صحابہ کرام کے پاس بطور تبرک محفوظ رہے ہوں گے جو ان سے نسل در نسل منتقل ہوتے چلے آئے ہوں گے، شاید یہی وجہ ہے کہ ہم لوگ آج کئی مقامات پر نعلینِ اقدس کی موجودگی کی خبر سنتے اور دیکھتے ہیں، چلیے مان لیجیے کہ ان میں سے زیادہ تر اصل نعل پاک کی شبیہ ہوں گے لیکن اول تو ان کے شبیہ ہونے کا کوئی

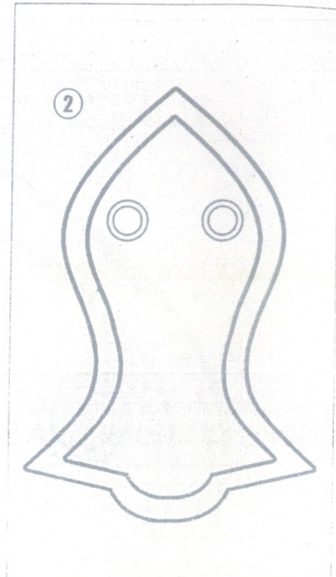
یقینی ثبوت نہیں، دوسرا یہ کہ شہرت انہیں اصل نعلینِ اقدس قرار دے رہی ہے اور یہاں شہرت کا مکتفی بالسند ہونا مسلم ہے، اور تیسرا یہ کہ اگر ان میں سے کسی کا شبیہ ہونا ثابت ہو بھی جائے تو بھی نسبت ان عالی جناب صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلینِ اقدس سے ہی ہے وہ پھر بھی متبرک اور قابلِ تعظیم ہی ہوگا، جس کی تسلی بخش تصریح سابق میں ہو چکی ہے۔

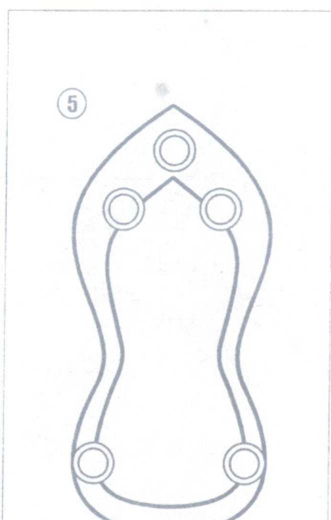
اللہ رحمت فرمائے ان تمام صاحبانِ شوق واُلفت پر جنہوں نے اپنی محنت اور لگن کے ساتھ نعلینِ اقدس کے مختلف نقوش کو اپنی اسناد کے ساتھ اپنی اپنی کتب کی زینت بنا کر ہمارے تڑپتے دلوں کیلئے سکون کا سامان کر دیا، پھر حیرت نہ ہو تو اور کیا ہو کہ یہ مستند نقوش بھی اس مذکورہ ''لال ملاں'' کو ہضم نہ ہوئے اور اندھوں میں کانے راجہ کی طرح بکتا رہا کہ ''جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ساری زندگی ایک ہی طرح کے نعلین پہنے تو یہ دوسرے ڈیزائن کہاں سے آگئے؟'' اس بدنصیب کے اس فقرے کو تو ذرا سی عقل وشعور رکھنے والا بھی گھاس نہ ڈالے، تو اہلِ علم کے لئے کہاں قابلِ التفات؟

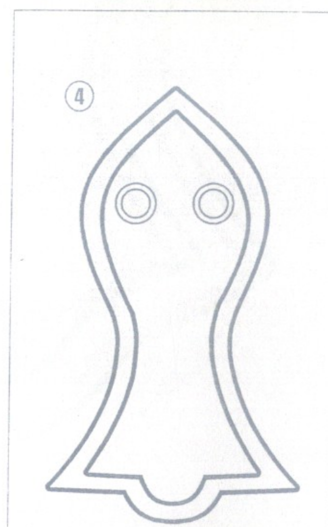
اہلِ ایمان کے لئے ہم یہاں بالاختصار ان دس نقوش کا استناد ذکر کر رہے ہیں کہ ان سبھی نقوش کی جناب رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین اقدس سے نسبت درست اور مسلمہ ہے، کیونکہ ان پر امت کے اہلِ حق کا اعتبار واعتماد ہے، چنانچہ!


1

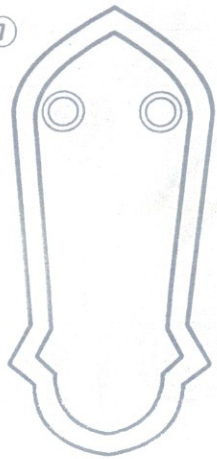

③


②

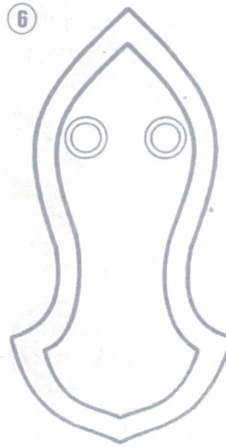

⑤


④

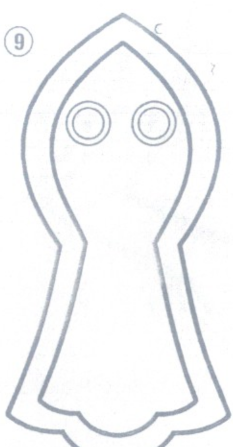
⑦



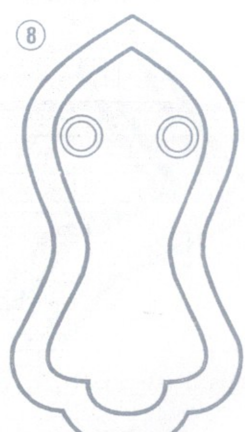
⑥



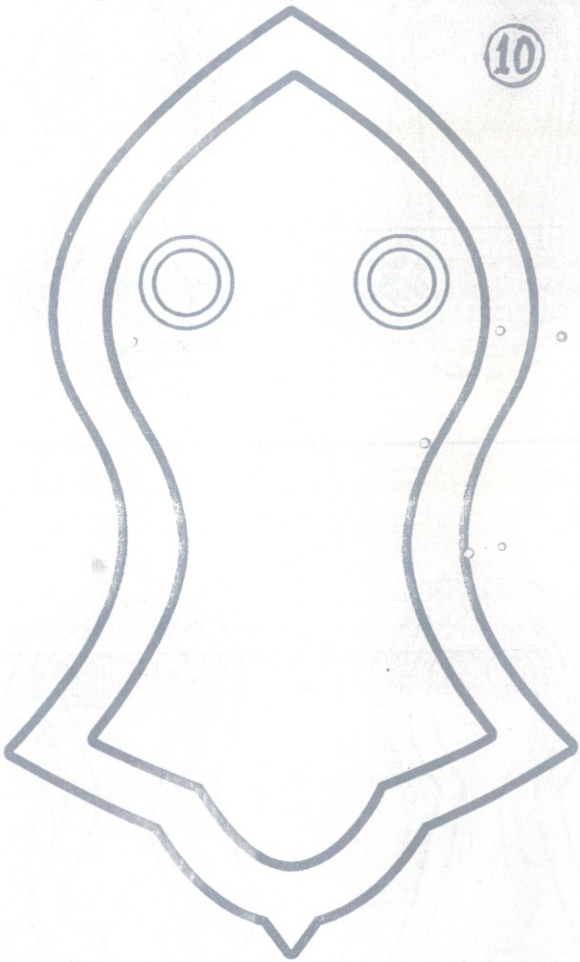
⑨



⑧



10



(1)

﴿نعلین اقدس کا پہلا نقش﴾

اس نقش مبارک کو علامہ تلمسانی رحمہ اللہ سمیت کثیر علماء نے اپنی کتابوں کی زینت بنایا نیز علامہ تلمسانی فرماتے ہیں کہ: یہ نقش علامہ ابن عربی، ابن عساکر، ابن مرزوق، احمد فارقی، بلقینی، سیوطی، سخاوی، مناوی اور ابن فہد رحمہم اللہ جیسے عظیم مشائخ کا اعتماد یافتہ ہے۔

اور یہ نقش اس نعلینِ اقدس کے جوڑے کا ہے جو جناب سیّدہ اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھی موجود تھا اور نعلینِ اقدس کا بالکل ایسا ہی ایک جوڑا جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس بھی تھا، چنانچہ ان دونوں کی اسناد کچھ اس طرح ہیں!

(1): ﴿اماں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود نعلینِ اقدس﴾

چنانچہ وہ نعلینِ اقدس اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی ہمشیرہ جناب سیّدہ اِمِ کلثوم بنتِ ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما نے حاصل کیئے، جنہوں نے اپنے پہلے شوہر جناب طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی جنگِ جمل میں شہادت کے بعد دوسرا نکاح جناب عبداللہ بن عبد الرحمٰن بن ابی ربیعہ مخزومی رضی اللہ عنہ سے کیا تو وہ نعلین اقدس انہیں ملے۔

اور اُن سے اُن کے پوتے جناب اسماعیل بن ابراہیم بن عبداللہ کو ملے۔

اُن کے پاس اسی نعلینِ اقدس کو دیکھ کر مدینہ کے ایک نعال (موچی) نے جناب شیخ ابو اویس مدنی رحمہ اللہ کی فرمائش پر ہو بہو ویسا ہی ایک نعل اقدس بنا کر دیا!

☆ - چنانچہ نعلِ اقدس کی وہ شبیہ ان سے ان کے بیٹے اسماعیل بن ابی اویس مدنی کو

ملی۔ پھر اُنہی سے دیکھ کر ان کے دو شاگردوں!

(۱)۔ ابو یحییٰ بن ابی مرہ میسرہ اور۔۔!

(۲)۔ ابواسحاق ابراہیم بن حسین نے نقل بنائی۔

(۱)۔ابو یحییٰ بن ابی مرہ میسرہ سے چلنے والی سند:

☆- ان سے ابو محمد ابراہیم بن سہل سبتی نے نقل کیا۔

☆- اُن سے ابو سعید عبدالرحمٰن بن محمد نے نقل کیا۔

☆- اُن سے محمد بن جعفر تمیمی نے نقل کیا۔

☆- اُن سے محمد بن حسین فاسی نے نقل کیا۔

☆- ان سے ابوزکریا عبدالرحیم بخاری نے نقل کیا۔

☆- ان سے ابوالقاسم مکی بن عبدالسلام رمیلی نے نقل کیا۔

☆- ان سے ان کے دو شاگردوں شیخ عیاض اور امام اکمل ابوبکر ابن عربی اندلسی نے نقل کیا۔

☆- امام ابن عربی سے دیکھ کر ان کے صاحبزادے فقیہ ابوزید عبدالرحمٰن اور شاگرد شیخ ابوالقاسم خلف بن بشکوال نے ویسی ہی مثال بنائی۔

☆- پھر فقیہ ابوزید سے ابن الحیہ نے اور ابن بشکوال سے ابوجعفر احمد بن علی نے نقل کیا۔

☆- پھر ابن الحیہ سے دیکھ کر ابوالفضل بن براء تونسی نے۔

☆- ان سے دیکھ کر شیخ ابن فہد مکی نے ویسی ہی مثال بنالی۔

☆- پھر ابوجعفر احمد بن علی سے ابوالقاسم قاسم بن محمد نے نقل کیا۔

☆- ان سے شیخ ابراہیم بن محمد نے نقل کیا۔

☆- ان سے ابواسحاق ابراہیم بن الحاج اندلسی نے نقل کیا۔۔۔۔۔۔۔الخ۔

(۲)۔ابواسحاق ابراہیم بن حسین سے چلنے والی سند:

☆- ان سے محمد بن احمد فزاری اصبہانی نے نقل کیا۔

☆- ان سے ابوعثمان سعید بن حسن تستری نے نقل کیا۔

☆- ان سے ابوبکر محمد بن عدی منقری نے۔

☆- ان سے ابوطالب عبداللہ بن حسن عنبری نے نقل کیا۔

☆- ان سے ابومحمد عبدالعزیز بن احمد کنانی نے نقل کیا۔

☆- ان سے ہبۃ اللہ بن احمد اکفانی دمشقی نے نقل کیا۔

☆- ان سے حافظ ابوطاہر بن محمد اسکندرانی نے نقل کیا۔

☆- ان سے ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن تجیبی نے نقل کیا۔

☆- اوران سے ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ سبتی نے نقل کیا۔

☆- اوران سے پھر علامہ ابواسحاق ابراہیم بن الحاج نے نقل کیا۔

☆- پھران سے ان کے شاگرد حافظ ابوالیمن ابن عساکر نے اپنی کتاب میں نقل کیا جودارالکتب العلمیہ بیروت کی طرف سے شائع ہوچکی ہے۔

☆- اوران سے ان کے شاگرد احمد بدر بن محمد فارقی قادری نے بھی اپنے رسالہ میں نقل کیا جوآج بھی قلمی نسخے کی صورت میں محفوظ ہے۔

پھر شیخ فارقی سے ان کے دوشاگردوں نے اس نقش کونقل کیا جن میں!

(۱)۔شیخ ابوالعباس سویداوی، (۲)۔شیخ عبداللہ بن عمر بن علی حلاوی ازہری۔

(۱)۔''شیخ ابوالعباس سویداوی'' سے ان کے شاگرد ''شیخ ابوالفضل وفائی'' نے، اور ان سے ان کے شاگرد ''امام جلال الدین سیوطی'' نے نعلِ اقدس کی ویسی مثال کواپنی کتاب ''ریاض الانیقہ''میں نقل کردیا۔

(۲)۔شیخ عبداللہ بن عمر حلاوی سے شہاب الدین ابوعباس احمد بن یعقوب بن شرف

ازہری اطفیحی نے اوران سے ان کے شاگرد امام اجل ابوالخیر محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی نے نقل کیا۔ اور علامہ سخاوی سے ان کے شاگرد شیخ ابوعبداللہ محمد بن غازی نے اجازت لے کر نقل کیا، اوران سے ان کے شاگرد مفتی ابوحسین علی بن ہارون نے اوران سے شیخ سعید مقریؒ نے اوران سے ان کے بھتیجے اور ''فتح المتعال'' کے مصنف امام تلمسانی رحمہ اللہ نے روایت کر کے اپنی کتاب ''فتح المتعال'' میں نقل فرمایا۔

(الریاض الانیقه فی شرح اسماء خیر الخلیقة صلی الله علیه وسلم للسیوطی صفحه318 (مترجم) شبیر برادرز لاهور)

(فتح المتعال فی مدح النعال للتلمسانی صفحه92تا99دار الکتب العلمیه بیروت)

(صفة تمثال نعل النبی صلی الله علیه وسلم للفارقی صفحه1تا4قلمی نسخه)

(جزء تمثال نعل النبی صلی الله علیه وسلم لابن عساکر ملحق بالجواهر النفاس صفحه51 تا 54 دار الکتب العلمیه بیروت)

(شفاء الواله فی صور الحبیب ومزاره ونعاله لاعلیٰ حضرت البریلوی صفحه 30 تا38 مرکزی مجلس رضا لاهور)

(2): ﴿جناب انس رضی اللہ عنہ کے پاس موجود نعلینِ اقدس﴾

علامہ ابوالیمن ابن عساکر رحمہ اللہ نے اس نعل اقدس کی سند اپنے تک یوں ذکر کی ہے کہ:

☆- جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے وہ نعلینِ اقدس اپنے شاگرد جناب ثابت بنانی اور عیسیٰ بن طہمان کو دکھائے اور فرمایا کہ یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلینِ اقدس ہیں۔

☆- عیسیٰ بن طہمان نے اپنے شاگرد بکر بن خداش کو اسی نعل اقدس کا نقش بنا کر آگے روایت کیا۔

☆- انہوں نے اپنے شاگرد احمد بن یونس کو سکھایا۔

☆ - انہوں نے اپنے شاگرد جعفر بن محمد بن حسن کو سکھایا۔

☆ - انہوں نے اپنے شاگرد محمد بن عدی بن علی بن زجر کو سکھایا۔

☆ - انہوں نے اپنے شاگرد ابو طالب عبداللہ بن حسن عنبری کو سکھایا۔

☆ - انہوں نے اپنے شاگرد عبدالعزیز بن احمد کتانی کو سکھایا۔

☆ - انہوں نے اپنے شاگرد ابو محمد ھبۃ اللہ بن احمد اکفانی کو دمشق میں سکھایا۔

☆ - اور انہوں نے اپنے شاگرد حافظ ابو طاہر احمد بن محمد کو سکھایا۔

☆ - پھر انہوں نے اپنے شاگرد ابوالحسن علی بن ہبۃ اللہ بن سلامہ کو سکھایا۔

☆ - اور انہوں نے اپنے شاگرد علامہ ابوالیمن ابن عساکر کو سکھایا جنہوں نے اسی نقش کو اپنی کتاب ''جزء تمثال نعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' میں بنایا اور روایت بھی کیا، بلکہ اسے اپنے شاگرد علامہ احمد بن محمد بن ابی بکر بدر فارقی کو بھی سکھایا، جسے انہوں نے بھی اپنے رسالہ میں نقل کیا اور ان سے اہلِ علم کی ایک بہت بڑی جماعت نے نقل کیا۔

(جزء تمثال نعل النبی صلی اللہ علیه وسلم لابن عساکر ملحق بالجواهر النفاس صفحه 51 تا 54 دار الکتب العلمیه بیروت)

(صفة تمثال نعل النبی صلی اللہ علیه وسلم للفارقی صفحه 1 تا 4 قلمی نسخه)

(فتح المتعال فی مدح النعال للتلمسانی)

اسی نقش کی دیگر اسناد:

ان کے علاوہ اسی نقشِ نعل کی سندیں بیشتر متقدمین و متاخرین جلیل القدر اہلِ علم تک پہنچی ہیں جنہوں نے اپنے اپنے زمانوں میں اس کی متصل روایتیں فرمائیں، جن کے احاطے کی یہاں گنجائش نہیں البتہ ان اجل اہلِ علم میں ''امام ھشیم بن نسطاس تابعی''، ''علامہ ابوالفرج عبدالرحمن ابن الجوزی''، ''علامہ تاج الدین فاکہانی''، ''امام سراج الدین بلقینی''، ''علامہ شہاب الدین خفاجی''، ''امام اجل حافظ زین الدین

عراقی''، ''ان کے صاحبزادے سیّدی علامہ ابوزرعہ عراقی''، ''شمس الدین محمد بن عیسیٰ مقریٰ''، ''علامہ نورالدین سمہودی''، ''عارف باللہ محمد بن سلیمان جزولی صاحبِ دلائل الخیرات''، ''امام محدث ابن حجر مکی شافعی''، ''علامہ حسین بن محمد بن حسن دیار بکری صاحب تاریخ الخمیس''، ''امام محمد بن عبدالباقی زرقانی صاحب شرح المواہب''، ''شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی''، ''علامہ محمد عاشق بن عمر رومی حنفی''، ''علامہ ابوالحاکم بن عبدالرحمٰن بان المرحل''، ''علامہ یوسف تنائی مالکی''، ''علامہ ابوعبداللہ بن سلامہ''، ''علامہ ابویعقوب محدث''، ''علامہ ابوعبداللہ محمد بن رشید فہری''، ''علامہ ابوالربیع بن سالم کلاعی''، ''علامہ ابوعبداللہ بن ابار قضاعی''، ''علامہ ابوعبداللہ محمد بن جابر دادی''، ''علامہ ابوعبداللہ بن مرزوق تلمسانی''، ''علامہ ابن عبدالمالک مراکشی''، ''علامہ شیخ ابو الخصال''، ''علامہ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ ابن القصاب انصاری''، ''علامہ شیخ فتح اللہ خلبی بیلونی''، ''علامہ شمس الدین ضیف اللہ ترابی رشیدی''، ''علامہ شیخ عبدالمنعم سیوطی''، ''علامہ محمد بن فرج سبتی''، ''علامہ شیخ حبیب النبی''، ''علامہ سیّد محمد موسیٰ حسینی مالکی''، ''علامہ سیّد شیخ جمال الدین صاحبِ روضۃ الاحباب''، ''علامہ عبدالحئی کتانی''، ''رضی الدین ابوالخیر عبدالمجید قادری''، ''ابوالحسن علی بن سلیمان دمنتی''، ''ابوالمحاسن یوسف بن اسماعیل نبہانی''، ''شیخ ابوالمفاخر عبدالقادر محمد نعیمی''، ''ابواسحاق بن محمد بن ابراہیم سلمی''، رحمہم اللہ اجمعین شامل ہیں۔

انکشاف:

جناب انس رضی اللہ عنہ سے نعلِ اقدس کا وصف اور اس کی اسناد تلاش کرنے کے دوران علامہ ابوالقاسم علی بن حسن بن عساکر دمشقی رحمہ اللہ کی کتاب ''تاریخ مدینہ دمشق'' المعروف ''تاریخ ابن عساکر'' جلد 27 صفحہ 362 ''مطبوعہ دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع دمشق'' میں ''علامہ عبداللہ بن حسن بن احمد بن حسن بن مثنی بن معاذ''

کے تذکرے میں علامہ ابن عساکر رحمہ اللہ نے اپنی سند سے جناب انس رضی اللہ عنہ
کے پاس موجود نعلِ اقدس کے مبارک نقش کو روایت کیا ہے، لیکن جب یہی عبارت
علامہ ابن عساکر رحمہ اللہ ہی کی ''تاریخ مدینہ دمشق'' المعروف ''تاریخ ابن عساکر''
کے ''دارالکتب العلمیہ بیروت'' والے نسخے میں تلاش کی تو چونکہ وہاں سے یہ بیان
حروفِ تہجی کے اعتبار سے جلد نمبر 16 میں آنا چاہیے تھا، لیکن جب وہاں دیکھا گیا تو
معلوم ہوا کہ اس جلد میں ''عبد اللہ بن بسر ابو صفوان'' کے تذکرے سے لے کر
''عبداللہ بن خارجہ بن حبیب بن قیس ابوالمغیرۃ الشیبانی'' کے تذکرے تک درمیان
سے تقریباً 71 حضرات کے تذکرے ہی غائب تھے، صاف ظاہر ہے کہ کمپوزنگ کی
ایک فاش غلطی ہے، اور یہ غلطی ''دارالکتب العلمیہ بیروت'' کے سن 2012ء میں طبع
شدہ تقریباً ہر نسخے میں ہے، لہٰذا اہلِ علم اس سے باخبر رہیں۔

(2)

نعلین اقدس کا دوسرا نقش

علامہ تلمسانی رحمہ اللہ ''فتح المتعال'' میں فرماتے ہیں کہ: یہ نقش مبارک حافظ الاسلام خادم سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم علامہ امام زین الدین عبد الرحیم عراقی اثری شافعی رحمہ اللہ کا اعتماد یافتہ ہے، اور ہماری سند بہت سارے طرق سے ان تک ابن مرزوق کے واسطے سے پہنچتی ہے، علامہ عراقی رحمہ اللہ نے نعل شریف کا سائز، بناوٹ اوراس کی تعریف وتوصیف اپنی کتاب ''الفیۃ السیرۃ'' میں فرمادی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ: علامہ تلمسانی رحمہ اللہ کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ: امام زین الدین عراقی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الفیۃ السیرۃ'' میں نعلِ مبارک کے اس نقش کو بنایا تھا لیکن ''الفیہ'' کا جو نسخہ دار المنہاج کی جانب شائع ہوا ہے، اس میں نعلِ اقدس کی فضیلت پر اشعار تو موجود ہیں البتہ نعلِ اقدس کا نقش منقول نہیں ہے، یہ طباعت کی فاش غلطی ہے، نقشِ نعل کی اس کتاب میں ابتداءً موجود کا پتہ اس سے بھی چلتا ہے کہ: علامہ عراقی رحمہ اللہ نے اپنی اسی کتاب ''الفیۃ السیرۃ'' میں موجود نعلِ اقدس کی تمثال کی جانب اشارہ فرماتے ہوئے یوں لکھا کہ:

''وھٰذہ تمثال تلك النعل'' یعنی اس نعل مقدس کی تمثال یہ ہے۔

(الفیۃ السیرۃ النبویۃ للعراقی صفحہ 88 دار المنہاج)

بلکہ علامہ تلمسانی رحمہ اللہ نے بھی ''فتح المتعال'' میں یہ دعویٰ فرمایا ہے کہ یہ نقش علامہ عراقی رحمہ اللہ کی ''الفیۃ السیرۃ'' میں موجود ہے، جسے علامہ عراقی نے خود اپنے ہاتھ سے بنا کر اس کتاب میں شامل فرمایا تھا۔

اس سے ثابت ہوا کہ نعلِ اقدس کا یہ نقش کتاب میں ہی موجود تھا، علامہ عراقی

رحمہ اللہ نے اس نقش مبارک کے ذریعے اصل نعل اقدس کے طول وعرض کو بھی بیان فرمایا چنانچہ علامہ حافظ علقمی رحمہ اللہ نے بھی امام سیوطی رحمہ اللہ کی کتاب ''الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر'' کا حاشیہ لکھتے ہوئے امام عراقی رحمہ اللہ کے اعتماد یافتہ اسی نقش کی کمیت وکیفیت کونقل کرتے ہوئے یوں فرمایا کہ:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین مبارک کا طول ایک بالشت اور دو انگلیاں اور ایڑھی کی جانب چوڑائی سات انگلیاں اندرونی حصہ پانچ انگلیاں اور اس سے اوپر والا حصہ سات انگلیاں تھی، سرگول اور دونوں تسموں کے درمیان فاصلہ دو انگلیاں تھا۔

علامہ تلمسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: علامہ علقمی رحمہ اللہ کا بیان کردہ یہ نقش بالکل وہی چیز ہے جسے الفیہ میں علامہ عراقی رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے، چنانچہ اس سے اس نقش کا اعتبار واعتماد اور بڑھ گیا، حالانکہ ہمارے لئے تو امام عراقی رحمہ اللہ کا قول ہی حجت کے لئے کافی وشافی تھا کیونکہ وہ ثقہ لوگوں کے امام ہیں اور ان کی تعریف میں اہلِ علم بلا اختلاف رطب اللسان ہیں۔

(فتح المتعال فی مدح النعال للتلمسانی صفحہ105 دار الکتب العلمیہ بیروت)

یہی وجہ ہے کہ: علامہ تلمسانی رحمہ اللہ نے بھی اس نقش مبارک پر اعتماد کرتے ہوئے اسے اپنی کتاب ''فتح المتعال'' کی زینت بنایا اور اسے علامہ عراقی رحمہ اللہ کی سند سے ثابت بھی کیا، نیز اسی طرح اس نقش کو علامہ طاہر کردی مکی رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب ''تبرک الصحابہ'' میں نقل فرمایا اور با اعتماد قرار دیا۔

(3)

نعلین اقدس کا تیسرا نقش

علامہ تلمسانی رحمہ اللہ نے "فتح المتعال" میں اس نقش مبارک کو نقل بھی کیا اور اسے معتبر اور قابلِ اعتماد بھی قرار دیا، اور فرمایا: "یہ تیسری مثال مبارک ہے، اور میں نے قابلِ اعتماد بعض متقدمین اکابر اور علماء مغرب کی تحریر سے اس نقش کو نقل کیا ہے، اس مثال کے درمیان میں یہ عبارت بھی لکھی ہوئی ہے کہ: "هٰذه صفة نعل نبينا محمد صلى الله عليه وسلم" یعنی یہ ہمارے پیارے نبی جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کی مثال ہے" بلکہ اس مثال پر تو امام کلاعی رحمہ اللہ یہ اشعار بھی لکھے ہوئے ہیں کہ:

"يا ناظرا تمثال نعل نبيه قبل مثال النعل لا متكبرا
واعكف عليه فطال ما عكفت به قدم النبی صلى الله عليه وسلم
مربوحا ومبكرا"

ترجمہ: اے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلِ مبارک کا نقش دیکھنے والے! اس نقش کو بوسہ دے اور تکبر نہ کر بلکہ یہ کام ہمیشگی کے ساتھ کر کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک راحت دینے والا اور موسمِ بہار کی پہلی خوشگوار بارش کی طرح ہے۔

ان اشعار کو لکھنے والے امام ابو الربیع سلیمان بن مسلم کلاعی رحمہ اللہ اندلس کے محدث بلکہ حافظ الحدیث تھے، اہلِ مغرب نے ان پر بہت اعتماد کیا کیونکہ آپ نہایت علمی شخصیت ہوئے ہیں لہٰذا علامہ تلمسانی رحمہ اللہ کے اس نقش پر اعتماد کر لینے کی وجہ سے اور امام کلاعی رحمہ اللہ کا عظیم علمی مقام، بلند مرتبہ اور قابلِ اعتبار و اعتماد یافتہ ہونے کی وجہ سے بھی یہ نقش قابلِ اعتماد اور معتبر قرار پایا۔ (فتح المتعال للتلمسانی صفحہ 108)

(4)

نعلینِ اقدس کا چوتھا نقش

علامہ تلمسانی رحمہ اللہ نے ''فتح المتعال'' میں اس نقش کو بھی نقل کیا اور ساتھ ہی فرمایا کہ:

''میں نے اس کو مغرب کے بعض بہترین لوگوں سے نقل کیا ہے، بلکہ میں نے اس نقش مبارک کو وہاں کے لوگوں میں بے حد مقبول بھی پایا جس سے یہ تلقی بالقبول کا درجہ پائے ہوئے ہے، اور ساتھ ہی ساتھ وہاں کے لوگوں میں اس کے بے شمار فوائد و برکات بھی تجربے میں آئے ہیں اسی لئے اس نقش کو وہاں نہایت تعظیم کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے، چنانچہ میں نے سوچا کہ میری یہ کتاب اس کے ذکر و صورت سے خالی نہ رہ جائے اگرچہ مجھے اس کی اصل اور سند کا علم نہیں کہ یہ کس سے نقل ہوا ہے؟''۔

(فتح المتعال فی مدح النعال للتلمسانی صفحہ109 دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ تلمسانی رحمہ اللہ جیسی شخصیت جس نقش پر اعتماد فرمائے، پھر عوام بلکہ اہل علم کے ہاں بھی اس نقش کے فوائد و برکات بے حد مجرب ہوں اور اسے ان کے نزدیک تعظیم وقبول کی سند بھی حاصل ہو تو اس نقش کی مقبولیت اور اعتبار سے منہ نہیں موڑا جاسکتا، کہ اس کے استناد کے لئے شہرت ہی کافی ہے۔

(5)

نعلینِ اقدس کا پانچواں نقش

علامہ تلمسانی رحمہ اللہ نے ''فتح المتعال'' میں اس نقش کو نقل کیا اور فرمایا کہ:
اس نقش کو میں نے مغرب کے مسلمان حکمرانوں کی ایک لائبریری سے نقل کیا ہے اور یہ بہت بڑی نفیس لائبریری ہے، اللہ تعالیٰ ان حکمرانوں کی کفار کے مقابلہ میں مدد فرمائے اور ان کی دین ودنیا میں اعانت فرمائے، چنانچہ ہم نے خود اس مثال مبارک کی برکات کا سمندری سفر کے دوران مشاہدہ کیا ہے جبکہ ہم غرق ہونے والے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے سبب ہمیں نجات دی، میرے دوستوں نے مجھے بتایا کہ یہ مثال مبارک بعض بڑے اہلِ علم سے سند کے ساتھ روایت کی گئی ہے، لیکن اس جلیل القدر عالم کا میں نام معلوم نہیں۔

(فتح المتعال فی مدح النعال للتلمسانی صفحہ109 دار الکتب العلمیہ بیروت)

بلکہ اس مثال کو علامہ طاہر کردی رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب ''تبرک الصحابہ'' میں نقل کیا بلکہ اس کے ساتھ اس کے فضائل بھی بیان فرمائے ہیں''۔

(تبرک الصحابہ للکردی صفحہ93 دار المنہاج)

اس سے بھی ثابت ہوا کہ: یہ نقش بھی تجربے اور مشاہدے کے لحاظ سے صحیح ہے، پھر علامہ تلمسانی اور علامہ طاہر کردی رحمہما اللہ جیسے دو بڑے اہلِ علم نے اس کی تائید بھی فرمادی ہے۔

(6)

نعلینِ اقدس کا چھٹا نقش

علامہ تلمسانی رحمہ اللہ نے ''فتح المتعال'' میں اس نقش کو بھی نقل کیا اور فرمایا کہ:

''اس نقش کو میں نے بعض ثقہ اہلِ علم سے نقل کیا ہے اور اس کی روایت پر اہلِ صلاح اور صراط مستقیم کے مسافروں نے اعتماد کیا ہے، اور اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ: اس کو نقل کرنے والے حضرات اہلِ مکہ کے امام، صالح اور بڑے ہی باادب حضرات ہیں، یہ مثال مبارک اپنی برکات کے سبب اہلِ مکہ کے درمیان بے حد مشہور ہے۔

مزید فرمایا کہ: یہ تمام نقوش اپنے خواص و منافع اور تجربے سے ثابت ہیں اور ہم نے یہ خیر و برکات خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کئے ہیں اور یہ بات طے شدہ ہے کہ: سنی سنائی بات دیکھی ہوئی چیز کے برابر نہیں ہو سکتی۔

علامہ تلمسانی رحمہ اللہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ: ہم نے اپنی کتاب ''فتح المتعال'' میں وہی مثالیں درج کی ہیں جن میں اہلِ علم کے ہاں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں۔ (فتح المتعال فی مدح النعال للتلمسانی صفحہ 109 دار الکتب العلمیہ بیروت)

(7)

نعلینِ اقدس کا ساتواں نقش

یہ نقش ہمارے ہاں مشہور نہیں، شاید اسی لئے علامہ تلمسانی رحمہ اللہ وغیرہ نے اسے نقل بھی نہیں کیا لیکن امام شمس الدین ابو الخیر محمد بن محمد الجزری الشافعی رحمہ اللہ (متوفی: 833ہجری) کے نزدیک یہ نقش اعتماد یافتہ ہے، جسے انہوں نے اپنی ''تصحیح المصابیح'' نامی کسی کتاب میں نقل فرمایا جو مجھے نہیں مل سکی، لیکن میں نے اس نقش کو اس کے فضائل و برکات سمیت امام ابو الیمن ابن عساکر رحمہ اللہ کے شاگردِ رشید علامہ فارقی رحمہ اللہ کے جزء ''صفة تمثال نعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' کے قلمی نسخہ کے آخری صفحات پر علامہ جزری رحمہ اللہ ہی کی جانب سے ملحق پایا اور وہیں سے نقل کیا ہے نیز اس کے ساتھ علامہ جزری رحمہ اللہ کا یہ قول بھی موجود ہے کہ:

''ھٰکذا مقدار نعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیث ما ثبت تصحیحه وبین فی کتاب ''تصحیح المصابیح'' تألیف العبد الفقیر الی اللہ تعالیٰ ابو الخیر محمد بن محمد الجزری اثابه اللہ تعالیٰ'' یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل شریف کی تصحیح شدہ یہ مقدار بھی ثابت ہے، جسے بندہ بارگاہ الٰہی کے نیازمند ابو الخیر محمد بن محمد الجزری نے اپنی کتاب ''تصحیح المصابیح'' میں بیان کیا اللہ اس بندہ کو اپنی رحمت میں جگہ دے۔

مزید فرمایا: ''وانما جرب من برکات تمثال ھٰذا النعل الشریف'' یعنی نعل مبارک کے اس نقش کی برکات بھی تجربہ سے ثابت ہیں۔

(صفة تمثال نعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم للفارقی والجزری صفحه 6،5 قلمی نسخه)

نیز اس نقش کی صحت اس طور پر بھی ثابت ہوتی ہے کہ: علامہ شیخ محمد طاہر بن عبد القادر کردی مکی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''تبرک الصحابہ'' میں ''الشجرة المحمدیہ'' نامی کسی معتبر کتاب کے حوالے سے اس نقش کی صحت یوں نقل فرمائی ہے کہ:

"قال صاحب رسالة "الشجرة المحمدية" المطبوعة بالاستانه:

"ان العلامة الشيخ الجزری رحمه الله تعالیٰ قد بین واوضح صفات نعل رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم بالاسانید الصحیحة".

ترجمہ: رسالہ ''الشجرة المحمدية'' جو ''استانہ'' کے مقام سے شائع ہوا ہے اس کے مصنف نے فرمایا کہ: بیشک علامہ شیخ جزری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اِس نقشِ مبارک کو بیان کیا اور صحیح سندوں کے ساتھ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کی صفات کو واضح کیا ہے۔

(تبرک الصحابه للكردی صفحه 112 دار المنهاج جده)

اس سے بھی ثابت ہو گیا کہ: علامہ جزری رحمہ اللہ والا یہ نقش مبارک بھی صحیح سند سے ثابت شدہ ہے چنانچہ اسی لئے میں نے یہاں ساتویں نمبر پر اس مبارک نقش کو درج کر دیا ہے، تاکہ ہماری بحث اس کے فوائد و برکات سے خالی نہ رہ جائے۔

------والله اعلم ورسوله صلی الله علیه وسلم------

(8)

نعلینِ اقدس کا آٹھواں نقش

یہ نقش تمام نقوش میں جدا طرز اور حسن رکھتا ہے، اور عوام الناس میں بے حد مشہور ہے لیکن علامہ تلمسانی رحمہ اللہ نے اس کو نقل نہیں فرمایا، شاید یہ مبارک نقش ان تک نہ پہنچا ہو، یا پھر اس وقت اس کو وہ شہرت حاصل نہ ہوئی ہو جو آج ہے، لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوگا کہ یہ نقش قابلِ اعتماد نہیں کیونکہ کئی اہلِ علم نے اس نقش کو صحیح اور ثابت بھی قرار دیا ہے اور اس کے فوائد و برکات بھی بیان کئے ہیں جو تجربے سے ثابت ہیں، چنانچہ علامہ شیخ محمد طاہر بن عبد القادر کردی مکی رحمہ اللہ نے اس نقش کو اپنی کتاب ''تبرک الصحابہ'' میں ''النوع الثاني لمثال النعل الشريفة'' (نعل شریف کے نقش کی دوسری قسم) کے عنوان سے نقل کرکے فرمایا:

''هٰذه صورة لمثال النعل الشريفة''
''یہ نعل شریف کے نقش کی تصویر ہے''۔

(تبرك الصحابه للكردى صفحه 93 دار المنهاج)

اس نقش مبارک کے معتبر و مستند ہونے کے لئے اس قدر سند اور تجربہ ہی کافی ہے، کہ علامہ محمد طاہر کردی رحمہ اللہ جیسی شخصیت نے اس پر اعتماد فرمایا، اپنی کتاب میں نقل فرمایا اور اس کے فوائد و فضائل کو بیان فرمایا اور اسے خاص و عام میں خوب مقبولیت بھی حاصل ہے، بلکہ مجرب البرکات بھی ہے۔ واللہ اعلم ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

---

(9)

نعلینِ اقدس کا نواں نقش

یہ نقش علامہ ابوالیمن ابن عساکر رحمہ اللہ کے شاگردِ رشید اور جید بزرگ علامہ امام بدرالدین محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن ابی بکر فارقی قادری رحمہ اللہ کا اعتماد یافتہ ہے، چنانچہ آپ رحمہ اللہ نے یہ نقش اپنے رسالہ ''صفة تمثال نعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' میں نقل کیا بلکہ اس کی سند بھی بیان کی اور اس کے فضائل وفوائد اور برکاتِ جلیلہ بھی رقم فرمائیں۔

چونکہ علامہ فارقی رحمہ اللہ نے نعلِ اقدس کے نقش کو اپنے استاذ علامہ ابن عساکر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اور ظاہر ہے کہ علامہ ابن عساکر رحمہ اللہ نے اپنے ''جزء تمثال نعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' میں جو نقش بنایا ہے وہ پہلے نمبر والا ہی ہے، لہٰذا ممکن ہے کہ یہ نقش علامہ فارقی رحمہ اللہ کے ہاتھ بنا ہوا نہ ہو بلکہ بعد میں کسی کاتب کے ہاتھ سے بنا ہو، جس نے اسے اتنے بڑے فرق کے ساتھ بنا دیا ہو، لیکن اس کے باوجود یہ احتمال بھی رد نہیں کیا جا سکتا کہ اسے علامہ فارقی رحمہ اللہ نے ہی اپنے ہاتھ سے بنایا ہو، یعنی انہوں نے اپنے شیخ سے ہی دو طرح کا نقش روایت کیا ہو ایک وہ جو پہلے نمبر پر موجود ہے اور دوسرا یہ جسے منفرد طرز پر اپنے ''صفة تمثال'' میں روایت کر دیا، چنانچہ اسی احتمال کو مدِ نظر رکھتے ہوئے میں نے بھی اسے یہاں ذکر کرنا ضروری سمجھا تا کہ اس مبارک نقش کی برکت سے میری کتاب خالی نہ رہے۔ (واللہ اعلم ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم)

(10)

نعلینِ اقدس کا دسواں نقش

یہ مبارک نقش ہو بہو ہمارے ذکر کردہ پہلے نمبر والے نقش جیسا ہی ہے لیکن ایڑھی کی جانب سے کچھ فرق ہے۔

اس مبارک نقش کو ''علامہ محمد حبیب اللہ بن عبد اللہ بن احمد مایابی جکنی یوسفی مالکی مدنی شنقیطی رحمہ اللہ (متوفی: 1363ھ ہجری) نے اپنی کتاب ''زاد المسلم فیما اتفق علیه البخاری ومسلم'' کے آخر میں ذیل کی طور پر خود علامہ شنقیطی رحمہ اللہ نے ہی اپنی ایک اور تصنیف ''فتح المنعم شرح زاد المسلم'' کا الحاق بھی فرمایا ہے، جو جلد نمبر 5 میں ہی الجزء السادس کے طور پر ''زاد المسلم'' کا ہی حصہ شمار کی جاتی ہے، چنانچہ علامہ شنقیطی رحمہ اللہ نے اسی حصے میں نعلِ اقدس کے اس نقش کو نقل فرمایا بلکہ اس کے اندر اشعارِ مدحت بھی تحریر فرمائے، اور اس میں ایڑھی کی جانب سے اس فرق کا خاص اہتمام کیا اور اس مبارک نقش پر اعتماد کیا۔

پھر علامہ شنقیطی رحمہ اللہ ہی کی ''زاد المسلم'' سے اس مبارک نقش کو لے کر علامہ طاہر کردی رحمہ اللہ نے من وعن اپنی کتاب ''تبرک الصحابہ'' میں نقل کر دیا، اور اس کے معتمد علیہ ہونے کو مزید تقویت دی۔

چنانچہ میں نے بھی اس خاص فرق کی وجہ سے ان دونوں صاحبانِ علم پر اعتماد کرتے ہوئے اس مبارک نقش کو اپنی اس کتاب میں نقل کر دیا ہے، تاکہ اس سلسلہ میں کوئی بات رہ نہ جائے۔

فصل نمبر 2:

نقشِ نعلِ اقدس
کے فضائل و برکات

نقشِ نعل اقدس کی فضیلت

جلیل القدر اہلِ علم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کا نقش ایک دوسرے سے اس طرح روایت کیا ہے کہ: شروع میں نعل اقدس کو کاغذ وغیرہ پر رکھ کر اس کے گرد لکیریں کھینچ کر نعلِ پاک کا نقش بنالیا گیا پھر ان سے اسی نقش کو دوسرے احباب اپنے پاس اسی طرح لکیریں کھینچ کر محفوظ کرتے گئے حتی کہ نعل سے نقش اور نقش سے نقش کا یہ سلسلہ آج بھی جاری وساری ہے اور یہ وہی قدیم سنت ہے، جیسا کہ علامہ تلمسانی اور علامہ طاہر کردی رحمہما اللہ وغیرہما نے بھی بیان کیا، چنانچہ علامہ تلمسانی رحمہ اللہ نے ''فتح المتعال'' میں علامہ فتح اللہ بیلونی رحمہ اللہ کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ:

''فمثل الی مثل وھٰکذا الیٰ نعله والنعل للقدم انتھا''

نقش کو نقش سے نسبت اور نقش کو نقش سے ہے۔

ایسے ہی نقش کو نعل سے نسبت اور نعل کو قدم سے ہے۔

چنانچہ علامہ تلمسانی رحمہ اللہ نے نقشِ نعل اقدس کی فضیلت یوں بیان فرمائی کہ:

''جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم نے نعلین اقدس کو اور نعلین اقدس نے نقش کو اپنے تلووں کے نیچے روندا ہے، جس سے اس نقش اقدس کو وہ فضیلت حاصل ہوئی جو ثریا کی بلندی کو بھی حاصل نہ ہو پائی، کیونکہ ثریا کی بلندی پر تو براق کے قدم لگے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں اپنے قدم لگانے کی ضرورت نہیں ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے سواری پر ہی گزر فرمایا، چنانچہ اب ثریا کے لئے بھی یہ اعزاز کوئی کم نہیں کہ نعلینِ اقدس کے اس مبارک نقش کا تاج اسے پہنادیا

جائے''۔(اقتباس)

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ174،175دار الکتب العلمیہ بیروت)

نیز فرمایا:''شرفتك النسبة العلیا الی نعل خیر العالمین المصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم ''اے مبارک نقش! تجھے خیر العالمین جناب مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل اقدس کی بلند نسبت کا شرف حاصل ہے۔(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ195)

نیز علامہ فتح اللہ بیلونی رحمہ اللہ نے یوں فرمایا:''نعلہ اشرف النعال جمیعا وکذاك المثال بالاطلاق'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نعل تمام نعال سے افضل اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل کا نقش مطلقاً ہر نقش ونگار سے افضل ہے۔

(فتح المتعال صفحہ199)

علامہ محمد بن فرج سبتی رحمہ اللہ کا قول یوں منقول ہے کہ:''وقد کدت لولا نھی حبی ان اسجدا''اگر شریعت نے منع نہ کیا ہوتا تو میری محبت اس مبارک نقش کو سجدہ کرنے کے لئے بیقرار ہے۔(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ214)

اہلِ غرناطہ میں سے کسی نے یوں کہا:''سألثم التمثال اذ لم اجد للثم نعل المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم من سبیل''چونکہ مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک نعل کو چومنے کا شرف حاصل نہیں ہوسکا اسی لئے میں اس نعل اقدس کے مبارک نقش کو ہی چومتا رہوں گا۔(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ215)

سید العاشقین علامہ عبد الرحمٰن جامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''چوں سوئے من گذر آری من مسکین زناداری''

''فدائے نقشِ نعلینت کنم جاں یارسول اللہ!''

(یارسول اللہ! جب آپ میرے پاس سے گذر فرمائیں تو مجھ نادار و مسکین
کے پاس بھی تشریف لے آئیے گا تاکہ آپ کے نقشِ نعل اقدس پر میں
اپنی جان قربان کردوں)

المختصر! نقشِ نعلین اقدس کی عظمت و فضائل کا احاطہ بھلا کون کرسکتا ہے؟ اگر یہ دو لفظ تحریر کر کے اپنی بخشش کی عرضی جمع کروانا مقصود نہ ہوتا تو نقشِ نعل اقدس کی عظمت پر کچھ لکھنے کی اوقات و قابلیت ہم میں کہاں؟

"ہزار بار بشویم دہن بمشکِ گلاب ہنوز نامِ تو گفتن کمالِ بے ادبیست"

میں اپنا منہ ہزار بار بھی مشکِ گلاب سے دھولوں، تب بھی آپ کا نام لینا میں مکمل بے ادبی سمجھتا ہوں۔

چونکہ سابق میں نعلینِ اقدس کی فضیلت کو قرآن کی آیتوں سے پیش کیا جاچکا ہے اب نقشِ نعلینِ مقدس کی فضیلت پر قرآن کی آیت پیشِ خدمت ہے کہ:

﴿فیه آیات بینات مقام ابراهیم﴾ (آل عمران:97)

"اس (حرمِ مقدس) میں مقامِ ابراہیم سمیت واضح نشانیاں ہیں"

کون نہیں جانتا کہ مقامِ ابراہیم وہ عظیم پتھر ہے جس پر جناب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھڑے ہوکر کعبہ شریف کی بنیادوں کو اٹھایا تھا، اس پتھر نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدمہائے مبارکہ کے نشان کو موم کی طرح اپنے سینے پر اس قدر محبت سے سمولیا کہ قرآن مجید میں شعائر اللہ اور آیات اللہ میں اس کا شمار ہوا پھر خود خالقِ کائنات نے ہی یہ خیال دینِ اسلام کی عزت اور ہیبتِ محمدی جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حقانی قلب میں ڈالدیا کہ کیوں نہ اس عظیم مقام کے پاس نماز پڑھ کر اس کی تعظیم کا اظہار کیا جائے، اِدھر یہی خیال بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کرتے وقت جیسے ہی زبان پر آیا اور اُدھر حکمِ ایزدی نازل ہوگیا کہ:

﴿واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی﴾ (البقرۃ:125)

''مقام ابراہیم کو سجدہ گاہ بناؤ''۔

اس حکم کا سننا تھا ہر قسمت والا اس کی تعمیل میں جُٹ گیا، اور آج تک اسی مقام یعنی نقشِ پائے خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم وتوقیر جاری وساری ہے۔

''مقامِ ابراہیم'' جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین اقدس کے نقش مبارک کی تعظیم وتوقیر اور برکات وفضائل پر بہترین گواہ ہے، جسے دیکھنے والا صاحب اصل صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کیے بغیر رہ ہی نہیں سکتا، اسی لئے اہلِ عشق نے نقشِ نعلین اقدس کو سرمایۂ محبت اور آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا، اور اس کی تعظیم کو عین تعظیمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عبادتِ خداوندی یقین فرمایا، جو بالکل بھی غلط نہیں کہ جب خود قرآن نے فرمایا:

﴿ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ﴾ (البقرہ:158)

''بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیاں ہیں''۔

پوچھتے کیوں نہیں کہ آخر یہ مقام ''صفا ومروہ'' کو کیونکر حاصل ہوا؟ تو جواب یہ ہے کہ: کیا تمہیں اس پریشان ماں کی یاد نہ آئی جو اپنے بچے کی پیاس بجھانے کے لئے پانی کی تلاش میں دوڑتی ہوئی اسی صفا اور اسی مروہ پر اپنے مبارک قدموں کے نقش چھوڑ گئی، صفا ومروہ کی چھاتیوں پر ان مبارک قدموں کے نشان تو شاید ثابت نہ رہے، یہی وجہ ہے کہ ذاتِ باری تعالیٰ نے صفا ومروہ کے کسی خاص حصے کی بجائے سارے حصوں کو اپنی نشانی اور تعظیم کی جگہ قرار دیا، چنانچہ انہی مبارک قدموں کی بدولت صفا ومروہ کو ایسی فضیلت مل گئی کہ صفا اور مروہ خود ہی نقشِ قدم بن کے حرمِ مقدس کی حرمت کا حصہ بن گئیں، جن کی توقیر آج بھی جاری وساری ہے۔

بزمِ نقوش وآثار کا ذکر ہو اور سرورِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلینِ مقدس

کے مبارک نقوش کا ذکر نہ کیا جائے تو حقِ بیان و محبت سے دغا ہوگا، خوشا! وہ نصیب پایا کاغذ کے ان ٹکڑوں نے جنہیں بڑے بڑے اہلِ علم، جلیل القدر ائمہ، اجل شیوخ اور اولیاء کاملین اپنے سروں پر اٹھاتے رہے، چومتے رہے، ان کی مدحت و ثناء میں ایسے ایسے اشعار لکھ ڈالے کہ بزمِ کائنات میں کسی بھی دیوانے نے اپنے معشوق کو ویسے الفاظ سے خراجِ عقیدت نہ پیش کیا ہوگا، بلکہ یقیناً پیش نہیں کیا۔

کیا یہ سب ان کا وہم تھا؟ یا بے جا عقیدت؟ ہرگز نہیں بلکہ یہاں وہم و گمان کو کچھ علاقہ ہی نہیں، بے جا عقیدت کی کوئی جا نہیں، بلکہ نقشِ مبارک نے اپنی فضیلت کو خود منوایا، جس گھر میں رکھا گیا وہ گھر آفتوں سے محفوظ ہو گیا، جس مرض میں وسیلہ بنایا گیا شفاء ہوئی، جس جنگ میں لایا گیا فتح حاصل ہوئی، صاحبِ نعلین صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو کوئی کیا گھیرے کہ جب ان کے مقدس نعلین کی عظمت ہی بیان سے باہر، بلکہ معاف کیجیے گا صاحبِ نعلین صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و رفعت تو بہت بلند، یہاں عظمتِ نعلین کی بلندی کی کوئی حد دیکھنے سننے یا سمجھنے میں نہ آسکی بلکہ اس سے بھی معاف فرمایئے تو نقشِ نعلین کی عظمت پر کوئی احاطہ ءکلام و اظہار کا دعویٰ کر کے تو دکھائے، کسی شاگرد کا کوئی استاذ، کسی مرید کا کوئی پیر ایسا نہ ہوا بلکہ ماں نے کوئی لعل اور زمانے نے کوئی مرد ایسا پیدا نہ کیا جو اُس عالی جناب صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مقدس کے نقوش کی عظمت و برکات کو احاطے میں لاسکے۔ یقیناً کم عقلی ہی ہوگی کہ اگر ان کتابوں کو اس باب میں محیط مان لیا جائے۔

کیا ہوا اگر ہم نے اس نعلِ اقدس کو کبھی نہ دیکھا کہ جس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیبِ قدم فرمایا تھا، اور کیا ہوا اگر ہم نے ان آثار کو بھی نہ دیکھا جن کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی چھوا تھا، تو ہمارے لئے ان اشیاء کی مثالیں، تصویریں اور نقشے بھی تو کافی ہیں، جن کی تعظیم و اکرام کر کے ہم فراقِ رسول صلی اللہ

علیہ وسلم کی وجہ سے اپنے زخمی دلوں پر مرہم رکھ لیتے ہیں، ہاں! ہماری رسائی سیدِ عالم جانِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اصحابِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح تو نہیں ہوسکتی کہ بارگاہِ عالیہ میں جانِ جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کر کے اپنی ہر شکایت پیش کر کے اس کا مداوا چاہیں نہ تو ہم جناب قتادہ کی آنکھ کا درجہ پا سکتے ہیں اور نہ ہی جناب ابو ہریرہ کی بھوک کا، نہ جناب صدیق اکبر کے پاؤں پر لگے سانپ کے زہر کا، اور نہ ہی مدینے کے کڑوے کنویں کا، نہ اس قوتِ بینائی پانے والے عظیم صحابی کی نابینائی کا، نہ جناب سیّدہ عائشہ کے سر درد کا، نہ ستونِ حنانہ کی سسکیوں کا، نہ ہی نعلینِ اقدس کے نیچے روندے جانے والے راستوں کے ذرات کا تو بھائی! ہم کریں بھی تو کیا اور جائیں بھی تو کہاں؟

ہماری آنکھوں کے گناہوں نے قوتِ نظر میں وہ قابلیت ہی کہاں چھوڑی کہ جلوہ ءجہاں آرا کی جلوہ نمائی کی تاب بھی لا سکیں، اور ہمارے گناہوں نے ہمارے جسم بلکہ ہماری روحوں کو بھی ایسا میلا اور گندا کر دیا کہ یہ وجود بارگاہِ عالی جناب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کے شرف سے فیضیاب ہونے کے بھی قابل نہ رہے، دنیا کے طبیبوں، حکیموں، ڈاکٹروں اور عاملوں سے بھی دل بھر گیا، عبادت بجالا کر دعاء مانگ کر بھی دل کو سکون نہ آئے تو کدھر جائیں کہ ہمارے وہ کان جو دوسروں کے عیب اور برائیاں سننے میں اس قدر مصروف ہوئے کہ بارگاہِ الٰہی سے قبولیتِ دعوات کا مژدہ سننے کے بھی قابل نہ رہے، ہمارے وہ دل بھی تو ہمارے نہ رہے کہ جن میں ہزاروں وسوسے، لاکھوں خواہشات اور لمبی امیدوں نے جگہ گھیر رکھی ہو لیکن یادِ الٰہی کے لئے دل میں رتی بھر بھی جگہ نہ بچی ہو، روپیہ پیسہ، نوکر چاکر، اونچی اور عالیشان عمارتوں، مہنگے کپڑوں، نئے جوتوں، جدید سواریوں میں بھی وہ بات نہیں کہ سینے میں موجود اس گوشت کے لوتھڑے کو تسکین و تسلی ہی دے سکیں اور ہر وقت سر پر منڈلانے والے اس

انجانے خوف سے نجات ہی دلاسکیں، جس کی سمجھ بھی سمجھ نہیں آتی۔

ہمیں دوسروں کا پتہ نہیں، لیکن ہمارا ہر سکون تو محبوب اور محبوب کی نسبتوں کی تعظیم میں ہی نہاں ہے، چاہے کسی کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے، یہ اہلِ درد کا ماجرا ہے اور درد والوں کے درد کو درد والا ہی سمجھے، کسی بیدرد کو اہلِ درد کے درد سے کیا ہمدردی؟ بلکہ اس بے یارے کو تو اہلِ درد کے دواء کرنے سے اصلی درد اٹھتا ہے۔

دیدارِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہر کسی کے نصیب میں کہاں؟ تو آجا کے ہمارے پاس سکونِ قلب کا جو سامان بچا ہے تو وہ آثارِ جانفزا ہی تو ہیں، کسی کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ہم سے ہمارے درد کی دواء چھینے، یا چھیننے کی کوشش بھی کرے، بھوک پیاس، غربت تو زندگی کا حصہ ہے لیکن یہ ظلم ہم برداشت نہیں کریں گے۔

یہی وجہ ہے کہ اہلِ دل کی ایک بڑی جماعت نے جس تواتر کے ساتھ نعلِ اقدس کے نقوش کی برکات وفضائل کا تجربہ اور مشاہدہ کیا، سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا کہ ہم نقشِ پاک سے خود کو کسی ایرے غیرے لکیر کے فقیر کی عبث گوئی کو بہانہ بنا کر دور کردیں۔

اسی لئے علامہ شیخ فتح اللہ بیلونی رحمہ اللہ نے یوں فرمایا کہ: ''فمن لا یری تمثال نعل محمد صلی اللہ علیہ وسلم اعز علیہ من حیاۃ ھو الاشقا'' جو شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل اقدس کے مبارک نقش کو اپنی زندگی سے زیادہ پیارا نہ سمجھے وہ بڑا بد بخت ہے۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ249)

چنانچہ آثارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے منہ پھیرنے والے بدنصیبوں سے اعراض کیجیے! تا کہ وہ جفا کا بدلہ جفا سے پائیں اور ابلیس مکار کے مکروفریب سے خود ہی دغا کھائیں لہٰذا جانے دیجیے اور اب بابرکت نقوش کی مجرب برکاتِ جلیلہ کو ملاحظہ کیجیے!۔۔۔۔

﴿نقشِ نعل مبارک کی برکات﴾

نقشِ نعلِ اقدس کو تعویذ کی صورت میں اپنے پاس رکھ کر اس سے برکات حاصل کرنا مسلم و مجرب عمل ہے، چاہے اسے گلے میں لٹکایا جائے، یا بازو پر باندھ لیا جائے یا پھر جیب میں رکھ لیا جائے یا عمامہ، کپڑوں یا ٹوپی میں سجا لیا جائے، شرع اس سے منع نہیں بلکہ تائید فرماتی ہے، کیا آپ کو یاد نہیں کہ جناب یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گلے میں جنت سے لایا گیا جناب ابراہیم علہ الصلوٰۃ والسلام کا مبارک کرتہ بطور تعویذ لٹک رہا تھا جسے کنویں میں پہنچتے ہی جناب جبریل نے ان کے گلے سے اتار کر کھولا اور انہیں پہنا دیا۔

اور کیا آپ یہ بھی بھول گئے کہ: جناب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں جناب سرورِ ہر جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک بطور تعویذ سلے ہوئے تھے، جن کی بدولت انہیں ہر معرکے میں فتح حاصل ہوتی تھی، جسے علامہ واقدی، علامہ ابن عساکر، علامہ ذہبی، علامہ ابن حجر، علامہ ابن جوزی رحمھم اللہ وغیرھم سمیت نہ جانے کتنے ہی مستند علماء نے اپنی کتب میں نقل فرمایا، ذوق کے لئے میرے کلام "آمیزہء محبت" کے یہ چند اشعار ملاحظہ فرمائیے!

یاد کر خالد کی ٹوپی میں سیے تھے چند بال
سر سے ٹوپی گر پڑی تو ہوگیا لڑنا محال
سر پہ دشمن تھا کھڑا شمشیرِ عریاں کو لیے
فکرِ جاں نہ تھی تڑپ دل میں تھی ان کے بال کی
جاں سے بڑھ کر جن سے اُن کے بال کی توقیر ہو
یہ نہیں ممکن کہ اُن سے آل کی تحقیر ہو

لگے ہاتھ یہ بھی ملاحظہ ہو کہ: علامہ ابن الاعرابی رحمہما اللہ اپنی سند سے بروایت جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ نقل کیا کہ: ''كان على الحسن والحسين عليهما السلام تعويذان فيهما من زغب جناح جبريل'' یعنی جناب امام حسن اور جناب امام حسین علیہما السلام کے گلے میں دو تعویذ تھے جن میں جناب جبریل امین علیہ السلام کے پروں کے ٹکڑے تھے۔ یہی روایت تاریخ ابن عساکر میں بھی ہے۔(معجم لابن الاعرابی جلد1 صفحہ524 رقم1039 دار الکتب العلمیہ بیروت)

پھر تابوتِ سکینہ کے فوائد تو قرآن سے ہی ظاہر ہیں، بس اسی وجہ سے تبرکات شریفہ کو بطور تعویذ اپنے پاس رکھنے، لگانے یا پہننے کے جواز پر بے شمار علماء نے اپنی اپنی کتب میں تصریح فرمائی، اور بالخصوص نقشِ نعلِ اقدس کو بطور تعویذ اپنے پاس رکھنے کی متعدد مجرب برکات کا تو کثیر اہلِ عشق و محبت نے ذکر فرمایا، جنہیں اہلِ دل نے اپنے محبت ناموں میں بڑے جامع انداز میں نقل فرمایا، چنانچہ ملاحظہ فرمائیں!

(۱)۔زیارتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

"ومن لازم على حمله لا بد ان يزور النبى او يراه فى منامه ومن راه في منامه قد رأه حقا"

جو شخص نقشِ نعل اقدس کو ہمیشہ اپنے پاس رکھے اس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ضرور ہوگی یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ اپنے خواب میں دیکھے گا اور جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اس نے حقیقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو دیکھ لیا۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ25 1،252)

(جزء تمثال نعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابن عساکر صفحہ59)

(المواهب اللدنیہ للقسطلانی جلد2 صفحہ231)

(مدارج النبوت لعبد الحق الدهلوی)

(سعادة الدارین للنبهانی صفحه453)

(صفة تمثال نعل النبی صلی الله علیه وسلم للفارقی صفحه5)

(مقدار نعل النبی صلی الله علیه وسلم للجزری صفحه1)

(۲)۔زیارتِ روضہء رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

"من لازم علی حمله لا بد ان یزور قبر النبی صلی الله علیه وسلم "جو شخص نقشِ نعل مبارک کو ہمیشہ اپنے پاس رکھے گا اسے روضہء اطہر کی زیارت ضرور ہوگی۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحه25 1،252)

(جزء تمثال نعل النبی صلی الله علیه وسلم لابن عساکر صفحه59)

(المواهب اللدنیه للقسطلانی جلد2صفحه231)

(مدارج النبوت لعبد الحق الدهلوی)

(سعادة الدارین للنبهانی صفحه453)

(صفة تمثال نعل النبی صلی الله علیه وسلم للفارقی صفحه5)

(مقدار نعل النبی صلی الله علیه وسلم للجزری صفحه1)

(۳)۔نیک نامی اور رُتبہ:

"جرب من برکته ان من لازم حمله کان له القبول التام والجاه بین الخلق"

نقشِ نعلِ اقدس کی ایک برکت یہ بھی ہے کہ: جو شخص اسے ہمیشہ اپنے پاس رکھے گا اسے لوگوں کے درمیان نیک نامی اور بلند مرتبہ حاصل ہوگا۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحه25 1،252)

(جزء تمثال نعل النبی صلی الله علیه وسلم لابن عساکر صفحه59)

(المواهب اللدنیه للقسطلانی جلد2صفحه231)

(مدارج النبوت لعبد الحق الدهلوی)

(سعادة الدارین للنبهانی صفحه453)
(صفة تمثال نعل النبی صلی اللہ علیه وسلم للفارقی صفحه5)
(مقدار نعل النبی صلی اللہ علیه وسلم للجزری صفحه1)

(۴)۔ نظرِ بد سے حفاظت:

"انه امان من النظرة" نقشِ نعل اقدس نظرِ بد سے حفاظت کی ضمانت ہے۔(فتح المتعال للتلمسانی صفحه25 1،252)
(جزء تمثال نعل النبی صلی اللہ علیه وسلم لابن عساکر صفحه59)
(المواهب اللدنیه للقسطلانی جلد2صفحه231)
(مدارج النبوت لعبد الحق الدهلوی)
(سعادة الدارین للنبهانی صفحه453)
(صفة تمثال نعل النبی صلی اللہ علیه وسلم للفارقی صفحه5)
(مقدار نعل النبی صلی اللہ علیه وسلم للجزری صفحه1)

(۵)۔ جادوٹونے سے حفاظت:

"انه امان من السحر" نقشِ نعلِ اقدس جادوٹونے سے بھی حفاظت کی علامت ہے۔(فتح المتعال للتلمسانی صفحه25 1،252)
(جزء تمثال نعل النبی صلی اللہ علیه وسلم لابن عساکر صفحه59)
(المواهب اللدنیه للقسطلانی جلد2صفحه231)
(مدارج النبوت لعبد الحق الدهلوی)
(سعادة الدارین للنبهانی صفحه453)
(صفة تمثال نعل النبی صلی اللہ علیه وسلم للفارقی صفحه5)
(مقدار نعل النبی صلی اللہ علیه وسلم للجزری صفحه1)

(۶)۔ باغیوں اور دشمنوں سے حفاظت:

"وهو مما جربت من برکته انه من امسکه عنده متبرکا به کان له امانا من بغی البغاة وغلبة العداة"

نقشِ نعل اقدس کی ایک برکت جو تجربے سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ:
اسے برکت کی نیت سے ہمیشہ اپنے پاس رکھنے والا باغیوں اور دشمنوں کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحه25 1،252)

(جزء تمثال نعل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم لابن عساکر صفحه59)

(المواهب اللدنیه للقسطلانی جلد2صفحه231)

(مدارج النبوت لعبد الحق الدهلوی)

(سعادة الدارین للنبهانی صفحه453)

(صفة تمثال نعل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم للفارقی صفحه5)

(مقدار نعل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم للجزری صفحه1)

(۷)۔شیاطین سے حفاظت:

"من امسکه عنده متبرکا به کان له حرزا من کل شیطان مارد"

جوشخص نقشِ نعل اقدس کو اپنے پاس برکت کی نیت سے رکھے گا وہ ہر شیطان کے فریب سے محفوظ رہے گا۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحه25 1،252)

(جزء تمثال نعل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم لابن عساکر صفحه59)

(المواهب اللدنیه للقسطلانی جلد2صفحه231)

(مدارج النبوت لعبد الحق الدهلوی)

(سعادة الدارین للنبهانی صفحه453)

(صفة تمثال نعل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم للفارقی صفحه5)

(مقدار نعل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم للجزری صفحه1)

(۸)۔ظالم بادشاہ سے حفاظت:

"من امسکه عنده متبرکا به کان له حرزا من کل

سلطان ظالم"
جس شخص نے نقشِ نعلِ اقدس کو برکت کی نیت سے اپنے پاس رکھا وہ ظالم بادشاہ کے ظلم سے محفوظ رہے گا۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحه25 1،252)

(جزء تمثال نعل النبی صلی اللہ علیه وسلم لابن عساکر صفحه59)

(المواهب اللدنیه للقسطلانی جلد2صفحه231)

(مدارج النبوت لعبد الحق الدهلوی)

(سعادة الدارین للنبهانی صفحه453)

(صفة تمثال نعل النبی صلی اللہ علیه وسلم للفارقی صفحه5)

(مقدار نعل النبی صلی اللہ علیه وسلم للجزری صفحه1)

(۹)۔حاسد کے حسد سے حفاظت:

"من امسکه عنده متبرکا به کان له حرزا من عین کل حاسد"
جو شخص اس نقشِ نعلِ اقدس کو برکت کی نیت سے اپنے پاس رکھے گا وہ ہر حاسد کی بُری نظر سے محفوظ رہے گا۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحه25 1،252)

(جزء تمثال نعل النبی صلی اللہ علیه وسلم لابن عساکر صفحه59)

(المواهب اللدنیه للقسطلانی جلد2صفحه231)

(مدارج النبوت لعبد الحق الدهلوی)

(سعادة الدارین للنبهانی صفحه453)

(صفة تمثال نعل النبی صلی اللہ علیه وسلم للفارقی صفحه5)

(مقدار نعل النبی صلی اللہ علیه وسلم للجزری صفحه1)

(۱۰)۔حاملہ عورت پر آسانی:

"ان امسکته المرأة الحامل بیمینها وقد اشتد علیها الطلق

یسر اللّٰہ امرھا بحول اللّٰہ وقوتہ، قلت: وقد جربتہ فصح"
یعنی اگر کوئی حاملہ عورت اس نقش مبارک کو اپنے دائیں ہاتھ میں رکھے وہ دردِ زہ کی شدت سے اللہ کے فضل وکرم سے محفوظ رہے گی، میں (علامہ تلمسانی) کہتا ہوں کہ: میں نے اس کا تجربہ کروایا تو اسے بالکل صحیح پایا ہے۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ25 1،252)
(جزء تمثال نعل النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لابن عساکر صفحہ59)
(المواھب اللدنیہ للقسطلانی جلد2صفحہ231)
(مدارج النبوت لعبد الحق الدھلوی)
(سعادۃ الدارین للنبھانی صفحہ453)
(صفۃ تمثال نعل النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم للفارقی صفحہ5)
(مقدار نعل النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم للجزری صفحہ1)

(۱۱)۔جنگ میں فتح:

"ما صرح بہ غیر واحد من الائمۃ انہ لم یکن فی جیش فھزم"
بے شمار ائمہ کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ: یہ نقشِ مبارک جس لشکر میں ہوگا اس کو کبھی شکست نہ ہوگی۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ25 1،252)
(جزء تمثال نعل النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لابن عساکر صفحہ59)
(المواھب اللدنیہ للقسطلانی جلد2صفحہ231)
(مدارج النبوت لعبد الحق الدھلوی)
(سعادۃ الدارین للنبھانی صفحہ453)
(صفۃ تمثال نعل النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم للفارقی صفحہ5)
(مقدار نعل النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم للجزری صفحہ1)

(۱۲)۔ڈاکوؤں سے حفاظت:

(i)۔ ''ولا فی قافلة فنهبت'' یہ نقش مبارک جس قافلہ میں ہوگا وہ لٹنے سے محفوظ رہے گا۔

(ii)۔علامہ تلمسانی رحمہ اللہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ:

''واخبرنی بعض الاخوان ممن لا اتهمه انه سافر فی بلاد مخوفة جدا بحیث لا ینجو المسافر فیها من اللصوص عادة ومعه المثال الكريم، فنجّاه الله وقد رصده اللصوص غیر مرة فلم یکن الیه من سبیل ببرکته''۔

مجھے ایک ایسے بھائی نے مجھے خبردی کہ جس کو میں جھوٹا نہیں کہہ سکتا کہ: اس نے ایسے علاقوں کا سفر کیا جن کے راستوں پر لٹیروں کا ہر وقت خوف رہتا ہے، چونکہ اس کے پاس نقشِ نعل مبارک ہوا کرتا تھا، اس لئے اسے کئی مرتبہ لٹیروں نے لوٹنے کی کوشش کی جس سے بچنے کی کوئی راہ نظر نہ آتی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے نقشِ پاک کی برکت سے اسے ہر مرتبہ محفوظ رکھا۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحه252،125)

(جزء تمثال نعل النبی صلی الله علیه وسلم لابن عساکر صفحه59)

(المواهب اللدنیه للقسطلانی جلد2صفحه231)

(مدارج النبوت لعبد الحق الدهلوی)

(سعادة الدارین للنبهانی صفحه453)

(صفة تمثال نعل النبی صلی الله علیه وسلم للفارقی صفحه5)

(مقدار نعل النبی صلی الله علیه وسلم للجزری صفحه1)

(۱۳)۔کشتی کی ڈوبنے سے حفاظت:

''ولا فی سفینة فغرقت''

یہ نقش مبارک جس کشتی میں ہوگا وہ غرق نہیں ہوگی۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحه25 1،252)

(جزء تمثال نعل النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم لابن عساکر صفحه59)

(سعادة الدارین للنبهانی صفحه453)

(المواهب اللدنیه للقسطلانی جلد2صفحه231)

(مدارج النبوت لعبد الحق الدهلوی)

(صفة تمثال نعل النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم للفارقی صفحه5)

(مقدار نعل النبی صلی اللّٰہ غلیه وسلم للجزری صفحه1)

(۱۴)۔گھر کی آگ سے حفاظت:

”ولا فی بیت فاحرق“ یہ نقش مبارک جس گھر میں ہوگا وہ جلنے سے محفوظ رہے گا۔ (فتح المتعال للتلمسانی صفحه25 1،252)

(جزء تمثال نعل النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم لابن عساکر صفحه59)

(المواهب اللدنیه للقسطلانی جلد2صفحه231)

(مدارج النبوت لعبد الحق الدهلوی)

(سعادة الدارین للنبهانی صفحه453)

(صفة تمثال نعل النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم للفارقی صفحه5)

(مقدار نعل النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم للجزری صفحه1)

(۱۵)۔سامان چوری سے حفاظت:

”ولا فی متاع فسرق“ یہ نقش مبارک جس سامان میں ہوگا وہ چوری سے محفوظ رہے گا۔(فتح المتعال للتلمسانی صفحه25 1،252)

(جزء تمثال نعل النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم لابن عساکر صفحه59)

(المواهب اللدنیه للقسطلانی جلد2صفحه231)

(مدارج النبوت لعبد الحق الدهلوی)

(سعادة الدارین للنبهانی صفحه453)

(صفة تمثال نعل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم للفارقی صفحه5)

(مقدار نعل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم للجزری صفحه1)

(۱۶)۔ ہر حاجت پوری:

"وما توسل بصاحبه صلی اللّٰه علیه وسلم فی حاجة الا قضیت"

اس نقش مبارک کے صاحب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر جو حاجت مانگی جائے پوری ہوگی۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحه25 1،252)

(جزء تمثال نعل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم لابن عساکر صفحه59)

(المواهب اللدنیه للقسطلانی جلد2صفحه231)

(مدارج النبوت لعبد الحق الدهلوی)

(سعادة الدارین للنبهانی صفحه453)

(صفة تمثال نعل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم للفارقی صفحه5)

(مقدار نعل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم للجزری صفحه1)

(۱۷)۔ تنگدستی دور:

"ولا فی ضیق الا فرج عنه" جو اس نقش مبارک کے صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر اپنی تنگدستی کی دوری کی دعاء مانگے اس کی تنگدستی دور ہوگی۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحه25 1،252)

(جزء تمثال نعل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم لابن عساکر صفحه59)

(المواهب اللدنیه للقسطلانی جلد2صفحه231)

(مدارج النبوت لعبد الحق الدهلوی)

(سعادة الدارین للنبهانی صفحه453)

(صفة تمثال نعل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم للفارقی صفحه5)

(مقدار نعل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم للجزری صفحه1)

(۱۸)۔ آرزو پوری:

"ما شاهدته من شخص سمع ان من لازم حمل المثال نال ما امل فلازم جعله فی عمامته لقصد امور"

اس نقش مبارک کی برکتوں کا مشاہدہ کرنے والے ایک معتبر شخص کا بیان ہے کہ: جو شخص اس مبارک نقش کو اپنے پاس رکھے گا وہ اپنی تمام آرزوؤں کو پالے گا۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحه25 1،252)

(جزء تمثال نعل النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم لابن عساکر صفحه59)

(سعادة الدارین للنبهانی صفحه453)

(المواهب اللدنیه للقسطلانی جلد2صفحه231)

(مدارج النبوت لعبد الحق الدهلوی)

(صفة تمثال نعل النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم للفارقی صفحه5)

(مقدار نعل النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم للجزری صفحه1)

(۱۹)۔ بڑا علمی مقام و مرتبہ:

"التقدم علی ابناء جنسه، ولم یکن فی العلم بذاك فحصل له ما طلب الامامة والتقدم مع حضور من هو احق منه بذالك والجاه العظیم العریض"

جو شخص اس نقش مبارک کو اپنے پاس رکھے گا وہ اپنے ہم منصبوں سے ترقی کر جائے گا اور کوئی دوسرا اس کے علم میں اس کی برابری نہ کر سکے گا، اور جس منصب کا طلبگار ہو گا اس کے دوسرے حقداروں کی بجائے وہ اسے پالے گا یہاں تک کہ عظیم مرتبہ میں بھی وہ دوسروں سے بڑھ جائے گا۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحه25 1،252)

(جزء تمثال نعل النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لابن عساکر صفحہ59)
(المواہب اللدنیہ للقسطلانی جلد2صفحہ231)
(مدارج النبوت لعبد الحق الدہلوی)
(سعادۃ الدارین للنبہانی صفحہ453)
(صفۃ تمثال نعل النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم للفارقی صفحہ5)
(مقدار نعل النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم للجزری صفحہ1)

نقشِ اقدس کی بے شمار برکات اور ائمہ دین:

علامہ تلمسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"وعلى الجملة فمنافعه شهيرة والخواص التی اشتمل عليها اجلى من شمس الظهيرة والحكايات عن ذالك من غير واحد من ذوى الرتب الاثيرة كثيرة والاستشفاء به شأن الائمة المقتدىٰ بهم قديما وحديثا، وقد سبق فيما جعلنا من القصائد والمقطوعات الالمام بشیء من ذالك فی كثير منها، فحق ناظر ان يسعى الى لثمه سعيا حثيثا".

ترجمہ: مجموعی طور پر اس مبارک نقش کے منافع بہت مشہور ہیں اور اس کی برکات چمکتے ہوئے سورج سے بھی زیادہ روشن ہیں اس سلسلہ میں بے شمار جلیل القدر علماء کرام سے حکایات مروی ہیں، اور اس کے ذریعے شفاء حاصل کرنا بہت سارے متقدمین ومتاخرین ائمہ کرام کا طریقہ رہا ہے جن کو لوگ اپنا پیشوا مانتے ہیں، اس سلسلہ میں قصائد وقطعات کا ایک وافر حصہ گزر چکا ہے، پس اس مبارک نقش کی زیارت کرنے والے پر لازم ہے کہ بے اختیار ہو کر بھاگتا ہوا آئے اور اس کو خوب بوسے دے۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ254)

برکاتِ نقش کا منکر ذلیل و رسوا ہو جائے:

"فالمطلوب نسبتها الى غير واحد ليرغم بذالك انف الحاسد الجاحد على ان العيان اغنى عن الخبر وفى الاشارة ما يغنى عن الكلام ولله الحمد فى الاول والآخر"

ان برکات کو کثیر ائمہ دین کے حوالے سے ثابت کرنے کا مقصد دراصل یہ ہے کہ: اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جائے جو حاسد، جاہل اور جھگڑالو مزاج رکھتا ہو، کیونکہ آنکھوں دیکھے معاملات محتاجِ دلیل نہیں ہوا کرتے، عقلمند کے لئے کلام کی بجائے اشارے ہی کافی ہوتے ہیں، اول و آخر سب حمد اللہ ہی کی ہے۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ260)

برکات حاصل کرنے کی شرط:

"حسن نيته وصدقه وعدم شكه فى منافع هٰذا المثال المقدس وان كان ما قصده به مما لا ينبغى ان يلتفت اليه الاخبار عصمنا الله ببركته من الاغيار"

اس نقش مبارک سے حصولِ برکات کے لئے نیک نیتی اور صحیح العقیدہ ہونا نیز دل کو اس معاملہ میں شک وشبہ سے پاک رکھنا بہت ضروری ہے، اگرچہ یہ ان امور میں سے نہیں ہے جن پر احادیث میں تصریح آئی ہو، چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے ہمیں غیروں کے شر اور فتنے سے محفوظ رکھے۔(فتح المتعال صفحہ252)

نقشِ نعل اقدس کی برکات ''علمائے دیوبند'' کی کتب میں:

نقشِ نعلِ اقدس سے جس قدر برکات کے حصول کا سابق میں ذکر ہوا ہے تقریباً ان تمام برکات کو خود دیوبندی علماء نے بھی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے، بلکہ ذکر کے ساتھ ساتھ تسلیم بھی کیا ہے کہ بلاشبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلِ مقدس کے نقش مبارک کی برکات مجرب ہیں اور جلیل القدر مستند اہلِ علم سے ثابت بھی ہیں، چنانچہ علمائے دیوبند کی 4 درج ذیل کتابوں میں وہ برکات منقول ہیں!

(۱)۔ مولوی اشرفعلی تھانوی کی ''نیل الشفاء''۔

(۲)۔مولوی عبدالمجید بچھرایونی کی ''مزید المجید''۔

(۳)۔مولوی محمد روح اللہ غفوری کی ''بزرگانِ نقشبندیہ کو خواب میں زیارتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم''۔

(۴)۔مولوی یوسف لدھیانوی کی ''آپ کے مسائل اوران کا حل''۔

فصل نمبر 3:

نقشِ نعلِ اقدس

مشکل کشاء

کوئی شک نہیں کہ حقیقی مشکل کشاء اور کارساز تو اللہ ہی ہے، پھر اسی نے ہمارے واسطے ہر چیز میں برکت بھی رکھ دی، تاکہ ہم ان سے نفع اٹھائیں، کبھی درختوں سے، کبھی چوپائیوں سے، کبھی پانی سے، کبھی مٹی سے، کبھی شمس وقمر سے بلکہ کبھی ایک انسان دوسرے انسان سے، حقیقی مشکل کشاء اس کے سوا اور کوئی نہیں، اور مجازاً ہر نفع مند چیز مشکل کشا ہے، لفظ ''مشکل کشاء'' پر بعض افراد کو بے حد پریشانی اور بدہضمی کی شکایت ہوتی ہے، ایسوں کا علاج بھی طبیب کی پاس ''قبض کشاء'' گولیوں اور دوائیوں کی صورت میں موجود ہوتا ہے، اب فیصلہ مریض کے ہاتھ مٰیں ہے کہ: یا تو شرک کا فتویٰ لگا کر ساری رات درد سے روتا رہے یا پھر قانونِ قدرت اور فضلِ خداوندی سمجھ کر اسے قبول کرے اور آرام پائے، بلکہ غیر مقلد وہابیوں سے ''استاذ الحکماء'' کا درجہ پانے والے ان کے اپنے ''حکیم محمد عبداللہ'' صاحب نے خود کے ایک رسالے بنام ''خواصِ تمباکو'' میں ''تمباکو'' کو مشکل کشا کا درجہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''(۱۳۶) تمباکو کی مشکل کشائی۔۔۔حکایت۔

ایک دن میں۔۔۔۔۔۔عجیب کشمکش اور پریشانی میں مبتلا تھا کہ کیا کیا جائے آخر جوئیندہ یابندہ کے مصداق دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ تمباکو کے گل سوختہ سے مشکل کشائی کا کام لیا جائے چنانچہ حقے کی چلم سے گل سوختہ نکلوا کر داڑھ پر ملوایا گیا پانی نکل کر بالکل آرام آگیا''۔

(خواص تمبلکو صفحہ 70 ادارہ مطبوعاتِ سلیمانی لاہور)

خود ہی سوچ لیجیے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمہائے مبارک کی نسبت سے فیضیافتہ نقشِ نعل اقدس کو وسیلہ بنا کر اللہ سے مشکل کشائی چاہنا کس قدر مجرب عمل ہوگا، کہ اہلِ علم کی جماعت نے اسے فقط ایک محبوب عمل ہی قرار نہیں دیا بلکہ

اس پر کئی تجرباتی حکایات وواقعات بھی روایت فرمادیئے، جن میں سے کچھ کو علامہ تلمسانی رحمہ اللہ نے ''فتح المتعال'' میں ثقہ راویوں سے نقل فرمایا چنانچہ ان میں سے چند ایک ملاحظہ فرمائیں!

(۱)۔ نقشِ نعل اقدس کی وجہ سے درد فوراً جاتا رہا:

''قال القاسم بن محمد رحمه الله: حدثني ابو جعفر احمد بن عبد المجيد وكان شيخا عالما عاملا صالحا ورعا، قال: حذوت هٰذا المثال لبعض الطلبة فجائني يوما، فقال لي: رأيت البارحة من بركة هٰذا النعل عجبا، فقلت له: وما رأيت من بركته امرا عجيبا؟ فقال: اصاب زوجتي وجع شديد كاد ان يهلكها فجعلت النعل على موضع الوجع، وقلت: "اللهم ارنا بركة صاحب هٰذا النعل" فشفاها الله تعالٰى للحين''۔

ترجمہ: جناب قاسم بن محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: مجھے جناب ابوجعفر احمد بن عبدالمجید نے بتایا جو کہ استاذ، عالم باعمل، نیک اور متقی تھے، فرمایا کہ: میں نے ایک طالب علم کو یہ نقش اقدس بنا کر دیا تو وہ ایک دن میرے پاس آیا اور بولا: میں گزشتہ رات اس نقشِ اقدس کی عجیب برکت دیکھی ہے، میں نے پوچھا: تو نے اس نقش مبارک کی کون سی عجیب برکت دیکھی؟ بولا: میری بیوی کو اتفاقاً سخت درد نے آگھیرا یہاں تک کہ وہ مرنے کے قریب ہوگئی تو میں نے یہ نقش نعل اقدس اس کے درد والی جگہ پر رکھا اور یوں کہا: ''اللهم ارنا بركة صاحب هٰذا النعل'' اے اللہ! ہمیں اس نقش کے نعل والے صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت دکھلا'' تو اللہ

تعالیٰ نے اسی وقت شفاء دیدی۔(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ251)

(۲)۔لاعلاج پھوڑے سے فوراً نجات ہوگئی:

”حدثنی به رجل من الثقات الصلحاء وهو الشیخ عبد الخالق بن حب النبی المالکی۔انه لما کان نصف رمضان من هٰذه السنة طلع له طلوع فی اسفله لایدری ما هو، واشتدبه الوجع وضعفت قوته وعرضه علی کثیر من الاطباء والذین یعالجون الجراحات، فلم یجد منهم من یعرفه ولا من یعرفه له دواء واشتد به الکرب ثم تذکر هٰذا المثال الشریف ومنافعه فجعله علی محل الوجع وقال: اللهم انی أسألك بحق نبیك محمد صلی الله علیه وسلم من مشی بالنعل ان تعافینی من هٰذا المرض یا ارحم الراحمین، قال: فوالله لقد سکن وجعه وبرأ من یوم، وکأنه لم یکن“۔

ترجمہ: ثقہ صالحین میں سے ایک شخصیت جن کا نام شیخ عبدالخالق بن حب النبی مالکی ہے، انہوں نے مجھے بیان کیا کہ اسی سال نصف رمضان کو انہیں ایک پھوڑا نکل آیا، کسی کی سمجھ میں نہ آیا یہ کیا ہے؟ جس وجہ سے انہیں تکلیف کا احساس شدت سے ہوتا تھا ان کی قوت بھی جاتی رہی انہوں نے بہت سارے طبیب اور زخموں کے معالجین سے رابطہ کیا تو کوئی بھی اس کو سمجھ نہ سکا اور جو سمجھ گیا تو اس کی کوئی دواء تجویز نہ کر سکا، ادھر انہیں تکلیف نے بے حد بے چین کر رکھا تھا پھر ایک دن اس نقش مبارک اور اس کی برکات کا خیال آیا چنانچہ انہوں نے اس نقش

مبارک کو اس درد کی جگہ رکھا اور کہا: اے اللہ! میں تجھ سے تیرے پیارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے سوال کرتا ہوں جو اس نعل میں چلا کرتے تھے مجھے اس مرض سے شفاء عطا فرما اے ارحم الراحمین! فرماتے ہیں کہ: اللہ کی قسم! درد سے افاقہ بھی ہو گیا اور وہ پھوڑا اسی دن درست بھی ہو گیا گویا کبھی تھا ہی نہیں۔ (فتح المتعال للتلمسانی صفحہ252،253)

(۳)۔آنکھیں ٹھیک ہو گئیں:

"واخبرنی بعد هٰذا ان ابنة له اصابها مرض فی عینها اعضل دواء فقالت له: انی سمعتكم تذكرون مثال نعل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فأتونی به، فجاؤوها به فوضعته علی عینها فبرأت".

ترجمہ: (علامہ تلمسانی فرماتے ہیں کہ: شیخ عبد الخالق نے ہی) مجھے یہ بھی بتایا کہ: ان کی بیٹی کی آنکھوں کو ایک ایسا مرض لاحق ہوا جس کے علاج سے طبیب لوگ بھی عاجز آ گئے تو اس نے ان (اپنے والد) سے کہا: میں نے آپ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کے نقش کے بہت سے فائدے بیان کرتے سنا ہے، تو اس نقش کو میرے پاس بھی لائیے جب وہ لے آئے چنانچہ اس بچی نے اس نقش کو اپنی آنکھوں پر رکھا جس کے بعد وہ شفایاب ہو گئی۔ (فتح المتعال للتلمسانی صفحہ253)

(۴)۔بحری جہاز ڈوبنے سے بچ گیا:

"ومنها ما شاهدته عيانا وذٰلك انی لما سافرت من ثغر بطاوین حرسه اللّٰه تعالیٰ فی غراب الجزائر فی ذی القعدة

الحرام من عام سبعة وعشرين الف، وكان ذالك فى معظم البرد والبحر حينئذ مخوف جدا، فهال علينا البحر حتى تكسر المقاديف واشرفنا على الهلال وايس اهل التجربة من النجاة وتأهبوا للموت، وقد كنت ارسلت المثال الشريف لرئيس السفينة به رجاء ببركته وكان من الطاف الله تعالىٰ ان آلت عاقبة الامر الى السلامة وعد ذالك العارفون بأمور البحر علامة للكرامة".

ترجمہ: (علامہ تلمسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:) اس نقش مبارک کی ایک برکت جسے میں نے خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے کہ میں ۱۰۲۷ ہجری ماہِ ذیقعد شریف میں مغربی جزائر میں بحری جہاز پر سوار سفر کر رہا تھا خوفناک سردی اور دریائی موجیں اپنے عروج پر تھیں، اس اثناء میں ہمارے جہاز کے کچھ تختے ٹوٹ گئے جس سے ہم ہلاکت کے قریب پہنچ گئے، اور ہمارے ساتھ موجود تمام سمندری ماہرین بھی اپنی نجات سے ناامید ہو گئے اور موت کے لئے تیار ہو گئے چنانچہ میں نے جہاز کے کپتان کے پاس برکت کی امید پر نقش اقدس بھیج دیا پھر اللہ تعالیٰ نے ہم سب پر کرم فرمایا اور ہم سب کو صحیح سلامت کنارے پر پہنچا دیا اس واقعہ کو سمندری سفر کی جان پہچان والے لوگوں نے نقش پاک کی کرامت کی علامت قرار دیا۔ (فتح المتعال للتلمسانی صفحہ253)

(۵)۔ سمندری طوفان سے نجات:

"وقد اخبرني جماعة ممن اثق بهم انه هال عليهم البحر فتشفعوا بالمثال المعظم وتوسلوا به الى ذى الجلال والاكرام

فمن اللّٰہ علیھم بالفرج التام ببرکة مسرفه علیه الصلوٰة والسلام"۔

ترجمہ: (علامہ تلمسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:) مجھے ایک ثقہ حضرات کی جماعت نے بیان کیا کہ: سمندری سفر کے دوران انہیں طوفان نے آگھیرا، چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نقشِ اقدس کا واسطہ پیش کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تلووں کے نقش کی برکت سے مکمل نجات دیدی۔ (فتح المتعال للتلمسانی صفحہ253)

(٦)۔جان لیوا مرض سے نجات:

"اخبرنی ثقة انه مرض مرضا مخوفا اشرف فیه علی الهلاك، قال: فألهمنی اللّٰه حیث کان فی الاجل فسحة ان أخذت المثال الطاهر المقدس وتوسلت بمشرفة صلی اللّٰه علیه وسلم الی اللّٰه تعالیٰ فحصل الشفاء"۔

ترجمہ: (علامہ تلمسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:) مجھے ایک ثقہ شخص نے خبر دی کہ اس کو ایک ایسا مرض لاحق ہوا جس سے وہ ہلاکت کے قریب ہوگیا، اس نے کہا کہ: اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں اسی وقت یہ خیال ڈالدیا کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین اقدس کے مبارک ومقدس نقش کا اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کروں چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا تو شفاء ہوگئی۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ254)

(۷) دردِ شقیقہ سے نجات:

علامہ سیّد محمد بن موسیٰ بن محمد جمازی حسینی مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"واصابنی داء الشقیقة مؤلما وبقیت مما نالنی متخوفا، فمسحت وجهی بالمثال تبرکا فشفیت من وقتی وکنت علی شفا"

مجھے دردِ شقیقہ (آدھے سر کے درد) کا مرض بڑی شدت سے ہوا مجھے ہر وقت خوف ستانے لگا، چنانچہ میں نے نقشِ اقدس کو اپنے چہرے پر برکت کی نیت سے ملا مجھے اسی وقت شفا مل گئی حالانکہ میں ہلاکت کے قریب تھا۔ (فتح المتعال للتلمسانی صفحہ185)

(۸)۔ مستند بزرگانِ دین کا عمل:

"وکذٰلك عدة من شیوخنا الاعلام وکل ذٰلك منهم یتبرك بمشرفه علیه افضل الصلاة والسلام وطلب الشفاء به من الاسقام"۔

ترجمہ: اسی طرح اپنے وقت کے کئی مستند بزرگانِ دین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلینِ مبارک کے نقشِ اقدس سے تبرک اور بیماریوں میں شفاء حاصل کیا کرتے تھے۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ255)

☆- مجھے میری اہلیہ نے خبر دی کہ میں نے کچھ عرصہ پہلے "ماہنامہ عبقری" کے سن 2016 یا 2017ء کے کسی ایڈیشن میں ایک بزرگ (جن کا نام یاد نہ رہا) کا قول پڑھا تھا، فرماتے ہیں کہ: "مجھے جب بھی کوئی حاجت درپیش ہوتی ہے، نقشِ نعلین کو اپنے سر پر رکھ کر اس کے وسیلے سے دعاء کرتا ہوں تو میری حاجت بر آتی ہے"۔

نقشِ اقدس کے وسیلے کا منکر بدنصیب ہے:

علامہ تلمسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: "وما ھٰذا بمنکر ولا مستغرب فی التبرك بآثاره صلی الله علیه وسلم " اور وہ بدنصیب ہی ہوگا جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک آثار سے برکت لینے کا منکر ہو کر ان نادر ومبارک اشیاء سے فائدہ حاصل نہ کرے۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ255)

نعلینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصنف کا مشاہدہ:

اس مبارک کتاب کی تصنیف کے دنوں میں میں نے ایک مجلس میں نقشِ نعلِ اقدس کی فضیلت اور برکات کو بیان کیا، اس مجلس میں میرا بڑا نورِ نظر "ابوبکر محمد احمد رضاء المصطفیٰ القادری" بھی موجود تھا، جس کی عمر ابھی محض 8 سال کی ہے، ایک دن میں گھر پر نہیں تھا اس کی داڑھ میں شدید درد ہوا، تو اس نے اپنے دراز سے نعلینِ اقدس کا دھاتی نقش مبارک کا بیج نکال کر اپنے گال پر رکھا اور بولا: اے اللہ! مجھے پیارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین پاک کے اس نقش کے صدقے شفا دیدے، یقین کیجیے! اللہ تعالیٰ نے اسے اسی وقت شفاء دیدی، مجھے اس واقعہ کا اپنی بیوی سے سن کر پتہ چلا تو اس دن میری قلبی کیفیت کا عالم ایسا تھا کہ بیان نہیں کرسکتا، میں اپنے بیٹے کو بار بار چومتا اور اللہ کا شکر ادا کرنے لگا۔ فالحمد للّٰه علیٰ ذٰلك۔

فصل نمبر4:

نقشِ نعلِ اقدس کی تعظیم وتوقیر کرنا

نقشِ نعلِ اقدس کو تعظیم کی نیت سے چہرے یا آنکھوں وغیرہ پر مس کرنے کا کوئی منکر پہلے کبھی نہیں ہوا، یہ جاہلانہ وباء بھی آجکل کی پیداوار ہے، شاید ان بدنصیبوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ: آثارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح برکت لینے کا ثبوت قرآن شریف میں بھی موجود ہے کہ جناب یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا مبارک کُرتہ جناب یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس روانہ کیا اور فرمایا:

﴿اذهبوا بقميصي هٰذا فألقوه على وجه ابى يأت بصيرا﴾

(یوسف:93)

''میری یہ قمیص لے جا کر میرے والد کے چہرے پر ڈالدو ان کی بینائی لوٹ آئے گی''

﴿فلما ان جاء البشير القاه على وجهه فارتد بصيرا﴾

(یوسف:96)

''اس قمیص کو ان کے چہرے پر ڈال دیا تو ان کی بینائی لوٹ آئی''۔

احادیث میں تو ایسی مثالیں شمار سے باہر ہیں، جنکے احاطے کی یہاں گنجائش نہیں، بھر اسی پر اہلِ علم کی بے شمار تصریحات بھی ہیں چنانچہ علامہ تلمسانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''وقد صرح جماعة من ائمتنا المهتدى بهم بتقبيل اسمه الشريف اسمه الشريف صلى الله عليه وسلم فيما هو مكتوب فيه وبتبجيله والتبرك به ووضعه على العيون والرؤوس''

ہمارے جلیل القدر اور مسلم الہدایت ائمہ کرام نے ''ایسی تحریروں کو بوسہ دینے جن میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم شریف ہو، اس کی تعظیم کرنے، اس سے برکت لینے، اسے اپنی آنکھوں اور سروں پر

رکھنے'' کی صاف تصریح فرمائی ہے۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ255دارالکتب العلمیہ بیروت)

چنانچہ مثالِ اقدس کو آنکھ، چہرے یا سر پر رکھنا بھی تعظیم وتوقیر کے قبیل سے ہے جس پر متعدد تصریحات منقول ہیں چند ایک ملاحظہ فرمائیں!

(ا): نقشِ نعلِ اقدس کو آنکھوں پر لگانا:

☆- سابق میں یہ واقعہ شیخ عبدالخالق رحمہ اللہ کی روایت کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ: ان کی بیٹی کی آنکھوں کو ایک ایسا مرض لاحق ہوا جس کے علاج سے طبیب لوگ بھی عاجز آ گئے تو اس بچی نے شفاء کی نیت سے اس نقش کو اپنی آنکھوں پر رکھا جس کے بعد وہ شفایاب ہوگئی۔(فتح المتعال صفحہ253)

☆- علامہ فتح اللہ بیلونی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''واجعله منك على العينين معترفا بحق توقيره بالقلب معتقدا'' اپنے دل سے اس مبارک نقش کی عزت وعظمت کا اعتراف کرتے ہوئے اسے اپنی آنکھوں سے لگا۔(فتح المتعال ص143)

☆- علامہ بیلونی رحمہ اللہ نے مزید فرمایا کہ: ''ووضعناه فوق خد وعين'' اور ہم نے اس مبارک نقش کو اپنے گال اور آنکھوں پر رکھ لیا۔(فتح المتعال ص199)

☆- علامہ تلمسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''فوضعته فوق العيون معظما ومواقرا ولثمته متبركا والدمع من عيني جرى شوقا لاشرف مرسل المصطفىٰ صلى الله عليه وسلم خير الورىٰ'' چنانچہ میں نے اس مبارک نقش کو نہایت تعظیم وتوقیر سے اپنی آنکھوں پر رکھا اور اسے حصولِ برکت کے لئے چومنے لگا، کہ اشرف المرسلین خیر الوریٰ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے شوق میں میری آنکھوں سے آنسو بھی جاری تھے۔(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ153)

☆- علامہ تلمسانی رحمہ اللہ نے مزید فرمایا: ''لما رأت عيني المثال لنعل احمد صلى الله عليه وسلم قد حكى، اجللته ووضعته فوق العيون تبركا'' جب میری آنکھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک نعل کے نقشِ اقدس کو دیکھا تو میں نے اس کی تعظیم کرتے ہوئے اسے برکت کے لئے اپنی آنکھوں پر رکھ لیا۔ (فتح المتعال 253)

(۲)۔ نقشِ نعل اقدس کو سر پر رکھنا یا عمامہ پر لگانا:

☆- علامہ ابوبکر احمد بن ابی محمد عبد اللہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''ضعها على اعلىٰ المفارق انها حقيقتها تاج وصورتها نعل'' اس نقشِ اقدس کر اپنے سر کی بلند جگہ پر لگا کیونکہ یہ حقیقت میں تاج ہے اگرچہ صورت نعل کی ہے۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ210)

☆- علامہ فتح اللہ بیلونی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''فاجعله فوق الرأس منك تبركا'' پس تو نقشِ اقدس کو برکت کے لئے اپنے سر پر رکھ۔ (فتح المتعال صفحہ 203)

☆- علامہ بیلونی رحمہ اللہ نے مزید فرمایا: ''ونلثم حبا للنبی كرامة ونجعل فوق الرؤس تاجا موقرا'' ہم اس نقش اقدس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے تعظیما چومتے ہیں اور اپنے سروں پر اسے عزت والا تاج بنا کر رکھتے ہیں۔ (فتح المتعال للتلمسانی صفحہ157)

☆- علامہ تلمسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''فاجعله فوق الرؤوس تاجا'' تو نقشِ نعل اقدس کو سروں پر تاج بنا کے رکھ۔ (فتح المتعال للتلمسانی صفحہ219)

☆- مزید فرماتے ہیں کہ: ''من-لازم جعله في عمامته لقصد أمور،

منها : التقدم علی ابناء جنسه، ولم یکن فی العلم بذالك فحصل له ما طلب الامامة والتقدم مع حضور من هو احق منه بذالك والجاه العظیم ''جوکوئی شخص ۔۔اس نقشِ اقدس کو اپنے عمامہ پر اس مقصد سے لگائے کہ وہ اپنے ہم منصبوں سے ترقی کر جائے، کوئی شخص علم میں اس کی برابری نہ کر سکے، تو وہ اسے پالے گا جس مرتبے کا وہ امیدوار ہے یہاں تک کہ عظیم درجے کا بھی وہ دوسروں سے زیادہ حقدار سمجھا جائے گا۔(فتح المتعال للتلمسانی صفحه252)

☆۔نیز فرمایا:''لله مثال نعل تاج العرب'' اللہ کی قسم! نقشِ نعلِ اقدس تو عرب کا تاج ہے۔(فتح المتعال للتلمسانی صفحه120)

☆۔یہ بھی فرمایا:''فاجعله تاجا وعظم قدره فله فضل عظیم ونفع اجره فاقا'' اس نقشِ اقدس کو تاج بنا اور اس کی تعظیم کر کیونکہ اس کی فضیلت بہت بلند ہے اور فوائد بہت زیادہ ہیں۔(فتح المتعال للتلمسانی صفحه196)

☆۔علامہ عبدالمنعم بویطی زینی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:''فلازم وضعه من فوق رأس تنل عزا واجلالا وجاها'' تو نقشِ اقدس کو ہمیشہ اپنے سر پر رکھ تیری عزت، جلال اور رتبے میں اضافہ ہوگا۔(فتح المتعال للتلمسانی صفحه234)

☆۔علامہ ابوالخیر محمد بن محمد جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:''فاجعله فوق الرأس واخضع واعتقد، وتعال فیه واوله التقبیلا، ومن یدعی الحب الصحیح فانه یبدی علی ما یدعیه دلیلا'' تو نقشِ اقدس کو اپنے سر پر رکھ، عاجزی کر، حسنِ عقیدت رکھ، اس میں گم ہو جا بلکہ سب سے پہلے اسے بوسے دے، کیونکہ جو شخص سچی محبت کا دعویٰ کرتا ہے، وہ اپنے دعوے کی دلیل بھی دیتا ہے۔

(فتح المتعال ص242)

☆۔علامہ سراج الدین عمر بلقینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:''ضعه علی رأس

تجد بر کاته واحذر سبیل الکبر سبل شقیه ''اس نقشِ اقدس کو اپنے سر پر رکھ، برکتیں پائے گا اور تکبر کی راہ سے بچ کیونکہ وہ بدبختی کی راہ ہے۔

(فتح المتعال:244)

☆- علامہ محمد بن فرج سبتی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: ''ضعوها کمثلی فوق أرؤوسکم ''چلو میری طرح تم بھی اس نقشِ اقدس کو اپنے سروں پر رکھ لو۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ165)

☆- علامہ ابوالحاکم مالک بن عبدالرحمٰن بن المرجل سبتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''مثال لنعلی من احب حویته فها انا فی یومی ولیلی لاثمه اجر علی راسی ووجهی ادیبه والثمه طورا وطورا الازمه ''میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ نعل اقدس کو بے حد چاہتا ہوں، اور رات دن اسے بوسے دیتا ہوں، اپنے سر اور منہ پر اسے رکھتا ہوں، کبھی چومنے لگتا ہوں اور کبھی سینے سے لگالیتا ہوں۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ223) و (مواهب اللدنیه للقسطلانی)

☆- علامہ ابوعثمان سعید بن حکم قرشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''برأسی مثال لنعل القدم ''قدم مبارک کا نقشِ نعلِ اقدس میرے سر پر۔ (فتح المتعال ص230)

☆- علامہ شیخ الاسلام ابوالحسن زعینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''والقته ایدینا مکان العمائم ''اور ہمارے ہاتھوں نے اس نقشِ اقدس کو عمامہ کی جگہ پر رکھا ہے۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ228)

☆- علامہ تلمسانی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''وقد رأیت شخصا انتهی الی طریقه لم یر عنها مائلا ادام وضعه لدی عمامته فنال ما امّل من عمامته ''میں نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنا مقصد پانا چاہتا تھا لیکن وہ اس سے بہت

دور تھا چنانچہ اس نے نقشِ نعلِ اقدس کو اپنے عمامہ پر لگانا شروع کر دیا تو اس نے اپنا مطلوبہ عہدہ پالیا۔ (فتح المتعال للتلمسانی صفحہ 267)

(۳)۔ نقشِ نعل اقدس پر پیشانی رکھ دینا:

☆- علامہ شرف الدین عیسیٰ بن سلیمان طنوبی مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''واجعل جبينك فوقه متبركا تحوى الفخار وغاية الامال'' اور اپنی پیشانی کو برکت کے لئے نقشِ اقدس پر رکھ دے اس سے تجھے فخر اور بلند درجات حاصل ہوں گے۔ (فتح المتعال للتلمسانی صفحہ 212)

☆- کسی نامعلوم بزرگ کا قول ہے کہ: ''هٰذا مثال النعل نعل المصطفٰى صلى الله عليه وسلم خير البرية احمد خير الورٰى فامسح به حر الجبين تبر كا'' یہ خیر البریہ خیر الوریٰ جناب احمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کا نقش ہے لہٰذا برکت کی نیت سے اس پر اپنی گرم پیشانی لگا دے۔ (فتح المتعال للتلمسانی صفحہ 150)

☆- ایک اور نامعلوم بزرگ کا قول یوں ہے کہ: ''وامسح جبينا به مستشفيا'' اور اپنی پیشانی کو شفاء کی نیت سے اس نقشِ اقدس کے ساتھ پھیر۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ 165)

☆- علامہ ابو سرور بن نور الدین شعراوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''وارى جبهتي تمرغ والخد بنعل من حقها ان تقبل'' میں اپنی پیشانی اور گال کو نقشِ نعلِ اقدس کے ساتھ مس کرتا ہوا دیکھتا ہوں جس کا حق یہ ہے کہ: اسے چوما جائے۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ 221)

☆- علامہ تلمسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''وامسح جبينا به مستشفيا نعلا من كان يشفى به الامراض والضرر'' اور اپنی پیشانی شفاء کی نیت سے

اس نقشِ نعلِ اقدس سے لگادے جس سے امراض اور تکالیف میں شفاء ملتی ہے۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ291)

☆- کسی نامعلوم بزرگ کا یہ قول ہے کہ: ''واخضع له وامسح جبينك ولتكن متبركا ابدا به متوسلا'' اس نقشِ اقدس کے سامنے عاجزی کراور اپنی پیشانی اس پر لگا اور ہمیشہ اس سے برکت اور وسیلہ پکڑنے والا ہوجا۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ240)

(۴)۔ نقشِ نعل اقدس کو چہرے اور گالوں پر مس کرنا:

☆- علامہ تلمسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''وقد رأيت غير مرة مولاى العم الامام سقى الله ضريحه من الرحمة صوف الغمام يمرغ وجهه وشبيته النيرة على المثال، وكذالك عدة من شيوخنا الاعلام'' میں نے اپنے آقا پیشوا چچا جان کو اکثر دیکھا اللہ ان کو اپنی رحمتوں سے سیراب فرمائے وہ اپنے چہرے اور اپنی سفید داڑھی کو نقشِ اقدس پر رگڑتے تھے، اور اسی طرح ہمارے متعدد مستند بزرگانِ دین بھی کیا کرتے تھے۔ (فتح المتعال للتلمسانی صفحہ255)

☆- علامہ فتح اللہ بیلونی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''تمثال نعال سيّد الرسل اذا مرغت به الخدود لم تخش اذا'' یہ جناب سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا نقشِ نعل ہے جب اس پر گالوں کو ملا جائے تو پھر کوئی ڈر نہیں۔ (فتح المتعال للتلمسانی صفحہ146)

☆- نیز فرمایا: ''امرغ منه الخدفيه مقبلا'' میں نقشِ اقدس کر چومتے ہوئے اس پر اپنے گالوں کو مل لیتا ہوں۔ (فتح المتعال للتلمسانی صفحہ156)

☆- یہ بھی فرمایا کہ: ''فياحبذا تمثال نعل مكرم رفعت بتمريغ الخدود به رأسا ويافوز من ادناه حبا لصدره ويا سعد من بالخد يوما

له مسا" ہائے نقشِ نعل اقدس کس قدر خوبصورت ہے، جس پر گال ملنے والوں کے سر فخر سے اونچے ہوجاتے ہیں، ہائے کامیابی ہے اس کے لئے جس نے محبت کے ساتھ اس نقش اقدس کو اپنے سینے سے لگایا، ہائے خوش قسمتی ہے اس شخص کی جس نے کسی ایک دن بھی اپنے گال اس سے مس کئے۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ161)

☆- علامہ سیّد محمد جمازی حسینی مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: "فمسحت وجهی بالمثال تبر کا" میں نے نقشِ اقدس پر اپنا چہرہ مَلا۔

(فتح المتعال ص185)

☆- علامہ جمازی حسینی مالکی رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں کہ: "فقبله لثما وامسح الوجه موقنا" تو بھی اس نقش اقدس کو بوسہ دے اور یقینِ کامل کے ساتھ اپنے چہرے پر مَل۔(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ153)

☆- نیز مزید فرمایا: "امرغه صباحا مع مساء علی وجهی" میں دن رات نقشِ اقدس کو اپنے چہرے پر ملتا رہتا ہوں۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ120)

☆- علامہ صدر الامراء عثمان بیک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: "وعفر الوجه والخدین" اپنا چہرہ اور گال نقشِ اقدس پر مَل۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ226)

☆- علامہ عبدالحق بن عبدالقادر قنوی شافعی انصاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: "وعفرن فيه حر الوجه مغتبطا" اپنے چہرے کی گرمی کو نہایت خوشدلی کے ساتھ نقشِ اقدس میں ضرور مَل۔(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ227)

☆- علامہ تلمسانی رحمہ اللہ نے کسی نامعلوم بزرگ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

''امرغ فی مثال النعل وجھی'' میں اپنے چہرے کو نقشِ نعل اقدس پر ملتا ہوں۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ240)

☆- علامہ محمد بن فرج سبتی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''وقبل آثار الحبیب معظما وعفر فیھا الخد شوقا ومرغا'' اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کو تعظیم سے بوسہ دے اور اس نقش اقدس میں اپنا گال شوق سے اچھی طرح مَل۔

(فتح المتعال صفحہ181)

☆- علامہ ابو الحسن علی بن ابراہیم بن محمد بجائی تونسی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اوطأته خدی وقلت تعززی ما شئت یانفسی بھٰذا واشرف'' میرے گال نے اس نقش اقدس کو سہلایا تو میں نے کہا: اے میرے نفس تو اس نقش اقدس کو سہلانے سے عزت وشرف پا گیا۔ (فتح المتعال للتلمسانی صفحہ183)

☆- علامہ ابو الیمن ابن عساکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''صافح بھا خدا و عفر وجنة'' اس نقشِ اقدس کو اپنے گال سے مل اور رخسار سے رگڑ۔

(فتح المتعال:211)

☆- علامہ شرف الدین عیسیٰ بن سلیمان طنوبی مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''ضعه علی خدیك'' اس نقشِ اقدس کو اپنے گالوں پر رکھ۔

(فتح المتعال ص212)

☆- علامہ محمد بن موسیٰ جمازی مالکی حسنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''فلقد قنعت برؤیتی آثارہ فأمرغ الخدین فی اظلاله'' میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کو دیکھ کر ہی قناعت کر لیتا ہوں چنانچہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ نعل اقدس پر اپنے گالوں کو مل لیتا ہوں۔ (فتح المتعال للتلمسانی صفحہ217)

☆- علامہ ابو الحکم مالک بن المرجل سبتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''اصك به

خذی واحسب وقعة علی وجنتی خطوا هناك یداومه ‘‘ میں اس نقشِ اقدس کو اپنے گال پر رکھ کر سہلاتا ہوں اور یہ خیال کرتا ہوں کہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے پہن کر میرے رخسار پر چل رہے ہیں۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ223)

☆- علامہ حافظ ابو الربیع بن سالم کلاعی اندلسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:
’’ومرغ به خدا ‘‘ اور اپنے گال کو اس نقشِ اقدس کے ساتھ رگڑ۔

(فتح المتعال صفحہ131)

(۵) نقشِ نعل اقدس داڑھی پر رگڑنا:

☆- اوپر گزر چکا کہ: علامہ تلمسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے اپنے آقا پیشوا چچا جان کو اکثر دیکھا اللہ ان کو اپنی رحمتوں سے سیراب فرمائے وہ اپنے چہرے اور اپنی سفید داڑھی کو نقشِ اقدس پر رگڑتے تھے، اور اسی طرح ہمارے متعدد مستند بزرگانِ دین بھی کیا کرتے تھے۔ (فتح المتعال للتلمسانی صفحہ255)

☆- علامہ تلمسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ’’مرغت شیبی فی مثال النعل قصدا للتقرب ‘‘ میں نے اپنی داڑھی کو حصولِ قرب کی نیت سے نقشِ نعل اقدس پر ملا۔ (فتح المتعال للتلمسانی صفحہ119)

☆- علامہ ابن رشید سبتی رحمہ اللہ نے فرمایا: ’’فمرغ الشیب فی ذاك المثال عسی بذاك شوبك للاعمال یغتفر ‘‘ پس تو اپنی داڑھی کو اس مبارک نقش میں مَل تاکہ تیرے برے اعمال کو بخش دیا جائے۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ148)

☆- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن ابار قضاعی اندلسی بلنسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:
’’مراغی من تمریغ شیبتی فیه ان تسح من الرحمی علی سجال ‘‘ اگر

نقشِ اقدس پر اپنی داڑھی کو ملتے ہوئے میرے آنسوؤں سے ایک برتن بھر جائے تو وہ میرے لئے روغنِ مالش کی حیثیت رکھتا ہے (یعنی میں ان آنسووں کو بھی ضائع نہ ہونے دوں)۔(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ215)

☆- علامہ تلمسانی رحمہ اللہ نے کسی نامعلوم بزرگ کی طرف سے یہ بھی نقل فرمایا کہ: ''امرغ فی المثال بیاض شیبی'' میں نقشِ اقدس میں اپنی داڑھی کو ملتا ہوں۔(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ240)

(٦)۔نقشِ نعل اقدس کو سینے سے لگانا:

☆- علامہ فتح اللہ بیلونی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''الصق الصدر الیہ شغفا'' اپنا سینہ انتہائی محبت سے اس نقشِ اقدس کے ساتھ لگائے رکھ۔

(فتح المتعال ص196)

تنبیہ : ہر سرکاری وغیر سرکاری محکمے یا سیاسی پارٹیوں کے کچھ علاماتی نشان ہوتے ہیں جنہیں سٹیکر یا بیج کی صورت میں پہچان کے طور پر لوگ اپنے سینوں یا ٹوپیوں پر لگائے رکھتے ہیں جن میں سے کچھ تو جانوروں کی تصاویر پر ہوتے ہیں، ان سٹیکرز یا بیجز پر کوئی انگلی نہیں اٹھاتا، تو ہم اہلِ محبت کے سینوں، ٹوپیوں اور عماموں پر نقشِ نعل اقدس دیکھ کر کسی کو تکلیف کیوں ہو؟ فتنوں بھرے اِس دور میں جہاں فرقہ پرستی عروج پر ہے، اپنے اور پرائے کی پہچان مشکل ہوگئی ہے، نقشِ نعلِ اقدس ہم اہلِ محبت کا علامتی نشان ہے، بلکہ اہلِ علم حضرات کی مذکورہ بالا تمام تصریحات اور فتاویٰ سے معلوم ہو چکا کہ: بلاشبہ نقشِ اقدس کی اس طرح تعظیم بہرصورت جائز بلکہ صدیوں سے جاری انتہائی محبوب و مستحسن عمل ہے اور گناہوں کی مغفرت اور ترقیءِ درجات کا سبب ہے، چاہے کوئی اسے اپنے عمامہ شریف پر لگائے رکھے، چاہے کوئی بیج کی صورت میں سینے سے لگائے رکھے، کسی صورت بھی حرام یا ناجائز نہیں، ہاں احتیاط

لازمی ہے کہ نقشِ اقدس کی بے ادبی نہ ہو، نماز پڑھتے ہوئے اگر عمامہ شریف سے لگائے رکھے گا تو زمین پر لگنے کا اندیشہ ہے جسے ہمارے عرف میں بھی بے ادبی سمجھا جاتا ہے لہٰذا نماز پڑھنے سے پہلے اُسے اتار لے، یا کسی ایک طرف لگا لے تاکہ بے ادبی نہ ہونے پائے، نیز اسے لگا کر بیت الخلاء وغیرہ میں نہ جائے، کیونکہ شرعاً آثارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب واحترام بیحد مقصود ومطلوب ہے۔

(۷)۔ نقشِ نعل اقدس کی زیارت کے لئے درود پڑھنا اور قیام کرنا:

☆- علامہ شرف الدین عیسیٰ بن سلیمان طنوبی مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ”واجعله محرابا صل به على من جاء بالذكر“ اور تو اس نقشِ اقدس کو سامنے رکھ کر اس ہستی پر درود بھیج جو قرآن لے کر تشریف لائے۔

(فتح المتعال صفحہ212)

☆- علامہ تلمسانی رحمہ اللہ کسی نامعلوم بزرگ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ: ”یا مبصری مثال نعل محمد صلى الله عليه وسلم صلوا عليه وسلموا تسليما ،قوموا لرؤيته قيام تجلد ثم الثموه وكرموا تكريما“ اے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ نعلِ اقدس کو دیکھنے والو! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور خوب سلام بھیجو پھر اس کی زیارت کے لئے ادباً کھڑے ہو جاؤ پھر اسے چومو اور اس کی خوب تعظیم کرو۔ (فتح المتعال صفحہ230)

☆- علامہ قاسم قنبوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ”وما كنت بالموفيه حقا لو انني على الرأس اجلالا له قمت لا القدم“ اگر میں اس نقشِ اقدس کی زیارت کے لئے اپنے قدموں کی بجائے سر کے بل بھی کھڑا ہو جاؤں تو بھی اس کی تعظیم کا حق ادا نہ ہو سکے۔ (فتح المتعال صفحہ281)

تسکینِ جاں کے لئے اسی قدر دلائل پر اکتفاء ہے۔

نقشِ نعلِ اقدس کی تعظیم کیوں؟

حضور حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ اسی متعلق ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے یوں فرماتے ہیں کہ:

اعتراض: ''نقشہ نعلین'' اصل نعلین شریف نہیں، یہ تو تمہاری روشنائی، تمہارے قلم سے بنایا ہوا فوٹو ہے، پھر اس کی تعظیم کیوں کرتے ہو؟

جواب: یہ نقشہ اصل نعلین کی نقل اور اس کی حکایت ہے، حکایت کی بھی تعظیم چاہیے، لاہور کا چھپا ہوا قرآن شریف، اس کا کاغذ و روشنائی آسمان سے نہیں اتری، ہماری بنائی ہوئی ہے، مگر واجب التعظیم ہے کہ اس اصل کی نقل ہے، ہر ماہ ربیع الاول ہر دوشنبہ (پیر کا دن) معظم ہے کہ اصل کی حاکی (حکایت کرنے والی) ہے۔

(جاء الحق صفحہ 378 (تعظیمِ تبرکات پر اعتراض) نعیمی کتب خانہ گجرات)

فصل نمبر ۵:

نقشِ نعلِ اقدس

کو بوسہ دینا

اس سلسلہ میں بے شمار اقوال ہیں جن میں سے چند ایک کے نقل پر اکتفاء بالشفاء ہے ملاحظہ فرمائیں!

☆ - علامہ حافظ ابو الربیع بن سالم کلاعی اندلسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''یا ناظرا تمثال نعل نبیه قبل مثال النعل لا متکبرا'' اے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ نعل اقدس کو دیکھنے والے، نقشِ نعلِ اقدس کو چوم اور تکبر نہ کر۔

(فتح المتعال: صفحه108)

☆ - علامہ فتح اللہ بیلونی حلبی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''فالثمه مصلیا علیه مائة'' پس تو اس نقشِ اقدس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہوا سو بار چوم۔ (فتح المتعال للتلمسانی صفحه117)

☆ - علامہ بیلونی رحمہ اللہ نے مزید فرمایا اور کیا خوب فرمایا: ''فقبله الفا وقل واحدا'' ہزار بار چوم اور کہہ: یہ ایک بار ہے۔ (فتح المتعال للتلمسانی صفحه130)

☆ - بلکہ یوں بھی فرمایا: ''والصق به الخدین والثمه جاهدا وقل واحدان ما بلغت به الفا'' اپنے گالوں کو نقشِ اقدس پر لگا اور اسے چومنے لگ جا اور جب تو ہزار پر پہنچے تو کہہ: ایک بار ہوا۔ (فتح المتعال للتلمسانی صفحه249)

☆ - اس طرح بھی فرمایا: ''فقبل مثال النعل منه ولا تقل: بلغت ذری التعظیم منه موقرا'' تو نقشِ نعل اقدس کو چومتا جا اور یہ بھی نہ کہنا کہ میں نے تعظیماً چوم کر توقیر کا حق ادا کر دیا۔ (فتح المتعال للتلمسانی صفحه156)

☆ - یہ بھی فرمایا کہ: ''من قبل مثل نعل طٰهٰ ورحا تفریج کربه ینال الفرجا'' جس نے جناب طٰہٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نقشِ نعلِ اقدس اپنی

پریشانیوں سے چھٹکارے کی نیت سے چوم لیا اسے سکون حاصل ہوگا۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ126)

☆-علامہ محمد بن فرج سبتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''اننی علیل وفی تقبیل شکلك لی البرء'' اے نعل اقدس! بیشک میں بیمار ہوں اور میری شفاء تیرے نقش کو چومنے میں ہی ہے۔ (فتح المتعال للتلمسانی صفحہ116)

☆- علامہ سبتی رحمہ اللہ نے مزید فرمایا: ''ایا مولای یا مولای الفا وبعدہ کذالك الف ثم الف لہ یتل'' میرے آقا! اے میرے آقا! (میں نقشِ اقدس کو) ہزار بار چوموں گا، اس کے بعد اسی طرح ہزار بار پھر چوموں گا بلکہ پھر ہزار بار چوموں گا اور یہ سلسلہ چلتا ہی جائے گا۔ (فتح المتعال للتلمسانی صفحہ205)

☆-مزید فرمایا: ''وقبلہ دائما تقبیل ذی تلذذی'' اسے لذت والی چیز کی طرح ہمیشہ چومتا رہ۔ (فتح المتعال للتلمسانی صفحہ145)

☆-علامہ تلمسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''یا ناظرا تمثال نعل المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فی ذاالکتاب قبلہ الفا ثم زد ماشئت لا تخشی العتاب'' اے جناب مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ نعلِ اقدس کو اس کتاب میں دیکھنے والے! اسے ہزار بار چوم اور کسی کی ناراضگی کا خوف نہ کر۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ119)

☆-مزید فرمایا: ''فحق ناظر ان یسعی الی لثمہ سعیا حثیثا'' پس نقشِ اقدس کو دیکھنے والے پر لازم ہے کہ: اسے چومنے کے لئے تیز دوڑتا ہوا آئے۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ254)

☆-یوں بھی فرمایا: ''فقبلہ واعرف حقہ وارع قدرہ'' اس نقشِ اقدس کو چوم اور اس کا حق پہچان اور اس کی قدر کر۔ (فتح المتعال للتلمسانی صفحہ171)

☆- نیز اس طرح بھی فرمایا: ''طوبیٰ لمن قبله منبئا بلثمه عن حبه الراسخ'' اس نقشِ اقدس کو چومنے والے کو اس خبر کی مبارک ہو کہ یہ چومنا اس کی پختہ محبت کی علامت ہے۔(فتح المتعال للتلمسانی صفحه130)

☆- علامہ قاضی شمس الدین محمد بن ضیف اللہ ترابی رشیدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''فبادر والثم الآثار منها لقصد الفوز فی یوم الحساب'' جلدی کر اور نقش نعلِ اقدس کے نشانات کو یومِ حساب میں کامیابی کی نیت سے چوم لے۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحه120)

☆- علامہ ابوالحسن علی بن محمد فاسی شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''لئن قبلوا الففا نزد نحن بعدهم علی الالف ما یستغرق الالف والُالفا'' البتہ اگر وہ لوگ ہزار بار چومیں گے تو ان کے بعد ہم ان کے ایک ہزار پر اتنے ہزار بڑھائیں گے کہ ان کا ہزار ہمارے ہزاروں میں ہی چھپ کر رہ جائے۔(فتح المتعال صفحه186)

☆- مزید فرمایا: ''وایقنت انی اذ ظفرت بلثمها'' مجھے یقین ہے کہ میری کامیابی اس نقشِ اقدس کے چومنے میں ہی ہے۔(فتح المتعال صفحه237)

☆- علامہ سراج الدین عمر بلقینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''قبل مثال النعل متضعا له'' عاجزی کرتا ہوا نقشِ نعلِ اقدس کو چوم لے۔(فتح المتعال صفحه244)

☆- علامہ ابو الخیر محمد بن محمد جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''وتعال فیه واوله التقبیلا'' نقشِ اقدس کی طرف آ لیکن پہلے اسے چوم۔

(فتح المتعال صفحه242)

☆- کسی نامعلوم بزرگ نے فرمایا: ''والثمهن عشرا بعد عشر کما لثم المعشوق به خیالا'' نعلِ اقدس کے مبارک نقوش کو دس کے بعد پھر دس مرتبہ چوم، جس طرح خیالوں میں معشوق کو چوما جاتا ہے۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحه240)

☆- علامہ سیّد محمد بن موسیٰ جمازی مالکی حسینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ”یا ناظرا هٰذا المثال فلا تکن متغافلا عن لثمه تعظیما“ اے اس نقشِ اقدس کو دیکھنے والے! اسے تعظیماً چومنے سے غافل نہ رہ جانا۔ (فتح المتعال صفحہ 225)

☆- علامہ ابوالیمن ابن عساکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ”والثم ثری الاثر الاثیر فحبذا ان فزت منه بلثم ذا التمثال“ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یادگاروں کی خاک بوسی کر، زہے نصیب اگر تجھے نقشِ اقدس کو چومنے کا موقعہ مل جائے۔ (فتح المتعال للتلمسانی صفحہ 211)

☆- علامہ محمد بن ابراہیم بن بزیزہ تمیمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ”فبادلك البشری بلثم مثالها“ نقشِ نعلِ اقدس کو چوم کر بدلے میں بشارت پالے۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ 210)

☆- علامہ ابوالحکم مالک بن المرحل سبتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ”اری لثمه مثل التیمم مجزیا فالثمه حتی اقول سینغط“ میرے نزدیک نعل مبارک کے قائم مقام نقشِ اقدس کو چومنا ایسے مشروع ہے جس طرح وضو کا قائم مقام تیمّم، چنانچہ تو اس نقشِ اقدس کو اس طرح چومتا جا کہ میں کہہ اٹھوں کہ: اب یہ تیرے ہونٹوں کی تری میں ہی ڈوب جائے گا۔ (فتح المتعال للتلمسانی صفحہ 173)

☆- علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مکلانی فاسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ”تحسده الزرقاء فی لثمه“ عقل کے اندھے اور کمینے لوگ ہی نقشِ اقدس کو چومنے سے حسد کرتے ہیں۔ (فتح المتعال للتلمسانی صفحہ 166)

المختصر! اس سلسلہ میں بہت کچھ منقول ہے، یہاں اس قدر پر ہی اکتفاء ہے۔

فصل نمبر ٦:

نقشِ نعلِ اقدس

کو مسجد، گھر یا دوکان کی دیوار پر لگانا

تجربے سے ثابت ہے کہ جس جگہ نقشِ نعل مبارک کو دیوار پر لگایا جاتا ہے وہاں روحانیت کا ایک عجیب احساس ہر وقت رہتا ہے، خواہ وہ جگہ مسجد ہو یا گھر یا پھر کوئی دوکان یا کاروباری مراکز وغیرہ، چنانچہ اس پر بھی اہلِ علم کا عمل رہا ہے، مثلاً!

☆- علامہ ابوبکر احمد بن عبداللہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''ضعها علی اعلیٰ المفارق'' اس نقشِ اقدس کو بلند جگہوں پر لگا۔ (فتح المتعال للتلمسانی صفحہ210)

☆- علامہ محمد قصار مغیثی غرناطی رحمہ اللہ جو شہرِ ''فاس'' کے مفتیِ اعظم، عظیم محدث اور امام تھے ان کا واقعہ علامہ تلمسانی رحمہ اللہ نے یوں بیان فرمایا کہ:

''حدثنی بها غير واحد من الثقات عنه وذالك انه كان فی حال صغره قاعدا مع بعض قرابته فی اسفل دار لهم عظيمة البناء ذات مبانی عالية وغرف سامية كما هو شأن بنيان فاس، وخصوصا بنيان الاكابر منهم، وكان المثال المعظم فوق رؤوسهم فی الحائط علی قدرما اذا وقف الانسان حاذی رأسه فكان من قدر اللّٰه ان سقط اعلیٰ الدار علی اسفلها وتهدم فقطع الناس بموتهم وبقوا اكثر من يوم يحفرون عليهم ليدفنوهم، فلما وصلوا اليهم وجدوهم احياء من بركة المثال لم يصبهم سوء، اذ كان من لطف اللّٰه بهم وجميل صنعه مالم يخطر بالبال وهو ان الجوائز التی كان البيت مسقفا بها لما سقطت خيمت عليهم وصارت اعاليها فوق الموضع الذی فيه المثال مسندة علی الحائط واسافلها ثابتة فی الارض وكلما سقط جاء فوقها وهی واقية

لهم وتراكم عليها من التراب والحجارة وغيرهما امثال الجبال وهم تحتها فسبحان من انقذهم من التلف ببركة المصطفیٰ صلی الله عليه وسلم"۔

ترجمہ: مجھے بہت سارے ثقہ حضرات نے خبر دی کہ علامہ محمد قصار رحمہ اللہ اپنے بچپن میں بعض اقرباء کے ساتھ اپنے گھر کی ایک بڑی دیوار کے قریب بیٹھے ہوئے تھے، اس گھر کی دیواریں بہت بڑی اور کمرے بہت بلند تھے جیسا کہ شہرِ ''فاس'' کی عمارتیں عام طور پر ہوا کرتی ہیں، اس دیوار میں ان لوگوں کے بالکل اوپر نقشِ نعلِ اقدس اس قدر اونچائی پر لگا ہوا تھا کہ اگر کوئی انسان کھڑا ہو تو اس کا سر اس نقشِ اقدس کے برابر ہو جائے، قدرت خداوندی کہ اچانک اوپر والی دیوار نچلی دیوار پر گر گئی اور عمارت منہدم ہو گئی، باہر والوں کو یقین ہو گیا کہ اندر موجود سبھی افراد نیچے دب کر ہلاک ہو گئے، اس واقعہ کو ایک دن سے زیادہ عرصہ گزر گیا، بعد میں لوگوں نے اس ملبے کو ہٹانا شروع کیا تاکہ دبے ہوئے لوگوں کو نکال کر دفن کر دیا جائے، جب وہ لوگ ان تک پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ: وہ سبھی افراد اس نقشِ اقدس کی برکت سے زندہ موجود تھے، انہیں کسی قسم کی کوئی تکلیف بھی نہیں پہنچی تھی، یہ ان پر صرف اللہ کا فضل و کرم ہی تھا، ہوا کچھ یوں کہ: جب اوپر والی دیوار گری تو نقش والی دیوار اپنی جگہ قائم رہی جس سے وہ خیمہ کی مانند ہو گئی اور بقیہ دیواریں انہی دیواروں پر گرتی رہیں پھر مٹی اور سنگ ریزوں کا ڈھیر انہی دیواروں پر جمع ہو گیا اور یہ لوگ ان دیواروں کے نیچے بڑے آرام سے رہے، پس پاک ہے وہ ذات جس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اس کو اس

نقصان سے نجات عطا فرمائی۔ (فتح المتعال للتلمسانی صفحہ 252،268)

☆- ''فتح المتعال'' کے اردو ترجمہ ''فضائلِ نعلینِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم'' کے تیسرے ایڈیشن کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ:

''دمشق کی قدیم اور معروف مسجد السنجقدار کے محراب پر نعلین پاک کے عکس کے اوپر درج ذیل رباعی تحریر ہے جو سلف صالحین کی آقا علیہ الصلاۃ والسلام کے نعلین اقدس سے والہانہ تعلق کی عکاسی کرتی ہے، جو عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مشعلِ راہ بھی ہے اور بین ثبوت بھی:

یا ناظر المثال نعل نبیه   قبل مثال النعل لا متکبرا

وامسح بوجهك لو الفیت قدم النبی ﷺ مروحا مِتکبرا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے (نقشِ) نعلین مبارک کو دیکھنے والے عجز وانکساری کے ساتھ نعلین کی تصویر کا بوسہ لو اور اگر قدمِ پاک کے نشان کو پاؤ تم اسے انتہائی خوشی اور فخر کے ساتھ اپنے چہرے سے لگاؤ۔

دمشق کے محلّہ ''السنجقدار'' میں یہ جامع مسجد واقع ہے، پہلے اس مسجد کا نام جامع حشر تھا، دمشق میں سلطنتِ مملوکیہ کے نائب ''ارغون شاہ'' نے اسے تعمیر کروایا، ۷۵۰ھ مطابق 1349ء میں ارغون شاہ کا قتل ہوا، عہدِ عثمانی ۱۰۰۸ھ مطابق 1599ء میں ''سنان آغا الینکجریہ'' کی طرف سے اس مسجد کی تعمیر نو ہوئی، اس مسجد کے اہم آثار میں پتھر کا خوبصورت سامنے کا منظر ہے، اور اس کے گیٹ کے کچھ حصے اور دلکش مئذنہ (اذان دینے کی جگہ) ہے، اس جامع مسجد کے محراب کی تصویر سعودی ایرلائنس کے رسالہ ''اھلاً وسھلاً'' شمارہ نمبر ۱۲ شعبان ورمضان ۱۴۲۰ھ صفحہ ۶۳ سے ماخوذ ہے''۔

(فضائل نعلین حضور صلی اللہ علیہ وسلم (تیسرا ایڈیشن) صفحہ 123،124 ناشر محمد طفیل)

لہٰذا دیوار خواہ گھر کی ہو یا مسجد کی، نقشِ نعلِ اقدس لگانا مستحسن عمل ہے، اس دور سے آج تک کے اہلِ علم کی جانب سے اس عمل پر ممانعت کی نہ تو کوئی تصریح موجود ہے اور نہ ہی اس سے روکنے کی کوئی معقول وجہ۔ واللہ اعلم ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

فصل نمبر۷:

نقشِ نعلِ مقدس کو

قبر میں میت کیساتھ رکھنا

نقشِ نعل مبارک کو برکت اور میت پر آسانی کے لئے اس کے ساتھ قبر میں رکھ دینا بلاشبہ جائز بلکہ ایک اچھا عمل ہے، خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے تبرکاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قبروں میں برکت کی نیت سے رکھوانا ثابت ہے چنانچہ!

جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی قبر میں تبرکات:

☆ - علامہ تلمسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”عند جماعة منهم معاوية رضى الله عنه شعر النبى صلى الله عليه وسلم حتى انه امر ان يدفن معه فى قبره تبركا به وتشفعا وتوسلا بصاحبه صلى الله عليه وسلم“

صحابہ کی ایک جماعت کے پاس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک تھے جن میں سے کچھ جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھی تھے چنانچہ انہوں نے وصیت کی تھی کہ انہیں ان کے ساتھ ان کی قبر میں ہی دفن کیا جائے تاکہ ان کے ذریعے برکت، شفاعت اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ حاصل ہو۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ259)

☆ - علامہ ابن عساکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دو تیر عطا فرمائے اور فرمایا: یہ دونوں اسلام کے تیر ہیں انہیں پکڑلو تم ان کے ساتھ مجھے جنت میں ملو گے، چنانچہ جب جناب معاویہ رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے تو وہ دونوں تیر ان کے ساتھ ان کی قبر میں رکھ دیئے گئے، بلکہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں حلق کروایا تو اپنے ناخن مبارک

کے ساتھ ساتھ اپنی داڑھی اور سر کے کچھ بال مبارک، اپنا تہہ بند اور ایک چادر مبارک بھی جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائے جنہیں انہوں نے سنبھال کر رکھ لیا پھر جب جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو ان کی وصیت کے مطابق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تہہ بند اور چادر مبارک میں انہیں کفن دیا گیا، بال اور ناخن مبارک ان کے ساتھ ان کی قبر میں ان کی آنکھوں اور اعضاء سجدہ پر رکھ کر انہیں دفن کر دیا گیا۔

(تاریخ ابن عساکر جلد32 صفحہ259، 260، 350 دار الکتب العلمیہ بیروت)

جناب عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کی قبر میں تبرکات:

اسی طرح علامہ تقی الدین مقریزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب جناب عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ ایک جنگ سے لوٹے تو انکا چہرہ بری طرح زخمی تھا، چنانچہ

"مسح علی وجهه ودعا له وقطع له قطعة من عصاه فقال: امسك هٰذه علامة بيني وبينك يوم القيامة اعرفك بها، فانك تأتي يوم القيامة متخصرا، فجعلت معه في قبره تلي جلده"

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چہرے پر اپنا دستِ اقدس پھیرا اور ان کے لئے دعاء فرمائی اور انہیں اپنے عصا مبارک کا ایک ٹکڑا کاٹ کر دیا اور فرمایا: اسے اپنے پاس رکھو یہ تمہارے اور میرے درمیان قیامت کے دن ایک علامت ہوگی، میں تمہیں اس سے پہچانوں گا، کیونکہ تم قیامت کے دن اسی پر ٹیک لگاتے ہوئے آؤ گے، چنانچہ جب وہ فوت ہوئے تو وہ عصا مبارک کا ٹکڑا ان کے جسم کے ساتھ ہی ان کی قبر میں رکھا گیا۔

(امتاع الاسماع للمقریزی جلد1صفحہ272دار الکتب العلمیہ بیروت)

جناب ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کی قبر میں تبرکات:

خطیب بغدادی رحمہ اللہ جناب قتادہ رحمہ اللہ کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ: جناب ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر کے پاس سے گزرے جس میں میت کو عذاب ہو رہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ٹہنی پکڑی اور اس قبر پر اسے گاڑ دیا اور فرمایا: جب تک یہ تر رہے گی عذاب اٹھا رہے گا، اور جناب ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے بھی وصیت فرمائی تھی کہ میرے وصال کے بعد میری قبر میں میرے ساتھ دو تر ٹہنیاں رکھ دینا۔۔۔ چنانچہ لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو دفن کرتے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق دو ٹہنیاں بھی قبر کے اندر رکھ دیں۔ (تاریخ بغداد للبغدادی جلد1صفحہ195دار الکتب العلمیہ)

جناب عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کی قبر میں تبرکات:

امام بدر الدین عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جناب عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ ان کے ساتھ ان کی قبر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال اور ناخن مبارک جو ان کے پاس تھے دفن کر دیئے جائیں تو لوگوں نے ایسا ہی کیا۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری للعینی جلد1صفحہ189مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ثابت ہوا کہ قبر میں میت کے ساتھ تبرکات کو رکھنا منع نہیں بلکہ صحابہ کرام کا طریقِ خیر ہے اسی طرح قبر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل شریف کا نقش رکھنا بھی مستحسن اور متبرک عمل ہے جس سے میت کی شفاعت اور بخشش کی امیدِ واثق ہے، اس بارے میں اہلِ علم کے ہاں کوئی اختلاف نہیں بلکہ اس کے حق میں تصریح وارد ہے۔

نقشِ نعلین اقدس قبر میں

☆ ـ ''تحفہ رسولیہ'' کی عبارت:

چنانچہ حضور خواجہ غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری رحمہ اللہ ''تحفہ رسولیہ'' میں فرماتے ہیں کہ: ''وآنکہ نہد در کفش چون سپر گلشن جنت شودا ور اقبر، سہل بود پرسش منکر نکیر داند و بگردند مبشر بشیر''۔

اور جو شخص (قبر میں) اس نقش اقدس کو ہاتھ کی ہتھیلی میں ڈھال کی طرح رکھتا ہے اس کی قبر مثلِ جنت گلزار ہوگی، اس نقشِ نعل مبارک کی برکت سے منکر ونکیر کے سوال کا جواب آسان ہوگا اس شخص کی قبر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے۔

(تحفه رسوليه صفحه 59، 60، 183 مكتبه صديقيه جامع مسجد انوار مصطفىٰ صلى الله عليه وسلم محله رسول پوره مسلم آباد لاهور)

☆ ـ ''سلطان الفقہ'' کی عبارت:

''سلطان الفقہ'' المعروف ''فتاویٰ نظامیہ'' میں مناظر اسلام علامہ محمد نظام الدین حنفی قادری سروری ملتانی رحمہ اللہ اسی سلسلہ کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے یوں لکھتے ہیں کہ:

''**سوال**: آنحضور علیہ الصلاۃ والسلام کے آثار مبارک کو قبر میں تبرکاً میت کے ساتھ رکھنا درست ہے یا نہیں؟ اور بعض لوگ جو نعلین مبارک کا نقشہ بنا کر میت کے ساتھ رکھ دیتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: بے شک میت کے ساتھ کفن یا قبر میں بال مبارک یا ناخن وغیرہ آثار طیبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رکھنے تبرکاً درست ہیں، چنانچہ عمدۃ القاری

شرح صحیح البخاری جلد اول صفحہ ۱۳۳ میں بایں طور مذکور ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے "اوصی ان یدفن معه شیء کان عنده من شعر رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم واظفاره وقال: اذا مت فاجعلوه فی کفنی فعلوا ذٰلك" (انہوں نے وصیت کی تھی کہ ان کے ساتھ ان کی قبر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال اور ناخن مبارک جو ان کے پاس تھے دفن کر دیئے جائیں اور فرمایا کہ: انہیں میرے کفن میں رکھ دینا تو لوگوں نے ایسا ہی کیا)۔

تحفہ رسولیہ صفحہ ۲۴ میں لکھا ہے کہ: جس میت کے ساتھ نعلین پاک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو یا نقشہ نعلین مبارک کا ہوگا یا جس گھر میں یا جس کے پاس ہوگا وہ ہر ایک آفات سے محفوظ رہے گا، اور عذابِ دوزخ سے نجات پائے گا، اور اس پر فرشتے منکر نکیر وقتِ حساب آسانی کر دیں گے"۔

(فتاویٰ نظامیہ صفحہ 555 اشاعۃ القرآن پبلی کیشنز لاہور)

نقشِ نعلین والا عمامہ قبر میں:

مولانا ڈاکٹر سید غضنفر حسین بخاری صاحب نے اپنی کتاب "میرے بابا جی میرے مرشد کریم" میں فریدِ عصر حضور سیّد صبغۃ اللہ حیدر شاہ رحمہ اللہ (ضلع بہاولنگر تحصیل ہارون آباد) کے بارے میں لکھا ہے کہ:

"حضور بابا صاحب کی عادت شریفہ تھی کہ لباس کے حوالے سے آپ انتہائی سادگی پسند واقع ہوئے تھے، حضرت فریدِ عصر پیر سیّد محمد صبغت اللہ حیدر بخاری سر پر دستار مبارک اوڑھتے تھے، ۱۹ مئی ۲۰۱۳ء کو آپ کا وصال ہوا تو تدفین سے قبل آپ کے سر پر دستار مبارک کے اوپر سنہری رنگ کا نعلین شریفین کا نقش سجایا گیا تھا۔ حضور بابا صاحب کے حجرہ مبارک کی دیوار کے نعلین پاک کی شبیہ مبارک لٹکی رہتی تھی"۔

(میرے بابا جی میرے مرشد کریم صفحہ 29 ایم ایس پبلشرز لاہور)

مصنف کی وصیت:

یہ خاکسار اپنے احباب واقارب کو وصیت کرتا ہے کہ میرے مرنے کے بعد میرے کفن پر نقشِ نعل اقدس بنا دیا جائے، تاکہ مجھ گنہگار روسیاہ کار کی بخشش کا سامان ہو جائے، اگر ایسا کر دیا گیا تو پھر خیر ہی خیر ہوگی۔ للہ فاعملوہ۔

فصل نمبر۸:

نقشِ نعلِ مقدس
کو کتابوں میں بنانا

نعلینِ اقدس کے موضوع پر آج تک 50 سے زائد کتابیں لکھی جا چکی ہیں، نقشِ نعلِ اقدس کو کتابوں میں بنانے اور شائع کرنے کا رواج صدیوں پرانا اور جلیل القدر اہلِ علم اور شمعِ رسالت کے پروانوں کا مقدر رہا ہے، اس عمل پر دورِ حاضر کی جہالت زدہ لایعنی پیداوار نے بڑے ڈھیٹ پن کا مظاہرہ کیا اور بزرگانِ دین کے اس محبوب عمل کے خلاف نہایت فضول، پھیکے اور بے جان فتوے دیئے، جن کے الفاظ میں سرتاپا کہیں بھی کسی قابلِ التفات بحث کو نہیں چھیڑا گیا، لیکن کچھ بھی کہیے اسلاف ہم سے کہیں زیادہ علم وشعور رکھتے تھے اور اس سلسلہ میں ہم سے زیادہ آگاہ ہوئے، اگر اس عمل میں رتی برابر بھی کوئی شرعی ممانعت وارد ہوئی ہوتی تو کم از کم اس سلسلہ میں ان کے درمیان چہ مے گوئی کا ذرا سا ثبوت تو ملتا، حالانکہ جو کچھ ملتا ہے اثبات واستحسان میں ہی دستیاب ہے، لہٰذا ہم اپنی معلومات کے مطابق ان چند کتب کے نام درج کر رہے ہیں جن میں نعلین شریف کا نقشِ اقدس بنایا گیا، ملاحظہ فرمائیں!

(۱)۔ ''جزء تمثال نعل النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم'':

علامہ ابوالیمن عبدالصمد بن عبدالوہاب بن عساکر رحمہ اللہ کا یہ رسالہ ''جزء تمثال نعل النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم'' نعلِ اقدس کی تصویر کے ساتھ 2010ء میں ''دارالکتب العلمیہ بیروت'' کی طرف سے مزید دو رسالوں (۱) علامہ یافعی رحمہ اللہ کے ''الجواھر النفاس فی بیان صفات السید من الناس'' اور (۲) علامہ ابن القاص رحمہ اللہ کے ''جزء فیه فوائد حدیث ابی عمیر'' کے الحاق کے ساتھ شائع ہوا ہے جس کے سرِ ورق پر بھی نعلِ اقدس کا مبارک نقش چھپا ہے جس میں کلمہ طیبہ اور قرآنی آیت لکھی ہوئی واضح موجود ہے۔

نیز اس سے پہلے یہی رسالہ ''دارا لمدینة المنورة للنشر والتوزیع'' کی جانب

سے 44 صفحات پر مشتمل 1997ء میں بھی شائع ہو چکا ہے، علامہ ابن عساکر کے ہاتھ کا بنا ہوا نقشِ نعل مبارک جو کتاب کے اندر بھی موجود ہے وہ سبز رنگ کے ساتھ ٹائٹل پر بھی بنا ہوا موجود ہے، اس ایڈیشن کی سافٹ کاپی انٹرنیٹ پر بھی موجود ہے۔
اس کا ترجمہ ''مفتی محمد خان قادری صاحب'' نے ''نعلِ پاکِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم'' کے نام سے کیا ہے جو'' کاروانِ اسلام پبلی کیشنز لاہور'' کی جانب سے شائع ہو چکا ہے۔

(۲)۔''صفة تمثال نعل النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم''

یہ رسالہ علامہ ابوالیمن ابن عساکر رحمہ اللہ کے شاگردِ رشید علامہ شیخ الاسلام بدر الدین احمد بن محمد بن ابی بکر فارقی رحمہ اللہ کا ہے، جو فقط 6 صفحات پر مشتمل ہے فی الحال غیر مطبوعہ قلمی نسخے کی صورت میں موجود ہے، اس کے صفحہ نمبر 6 پر علامہ فارقی رحمہ اللہ کا روایت کردہ نقشِ نعل اقدس بھی موجود ہے۔

(۳)۔''مقدار نعل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم''

یہ رسالہ علامہ امام ابوالخیر محمد بن محمد جزری رحمہ اللہ کا ہے جو فقط دو صفحوں پر مشتمل ہے، اور علامہ فارقی رحمہ اللہ کے رسالہ ''صفة تمثال نعل النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم'' کے ساتھ قلمی نسخہ کی صورت میں ملحق ہے اس کے صفحہ نمبر 2 پر علامہ جزری رحمہ اللہ کا روایت کردہ نقش اقدس بھی موجود ہے۔

(۴)۔''الفیة السیرة النبویة''

اس کتاب کا اصل نام ''نظم الدّرر السنیة فی السیر الزکیة'' ہے، یہ کتاب ''حافظ کبیر علامہ زین الدین عبد الرحیم بن حسین عراقی رحمہ اللہ'' (متوفی: 806ہجری) کی مبارک منظوم عربی تصنیف لطیف ہے، آپ رحمہ اللہ کا بلند و بالا مقام

اہلِ علم کے ہاں تفصیلات کا محتاج نہیں، حدیث اور علمِ حدیث میں آپ کا نام ہی سند کے لئے کافی وشافی ہے، آپ رحمہ اللہ کی یہ کتاب پہلے بھی ہر دور میں شائع ہوئی اور خوب مقبولِ عوام وخواص رہی۔

لیکن 2005ء میں ''دار المنہاج جدہ'' سے پہلی بار ''علامہ سیّد محمد علوی مالکی رحمہ اللہ'' کی تحقیق وتعلیق کے ساتھ 175 صفحات پر مشتمل شائع ہوئی ہے، چونکہ اس کتاب کے سابقہ ہر نسخے میں نقشِ نعل مبارک موجود تھا، لیکن ''دار المنہاج'' کے اس نسخے کے آخر سے نقشِ نعل اقدس والا صفحہ خالی چھوڑ دیا گیا ہے، حالانکہ اسی کتاب کی فہرست میں ''صفحہ 165'' پر ''صورۃ تمثال النعل الشریف'' لکھ کر نشاندہی کی گئی ہے کہ: اس صفحہ پر نقشِ نعل اقدس کی تصویر موجود ہے، ظاہر ہے کہ یہ طباعت کی غلطی سے ہی ہوا ہے، اور تو اور اس کتاب میں نقش اقدس کی موجودگی پر صفحہ نمبر 88 میں خود علامہ عراقی رحمہ اللہ کے یہ الفاظ بھی گواہ ہیں کہ: ''وھٰذہ تمثال تلك النعل'' (یہ اس نعل مبارک کا نقش ہے)۔

نیز اسی کی تصریح فتح المتعال میں علامہ تلمسانی رحمہ اللہ نے بھی کی ہے کہ: ''وھٰذہ الصفۃ المذکورۃ ھنا موجودۃ فی نسخۃ معتمدۃ من الفیتہ التی بین السیرۃ النبویۃ منتظمۃ'' اور یہ مذکورہ نقشِ نعل مبارک علامہ عراقی رحمہ اللہ کی اس الفیہ کے اعتماد یافتہ نسخہ میں بھی موجود ہے جوانہوں نے منظوم انداز میں سیرتِ نبویہ پر لکھا ہے، لہٰذا یہ بات پایہ ءثبوت کو پہنچی کہ علامہ عراقی رحمہ اللہ نے اپنی اس کتاب میں نعلِ پاک کے نقشِ اقدس کو بنایا تھا۔ واللہ اعلم ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(فتح المتعال صفحہ 105)

(۵)۔ ''فتح المتعال''

اس موضوع پر اب تک کی لکھی جانے والی سبھی کتب میں یہ سب سے زیادہ ضخیم

اور جامع کتاب ہے جو ماخذ کا درجہ رکھتی ہے، اس کے مصنف ''علامہ ابو العباس شہاب الدین احمد بن محمد بن احمد بن یحییٰ مقری تلمسانی مالکی رحمہ اللہ'' ہیں جو علمی حلقوں میں ''امام، شیخ الاسلام، محدّث، مؤرخ، عالمِ کامل، ادیب، لم یکن لہ نظیر، جاحظ البیان، حافظ المغرب، صوفی، علامہ، مفسر اور متکلم'' جیسے القابات سے یاد کئے گئے ہیں، کسی طرح کی تنقید وجرح آپ رحمہ اللہ کے بارے میں منقول نہیں، آپ رحمہ اللہ کی قابلیت ہر حلقے میں مسلمہ ہے، آپ رحمہ اللہ کی یہ کتاب ''فتح المتعال'' نہایت متبرک ومقدس ہے، اس کتاب کا گھر یا لائبریری میں ہونا ہی برکت کے لئے کافی ووافی ہے، علامہ تلمسانی رحمہ اللہ نے اپنی اس کتاب میں نعل اقدس کے 6 مبارک اور مسلمہ نقوش نقل فرمائے بلکہ ان کے استناد پر سیر حاصل بحث بھی فرمائی، آپ رحمہ اللہ کے بعد نعلین اقدس پر علمی خدمات پیش کرنے والے حضرات اسی ''فتح المتعال'' کے محتاج ہیں اور ان شاء اللہ رہیں گے۔

یہ کتاب پہلے بھی ہر دور میں شائع ہوتی رہی لیکن ''وصف نعال النبی صلی اللہ علیه وسلم'' کے نام کی سرخی سے مصر (قاہرہ) کے مطبع ''دار القاضی عیاض للتراث'' کے زیرِ اہتمام 1997ء میں ''علی عبد الوہاب'' اور ''عبد المنعم فرج درویش'' کی تحقیق کے ساتھ 606 صفحات پر مشتمل پہلی بار شائع ہوئی، اس میں بھی نعلِ اقدس کے وہی 6 نقوش موجود ہیں۔

نیز اسی کتاب ''فتح المتعال'' کا ایک قلمی نسخہ ''فتح المتعال فی مدح خیر النعال'' کے نام سے ''مطبع علوی محمد علی بخش خان دہلی'' کے حوالے سے بھی ملتا ہے، اس میں بھی نعلِ اقدس کے مذکورہ بالا 6 نقوش ہاتھ سے بنائے گئے ہیں، اور یہ مذکورہ دونوں نسخے انٹرنیٹ پر موجود ہیں۔

اسی کتاب کو ''فتح المتعال فی مدح النعال'' کے نام سے بیروت کے

مشہور و معروف ادارے ''دار الکتب العلمیہ'' نے بھی پہلی مرتبہ 2006ء میں ''احمد فرید مزیدی'' کے حواشی کے ساتھ شائع کیا ہے، جو 320 صفحات پر مشتمل ہے، اس میں بھی نعلِ اقدس کے مصری چھاپے والے 6 نقوش موجود ہیں۔

اس کے ٹائیٹل پر بھی کلمہ طیبہ اور قرآنی آیت سے مزین نقشِ نعل اقدس بنایا گیا ہے۔ اور ہم نے اپنی اس کتاب ''نعلینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم'' کے لئے اسی نسخے کو مأخذ بنایا ہے۔

(۶)۔ ''تحفہ رسولیہ''

یہ مبارک کتاب فارسی زبان میں ''عارف باللہ حضور خواجہ غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری رحمہ اللہ'' کی تصنیفِ لطیف ہے، جس میں دیگر موضوعات کے ساتھ ساتھ نعلِ اقدس کی مدح سرائی بھی منظوم انداز میں موجود ہے، اس کتاب کا ترجمہ ''علامہ غلام مصطفیٰ صدیقی صاحب'' نے کیا ہے جو فارسی متن اور اردو ترجمہ کے ساتھ ''مکتبہ صدیقیہ جامع مسجد انوارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم محلّہ رسول پورہ مسلم آباد (تاجپورہ) لاہور'' کی جانب سے ''کراماتِ غوثیہ'' سمیت شائع ہوا ہے، اس کے آخر میں بھی نعلِ اقدس کا ایک خوبصورت نقش موجود ہے۔

(۷)۔ ''تبرك الصحابه'':

اس کتاب کا پورا نام ''تبرك الصحابة باثار رسول الله صلى الله عليه وسلم وبيان فضله العظيم'' ہے، یہ مبارک کتاب ''علامہ ابو عبد الرحمان محمد طاہر بن عبد القادر بن محمود کردی مکی رحمہ اللہ'' کی بے حد مفید تصنیفِ لطیف ہے، آپ رحمہ اللہ ''امام، مؤرخ کبیر، خطاط، بارع، علامہ، محقق، محدّث اور علمِ شہیر'' جیسے القابات سے یاد کیے گئے ہیں، آپ رحمہ اللہ کا وصال ۱۴۰۰ھ بمطابق 1980ء میں ہوا، آپ رحمہ اللہ کی یہ کتاب پہلے بھی کئی بار شائع ہوئی لیکن ''دار المنهاج جدہ'' کی

جانب سے پہلی بار 2012ء میں خوبصورت آرٹ پیپر کے ساتھ 224 صفحات پر مشتمل شائع ہوئی ہے اس کتاب کے صفحہ نمبر 9 پر علامہ امام کردی مکی رحمہ اللہ کی ۱۳۹۱ھ 70 سال کی عمر میں کیمرے سے کھینچی گئی تصویر بھی موجود ہے، نیز اس کتاب میں نعلِ اقدس کے 4 مبارک نقوش موجود ہیں، اس کتاب کا اردو ترجمہ ''مولانا شہزاد احمد مجددی صاحب'' کی طرف سے ''ماہنامہ اہلسنّت گجرات'' 2015ء میں کئی مرحلوں کے ساتھ ''تبرکات کی شرعی حیثیت'' کے نام سے لگاتار قسط وار شائع ہو چکا ہے، امید ہے کہ وہ اردو ترجمہ کتابی صورت میں بھی جلد منظرِ عام پر ہوگا۔

(۸)۔''زاد المسلم''

اس کتاب کا پورا نام ''زاد المسلم فیما اتفق علیه البخاری ومسلم'' ہے، جو پانچ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے، اس کے مصنف ''علامہ محمد حبیب اللہ بن عبد اللہ بن احمد مایابی جکنی یوسفی مالکی مدنی شنقیطی رحمہ اللہ (متوفی:1363ہجری) ہیں، انہیں اہلِ علم ''العلامۃ، المحدّث'' جیسے القابات سے یاد کرتے ہیں، اس کتاب میں حروف تہجی کے اعتبار سے متفق علیہ احادیث کو جمع کر کے ان کی شرح کی گئی ہے، اس کتاب کے آخر میں ذیل کی طور پر خود علامہ شنقیطی رحمہ اللہ نے ہی اپنی ایک اور تصنیف ''فتح المنعم شرح زاد المسلم'' کا الحاق بھی فرمایا ہے، جو جلد نمبر 5 میں ہی الجزء السادس کے طور پر ''زاد المسلم'' کا ہی حصہ شمار کیا جاتا ہے، چنانچہ علامہ شنقیطی رحمہ اللہ نے اسی حصے میں نعلِ اقدس کی صفت بھی بیان فرمائی اور اس کا نقش بھی نقل فرمایا چنانچہ یہ کتاب ''دار احیاء التراث العربی لبنان'' اور ''دار احیاء الکتب العربیة مصر'' دونوں اداروں سے شائع ہوئی ہے، لہٰذا لبنان والے نسخے کی جلد نمبر 5 صفحہ 357 میں اور مصر والے نسخے کی جلد 5 صفحہ 554 پر نعل شریف کا نقش مبارک اور اس کے اندر اشعارِ مدحت بھی تحریر ہیں، اس نقش مبارک کو ہو بہو پوری

عبارت سمیت علامہ محمد طاہر کردی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''تبرک الصحابہ'' میں علامہ شنقیطی رحمہ اللہ ہی کی ''زاد المسلم'' کے حوالے سے نقل فرمادیا ہے۔

(۹)۔''الریاض الانیقۃ''۔

اس کتاب کا پورا نام ''الریاض الانیقۃ فی شرح اسماء خیر الخلیقۃ صلی اللہ علیہ وسلم'' ہے، جس کے مصنف امام اجل مجدد وقت علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی شافعی رحمہ اللہ (متوفی 911ہجری) ہیں جو تفصیلِ تعارف کے محتاج نہیں، عالمِ استناد میں آپ رحمہ اللہ کا نام ہی کافی ہے، آپ رحمہ اللہ نے اپنی اس کتاب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارکہ کی شرح کرتے ہوئے ایک اسمِ لطیف ''صاحب النعلین'' کی وضاحت میں نعلِ اقدس کے نقش مبارک کی اپنی مکمل سند بیان فرمائی ہے، اس کتاب کا اردو ترجمہ ''مولانا مفتی شیخ فرید صاحب'' کی طرف سے شبیر برادرز لاہور نے شائع کیا ہے جو 440 صفحات پر مشتمل ہے، مجھے اصل عربی کتاب دستیاب نہیں ہوسکی، اور اردو ترجمہ میں کہیں کہیں تھوڑی بہت عربی عبارت بھی موجود ہے لیکن اس کے باوجود نقشِ نعل اقدس کو نقل نہیں کیا گیا، حالانکہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی اس میں بیان کی جانے والی سند اور الفاظ کو دیکھتے ہوئے یہ صاف پتہ چلتا ہے کہ اس نسخے کے عربی متن میں نقشِ نعلِ اقدس موجود تھا مثلاً! اس کتاب کے اردو ترجمہ کے صفحہ 318 اور 319 میں امام سیوطی رحمہ اللہ اپنے استاذ ابن الفضل وفائی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: ''قرأت علی ابی الفضل الوفائی وحذوت ھٰذا المثال علی مثال نعل ناولنیہ'' میں نے ابوالفضل وفائی کے سامنے پڑھا اور میں نے نعلین پاک کا یہ نقش نعلین پاک کے اس نقش کے مطابق بنایا جو انہوں نے مجھے دیا تھا۔

اس عبارت سے صاف پتہ چلتا ہے کہ: اصل عربی نسخے میں اس جگہ نعلِ مبارک

کا نقشِ اقدس بھی موجود تھا، جس کی طرف علامہ سیوطی رحمہ اللہ ''ھٰذا المثال'' سے اشارہ فرمارہے ہیں، جسے ترجمے میں نقل نہیں کیا گیا۔ واللہ اعلم ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۱۰)۔''اللآلی المجموعة''

اس کتاب کا پورا نام ''اللآلی المجموعة من باھر النظام وبارع الکلام فی وصف مثال نعلي رسول اللّٰه علیه الصلوٰة والسلام'' ہے، اس مبارک کتاب کے مصنف ''شیخ ابومحمد عبداللہ بن محمد بن ہارون طائی قرطبی تونسی رحمہ اللہ'' ہیں، آپ ''ابنِ ہارون تونسی'' کے نام سے مشہور ہیں، آپ اہلِ علم کے ہاں ''امام، شیخ، علامہ، حافظ الحدیث'' جیسے اعزاز سے مشرف ہیں، آپ کا وصال 702 ہجری کو اندلس میں ہوا۔ آپ کی یہ کتاب میری نظروں سے نہیں گزری اور نہ ہی میں یہ جان سکا ہوں کہ یہ موجودہ دور میں کہیں سے شائع ہوئی ہو البتہ میں نے اس مبارک کا تذکرہ علامہ عبدالحئ کتانی رحمہ اللہ کی ''فھرس الفھارس'' میں پڑھا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

''علامہ ابن ہارون رحمہ اللہ کی ہی ایک کتاب بنام ''اللآلی المجموعة من باھر النظام وبارع الکلام فی وصف مثال نعلی رسول اللّٰه علیه الصلوٰة والسلام'' ہے جس کی تالیف کا سبب بقول ان کے یہ ہوا کہ: ان سے نعل شریف کی مثال مبارک پر اشعارِ مدحت لکھنے کے بارے میں سوال کیا گیا تھا، چنانچہ انہوں نے اس کے جواز میں ایک جامع مضمون لکھ دیا، حالانکہ اس مسئلہ پر اندلس کے ادیبوں کے درمیان بحث چھڑی تھی، اسی لئے آپ اس کے حل کی طرف مائل ہوئے، لہٰذا علامہ ابن ہارون تونسی رحمہ اللہ نے اس سلسلہ میں جو کچھ انہیں ملا جامع انداز میں لکھ دیا، نیز اس کتاب میں کل ملا کے 130 چھوٹے بڑے قصائد ومباحث اسی حوالے سے لکھے گئے تھے، اس کتاب پر علامہ تلمسانی رحمہ اللہ کو اطلاع نہ ہوسکی حالانکہ

انہوں نے اس موضوع پر تتبع کرنے میں اپنی طرف سے کوئی کسر نہیں چھوڑی، اگر انہیں یہ کتاب مل جاتی تو بہت زیادہ استفادہ فرماتے۔

(فہر س الفہارس جلد2صفحہ1104 (رقم الهاء) دار الغرب الاسلامی بیروت)

راقم الحروف کا غالب گمان ہے کہ: انہوں نے اس کتاب میں موضوع کی رعایت کرتے ہوئے نقشِ نعلِ اقدس کو بھی ضرور بنایا ہوگا۔ واللہ اعلم ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۱۱)۔ ''ازهار الرياض''

اس کتاب کا پورا نام ''ازهار الرياض فی اخبار القاضی عياض'' ہے، یہ بھی علامہ تلمسانی رحمہ اللہ کی مبارک تصنیف لطیف ہے، یہ کتاب مکتبہ شاملہ سافٹ وئیر میں 5 اجزاء کے ساتھ شامل ہے، جسے ''مطبعة لجنة التأليف والترجمة والنشر القاهره'' کی جانب سے ''مصطفیٰ السقا''، ''ابراہیم ابیاری'' اور ''عبد العظیم شلبی'' کی تحقیق کے ساتھ سن 1939 میں پہلے تین اجزاء کو شائع کیا گیا تھا، اس کے بقیہ دو جزء ''سعید احمد اعراب''، ''محمد بن تاویت'' اور ''عبد السلام هراس'' کی تحقیق کے ساتھ ''احياء التراث الاسلامی الرباط'' کی جانب سے بعد میں شائع کئے گئے تھے، جن کا سنِ طباعت مجھے معلوم نہیں ہوسکا، چنانچہ علامہ تلمسانی رحمہ اللہ ''فتح المتعال'' میں دو مقام پر یہ دعویٰ فرما چکے ہیں کہ: ''لما الفت كتابی الموسوم بازهار الرياض فی اخبار عياض۔ رسمت فيه مثال النعل المقدسة'' جب میں نے اپنی کتاب جس کا نام ''ازهار الرياض فی اخبار عياض'' ہے تألیف کی تو اس میں میں نے نعلِ مقدس کا نقشِ مبارک بھی بنایا تھا۔

(فتح المتعال صفحہ165، 215)

(۱۲)۔ ''القول القویم''

اس کتاب کا پورا نام ''القول القویم فی ثبوت استبراك نعل النبی الکریم صلی اللہ علیه وسلم '' ہے اس کے مصنف ''علامہ رضی الدین ابوالخیر محمد عبدالمجید بن نور نبی رحمہ اللہ'' ہیں، یہ فارسی قلمی نسخہ ہے، ابھی تک طبع نہیں ہوسکا، اس میں نعلِ اقدس کے مبارک نقش کو کئی مقامات پر بڑی خوبصورتی کے ساتھ بنایا گیا ہے، اور فضائل وصفات کا بیان بھی کیا گیا ہے، میرے پاس اس نسخہ کے محض چند اوراق کی تصاویر ہی پہنچی ہیں، یہ مکمل نسخہ راولپنڈی میں ایک دوست کے پاس اصلی حالت میں موجود ہے۔

(۱۳)۔ ''الشجرۃ النبویۃ''

اس کتاب کا پورا نام ''الشجرۃ النبویۃ فی نسب خیر البریۃ صلی اللہ علیه وسلم '' ہے، اس کے مصنف ''علامہ یوسف بن حسن بن احمد بن حسن بن عبد الہادی ابن المبرد الصالحیٔ المقدسی رحمہ اللہ (متوفی 909ہجری) ہیں، یہ کتاب دورِ تصنیف سے لے کر آج تک تقریباً ہر دور میں شائع ہوتی رہی، اس کا ایک مکمل نسخہ سن 2005ء میں ''دار الکتب العلمیه بیروت '' سے 232 صفحات کے ساتھ شائع ہوا ہے، اس میں کہیں بھی نقشِ نعلِ اقدس نہیں ملتا، البتہ سابقہ دیگر طباعتوں میں اسی کتاب کے آغاز پر ہی علامہ ابن المبرد رحمہ اللہ کی جانب سے نقشِ نعلِ اقدس کا وجود ثابت ہے چنانچہ علامہ محمد رشید رضا قلمونی بغدادی (متوفی 1354ہجری) نے 35 جلدوں پر مشتمل اپنی کتاب ''مجلة المنار '' میں ''علامہ ابن المبرد رحمہ اللہ'' کی اسی کتاب ''الشجرۃ النبویۃ '' کا تعارف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''وھو کتاب مشجر فی نسب النبی صلی اللہ علیه وسلم ۔

فقد نظرنا عند ابتداء اجالة الطرف فی صفحاته صورة نعل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم وفی جانبها ذکر منافعها ای منافع الصورة والمثال المرسوم ومنها انه امان من بغی البغاة وغلب العداة والشیاطین والحاسدین وانه یسهل الولادة"۔

اور وہ ایک ایسی کتاب ہے جس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب پاک کو شجرے کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔۔۔ چنانچہ ہم نے اس کتاب کے ابتدائی صفحہ کے ایک طرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل اقدس کی تصویر بنی ہوئی دیکھی اور اس تصویر کے اردگرد اس بنائی ہوئی مثال کے فوائد بھی لکھے ہوئے دیکھے، جن میں سے چند ایک یہ ہیں کہ: جس کے پاس یہ ہوگی وہ باغیوں کی بغاوت سے، دشمنوں کے غلبے سے، شیاطین وحاسدین سے محفوظ رہے گا، حتی کہ اگر کوئی عورت وقت ولادت اسے اپنے پاس رکھے گی تو ولادت کا مرحلہ اس پر نہایت آسان ہوگا۔

(مجلة المنار لمحمد رشید رضا القلمونی البغدادی جلد4صفحہ629)

(۱۴)۔ "فتاویٰ رضویہ":

اس مبارک کتاب کا مکمل نام "العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة" ہے، یہ مبارک اور جلیل القدر کارنامہ امام اہلسنّت سیّدی اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ کی عظیم اور بے مثال دینی خدمت شمار ہوتا ہے، اس مبارک کتاب کے ماضی میں چھپنے والے ایڈیشن کے سرِ ورق پر نقشِ نعلِ اقدس شائع ہوا، بعدازاں اسے عربی عبارات کے تراجم، تخریج، اشاریہ، فہارس اور مختلف تحقیقی رسائل

سمیت ''رضاء فاؤنڈیشن لاہور'' کی جانب سے 33 ضخیم جلدوں پر شائع کیا گیا، لیکن نقشِ نعلِ اقدس شائع نہیں ہوا، اور نقشِ نعلِ اقدس والے ایڈیشن کے بارے میں نہ تو مجھے علم تھا اور نہ ہی وہ مجھے دستیاب ہوسکا چنانچہ مجھے اس بارے میں ''جامعہ غوثیہ رضویہ مومن گلی، باغِ حیات علی شاہ، سکھر سندھ'' کے مفتی ''مولانا علامہ مفتی محمد لیاقت علی دامت برکاتہ العالیہ'' اور ''دارالعلوم محمدیہ بمبئی انڈیا'' کے مفتی ''علامہ مولانا مفتی محمود اختر قادری دامت برکاتہ العالیہ'' کے دوفتوؤں کو پڑھنے سے علم ہوا کہ فتاویٰ رضویہ کے سابقہ ایڈیشن کا سرِ ورق نقشِ نعلِ اقدس سے مزین تھا۔

(۱۵)۔ ''فضائل نعلین حضور صلی اللہ علیہ وسلم''۔

یہ کتاب دراصل علامہ تلمسانی رحمہ اللہ کی ''فتح المتعال'' کا اردو ترجمہ ہے، یہ ترجمہ مسلکِ اہلسنّت وجماعت حنفی بریلوی کے دو معروف مفتی صاحبان ''علامہ مفتی محمد خان قادری صاحب'' اور ''علامہ مفتی محمد عباس رضوی صاحب'' نے کیا ہے، گو یہ ساری کتاب ''فتح المتعال'' کا ترجمہ تو نہیں ہے بلکہ اول وآخر کے چند مخصوص مقامات کا ترجمہ کیا گیا ہے، اور درمیان میں قصائد واشعار والے باب کو چھوڑ دیا گیا ہے، بہرحال قاری کی دلچسپی کو برقرار رکھتی ہے، یہ ترجمہ ''محمد طفیل مدنی بھٹی صاحب'' کی کوششوں کا نتیجہ ہے، اللہ انہیں اور ان کے ہمنواؤں کو جزائے خیر سے نوازے، انہی کی طرف سے اس کتاب کے یکے بعد دیگرے کئی ایڈیشن شائع ہوئے اور ہر ایڈیشن کے اندر اور ٹائٹل پر نقشِ نعلِ اقدس چمکتا دکھائی دیتا ہے، میرے پاس کسی کا مملوکہ تیسرا ایڈیشن ہے جس کے ٹائٹل پر 5 نقوش مبارک موجود ہیں، عوام وخواص نے اسے بے حد سراہا، اور اب ''کاروانِ اسلام پبلی کیشنز لاہور'' کی جانب سے اس کتاب کی پھر طباعت ہوئی ہے، اس کے اندر اور ٹائٹل پر اب بھی نقشِ نعلِ اقدس نشر کیا گیا ہے۔

(۱۶)۔ ''شرف النعلین''

اس کتاب کا پورا نام ''شرف النعلین لسیّد الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم ''ہے، جس کے مصنف ''مولانا ڈاکٹر سیّد غضنفر حسین بخاری صاحب'' ہیں، اس کتاب کی ایک خاص بات یہ ہے کہ: اس کے صفحات کی تعداد جان بوجھ کر 63 رکھی گئی ہے تاکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک سے مناسبت ہو جائے، اسی لئے اس کے حروف بہت باریک ہیں، بہر حال اس کتاب کا اسلوب نہایت عمدہ اور عوام کے مزاج کو مدِ نظر رکھ کر اپنایا گیا ہے، اس کتاب کو ادارہ ''دارالشعور مزنگ روڈ لاہور'' کی جانب سے شائع کیا گیا ہے، جس کے ٹائٹل پر بہت خوبصورت نقشِ نعلِ اقدس موجود ہے۔

(۱۷)۔ ''شفاء الواله''

اس رسالہ کا پورا نام ''شفاء الواله فی صور الحبیب ومزاره ونعاله'' ہے، اس کے مصنف ''امامِ اہلسنّت سیّدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ'' ہیں، یہ رسالہ اگرچہ ''فتاویٰ رضویہ'' میں موجود ہے، لیکن ادارہ ''مرکزی مجلسِ رضا لاہور'' کی جانب سے ایسے حضرات کی سہولت کے لئے جو ''فتاویٰ'' خریدنے کی صلاحیت نہیں رکھتے محض 40 صفحات پر مشتمل شائع کیا گیا ہے، جس کے ٹائٹل پر بہت ہی خوبصورت نقشِ نعلِ اقدس موجود ہے۔

(۱۸)۔ ''نقش نعلین مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم''

اس رسالہ کا پورا نام ''نقشِ نعلینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مشکل کشا، حاجت روا، الشفاء'' ہے، اس کے مرتب ''چوہدری محمد عاشق باٹھ جمالی مبلغ صاحب'' ہیں، یہ رسالہ ''مکتبہ تنظیم الاسلام پبلی کیشنز گوجرانوالہ'' کی طرف سے 24 صفحات پر مشتمل شائع کیا گیا ہے، اس کے ٹائٹل پر نعلِ اقدس اور پہلے صفحہ پر نقشِ نعلِ اقدس موجود ہے۔

(۱۹)۔ ’’نعلین عرش پر‘‘

یہ رسالہ ’’فیضِ ملت مولانا محمد فیض احمد اویسی رحمہ اللہ‘‘ کی تصنیف ہے، یہ رسالہ ’’بزمِ فیضانِ اویسیہ بہاولپور‘‘ کی جانب سے سافٹ کاپی میں 25 صفحات پر ترتیب دیا گیا ہے، اس کے ٹائٹل پر نعلِ پاک اور نقشِ نعلِ پاک کی تصویر موجود ہے۔

(۲۰)۔ ’’نعلینِ پاک‘‘

یہ رسالہ ’’ابوالقاسم سیّد جلال الدین قادری جیلانی جمال پادشاہ صاحب‘‘ کی تصنیف ہے جو ’’فتح المتعال‘‘ کے اردو ترجمہ ’’فضائلِ نعلینِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم‘‘ کے تیسرے ایڈیشن کے مقدمے میں بھی ’’نعلین شریفین کی نسبت اوران کے مناقب وبرکات‘‘ کے نام سے 47 صفحات پر مشتمل موجود ہے، البتہ ’’کاروانِ اسلام پبلی کیشنز لاہور‘‘ کی جانب سے شائع شدہ ’’فضائلِ نعلینِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم‘‘ کے ایڈیشن میں اسے شامل نہیں کیا گیا، یہ ایک عمدہ تحقیقی مقالہ ہے، مصنف نے اس میں اپنے مقصد پر بڑی بہترین بحث فرمائی ہے، اب اسے علیحدہ سافٹ کاپی میں ترتیب دیا گیا ہے جس کے ٹائٹل پر نقشِ نعلِ اقدس موجود ہے، امید ہے کہ: ان شاء اللہ العزیز جلد پیشِ نظر عوام ہوگا۔

(۲۱)۔ ’’فیضانِ سنت‘‘

یہ کتاب اہلِ سنت کی مشہور تنظیم ’’دعوتِ اسلامی‘‘ کے امیر مولانا محمد الیاس عطار قادری صاحب دامت برکاتہ کی تصنیف ہے، اس کے پہلے ایڈیشن کے ٹائٹل پر نقشِ نعلِ اقدس بڑی خوبصورتی کے ساتھ فریم کی شکل میں شائع ہوا تھا، جس کے اندر کتاب کا نام وغیرہ لکھا ہوا تھا، نیز یہی نہیں بلکہ متعدد چھوٹے چھوٹے رسالوں کے ٹائٹل پر بھی فریم کی صورت میں نقشِ نعلِ اقدس کی بناوٹ کے اندر کتاب یا رسالہ کا نام چھپا کرتا تھا، جن میں سے کئی رسائل راقم کے پاس بطور تبرک اب بھی محفوظ ہیں

علمائے دیوبند کی کتب میں نقشِ نعلِ اقدس

(۱)۔ ''نیل الشفاء'':

یہ کتاب دیوبند فرقے کے مشہور و معروف عالم مولوی اشرفعلی تھانوی کی ہے، اورانہی کی ایک اور کتاب ''زاد السعید فی الصلوٰۃ علی النبی الوحید صلی اللہ علیہ وسلم '' کے آخر میں بطور خاتمہ کے منسلک ہے، اس کا پورا نام ''نیل الشفاء بنعل المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ''ہے، چند صفحات پر محیط ہے اسے کئی کتب خانوں نے شائع کیا ہے بالخصوص مکتبۃ البشریٰ کراچی کی جانب سے اسے ''زادالسعید'' سمیت 40 صفحات پر مشتمل نشر کیا گیا ہے، اس کے آخری صفحہ پر نقشِ نعلِ اقدس اوراس کے فضائل وبرکات موجود ہیں۔

(۲)۔ ''مزید المجید'':

یہ کتاب بھی دراصل ''مولوی اشرفعلی تھانوی صاحب'' کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جس کے جامع ''مولوی عبدالمجید بچھرایونی صاحب'' ہیں، یہ کتاب سن ۱۳۴۸ھ میں شائع ہوئی، 78 صفحات پر مشتمل ہے، اُسے ''مطبع محبوب المطابع دہلی'' سے شائع کیا گیا اور اس کے آخر میں ''ضروری توضیح وتنبیہ متعلقہ رسالہ نیل الشفا بنعل المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم '' کے نام سے کچھ توضیحات کو شامل کیا گیا ہے، جس کے شروع میں ہی نقشِ نعلِ اقدس بمعہ فضائل وبرکات موجود ومنقول ہے۔

(۳)۔ ’’بزرگانِ نقشبندیہ کو خواب میں زیارتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم‘‘:

اس کے مصنف دیوبندی فرقے کے عالم ’’محمد روح اللہ نقشبندی غفوری‘‘ ہیں، اس کتاب کو 192 صفحات پر ’’مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی‘‘ سے شائع کیا گیا ہے، اس کتاب کے آخر میں نقشِ نعلِ اقدس کے فضائل و برکات کا بیان بھی کیا گیا ہے، بلکہ ساتھ ہی صفحہ 181 پر نقشِ نعلِ اقدس بھی موجود و منقول ہے۔

(۴)۔ ’’آپ کے مسائل اور ان کا حل‘‘:

یہ کتاب 10 جلدوں پر محیط ہے، اس کے مصنف ’’محمد یوسف لدھیانوی‘‘ اور ترتیب و تخریج ’’سعید احمد جلالپوری‘‘ نے کی ہے، یہ کتاب اولاً سن 1989ء میں شائع ہوئی تھی اور اب 2011ء میں اسے جدید انداز میں ’’اضافہ، تخریج شدہ‘‘ ایڈیشن کے طور پر ’’مکتبہ لدھیانوی بنوری ٹاؤن کراچی‘‘ سے شائع کیا گیا ہے، اس کتاب کی پہلی جلد جو 664 صفحات پر مشتمل ہے، اس کے صفحہ 168 پر نعلِ اقدس کا بڑا ہی خوبصورت نقش موجود ہے، یہ مبارک نقش بالکل ویسا ہی ہے جیسا ’’نیل الشفاء‘‘ میں منقول ہے، بلکہ اس کے ساتھ اس کے فضائل و برکات بھی منقول ہیں۔

غیر مقلد وہابی کی کتاب میں نقشِ نعلِ اقدس

(۱)۔ ''میٹھی میٹھی سنتیں یا؟'':

اس دنیا میں جہاں ایسے لوگ بھی ہیں جو آثارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وبرکات کے قائل ہیں اوران سدا سہانے پھولوں کو اپنے قلم کی کدال سے کتابوں کے اوراق کی زرخیز زمینوں پر باغبانی کرتے ہوئے دل کی کیاریوں میں بڑی محبت اور آرزو سے سجالیتے ہیں وہاں اسی دنیا میں ایسے بھی پتھر دل اور بدبودار مٹی کے پتلے دندناتے پھرتے ہیں، جن کے دلوں میں احساسِ محبت اور جذباتِ شوق کی شریان ہی نہیں، جو سرورِ ہر جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو بس ایک انسان سے زیادہ کچھ سمجھتے ہی نہ ہوں انہیں آثارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا لینا دینا، وہ تو ان ''گلہائے ہر سماں'' کیسی شعائر اللہ کو بڑی بیدردی کے ساتھ اپنی نفرتوں کی غلیظ روڑی پر پھینکتے بھی نہیں شرماتے، حیرت ہے کہ آثارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو ہمیشہ سے ہی اہلِ محبت کا مشغلہ اور بے حد پسندیدہ ترین موضوع رہے ہیں لیکن ظلم کی انتہاء ہوگئی کہ انہی مبارک آثار کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنے والوں نے بھی قلم اٹھالیے، اور اپنے تاریک ذہن وضمیر کی کمان سے اپنی جہالت کے تیروں سے اس بے داغ اور پاک دامن موضوع کو بھی کفر وشرک جیسے کارِ غلیظ کا نشانہ بنانا نہ چھوڑا، اور بھولے بھالے عوام کو اپنے دامِ فریب میں پھنسا کر صحرائے بے قبلہ میں لاڈالا، ہائے انصاف!

چنانچہ اسی تلبیسِ ابلیس کا اگر ایک نمونہ دیکھنے کا شوق ہو تو چلیے! بات کرتے ہیں دورِ حاضر میں لکھی جانے والی ایک کتاب ''میٹھی میٹھی سنتیں یا؟'' کی۔

اس کتاب کا پورا نام ''بریلوی مسلک کی میٹھی میٹھی سنتیں یا؟'' ہے، سوالیہ نشان

ڈالنے سے مصنف کے ذہنی تعصب کا پتہ چلتا ہے، یہ کتاب کٹر غیر مقلد وہابی ملاں ''ابن لعل دین'' کی تصنیف ہے، موصوف نے یہ ساری کتاب بالخصوص ''فیضانِ سنت'' کے پہلے ایڈیشن کے رد میں لکھی ہے، یہ کتاب سن 2004ء کو''مکتبہ الفہیم مئوناتھ بھنجن یوپی انڈیا'' سے 328 صفحات پر شائع ہوئی ہے،اس میں اگرچہ نقشِ اقدس کے فضائل وبرکات کا بڑے بیہودہ اور بازاری لفظوں میں انکار کیا ہے، بلکہ خود نعلِ اقدس کی عظمت وبرکات کا بھی بڑے بیباک انداز میں انکار کیا ہے، اور اپنے ڈھیٹ پن اور ہٹ دھرمی جیسی پرانی روش کے مطابق ''نقشِ نعل اقدس'' بلکہ ''نعلِ اقدس'' سے استفادہ کرنے کو بھی شرک اور نقشِ اقدس پر لکھائی کرنے کو'' بے ادبی وگستاخی'' ثابت کرنے کی بغیر کسی دلیلِ شرعی کے محض منافرانہ اور جذباتی انداز میں سرتوڑ کوشش کی ہے، بلکہ نقشِ نعلِ اقدس کو کتابوں میں چھاپنے کو بھی خوب تنقید کا نشانہ بنایا، چونکہ غصہ عقل کو کھا جاتا ہے،غصہ میں لال بلکہ لال ابن لال غریب کی مت ہی ماری گئی، نقشِ نعلِ اقدس کی عظمت ورفعت تو دیکھئے کہ!اس کے وسیلہ سے حاجت برآری کو شرک قرار دینے والے کو بھی اپنا مقصد پورا کرنے کے لئے اس مبارک نقشِ اقدس کی حاجت پڑ ہی گئی، چنانچہ بچتے بچاتے خود بھی اپنی کتاب میں ایک درجن مرتبہ کے قریب نقشِ نعلِ اقدس کو نقل کر گئے، مثلاً! صفحہ نمبر 49، صفحہ نمبر 53 اور پھر صفحہ نمبر 131 پر ایک ایک مرتبہ نیز صفحہ نمبر 191 پر پتھر پر بنے ہوئے نقشِ قدمِ مبارک کا ایک نشان اور 4 مرتبہ نقشِ نعل شریف'' اور پھر صفحہ نمبر 258 پر ایک اور مرتبہ نقشِ نعل مبارک کو نقل کیا، خواہ تنقید کے لئے ہی سہی، لیکن بندہ پوچھے! ملاں جی! کیا اب تیری کتاب میں معاذ اللہ ''جوتے'' کا نشان آجانے سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی توہین، بے ادبی اور گستاخی نہ ہوئی؟ کیا اب ''معاذ اللہ'' کفروشرک نہ ہوا؟

ـــــلا حول ولا قوۃ الا باللہ العظیمـــــ

فصل نمبر۹:

نقشِ نعلِ مقدس میں

ادبی کلمات لکھنا

یہ سوال عموماً لوگوں کو پریشان کرتا ہے کہ کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین اقدس کی مثال، عکس یا تصویر میں ادبی کلمات لکھنا جائز ہے؟

جواب:

عام جوتوں یا ان کی تصاویر پر ادبی کلمات کا لکھنا یا چھاپنا بلاشبہ بے ادبی ہے لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریف کے نقش اور مثال پر ادبی عبارات لکھنے پر کسی بھی محدّث، مفسر یا فقیہ کا کوئی تنقیدی کلام وارد نہیں ہوا، نہ ہی شرع شریف میں اس پر کہیں کوئی ممانعت کی گئی ہے یہ مرض آجکل کے نئے جنم لینے والے فتنہ پرور لاعلاج مریضوں کا ہے، جن کے جہالت پر مبنی اعتراضات اور طعن و تشنیع سے بھولے بھالے عوام الناس خوب متاثر ہو رہے ہیں، جن کا سب سے بڑا ہتھیار دوسروں کو یہ کہہ کر جذباتی کرنا ہوتا ہے کہ ''یہ جوتے پر لکھائی ہے''، ان بیوقوفوں کو نعلین شریف اور اس کے نقش میں کوئی فرق نظر نہیں آتا، چونکہ علماء امت کی ایک کثیر تعداد نے اس موضوع پر قلم اُٹھا کر اس کے جواز کی صاف تصریح فرمائی، اور نفی کسی سے بھی ثابت نہیں، لیکن اس کے باوجود یہ اندھے اس متفق علیہ جائز عمل کو حرام ثابت کرنے پر تُلے ہیں۔ حالانکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ان اعظم المسلمین فی المسلمین جرما من سأل عن شیء لم یحرم علی الناس فحرم من اجل مسألته''

مسلمانوں میں مسلمانوں کا سب سے بڑا مجرم وہ ہے جس کے بحث کرنے کی وجہ سے وہ چیز حرام کردی جائے جو مسلمانوں پر پہلے حرام نہ تھی۔

(صحیح البخاری: رقم 7289) و (صحیح مسلم: رقم 2358)

نیز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یوں بھی ہے کہ:

"ان امتی لاتجتمع علی ضلالة فاذا رأیتم اختلافا فعلیکم بالسواد الاعظم"

''میری امت کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہوگی پس جب بھی تم کسی مسئلہ پر اختلاف دیکھو تو بڑی جماعت کو لازم پکڑو''۔

(سنن ابن ماجه:رقم3950)

نقشِ نعلِ اقدس پر لکھائی کے حوالے سے اس امت کے متقدمین ومتاخرین جلیل القدر اہلِ علم کا اجماعی عمل اس بات کی صاف گواہی دیتا ہے کہ یہ عمل بالاتفاق اور بالاجماع جائز ہے، اس پر فتویٰ لگانے والے سخت غلطی پر ہیں اور ایک جائز عمل کو حرام ثابت کر کے اس امت کے بزرگوں پر طعنہ زنی کا دروازہ کھولنا چاہتے ہیں، اور غلط راہ پر ہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ:

﴿ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولیٰ ونصله جهنم وسائت مصیرا﴾ (النساء:115)

''اور جو شخص راہِ ہدایت واضح ہونے کے باوجود بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے اور ایمان والوں کی راہ سے جدا راہ پر چلے تو ہم اسے اس کے حال پر چھوڑیں گے اور پھر اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے''۔

معلوم ہوا کہ: ایمان والوں کی مخالفت سے بچنا چاہیے، کیونکہ ایمان والوں کی مخالفت جہنم میں داخلے کا سبب ہوگی، چنانچہ اب ان جلیل القدر اہلِ علم وعرفان کا عمل اور فتوے ملاحظہ فرمائیں! جو نقشِ نعلین پر ادبی عبارات لکھنے کے جواز کے قائل ہوئے۔۔۔!

﴿علمائے ''مکہ مکرمہ'' کا عمل﴾

(ا) ۔علامہ ابوالیمن ابن عساکر رحمہ اللہ:

آپ کا پورا نام ''علامہ حافظ امین الدین ابوالیمن عبدالصمد بن عبدالوہاب بن عساکر دمشقی مکی شافعی رحمہ اللہ'' ہے، اہلِ رجال نے آپ کو ''امام، محدّث، حافظ الحدیث، ثقہ، فاضل، علامہ، زاہد'' تسلیم کیا ہے، بغداد میں پیدا ہوئے، دمشق میں پروان چڑھے، مصر میں بھی رہ چکے، مکہ شریف میں 40 سال دینی خدمات انجام دیں اور بالآخر مدینہ منورہ آگئے اور اپنی زندگی کے چند آخری سال یہیں گزار کر 686 ہجری میں وفات پاگئے، چنانچہ آپ کو جنت البقیع شریف میں دفن کیا گیا۔

(الاعلام للزرکلی، معجم الشیوخ للذہبی، العقد الثمین، التحفۃ اللطیفۃ للسخاوی)

علامہ ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مقدس کے فضائل پر ایک جزء تصنیف فرمایا جس کا نام ''جزء تمثال نعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' رکھا، یہ دارالکتب العلمیۃ بیروت سے سن 2010ء میں علامہ یافعی رحمہ اللہ کے "الجواھر النفائس فی بیان صفات السید من الناس" اور علامہ ابن القاص کے "جزء فیہ فوائد حدیث ابی عمیر" کے ساتھ ملحقاً شائع ہو چکا ہے۔

چنانچہ علامہ ابن عساکر رحمہ اللہ نے اپنے اس مبارک رسالہ میں نعل شریف کی فضیلت پر احادیث و آثار کو نقل فرمایا اور ساتھ ہی نعل مقدس کا مبارک نقش صحیح سند کے ساتھ روایت کرتے ہوئے اسے اپنے ہاتھوں سے بنایا اور اس نقش کے اندر اور ارد گرد

توثیقی کلمات کے ساتھ مزید فضائل تحریر فرمائے ہیں۔

(جزء تمثال نعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ55دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۲)۔علامہ ابن فہد مکی رحمہ اللہ:

آپ کا پورا نام ''تقی الدین ابو الفضل محمد بن محمد بن فہد شریف علوی مکی شافعی رحمہ اللہ'' ہے،آپ کو اہلِ رجال نے ''امام، حافظ، رحلہ، شارک فی فنون الاثر'' کہا ہے،آپ کی وفات 871 ہجری کو مکہ مکرمہ میں ہوئی۔(فہرس الفہارس)

علامہ تلمسانی رحمہ اللہ ''فتح المتعال'' میں دو مقام پر آپ کا عمل بیان فرماتے ہیں کہ:

(i)۔ ''ثم رأیت بعد مدۃ الابیات الاول بخط ابن فھد المکی داخل المثال مکتوبۃ وبعدھا بیت نصہ:

تقدست النعل التی قد غدت لھا خواضع تیجان الملوک الاعاظم''۔

ترجمہ: پھر میں نے کچھ مدت کے بعد سابقہ اشعار کو علامہ ابن فہد مکی رحمہ اللہ کے ہاتھ سے نقشِ اقدس کے اندر لکھا ہوا دیکھا اور اس کے بعد یہ شعر بھی لکھا ہوا تھا کہ:

وہ نعل پاک بڑے مقدس ہیں جن کے سامنے بڑے بڑے بادشاہوں کے تاج بھی جھک جاتے ہیں۔(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ227)

(ii)۔''ورأیت قریبا من ھٰذا بخط الامام ابن فھد المکی وسط المثال ونصہ: جرّب أن المثال الشریف ان کان فی دار لا تحرق، او مال لا یسرق، او مرکب لا یغرق، او قافلۃ لا تنھب ببرکۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وشرّف وکرّم، انتھی''۔

ترجمہ: میں نے نقشِ نعل کے وسط میں اسی جیسی علامہ امام ابن فہد مکی رحمہ

اللہ کی یہ تحریر دیکھی ہے کہ: ”یہ بات تجربے سے ثابت ہے کہ: یہ نقش پاک جس گھر میں ہو وہ جلنے سے محفوظ رہے، جس مال میں ہو وہ کبھی چوری نہ ہو، جس کشتی میں ہو وہ غرق ہونے سے بچی رہے، جس قافلہ میں ہو وہ لٹنے نہ پائے اور یہ سب کچھ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور شرف کے طفیل ہے“۔(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ252)

(۴)۔علامہ طاہر کردی رحمہ اللہ:

آپ کا پورا نام ”علامہ ابوعبدالرحمٰن محمد طاہر بن عبدالقادر بن محمود کردی مکی رحمہ اللہ“ ہے آپ کو اہلِ رجال نے ”علامہ، امام، علَم شہیر، مؤرخ، خطاط، بارع، صالح“ لکھا، آپ کی وفات 1400 ہجری کو مکہ میں ہوئی۔(ابتداء تبرک الصحابہ)

آپ نے اپنی کتاب ”تبرك الصحابه“ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کے کئی مستند نقوش بنائے اور ان کے اردگرد نعل مبارک کی مدح میں پاکیزہ اشعار اور صحیح سند کے ساتھ فضائل بھی لکھے، اور کئی عناوین کے ذریعے نعل پاک اور اس کے نقوش کی فضیلت پر وضاحت بھی فرمائی اور کئی مستند علماء کرام کے نقشِ نعلِ اقدس کے اندر لکھائی کرنے والے عمل سے اپنی بحث کو تقویت پہنچائی۔

(تبرك الصحابه بآثار رسول الله صلى الله عليه وسلم للكردى المكى صفحه94 تا 93، 95، 106 دار المنهاج جدة)

علمائے ''مدینہ منورہ'' کا عمل

(☆)۔ علامہ ابو الیمن ابن عساکر رحمہ اللہ:

آپ کا نام ہم نے سابق میں علمائے مکہ میں بھی شامل کیا، اور اب علمائے مدینہ میں بھی ان کا نام شامل کیا جارہا ہے کیونکہ اول تو آپ اپنے وقت میں مدینہ اور مکہ دونوں شہروں کے قاضی اور مفتی تھے، نیز دوسری وجہ یہ ہے کہ: آپ نے اپنا آخری عرصہ مدینہ طیبہ شریف میں ہی گذارا، یہیں وفات پائی اور یہیں دفن بھی ہوئے۔
اسی طرح آپ کے ذکرِ خیر کے ساتھ ساتھ آپ کا عمل بھی سابق میں بیان کر دیا گیا ہے کہ: آپ نے اپنی کتاب میں نقشِ اقدس بنایا اور اسے سند سے ثابت کیا اور اس کے اردگرد ادبی کلمات کو تحریر بھی فرمایا۔

(۴)۔ علامہ حبیب اللہ شنقیطی رحمہ اللہ:

آپ کا نام ''علامہ محمد حبیب اللہ بن عبد اللہ بن احمد بن مایابی مالکی شنقیطی یوسفی مدنی رحمہ اللہ'' (متوفی:1363ھجری) ہے، آپ کو اہلِ علم نے ''علامہ، محدّث'' قرار دیا ہے، آپ نے اپنی کتاب ''زاد المسلم'' کی آخری جلد میں اسی کی شرح ''فتح المنعم'' کا الحاق کیا جس میں نعل شریف کا ایک نقش بنایا اور اس کے اندر حمد و نعت اور وصفِ نعل اقدس کے اشعار تحریر فرمائے جس میں درود و سلام بھی موجود ہے۔

(زاد المسلم جلد5 جزء سادس (فتح المنعم) صفحہ554 دار احیاء الکتب العربیۃ مصر)

﴿علمائے ’’جدہ‘‘ کا عمل﴾

(۵)۔علامہ عبدالعزیز دباغ رحمہ اللہ:

آپ کا پورا نام ’’عبدالعزیز بن ابی القاسم محمد بن مسعود دباغ رحمہ اللہ‘‘ ہے، آپ جدہ میں جامع مسجد پاشا کے خطیب رہ چکے ہیں، آپ کا وصال 1380 ہجری کے بعد ہے، بہت بڑے فاضل تھے۔

یادرہے کہ: اسی نام سے ’’الابریز‘‘ کے مصنف اور مشہور صوفی بزرگ ’’سلطان الاولیاء شیخ عبدالعزیز دباغ رحمہ اللہ‘‘ 1150 ہجری میں بھی ہوگزرے ہیں، دونوں بزرگوں کے درمیان میں کم وبیش 200 سال کا فرق ہے۔

بہرحال علامہ طاہر کردی رحمہ اللہ نے ’’تبرک الصحابہ‘‘ میں ان کا عمل دو حصوں میں نقل فرمایاہے، چنانچہ!

(i)۔پہلا عمل:

علامہ کردی رحمہ اللہ نے ’’تاریخ بعض النعال الشریفة وما کتب حولها‘‘ (یعنی بعض نعال شریفہ کی تاریخ اور جو کچھ ان کے اطراف میں لکھا ہے) کے عنوان کے تحت یوں تحریر فرمایا کہ:

’’یقول مؤلف هٰذه الرسالة: ان فردة من نعل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم توجد الیوم بعدوة فاس الاندلس، ولقد رأها الفاضل السید عبد العزیز بن ابی القاسم بن مسعود

الدباغ، الامام والخطیب بمسجد الباشا بجدة الیوم.

فقد اخبرنا حفظه اللّٰه حین الاجتماع به بجدة، فی العشرین من شعبان سنة ست وسبعین وثلاث مئة والف فی منزل الاخوین العزیزین: السید سعید بن السید صالح الدباغ واخیه السیّد عبد الرحمٰن الدباغ، وکان معنا صدیقنا الفاضل السید محمد الهادی عقیل: انه لما کان موجودا بمدینة فاس بالمغرب الاقصیٰ، فی سنة سبع وخمسین وثلاث مئة والف، رأی فردة واحدة من نفس نعل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم محفوظة بین لوحین من الزجاج السمیك، فی منزل احد فضلاء فاس.

اما الفردة الاخریٰ من النعل الشریفه فقد اخذها منهم بعض السلاطین وقد طلب السیّد عبد العزیز الدباغ المذکور من صاحب المنزل ان یأذن له بأخذ قیاس النعل الشریفة علی ورق سمیك وبکتابة ما حولها، فأذن لہٗ بذٰلك".

ترجمہ: اس رسالہ کا مؤلف کہتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک میں سے ایک نعل مبارک اس وقت عدوہ فاس اندلس میں موجود ہے اور اسے فاضل سیّد عبد العزیز بن محمد ابی القاسم بن مسعود الدباغ جو جدہ میں مسجد پاشا کے امام وخطیب ہیں نے دیکھا ہے، اللہ ان کی حفاظت فرمائے، انہوں نے 20 شعبان المعظم 1376 ہجری کو جدہ میں اپنے دو عزیز بھائیوں: سیّد سعید بن سیّد صالح الدباغ اور سیّد عبد الرحمٰن الدباغ کے گھر میں ہونے والے ایک اجتماع میں ہمیں اس بات

کی خبر دی، اس وقت ہمارے ساتھ ہمارے ایک فاضل دوست سیّد محمد الہادی عقیل بھی تھے۔

چنانچہ انہوں نے بتایا کہ جب وہ سن 1357 ہجری میں اقصیٰ کے مغرب میں واقع شہرِ فاس میں موجود تھے، تو انہوں نے فاس کے کسی فاضل بزرگ کے گھر میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نعل مبارک دو بہترین اور عمدہ قسم کی تختیوں کے درمیان محفوظ دیکھا۔

اور اس نعل مبارک کا دوسرا نعل مبارک وہاں کے بادشاہوں میں سے کسی نے لے لیا تھا۔

چنانچہ الشیخ السید عبد العزیز الدباغ نے صاحبِ خانہ سے اجازت چاہی تا کہ وہ ایک عمدہ ورق پر اس نعل شریفہ کا نقشہ بنالیں اور اس کے گرد کچھ لکھ لیں تو صاحبِ خانہ بزرگ نے انہیں اس پر لکھنے کی اجازت دے دی۔

(تبرك الصحابه بآثار رسول الله صلى الله عليه وسلم للكردى المكى صفحه 106 دار المنهاج جدة)

(ii)۔ دوسرا عمل:

علامہ کردی رحمہ اللہ نے ''ذكر ما كتب حول النعل الشريفة الموجودة بفاس'' (یعنی فاس شہر میں موجود نعل شریف کے اطراف میں جو لکھا ہے اس کا ذکر) کے عنوان کے تحت علامہ عبد العزیز دباغ رحمہ اللہ ہی کے الفاظ کو مزید نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''وقد من الله على كاتبه بخطه فى هٰذا المثال، العبد المذنب، الراجى عفو ربه ورحمته: زيارة هٰذه النعل الشريفة المقدسة، والتمسح بها والتبرك بها، فى عشرة من شهر ربيع الثانى، سنة 1357 سبع وخمسين وثلاث مئة والف.

ونقل ھٰذہ الاسطر بخطه علی ھٰذا المثال المقیس علی نفس نعله صلی اللّٰہ علیه وسلم المذکور اعلاہ مباشرا دون حائل، حاز ذالك من المتفضل به خادم النعل الشریفة الذی ھو عندہ النعل المطھرۃ، سیّدی: محمد بن سیّدی عبد السلام الطاھری الصقلی الحسینی۔

والحائز لذٰلك وکاتبه بفضل ربه: عبد العزیز بن محمد ابو القاسم بن مسعود الدباغ الحسنی الادریسی طھر اللّٰہ قلبه وغفر ذنبه وجمعه بنبیه صلی اللّٰہ علیه وسلم ، انتھٰی۔

ثم ان ھٰذا لمثال قیس علی نفس المثال المقیس علی نفس نعله صلی اللّٰہ علیه وسلم ، مباشرا من دون حائل، ونقل علیه ما ھو مکتوب علیه حرفیا، کما نقل من الاصل حسب ما ھو مذکور اعلاہ، وذالك فیمن شھر صفر الخیر ، عام 1358 ثمان وخمسین وثلاث مئة والف.

نقله وقاسه بخطه وبیدہ، العبد الحقیر الراجی عفو ربه: عبد العزیز بن محمد ابو القاسم الدباغ الحسنی غفر اللّٰہ له ولوالدیه واسلافه والمؤمنین والمؤمنات ولمن دعا له بذٰلك، آمین، والحمد للّٰہ رب العالمین"۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے اس گنہگار بندے پر "جس نے نعل شریف کی یہ صورت اپنے ہاتھ سے بنائی اور اپنے رب کی بارگاہ سے عفو وکرم اور رحمت کا امیدوار ہے" اپنا خاص احسان فرمایا کہ: 10 ربیع الثانی سن 1357 ہجری میں اصلی نعل شریف مقدس کی زیارت کرنے، اسے

چھونے اوراس سے برکت حاصل کرنے کا شرف بخشا۔

اور یہ جوسطریں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کی تصویر پر لکھی ہیں مذکورہ اصل نعل مبارک پر بھی یونہی موجود ہیں۔

نعل مبارک کے جس خادم کے پاس یہ نعل مطہر وجہِ فضیلت موجود ہے وہ سیّدی محمد بن سیّدی عبدالسلام طاہری صقلی حسینی ہیں جواس نعل مبارک کی نگرانی کرتے ہیں۔

اور اللہ کے فضل سے عبدالعزیز بن محمد ابوالقاسم بن مسعود الدباغ حسنی ادریسی ''اللہ اس کے دل کو پاک رکھے، اس کے گناہوں کی بخشش فرمائے اور اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں جگہ عطا فرمائے'' نے بھی اس پر لکھنے کا شرف پایا۔

پھر جس طرح اصل نعل مبارک پر موجود تحریروں کواس کی تصویر پر نقل کیا گیا، اسی طرح اس تصویر کی تصویر پر بھی ویسے ہی حرفاً حرفاً نقل کر دیا گیا ہے، اور یہ کام 4 صفر المظفر سن 1358 ہجری میں کیا گیا۔

اوراس مثال کی مثال کو بھی اپنے رب سے عفو وکرم کے امیدوار، اس بندۂ ناچیز ''عبدالعزیز بن محمد ابوالقاسم الدباغ حسنی'' نے ہی نقل کیا، اور اپنے ہاتھ سے اس پر لکھا، اللہ اسے، اس کے والدین، اس کے بزرگوں اور تمام مؤمنین ومؤمنات کی بخشش فرمائے، اوراس کی بھی بخشش فرمائے جو بھی اس کے لئے دعائے رحمت فرمائے، آمین۔

تمام خوبیاں اللہ کی جوتمام جہانوں کا رب ہے۔

(تبرک الصحابہ للکردی المکی صفحہ109،110 دار المنهاج جدة)

علمائے ''دمشق'' کا عمل

(۶)۔علامہ ابن المبرد رحمہ اللہ:

آپ کا پورا نام ''علامہ جمال الدین یوسف بن حسن بن عبد الہادی حنبلی مقدسی دمشقی رحمہ اللہ'' ہے، آپ کے بارے میں اہلِ رجال نے ''شیخ، عالم، علم الاعلام، امام، محدث، فقیہ، مفسر، صالح، فاضل، حافظ الحدیث'' وغیرہ تسلیم کیا ہے، آپ کی وفات سن 909 ہجری کو دمشق میں ہوئی۔

علامہ محمد رشید رضا قلمونی بغدادی نے اپنی کتاب ''مجلۃ المنار'' میں آپ کی مشہور کتاب ''الشجرۃ النبویۃ'' کا تعارف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''وھو کتاب مشجر فی نسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ــ فقد نظرنا عند ابتداء اجالۃ الطرف فی صفحاتہ صورۃ نعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفی جانبھا ذکر منافعھا ای منافع الصورۃ والمثال المرسوم ومنھا انہ امان من بغی البغاۃ وغلب العداۃ والشیاطین والحاسدین وانہ یسھل الولادۃ''۔

اور وہ ایک ایسی کتاب ہے جس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب پاک کو شجرے کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔۔۔ چنانچہ ہم نے اس کتاب کے ابتدائی صفحہ کے ایک طرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل اقدس کی تصویر بنی ہوئی دیکھی اور اس تصویر کے اردگرد اس

بنائی ہوئی مثال کے فوائد بھی لکھے ہوئے دیکھے، جن میں سے چند ایک یہ ہیں کہ: جس کے پاس یہ ہوگی وہ باغیوں کی بغاوت سے، دشمنوں کے غلبے سے، شیاطین وحاسدین سے محفوظ رہے گا، حتی کہ اگر کوئی عورت وقت ولادت اسے اپنے پاس رکھے گی تو ولادت کا مرحلہ اس پر نہایت آسان ہوگا۔

(مجلة المنارلمحمد رشید رضا القلمونی البغدادی جلد4صفحہ629)

(۷)۔علامہ صلاح الدین صفدی رحمہ اللہ:

آپ کا پورا نام "علامہ شیخ صلاح الدین خلیل بن ایبک صفدی رحمہ اللہ" ہے، آپ بے مثال "مؤرخ، ادیب، عالم، اور محدث" ہیں، اسماء الرجال کی شہرہ آفاق کتابوں "الوافی بالوفیات" اور "اعیان العصر واعوان النصر" کے مصنف ہیں، آپ کی وفات سن 764ہجری کو دمشق میں ہوئی۔

آپ نے "علامہ ابن رشید سبتی رحمہ اللہ" کے تذکرے میں اپنا عمل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"وله ابیات کتبتها علی حذو نعل النبی صلی الله علیه وسلم بدار الحدیث الاشرفیة"

"ان کے چند اشعار کو میں نے دارالحدیث الاشرفیہ میں موجود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کے کناروں پر لکھا"۔

(الوافی بالوفیات للصفدی جلد4صفحہ199دار احیاء التراث بیروت)

(اعیان العصر واعوان النصر جلد4صفحہ678دار الفکر بیروت)

(۸)۔علامہ ابوالمفاخر نعیمی رحمہ اللہ:

آپ کا پورا نام "علامہ ابوالمفاخر عبدالقادر بن محمد نُعیمی رحمہ اللہ" ہے، آپ دمشق

میں فقہ شافعیہ کے ایک جلیل القدر قاضی تھے، آپ کا وصال سن 927 ہجری کو دمشق میں ہوا۔ (حاشیة فوائد جزء تمثال نعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

علامہ ابن عساکر رحمہ اللہ کا مشہور رسالہ ''جزء تمثال نعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' اپنے زمانے میں صرف آپ ہی کے پاس تھا، چنانچہ آپ نے اس رسالہ کے آخر میں چند فوائد خود اپنے قلم سے تحریر فرمائے، جس میں انہوں نے علامہ صلاح الدین صفدی رحمہ اللہ کے نقشِ نعلِ اقدس پر لکھنے والے عمل کو بھی بلا تنقید ذکر کیا، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ: آپ رحمہ اللہ بھی اس کے جواز پر حکم کرتے تھے، چنانچہ لکھا ہے کہ:

''ویقول ابو المفاخر عبد القادر محمد النعیمی لطف اللہ عزوجل به فی الدارین ایضا: قال الصلاح الصفدی فی الوافی فی ترجمة محمد ابن رشید السبتی: وله ابیات کتبتها علی حذو نعل النبی صلی اللہ علیه وسلم بدار الحدیث الاشرفیة''۔

ترجمہ: اور ابو المفاخر عبد القادر بن محمد نعیمی ''پر اللہ تعالیٰ دونوں جہانوں میں لطف وکرم فرمائے'' کہتا ہے کہ: علامہ صلاح الدین صفدی ''الوافی بالوفیات'' میں محمد بن رشید سبتی کے ترجمے میں فرماتے ہیں کہ: ان کے چند اشعار کو میں نے دار الحدیث الاشرفیہ میں موجود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کے کناروں پر لکھا۔

(فوائد جزء تمثال نعل النبی صلی اللہ علیه وسلم لابی المفاخر صفحه 66 دار الکتب العلمیه)

(الدارس فی تاریخ المدارس لابی المفاخر جلد 2 صفحه 228 دار الکتب العلمیة)

﴿علمائے ''مصر'' کا عمل﴾

(۹)۔علامہ احمد تلمسانی رحمہ اللہ:

آپ کا پورا نام ''علامہ شہاب الدین احمد بن محمد مقری تلمسانی رحمہ اللہ'' ہے، آپ جلیل القدر کتاب ''فتح المتعال فی مدح النعال'' اور ''ازهار الرياض فی اخبار القاضی عياض'' کے مصنف ہیں، آپ کو اہلِ رجال نے ''شیخ، امام، عالم، علامہ، مؤرخ، ادیب، محدث، شاعر، زاہد، حافظ الحدیث، صالح، ثقہ، صوفی اور محبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم'' تسلیم کیا ہے، علم حدیث، علمِ تفسیر، علمِ کلام اور ادب کے بے حد ماہر تھے، کئی بڑے شہروں کی طرف سفر کیا، سن 1041 ہجری کو مصر میں انتقال فرمایا، اور قاہرہ کے نواحی علاقے میں دفن کیے گئے۔

(i)۔ پہلا عمل:

امام تلمسانی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب ''فتح المتعال'' میں نعل مبارک کے کئی نقوش بھی بنائے، اور ان کے ساتھ ان مبارک نقوش کی اسناد اور فضائل بھی رقم فرمائے، اور فرمایا:

''رأيت في بعض الامثلة الشريفة هذين البيتين، ولا ادری من قائلها: ○

مثال نعل الرسول خذه بحسن القبول

واجعله عندك ذخرا لدفع كل مهول

فقلت مضمنا له:

مثال نعل الرسول، يرجى به نيل سؤل
فاجعله عندك ذخرا لدفع كل مهول
اذ فضله ليس يحصى، ونفعه ذو شمول
عليه ازكى صلاة تنيل حسن القبول"

وهذا التضمين قد سارت فى المغرب به الركبان وكتب فى عدة امثلة بالمغرب، وكتبه راسم الامثلة بفاس المحروسة فى عدة منها، ومنها المثال الذى وصلت به لمصر ووهبته لبيض الاخوان والاعمال بالنيات".

ترجمہ: میں نے نعلِ اقدس کے کسی نقش مبارک کے اندر یہ کسی نامعلوم ہستی کے یہ شعر لکھے ہوئے دیکھے ہیں کہ:

یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلِ اقدس کا نقش مبارک ہے، اسے حسنِ قبول کے ساتھ تھام لو، اور اسے اپنے ہر دکھ کو دور کرنے کے لئے اپنے پاس محفوظ کرلو۔

چنانچہ میں نے اس کے بعد یوں لکھا کہ:

یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نقشِ نعلِ اقدس ہے، جس کے وسیلے سے ہر دعاء کی قبولیت کی امید ہے، چنانچہ اسے اپنے پاس اپنے ہر غم کو دور کرنے کے لئے محفوظ کرلو، اس لئے کہ اس کے فضائل شمار سے باہر اور اس کے فوائد مجرب ہیں، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود حسنِ قبول کی سند ہے۔

میری یہ تضمین اہلِ مغرب کے ہاں پہنچی تو مغرب میں بھی نعلِ اقدس کے

کئی نقوش مبارک پر لکھ دی گئی، شہرِ ''فاس'' میں نقشِ اقدس بنانے والے نے بھی چند نقوش مبارک پر ان اشعار کو لکھا، انہی میں سے ایک نقش مبارک یہاں مصر پہنچا جسے میں نے اپنے ایک دوست کو تحفے میں دیا، اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ 218)

(ii)۔دوسرا عمل:

علامہ تلمسانی رحمہ اللہ نے ہی اپنی دوسری کتاب ''ازھار الریاض فی اخبار القاضی عیاض'' میں نعل مبارک کے دو مبارک نقشوں پر لکھنے کے حوالے سے اپنا عمل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''ما كتب فی المثال الايمن:

وكتبت فی داخله ما نصه من نظم المؤلف رحمه اللّٰه تعالىٰ:

یا ناظر تمثال نعل المصطفیٰ صلى الله عليه وسلم سر الوجود

عظم علاه ففضله ملأ التهائم والنجود

واجعله خير وسيلة فاللّٰه ذو كرم وجود

ــــما كتب فی المثال الايسر:

وفی الآخر ما نصه: وللمؤلف:

یا ناظرا تمثال نعل المصطفٰی صلى الله عليه وسلم فی ذالكتاب

قبله الف ثم زدما شئت لا تخش العتاب

واسأل به رب الورىٰ سبحانه حسن المأب

ــــانتهىٰ ما فی النعل الكريمة''۔

ترجمہ: دائیں طرف والے نقشِ نعلِ اقدس میں کیا لکھا ہوا ہے؟

میں نے اس نقشِ مبارک کے بالکل درمیان میں مؤلف رحمہ اللہ کی یہ نظم لکھ دی کہ:

کائنات کے راز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ نعل مبارک کو اے دیکھنے والے!

اس مثال مبارک کی خوب تعظیم کر، کیونکہ اس کی فضیلت یہ ہے کہ: یہ مثال مبارک سب اہم اور ضروری معاملات میں مددگار بن جاتی ہے۔

اور اسے اپنے لئے بہترین وسیلہ بنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑے جودوکرم والا ہے۔

۔۔۔۔۔ بائیں طرف والے نقشِ نعل مبارک میں کیا لکھا ہوا ہے؟

چنانچہ اس دوسری مثال مبارک میں میں نے مؤلف رحمہ اللہ کے یہ اشعار لکھ دیئے:

اس کتاب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثالِ نعل مبارک کو اے دیکھنے والے!

اسے ہزار بار چوم، بلکہ اگر تو چاہے تو اس سے بھی زیادہ بار چوم، اور کسی کے برا ماننے کی فکر نہ کر۔ اور اس کو وسیلہ بنا کر اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے اپنے لئے اچھے ٹھکانے کا سوال کر۔

وہ عبارات ختم ہوئیں جو نعل مبارک کی مثالوں پر لکھی ہیں۔

(ازھار الریاض فی اخبار القاضی عیاض للتلمسانی جلد 3 صفحہ 268 تا 272)

(iii)۔ مشاہدہ:

علامہ تلمسانی رحمہ اللہ "ازھار الریاض" میں ہی اپنا ایک مشاہدہ بھی پیش

کرتے ہیں کہ:

"ورأيت في بعض تماثيل النعل الكريمة مكتوبا بطرفها الشريف ما نصه:

مثال نعل الرسول خذه بحسن القبول

ففضله ليس يحصى لدفع كل مهول

وفي وسطها ما نصه:

امرغ في المثال بياض وجهي فقد عقد النبي صلى الله عليه وسلم لها قبولا

وما حب المثال شغفن قلبي ولكن حب من لبس المثالا

ورأيت مكتوبا بدائرتها ما نصه: ما كان هٰذا المثال الكريم في دار فسرقت ولا في سفينة فغرقت وفيه خواص عجيبة (انتهٰى)".

ترجمہ: میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ نعلِ اقدس کے ایک کنارے پر یہ اشعار لکھے ہوئے دیکھے:

"یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل شریف کی مثال ہے، اسے نہایت خوشدلی سے قبول کرو، اس کے فضائل بے شمار ہیں، یہ ہر غم کو دور کرنے والی ہے"۔

اور اسی نقشِ اقدس کے درمیان میں یوں لکھا تھا:

"اپنے چہرے کے گال کو نعل شریف کی مثال مبارک پر ملو، اس کی مقبولیت کے لئے یہی کافی ہے کہ اس کی اصل کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنا ہے، میرا دل نعل مبارک کی محبت میں یونہی گرفتار نہیں

بلکہ یہ اس نعل مبارک کو پہننے والی عظیم ہستی کی وجہ سے ہے''

پھر میں نے اسی کے اردگرد دائرے میں یہ لکھا ہوا بھی دیکھا: ''یہ مثال مبارک جس گھر میں ہو اس میں کبھی چوری نہ ہو، اور جس کشتی میں ہو وہ کبھی غرق نہ ہو، نیز اس کے اور بھی بڑے عجیب فوائد ہیں''۔

(ازهار الرياض للتلمسانی جلد3صفحه265 مطبعة لجنة التأليف القاهرة)

(۱۰)۔علامہ محمد بن موسیٰ جمازی رحمہ اللہ:

آپ کا پورا نام ''علامہ سید محمد بن موسیٰ بن محمد جوادی جمازی حسنی حسینی مالکی رحمہ اللہ'' ہے، مصر کے قاضی تھے، اہلِ رجال نے آپ کو ''امام، علامہ، شیخ، محدث، احد الفضلاء والاعیان، احد ائمة البیان، فقیہ'' کہا ہے، آپ کا وصال 1065 ہجری کو مصر میں ہوا۔ (خلاصة الاثر، اعلام، فتح المتعال)

علامہ ابن معصوم نے ''سلافة العصر'' میں آپ رحمہ اللہ کا عمل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے نانا جان جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل شریف کی مثال مبارک کے اندر یہ اشعار درج فرمائے ہیں کہ:

''مذ شاهدت عيناى شكل نعاله خطرت علىّ خواطر بمثاله

فغدوت مشغول الفؤاد مفكرا متمنيا انى شراك نعاله

حتى الامس اخمصيه ملاصقا قدما لمن كشف الدجىٰ بجماله

يا عين ان شط الحبيب ولم اجد سببا الى تقريبه ووصاله

فلقد قنعت برؤيتى آثاره فامرغ الخدين فى اطلاعه''

ترجمہ: جب سے میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کی مثال کو دیکھا ہے، میں تو ہر وقت اسی مثال کی یادوں میں کھویا رہتا ہوں، میں ہر صبح اپنے دل کو اس بات کا فکر مند اور متمنی پاتا ہوں کہ:

کاش میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کا تسمہ ہوتا، یہاں تک کہ: تلوا بن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدموں سے ہی چمٹا رہتا جن کے جمال کی برکت سے جہالت کے اندھیرے چھَٹ گئے۔

حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جھلک کو ترسنے والی اے آنکھ! جب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب ووصال کا کوئی راہ نہیں پاتا! تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک آثار کو دیکھ کر ہی قناعت کر لیتا ہوں، اور اپنے گالوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات سے رگڑ لیتا ہوں۔

(سلافة العصر فی محاسن الشعراء بکل مصر صفحہ235 دمشق)

علمائے ''قسطنطنیہ'' کا عمل

(۱۱)۔علامہ عبدالبر فیومی رحمہ اللہ:

آپ کا پورا نام ''علامہ عبدالبر بن عبدالقادر بن محمد بن احمد بن زین فیومی عوفی حنفی رحمہ اللہ'' ہے، آپ کو اہلِ رجال نے ''امام، فاضل، ادیب، احد ادباء الزمان المتفوقین، احد فضلاء الزمان البارعین، کثیر الفضل'' قرار دیا ہے، آپ کا وصال 1071 ہجری کو ''قسطنطنیہ'' میں ہوا۔

(الاعلام، خلاصة الاثر، معجم المؤلفين)

''خلاصة الاثر'' میں علامہ حموی نے لکھا ہے کہ:

''نقشِ نعلِ اقدس کے اندر ''قسطنطنیہ'' کے مشہور امام، فاضل اور ادیب علامہ عبدالبر فیومی رحمہ اللہ نے یہ اشعار درج کیے تھے کہ:

''لمثل نعل المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم شرف وفوائد
زادت علی العدّ
فکأنما هو دارتا قمر یهدی الانام ولو علیٰ بعد
قبلتها وجعلت صورتها فوق الجبین علامة السعد
لو کان یحسن ان یشر کها جلدی جعلت شراکها خدی
نعل بعثت بها لتلبسها قدم بها تسعی الی المجد''۔

ترجمہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل شریف کی مثال مبارک

کی بزرگی اور فوائد شمار سے باہر ہیں، یہ ایسے ہے جیسے چودھویں رات کا چاند جو لوگوں کی پہنچ سے باہر ہونے کے باوجود مخلوق پر اپنی رعنائیاں بکھیرتا ہے۔

میں نے اسے خوب چوما، اور اس کی صورت بنا کر اسے اپنی پیشانی سے لگا لیا جو میرے لئے سعادت مندی کی علامت ہے، کیا ہی اچھا ہوتا کہ:

اس نعل مبارک کو میری کھال کے تسمے ڈالے جاتے اور اس کے مبارک تسموں کو میرے گال بنا دیا جاتا۔

یہ نعل فقط اس لئے بنائے گئے تھے تا کہ انہیں وہ مبارک قدم پہنیں جو ہر بزرگی کو پانے والے ہیں۔

(خلاصة الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر جلد 2صفحه296حرف العین المهملة، دار صادر بیروت)

علمائے ''اندلس'' کا عمل

(۱۲)۔علامہ ابو الربیع کلاعی رحمہ اللہ:

آپ کا پورا نام ''علامہ ابو الربیع سلیمان بن موسیٰ بن سالم بن حسان بن سلیمان بن احمد بن عبد السلام کلاعی اندلسی حمیری بلنسی شہید رحمہ اللہ'' ہے، آپ کو اہلِ رجال نے ''محدث، امام، ادیب، حافظ الحدیث، حافظ اسماء الرجال، حافل، عارف الجرح والتعدیل، بصیر، ذاکر للمو الید والوفیات'' کہا ہے، آپ ''اندلس'' کے آخری حافظ الحدیث ہیں، آپ کی وفات 634ہجری کو اندلس میں ہی ہوئی۔ (فہرس الفھارس، الاعلام، معجم المؤلفین)

چنانچہ علامہ تلمسانی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''فتح المتعال'' میں فرماتے ہیں کہ:

''وهو الثالث فی ترتیبنا هٰذا نقلته من خط بعض اكابر العلماء المتقدمین من اعلام المغرب المعتبرین وكتب فی وسطه ما صورته: ''هٰذه صفة نعل نبینا محمد صلی الله علیه وسلم'' وكتب بأثره: أنشدنی الفقیه ابو عبد اللّٰه بن سلمه قال: أنشدنی الكلاعی رحمه الله تعالیٰ:

یا ناظرا تمثال نعل نبیه قبل مثال النعل لا متكبرا
واعكف علیه فطال ما عكفت به قدم النبی مروّحا ومبكرا

ترجمہ: ہماری ترتیب کے مطابق یہ نعل مبارک کی تیسری مثال ہے جسے

میں نے علماء مغرب میں سے بعض متقدمین اکابر علماء کی تحریروں سے نقل کیا ہے، اس مثال کے بالکل درمیان میں لکھا ہے کہ:

''یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کی مثال مبارک ہے''

پھر اس پر فقیہ ابو عبداللہ بن سلمہ کی سند سے امام کلاعی رحمہ اللہ کے یہ اشعار بھی لکھے ہوئے ہیں کہ:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کا اے نقش دیکھنے والے! نعل مبارک کے نقش کو بوسہ دے اور تکبر نہ کر۔ اور یہ کام ہمیشگی کے ساتھ کر، کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک راحت دینے والا اور موسمِ بہار کی پہلی خوشگوار برسات کی طرح ہے۔

(فتح المتعال للتلمسانی صفحہ108 دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۱۳)۔علامہ ابن ہارون تونسی رحمہ اللہ:

آپ کا پورا نام ''شیخ ابو محمد عبداللہ بن محمد بن ہارون طائی قرطبی تونسی رحمہ اللہ'' ہے، آپ ''ابنِ ہارون تونسی'' کے نام سے مشہور ہیں، آپ کو اہلِ رجال نے ''امام، شیخ، علامہ، حافظ الحدیث'' قرار دیا ہے، آپ کا وصال 702 ہجری کو اندلس میں ہوا۔

(فہرس المفہارس، معجم المؤلفین)

علامہ عبدالحئی کتانی رحمہ اللہ ''فہرس الفہارس'' میں آپ ہی کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ:

''له ایضا "اللآلی المجموعة من باهر النظام وبارع الکلام فی وصف مثال نعلی رسول الله علیه الصلوٰة والسلام"، وسبب جمعه. علیٰ ماقال: انه سئل منه نظم ابیات تکتب علیٰ مثال النعل المشرفة، فکتب فی ذالك قطعة وندب ادباء

قطرہ الاندلس،لذٰلك فاجابوا، وكتب عن ذالك ما وصل اليه، وجملة ما فيه من المقطعات مانيف علٰى مائة وثلاثين، بين صغيرة وكبيرة، ولم يطلع علٰى هٰذا التأليف الحافظ المقرى مع سعة حفظه وكثرة اطلاعه ومبلغه من التنقير والتفتيش عما قيل فى النعل، ولم يطلع لمن قبله الا علٰى عدد اقل من هٰذا بكثير وغالب ما اودعه فى "فتح المتعال" كلامه وكلام اهل عصره، ولو اطلع عليه لاغتبط به كثيرا".

ترجمہ: اور ان کی ایک اور کتاب بنام ''اللآلی المجموعة من باهر النظام وبارع الكلام فى وصف مثال نعلى رسول الله عليه الصلٰوة والسلام '' ہے جس کی تألیف کا سبب بقول ان کے یہ ہوا کہ: ان سے نعل شریف کی مثال مبارک پر اشعارِ مدحت لکھنے کے بارے میں سوال کیا گیا تھا، چنانچہ انہوں نے اس کے جواب میں ایک جامع مضمون لکھ دیا، حالانکہ اس مسئلہ پر اندلس کے ادیبوں کے درمیان خوب بحث چھڑی تھی، اسی لئے وہ اس کے حل کی طرف مائل ہوئے، لہٰذا علامہ ابن ہارون تونسی رحمہ اللہ نے اس سلسلہ میں جو کچھ انہیں ملا جامع انداز میں لکھ دیا، اور اس کتاب میں کل ملا کے 130 چھوٹے بڑے مباحث اسی حوالے سے لکھے گئے تھے، لیکن حیرت ہے کہ: اس تألیف پر علامہ حافظ مقری تلمسانی رحمہ اللہ اپنی وسعتِ علمی، کثرتِ اطلاع اور نعل شریف کے بارے میں بیان کئے جانے والے علمی جواہر کی چھان پھٹک میں مہارت اور پہنچ کے باوجود مطلع نہیں ہو پائے، حالانکہ علامہ تلمسانی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''فتح المتعال'' میں اپنے اور اپنے زمانے کے کثیر علماء کے کلام کو

لائے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ اسی موضوع پر اس سے پہلے لکھی جانے والی بہت کم کتب پر اطلاع پا سکے، چنانچہ اگر انہیں علامہ ابن ہارون تونسی رحمہ اللہ کی اس تصنیف کا پتہ چل جاتا تو یقیناً وہ اس سے بہت زیادہ استفادہ فرماتے۔

(فهر س الفهارس جلد2صفحه1104 (رقم الهاء) دار الغرب الاسلامی بیروت)

(منتهى السؤل على وسائل الوصول الى شمائل الرسول صلى الله عليه وسلم للشحارى جلد 1 صفحه 580 دار المنهاج جدة)

(۱۴)۔علامہ ابوالحسن مالقی رحمہ اللہ:

آپ کا پورا نام" علامہ ابوالحسن علی بن عبداللہ بن حسن جذامی نباہی مالقی رحمہ اللہ" ہے، آپ کو اہلِ رجال نے "قاضی الجماعۃ، امام، عالم، علامہ، فقیہ، ادیب، مؤرخ، من اکابر المشہورین" تسلیم کیا ہے، آپ رحمہ اللہ کا وصال 794 ہجری کو اندلس میں ہوا۔(الاعلام، معجم المؤلفين، ازهار الرياض)

آپ ہی کے ہم زمانہ عظیم محدث علامہ لسان الدین ابن خطیب رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الاحاطة فی اخبار غرناطة" میں آپ رحمہ اللہ ہی کا عمل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"كتب مع شكل يحذو على النعل الكريم، من شأنه ان يكتب ذالك لكل مزمع سفر:

فديتك لا يهدى اليك اجلّ من حديث نبى الله خاتم رسله

ومن ذالك الباب المثال الذى يأتى به الاثر المأثور فى شأن نعله

ومن فضله مهما يكن عند حامل له نال ما يهواه ساعة حمله

ولا سيما ان كان ذا سفر به فقد ظفرت يمناه بالأمن كله

فدونك منه ايها العلم الرضا مثالا كريما لا نظير لمثله"۔

ترجمہ: شیخ ابوالحسن مالقی رحمہ اللہ نے نعل شریف کے مطابق بنائی جانے والی تصویر مبارک پر ہر اہم معاملے میں کامیابی کے لئے اس مثال مبارک کے فضائل وفوائد لکھ دیئے چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

میں تجھ پر قربان! خاتم المرسلین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے بڑھ کر تیرا کوئی راہنما نہیں ہوسکتا۔ اور اس سلسلہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کی مثال شریف بھی شامل ہے اور اس مثالِ نعل مبارک کی ایک فضیلت یہ ہے کہ: اگر حاملہ عورت اسے بوقتِ وضع حمل اپنے پاس رکھے تو اسے راحت پہنچے۔

بالخصوص جب کوئی سفر میں اسے ساتھ لے چلے تو وہ امن وامان کے ساتھ مراد کو پہنچے۔

چنانچہ خبردار اے قدردان! یہ وہ مبارک مثال ہے جس کی مثال بھی بے مثال ہے۔

(الاحاطة فی اخبار غرناطة لابن الخطيب جلد4 صفحه71 دار الكتب العلمية بيروت)

﴿علمائے ''فاس'' کا عمل﴾

فاس کا علاقہ اندلس کے اگرچہ قریب ہی واقع ہے، لیکن ان دونوں کے درمیان میں ''مکناس'' اور ایک دو چھوٹے علاقوں کی موجودگی کی وجہ سے ہم نے فاس کا بیان اندلس کے بیان سے الگ کیا ہے۔

(۱۵)۔علامہ مہدی فاسی رحمہ اللہ:

آپ کا پورا نام ''علامہ ابوعیسیٰ محمد مہدی بن احمد علی بن یوسف بن محمد بن حامد فہری مغربی فاسی قصری رحمہ اللہ'' ہے، آپ کو اہلِ رجال نے ''محدث، مؤرخ، شیخ، عالم، امام'' تسلیم کیا ہے، آپ رحمہ اللہ کا انتقال 1109 ہجری کو ''فاس'' میں ہوا۔

(ترجمة الشارح فی مطالع المسرات)

چنانچہ آپ رحمہ اللہ نے ''دلائل الخیرات'' کی شرح ''مطالع المسرات'' میں نعل شریف کی مثال مبارک کی فضیلت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''وقد استنابوا مثال النعل عن النعل، وجعلوا له من الاکرام والاحترام ما للمنوب عنه، وذکروا له خواص وبرکات قد جربت وقالوا فیه اشعارا کثیرة، وألّفوا فی صورته ورووه بالأسانید وقد قال القائل:

اذا ما الشوق اقلقنی الیها ولم اظفر بمطلوبی لدیها

نقشت مثالها فی الکف نقشا وقلت لنا ظری قصرا علیها''۔

ترجمہ: علماء کرام نے نعل مبارک کے نقشے کو نعل مبارک کا قائم مقام قرار

دیا ہے اور اس کے لئے وہی اکرام و احترام ثابت ٹھہرایا ہے جو اصل کے لئے تھا اور اس نقشہ مبارک کی خواص و برکات ذکر فرمائے ہیں جو تجربے سے ثابت ہیں، اور علماء نے اس سلسلہ میں بکثرت اشعار کہے اور اس کی نقشِ اقدس کے اندر بہت کچھ لکھا اور اسے سندوں کے ساتھ روایت کیا، کسی کہنے والے نے کہا:

جب اس (زیارتِ نعل مقدس) کی آتشِ شوق میرے سینے میں بھڑکتی ہے اور اس کا دیدار میسر نہیں ہوتا تو اس کی تصویر ہاتھ پر بنا کر آنکھ سے کہتا ہوں اسی پر بس کر۔

(مطالع المسرات بجلاء دلائل الخیرات صفحہ 150 اسماء سیّدنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

(۱۶)۔علامہ محمد بن سودہ تاودی رحمہ اللہ:

آپ کا پورا نام "علامہ ابو عبد اللہ محمد بن طالب بن علی بن سودہ تاودی فاسی مالکی ازہری رحمہ اللہ" ہے، آپ کو اہلِ رجال نے "شیخ، امام، فقیہ، محدث، بارع، متبحر، عالم المغرب، علامہ، صالح" کہا ہے، آپ رحمہ اللہ بخاری شریف کے شارح ہیں، آپ رحمہ اللہ کا وصال 1209 ہجری کو "فاس" میں ہوا۔

(اعلام، فهرس الفهارس، حلية البشر، معجم المؤلفين)

علامہ محمد طاہر کردی مکی رحمہ اللہ نے "تبرک الصحابہ" میں علامہ محمد تاودی رحمہ اللہ کا اپنا عمل انہی کی کتاب "حاشية التاودی علی صحیح الامام البخاری" کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ:

"قال الشیخ محمد التاودی بن سودة رحمه الله فی "حواشیه علی صحیح الامام البخاری" فی "باب الشرب من قدح النبی

صلى الله عليه وسلم " صحيفة "73" ما نصه:

"وقد من الله عليّ مع حقارتي وضعف تعلقي بالسنة والحديث، بأني رأيت فردة من نعل النبي صلى الله عليه وسلم ومسحت بها وجهي وعيني، وذالك في العشرة الاخيرة من المائة الثانية عشرة، وهٰذه النعل بدار الاشراف الطاهرين بعدوة الاندلس، قرب وادي مصمودة هنالك، معروف جدهم بصاحب النعال وكان السلطان مولانا اسماعيل جبرهم علىٰ اخذها، فأعطوه واحدة وكتموا الاخرىٰ، فمن ثم لا يطلعون عليها احدا وهي عند هم في ربيعة في صندوق في مكان معظم محترم، رأيت عليه خط واحد من العلماء ممن ادركته لا غير، وكتبت حوله، ولله الحمد وله المنة".

ترجمہ: علامہ شیخ محمد تاودی بن سودہ رحمہ اللہ نے صحیح بخاری کے حاشیہ میں "باب الشرب من قدح النبي صلى الله عليه وسلم" صحیفہ 73 کے ضمن میں یوں لکھا ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ نے میری حقارت اور حدیث وسنت سے کمزور تعلق کے باوجود مجھ پر ایک احسان فرمایا: کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نعل مبارک دیکھا اور اُسے اپنے چہرے اور اپنی آنکھوں سے لگایا، اور یہ سعادت بارہویں صدی کے آخری عشرہ میں مجھے حاصل ہوئی، اور یہ نعل مبارک عدوہ اندلس میں دار اشراف الطاہرین میں موجود تھا جو کہ وادیء مصمودہ کے قریب ہے وہاں ان کے جد اعلیٰ "صاحب النعال"

(نعلین شریف والے) مشہور ہیں۔

اور اس وقت کے بادشاہ "سلطان اسماعیل" نے اس سے زبردستی چھین لینے کی کوشش کی تو انہوں نے اسے ایک دیدیا اور دوسرا چھپا دیا اور اسی وجہ سے وہ کسی کو اس بارے میں نہ بتاتے تھے اور وہ ایک مکان میں صندوق کے اندر نہایت ہی عزت اور احترام سے رکھا ہوا تھا، میں نے اس پر صرف ایک عالم کی تحریر لکھی ہوئی دیکھی اور اس کے علاوہ اس پر کسی قسم کی تحریر نہیں دیکھی چنانچہ میں نے بھی اس کے اردگرد کچھ لکھ دیا، بس اللہ ہی کی تعریفیں اور اسی کا احسان ہے۔

(تبرک الصحابہ بآثار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للکردی المکی صفحہ111 دار المنہاج جدۃ)

(حاشیۃ التاودی علی صحیح البخاری جلد5صفحہ357)

(۱۷)۔علامہ ابوعبداللہ مسناوی رحمہ اللہ:

آپ کا پورا نام "علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد بن محمد بن ابی بکر مسناوی دلائی فاسی رحمہ اللہ" ہے، آپ کو اہلِ رجال نے "شیخ، امام، محقق، مفتی، فقیہ" کہا ہے، آپ کا وصال 1150 ہجری کو فاس میں ہوا۔(الاعلام، معجم المؤلفین، فہرس الفہارس)

علامہ تاودی رحمہ اللہ نے حاشیہ بخاری میں انکشاف کیا ہے کہ دار اشراف میں انہوں نے خود جس نعل شریف کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اس پر پہلے سے کسی عالم کی تحریر بھی موجود تھی، چنانچہ علامہ کردی رحمہ اللہ ان کے اس قول کی وضاحت کرتے ہوئے اس عالم کا نام بھی رقم فرماتے ہیں کہ:

"(خط واحد من العلماء ممن ادرکتہ) ھو ابو عبد اللہ محمد بن احمد المسناوی الدلائی العلامۃ الشھیر"۔

یعنی وہ عالم جن کا نام میں (یعنی علامہ تاودی رحمہ اللہ) نے وہاں لکھا ہوا دیکھا تھا وہ (''جهد المقل القاصر'' کے مصنف) ابوعبداللہ محمد بن احمد مسناوی دلائی رحمہ اللہ تھے جو اپنے وقت کے ایک مشہور علامہ ہوگزرے ہیں۔

(تبرك الصحابه بآثار رسول الله صلى الله عليه وسلم وبيان فضله العظيم للكردى المكى صفحه111 دار المنهاج جدة)

(۱۸)۔علامہ ادریس بن محمد حسینی رحمہ اللہ:

آپ کا پورا نام ''علامہ ابوالعلاء ادریس بن محمد بن ادریس بن حمدون عراقی حسینی فاسی رحمہ اللہ'' ہے، آپ کو اہلِ رجال نے ''حافظ المغرب، قاضی الرباط، فقیہ، ناسک، علامہ، صالح، شیخ الجماعۃ، امام القراء، فخر فاس، محدث'' کہا ہے، آپ کا وصال 1183 ہجری کو فاس میں ہی ہوا۔ (فهر س الفهارس، اعلام، معجم المؤلفين)

شیخ طاہر کردی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''تبرک الصحابہ'' میں ''ذكر ما كتب حول النعل الشريفة الموجودة بفاس'' (یعنی فاس شہر میں موجود نعل شریف کے اطراف میں جو لکھا ہے اس کا ذکر) کے عنوان کے تحت ان جلیل القدر علماء کے ناموں میں تفصیل بیان فرمائی جنہوں نے نقشِ نعل مبارک کے اردگرد اپنا نام اور چند لفظوں میں اپنے تأثرات اور دعائیہ کلمات لکھنے کی سعادت حاصل کی، جن میں ایک نام علامہ ادریس بن محمد حسینی رحمہ اللہ کا بھی ہے۔

(تبرك الصحابه للكردى المكى صفحه109، 110، 111 دار المنهاج جدة)

(۱۹)۔علامہ محمد بن احمد صقلی رحمہ اللہ:

آپ کا پورا نام ''علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد بن محمد بن احمد صقلی حسینی رحمہ اللہ'' ہے، آپ کو اہلِ رجال نے ''فقیہ، صالح، ناسک، محدث'' کہا ہے، آپ رحمہ اللہ

کا وصال 1322 ہجری کو فاس میں ہوا۔ (فهرس الفهارس)

شیخ طاہر کردی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''تبرک الصحابہ'' میں ''ذکر ما کتب حول النعل الشریفة الموجودة بفاس'' (یعنی فاس شہر میں موجود نعل شریف کے اطراف میں جو لکھا ہے اس کا ذکر) کے عنوان کے تحت ان جلیل القدر علماء کے ناموں میں تفصیل بیان فرمائی جنہوں نے نقشِ نعل مبارک کے اردگرد اپنا نام اور چند لفظوں میں اپنے تأثرات اور دعائیہ کلمات لکھنے کی سعادت حاصل کی، جن میں ایک نام علامہ محمد بن احمد صقلی رحمہ اللہ کا بھی ہے۔

(تبرك الصحابه للكردى المكى صفحه109، 110، 111 دار المنهاج جدة)

(۲۰)۔ علامہ احمد بن مہدی بوعزاوی رحمہ اللہ:

آپ کا پورا نام ''علامہ احمد بن محمد بن مہدی بن عباس بوعزاوی فاسی مالکی رحمہ اللہ'' ہے، آپ کو اہلِ رجال نے ''فقیہ، فاضل، عالم، علامہ'' کہا ہے، آپ کا وصال سن 1337 ہجری کو فاس میں ہوا۔ (معجم المؤلفين، اعلام)

شیخ طاہر کردی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''تبرک الصحابہ'' میں ''ذکر ما کتب حول النعل الشریفة الموجودة بفاس'' (یعنی فاس شہر میں موجود نعل شریف کے اطراف میں جو لکھا ہے اس کا ذکر) کے عنوان کے تحت ان جلیل القدر علماء کے ناموں میں تفصیل بیان فرمائی جنہوں نے نقشِ نعل مبارک کے اردگرد اپنا نام اور چند لفظوں میں اپنے تأثرات اور دعائیہ کلمات لکھنے کی سعادت حاصل کی، جن میں ایک نام علامہ احمد بن مہدی بوعزاوی رحمہ اللہ کا بھی ہے۔

(تبرك الصحابه للكردى المكى صفحه109، 110، 111 دار المنهاج جدة)

(۲۱)۔ علامہ محمد بن رشید حسینی رحمہ اللہ:

آپ کا پورا نام ''علامہ محمد بن رشید بن محمد بن ادریس عراقی حسینی فاسی رحمہ اللہ''

ہے، آپ کو اہلِ رجال نے ”علامہ، شیخ، فاضل، قاضی“ کہا ہے، آپ کا وصال 1348 ہجری کو فاس میں ہوا۔ (الاعلام للزرکلی)

شیخ طاہر کردی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”تبرک الصحابہ“ میں ”ذکر ما کتب حول النعل الشریفة الموجودة بفاس“ (یعنی فاس شہر میں موجود نعل شریف کے اطراف میں جو لکھا ہے اس کا ذکر) کے عنوان کے تحت ان جلیل القدر علماء کے ناموں میں تفصیل بیان فرمائی جنہوں نے نقشِ نعل مبارک کے اردگرد اپنا نام اور چند لفظوں میں اپنے تأثرات اور دعائیہ کلمات لکھنے کی سعادت حاصل کی، جن میں ایک نام علامہ محمد بن رشید حسینی رحمہ اللہ کا بھی ہے۔

(تبرک الصحابہ للکردی المکی صفحہ109، 110، 111 دار المنهاج جدة)

(۲۲)۔ علامہ محمد بن محمد بن رشید حسینی رحمہ اللہ:

آپ کا پورا نام ”علامہ محمد بن محمد بن رشید حسینی عراقی فاسی رحمہ اللہ“ ہے، آپ سابق الذکر علامہ محمد بن رشید عراقی کے ہی صاحبزادے ہیں، آپ کا تعلق بھی فاس سے ہی ہے اور وہیں انتقال ہوا۔

شیخ طاہر کردی رحمہ اللہ نے نقشِ نعل مبارک پر لکھنے کی سعادت حاصل کرنے والے علماء میں علامہ محمد بن محمد بن رشید حسینی رحمہ اللہ کا ذکر ان کے والد کے ساتھ ہی کیا ہے۔ (تبرک الصحابہ للکردی المکی صفحہ109، 110، 111 دار المنهاج جدة)

(۲۳)۔ علامہ محمد وزانی رحمہ اللہ:

آپ کا پورا نام ”محمد بن علال بن عبد السلام وزانی حسنی قادری رحمہ اللہ“ ہے، آپ کو امام، عالم اور محدّث تسلیم کیا گیا ہے، آپ کا انتقال ”فاس“ میں ہی ہوا۔

چنانچہ شیخ طاہر کردی رحمہ اللہ نے ”تبرک الصحابہ“ میں ”ذکر ما کتب حول النعل الشریفة الموجودة بفاس“ (یعنی فاس شہر میں موجود نعل شریف کے

اطراف میں جولکھا ہے اس کا ذکر) کے عنوان کے تحت نقشِ نعل مبارک پر لکھائی کرنے والے اہلِ علم حضرات میں علامہ وزانی رحمہ اللہ کا بھی نام درج کیا ہے۔

(تبرك الصحابه للكردى المكى صفحه109، 110، 111 دار المنهاج جدة)

(۲۴)۔علامہ محمد بن محمد وزانی رحمہ اللہ:

آپ کا پورا نام ''علامہ محمد بن محمد بن علال بن عبد السلام وزانی حسنی قادری رحمہ اللہ'' ہے، آپ سابق الذکر علامہ وزانی رحمہ اللہ کے ہی صاحبزادے ہیں، اپنے وقت کے بڑے عالم شمار ہوئے، آپ کا وصال بھی فاس میں ہی ہوا۔

چنانچہ شیخ طاہر کردی رحمہ اللہ نے ''تبرک الصحابہ'' میں ''ذکر ما کتب حول النعل الشریفة الموجودة بفاس'' (یعنی فاس شہر میں موجود نعل شریف کے اطراف میں جولکھا ہے اس کا ذکر) کے عنوان کے تحت نقشِ نعل مبارک پر لکھائی کرنے والے اہلِ علم حضرات میں علامہ محمد بن محمد بن علال وزانی رحمہ اللہ کا بھی نام ان کے والد کے نام کے ساتھ ہی درج کیا ہے۔

(تبرك الصحابه للكردى المكى صفحه109، 110، 111 دار المنهاج جدة)

(۲۵)۔علامہ عبد السلام شرفی رحمہ اللہ:

آپ کا پورا نام ''علامہ ابو محمد عبد السلام بن محمد طیب شرفی اندلسی رحمہ اللہ'' ہے، آپ کو اہلِ رجال نے ''عالم، مشارك فی علوم الحدیث والتفسیر والاصول والكلام والنسب والمنطق والبیان'' کہا ہے، چنانچہ آپ کا وصال 1110 ہجری کو فاس میں ہوا۔ (معجم المؤلفین)

چنانچہ شیخ طاہر کردی رحمہ اللہ نے ''تبرک الصحابہ'' میں ''ذکر ما کتب حول النعل الشریفة الموجودة بفاس'' (یعنی فاس شہر میں موجود نعل شریف کے اطراف میں جولکھا ہے اس کا ذکر) کے عنوان کے تحت نقشِ نعل مبارک پر لکھائی

کرنے والے اہلِ علم حضرات میں علامہ عبد السلام بن محمد طیب شرفی رحمہ اللہ کا بھی نام درج کیا ہے۔(تبرک الصحابہ للکردی المکی صفحہ109،110، 111 دار المنہاج جدۃ)

(۲۶)۔علامہ علی بن طیب شرفی رحمہ اللہ:

آپ کا پورا نام ''علامہ ابو الحسن علی بن طیب بن عبد الرحمٰن شرفی اندلسی فاسی رحمہ اللہ'' ہے، آپ کا وصال سن 1358 ہجری کو فاس میں ہی ہوا۔(معجم المؤلفین)

چنانچہ شیخ طاہر کردی رحمہ اللہ نے ''تبرک الصحابہ'' میں ''ذکر ما کتب حول النعل الشریفۃ الموجودۃ بفاس''(یعنی فاس شہر میں موجود نعل شریف کے اطراف میں جو لکھا ہے اس کا ذکر) کے عنوان کے تحت نقشِ نعل مبارک پر لکھائی کرنے والے اہلِ علم حضرات میں علامہ علی بن طیب شرفی رحمہ اللہ کا بھی نام درج کیا ہے۔(تبرک الصحابہ للکردی المکی صفحہ109،110، 111 دار المنہاج جدۃ)

(۲۷)۔علامہ ادریس مکوار رحمہ اللہ:

''علامہ شیخ عبد ربہ ادریس مکوار رحمہ اللہ'' کا تذکرہ مجھے تفصیلاً نہیں مل سکا مگر اس قدر کہ علامہ طاہر کردی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''تبرک الصحابہ'' میں آپ کا تذکرہ ان حضرات میں کیا ہے جنہوں نے نقشِ نعلِ اقدس پر اپنا نام اور دعائیہ کلمات کی لکھائی کرنے کا شرف حاصل کیا ہے، اور فرمایا کہ: میں نے نقشِ نعلِ اقدس میں ''علامہ عبد ربہ ادریس مکوار رحمہ اللہ'' کا نام بھی لکھا ہوا دیکھا، اس کے بعد یوں بھی لکھا تھا: ''لطف اللہ بہ'' اللہ اس پر لطف و کرم فرمائے۔

(تبرک الصحابہ للکردی المکی صفحہ109 دار المنہاج جدہ)

(۲۸)۔علامہ محمد بن احمد رحمہ اللہ:

''علامہ شیخ عبد ربہ محمد بن احمد رحمہ اللہ'' کا تذکرہ بھی مجھے تفصیلاً نہیں مل سکا مگر

علامہ طاہر کردی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''تبرك الصحابه'' میں فرمایا کہ: میں نے نعلِ اقدس کے نقش مبارک میں دیگر اہلِ علم کے ساتھ ''علامہ عبدربہ محمد بن احمد رحمہ اللہ'' کا نام بھی لکھا ہوا دیکھا، اس کے بعد یہ لکھا تھا: ''تاب الله عليه'' اللہ اس کی توبہ قبول فرمائے۔ (تبرك الصحابه للكردى المكى صفحه 108 دار المنهاج جده)

(۲۹)۔علامہ عبدالسلام طاہری رحمہ اللہ:

علامہ عبدالسلام طاہری صقلی رحمہ اللہ کا تعلق فاس اور ''مکناس'' سے ہے، آپ کا شمار وہاں کے بڑے علماء میں ہوتا ہے، فاس کے جس مبارک گھر میں اصل نعل اقدس موجود ہے وہ آپ رحمہ اللہ ہی کا گھر ہے، اور آپ کو اس علاقے میں ''صاحب النعل'' کہا جاتا ہے۔آپ کا نام بھی شیخ طاہر کردی رحمہ اللہ نے ''تبرک الصحابہ'' میں ان جلیل القدر 17 علماء کے ناموں میں ذکر کیا ہے جنہوں نے نقشِ نعلِ اقدس کے ارد گرد اپنا نام اور دعائیہ کلمات لکھنے کی سعادت حاصل کی۔

(تبرك الصحابه للكردى المكى صفحه 109، 110، 111 دار المنهاج جدة)

(۳۰)۔علامہ محمد بن عبدالسلام طاہری رحمہ اللہ:

علامہ محمد بن عبدالسلام طاہری صقلی حسینی رحمہ اللہ کا تعلق بھی شہرِ فاس اور مکناس سے ہے، بلکہ آپ سابق الذکر علامہ عبدالسلام طاہری کے صاحبزادے اور مکناس شہر کے قاضی بھی تھے، آپ کو اہلِ رجال نے ''فقیہ، اصولی، مشارک فی العلوم، قاضی'' بھی کہا ہے، آپ کا وصال 1309 ہجری کو فاس میں ہوا۔ (معجم المؤلفين)

اپنے والد گرامی ''صاحب النعل'' کے بعد نعل اقدس کی خدمت فاس میں موجود اسی گھر میں آپ رحمہ اللہ ہی کے سپرد ہوئی، جسے آپ نے دل و جان سے نبھایا، آپ رحمہ اللہ کو اسی وجہ سے ''خادم النعل'' بھی کہا جاتا ہے۔

علامہ طاہر کردی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جب میری علامہ قاضی محمد بن عبد السلام رحمہ اللہ سے ہوئی جن کے پاس اصل نعلِ اقدس ہے، مجھ سے فرمانے لگے: یہ جو نعلِ اقدس میرے پاس موجود ہے، ایک صندوق میں رکھا ہوا تھا اور وہ صندوق دو مزید صندوقوں میں رکھا ہوا تھا یعنی نعلِ اقدس آخری صندوق میں تھا، کافی عرصہ بعد جب صندوق کو کھولا گیا تو دیکھا کہ وہ تینوں صندوق کسی چوہے نے کتر دیئے تھے جس وجہ سے ہر صندوق میں سوراخ ہو چکا تھا جب ہم نے نعلِ اقدس کو دیکھا تو وہ اپنی اصل حالت میں موجود تھا، اس چوہے نے اسے چھوا تک نہیں، بلاشبہ یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے۔

چنانچہ شیخ طاہر کردی رحمہ اللہ نے ان 17 علماء میں آپ کے والد کے ساتھ ساتھ آپ کا نام بھی شامل کیا ہے جنہوں نے نقشِ نعل اقدس پر اپنے نام اور دعائیہ کلمات تحریر فرمائے۔

(تبرک الصحابہ للکردی المکی صفحہ109، 110، 111 دار المنہاج جدۃ)

علمائے ''لبنان'' کا عمل

(۳۱)۔ علامہ یوسف نبہانی رحمہ اللہ:

آپ کا پورا نام ''علامہ یوسف بن اسماعیل بن یوسف بن اسماعیل نبہانی بیروتی لبنانی رحمہ اللہ'' ہے، آپ کو اہلِ رجال نے ''امام، فاضل، ہمام، کامل، عالم، عامل، محبّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، شیخ، قاضی، بوصیری العصر، ادیب، شاعر، صادق، خادم السیر ۃ النبویۃ، نادرۃ العصر، محدث'' تسلیم کیا ہے، متعدد جلیل القدر اور مفید کتب کے مصنف ہیں، آپ کا وصال 1350 ہجری کو بیروت میں ہوا۔

(حلیۃ البشر، فہرس الفہارس)

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمہ اللہ خود ہی اپنی کتابوں ''المجموعۃ النبھانیۃ'' اور ''سعادۃ الدارین'' میں اپنا عمل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''وقلت فی آخر الفوائد التی طبعت المثال الشریف وطبعتها حوله لتعلق فی صدور المجالس للتبرك:

انی خدمت مثال نعل المصطفیٰ صلی اللہ علیه وسلم لأعیش فی الدارین تحت ظلالها

سعد ابن مسعود بخدمة نعله وانا السعید بخدمتی لمثالها''۔

ترجمہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل اقدس کی وہ مثال مبارک جس کے ساتھ اس کے فوائد بھی تحریر تھے، میں نے مثال اقدس کی مدح میں لکھے گئے اپنے اشعار کو اسی مثال کے ارد گرد لکھ کر طبع کروا دیا

تاکہ مجالس کے آغاز میں تبرک کے لئے اسے بلند جگہ آویزاں کردیا جائے، چنانچہ وہ اشعار یہ ہیں کہ:

بلاشبہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل اقدس کی مثال مبارک کی خدمت اس لئے کی، تاکہ میں دونوں جہانوں میں اسی کے سائے تلے زندگی گزاردوں۔

جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کی خدمت کر کے بلند رتبہ سعادت پائی اور میں اس وجہ سے خوش نصیب ہوا کہ میں نے اسی نعل اقدس کی مثال کی خدمت کا شرف پایا۔

(المجموعة النبهانية للنبهانی جلد3صفحه310 المكتبة التوفيقية القاهرة)

(سعادة الدارين للنبهانی صفحه452الفائدة الاربعون النورية الرضويه لاهور)

علامہ نبہانی رحمہ اللہ نے ''سعادۃ الدارین'' میں فرمایا کہ میں نے فتح المتعال سے ایک مثال کو نقل کیا اور اس کے اندر بسم اللہ شریف اور اس کے اردگرد اس کے فضائل وبرکات لکھ کر طبع کروایا اور اپنے گھر کے دروازے پر لگوادیا بلکہ کئی اہلِ علم حضرات اور عام لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا، تو اس کی برکات کو مجرب پایا۔

(سعادة الدارين ص452)

تنبیہ:

الحمدللہ! میں اس کتاب ''نعلینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم'' کے مصنف راقم الحروف نے اس نقشِ نعلِ اقدس کی زیارت بھی کی اور اس کی ایک تصویر اپنے پاس محفوظ بھی رکھی ہے جس پر علامہ نبہانی رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا اشعار طبع کروائے تھے، مجھے نقشِ اقدس کی یہ مبارک تصویر میرے ایک عزیز دوست مولانا محمد علی حسن نقشبندی صاحب سے بطور تحفہ ملی ہے، اللہ انہیں جزائے کاملہ عطا فرمائے۔ (آمین)

﴿علمائے ''فرانس'' کا عمل﴾

(۳۲)۔علامہ محمد عبدالحیٔ کتانی رحمہ اللہ:

آپ کا پورا نام ''علامہ محمد عبدالحیٔ بن عبدالکبیر بن محمد حسنی ادریسی کتانی رحمہ اللہ'' ہے، آپ کو اہلِ رجال نے ''محدث، عالم بالرجال، مفسر، مؤرخ، فقیہ'' کہا ہے، آپ رحمہ اللہ ''فاس'' میں پیدا ہوئے، مختلف ممالک میں تعلیم و تعلم فرمایا، بیشتر کتب تصنیف فرمائیں، فرانس کے شہر پیرس میں 1382 ہجری میں وصال فرمایا۔

علامہ طاہر کردی رحمہ اللہ نے شہرِ فاس میں موجود نعل شریف کے مبارک نقش کی زیارت کرنے اور اس پر اپنا نام اور چند دعائیہ کلمات لکھنے والے حضرات میں آپ رحمہ اللہ کا بھی ذکر فرمایا ہے۔

(تبرک الصحابة للکردی صفحه109)

﴿علمائے ''ہندوستان'' کے فتاویٰ﴾

(۳۲۳)۔امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ:

آپ کسی تعارف کے محتاج نہیں، نعلین مقدس کے نقش مبارک پر کلمات طیبات لکھنے کے حوالے سے سیّدی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خان قادری بریلوی رحمہ اللہ ''فتاویٰ رضویہ'' میں یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

مسئلہ :۔۔۔بعض لوگ یوں کرتے ہیں کہ: تمثال نعل شریف کے اوپر بعد بسم اللہ شریف لکھتے ہیں: ''اللھم ارنی برکة صاحب ھذین النعلین الشریفین'' اوراس کے نیچے دعائے حاجت لکھتے ہیں یہ کیسا ہے بینوا وتوجروا!

الجواب :۔۔۔۔۔۔اس باب میں حکایاتِ صلحاء وروایاتِ علماء بکثرت ہیں کہ: امام تلمسانی وغیرہ نے فتح المتعال وغیرہ میں ذکر فرمائیں اور بسم اللہ شریف اس پر لکھنے میں کچھ حرج نہیں۔

اگر یہ خیال کیجیے کہ نعلِ مقدس قطعاً تاج فرق اہلِ ایمان ہے مگر اللہ عزوجل کا نام وکلام ہر شےء سے اجل واعظم وارفع واعلیٰ ہے، یوہیں تمثال میں بھی احتراز چاہیے تو یہ قیاس مع الفارق ہے۔

اگر حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی جاتی کہ نامِ الٰہی یا بسم اللہ شریف حضور کے نعلِ اقدس مقدس پر لکھی جائے تو پسند نہ فرماتے مگر اس قدر ضروری ہے کہ: نعل بحالتِ استعمال وتمثال محفوظ عن الابتذال میں تفاوت بدیہی ہے، اور

اعمال کا مدار نیت پر ہے۔

امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جانورانِ صدقہ کی رانوں پر حبیس فی سبیل اللہ (اللہ کی راہ میں وقف) داغ فرمایا تھا حالانکہ ان کی رانیں بہت محلِ بے احتیاطی ہیں۔

بلکہ سنن دارمی شریف میں ہے:

"اخبرنا مالك بن اسماعيل، ثنا مندل بن على الغزى، حدثنى جعفر بن ابى المغيرة، عن سعيد بن جبير، قال: كنت اجلس الى ابن عباس فاكتب فى الصحيفة حتى تمتلى ثم اقلب نعلى فاكتب في ظهورها".

مالک بن اسماعیل نے ہمیں خبر دی کہ مندل بن علی الغزی نے ہمیں بیان کیا کہ مجھے جعفر بن ابی مغیرہ نے سعید بن جبیر کے حوالے سے فرمایا کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ایک کاغذ پر لکھ رہا تھا کہ وہ کاغذ پُر ہو گیا تو میں نے اپنا جوتا الٹا کر کے اس پر لکھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم"۔

(فتاویٰ رضویہ جلد21صفحہ413رضاء فاؤنڈیشن لاہور)

(۳۴)۔ مفتی اختر رضا خان رحمہ اللہ:

نبیرہ اعلیٰ حضرت حضور مفتی محمد اختر رضا خان قادری بریلوی رحمہ اللہ سے نعلین مبارک کے نقش مقدس پر کلمات تحریر کرنے کے حوالے سے سوال کیا گیا تو یوں تحریر فرمایا:

"**الجواب**: جائز ہے کہ نقش مذکور کو سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نسبت ہے اس لئے کہ یہ نعل اقدس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمثال (شبیہ

وصورت) ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب جملہ اشیاء شرعاً معظم ومحترم ہیں اوران کی تعظیم مقتضائے ایمان (ایمان کا تقاضا) ہے۔

''شفاء'' علامہ امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ میں ہے کہ:''ومنہ اعظام جمیع اسبابہ'' (اوراسی میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اسباب کو معظم سمجھنا بھی ہے) اوراس خصوص میں اتنا ہی کافی ہے کہ: علماء کرام کا تمثال نعل اقدس (نقشِ نعل اقدس) کے احترام پر ازمنہ متطاولہ وقرون عدیدہ (زمانہ دراز اور کئی صدیوں) سے اتفاق ہے اور اس خصوص میں ''فتح المتعال'' ایک عالم جلیل فریض (علامہ احمد تلمسانی مقریٰ) کی تصنیف مستقل ہے جس میں نعل طاہر کے ''نقشے'' صلبِ کتاب (کتاب کے اہم حصے) میں موجود ہیں،فلیراجع من شاء الوقوف علیہ (لہٰذا جواس پر واقف ہونا چاہے تو وہ اس کتاب کی طرف رجوع کرے)۔

اور سیّدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کا رسالہ:''شفاء الوالہ'' اس باب میں ایک لاجواب کتاب ہے، جو قابلِ دید ہے، واللہ تعالیٰ اعلم''۔

فقیر محمد اختر رضا خان قادری رضوی

۱۳ ذوالقعدہ ۱۴۰۹ھ

(۳۵)۔مفتی حشمت علی خان رحمہ اللہ:

تلمیذِ اعلیٰحضرت علامہ مفتی ابوالفتح محمد حشمت علی خان قادری برکاتی رضوی لکھنوی رحمہ اللہ (متوفی:1380ہجری) اپنے فتاویٰ ''العطایا الرضویۃ فی الفتاویٰ الحشمتیۃ'' میں اسی سلسلہ میں کئے جانے والے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''اللہ رب العزت جل جلالہ فرماتا ہے:

﴿وقال لهم نبيهم ان آية ملكه ان يأتيكم التابوت فيه سكينة من ربكم وبقية مما ترك آل موسیٰ وآل هارون تحمله الملائكة ان فی ذالك لآية لكم ان كنتم مؤمنين﴾

یعنی بنی اسرائیل کے نبی شمویل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے فرمایا کہ: سلطنتِ طالوت کی نشانی یہ ہے کہ: آئے تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے سکینہ ہے اور موسیٰ وہارون (علیہما الصلوٰۃ والسلام) کے چھوڑے ہوئے تبرکات ہیں، فرشتے اسے اٹھالائیں بیشک اس میں تمہارے لئے عظیم نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

وہ تبرکات کیا تھے؟ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عصا اوران کی نعلین مبارک اور ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمامہ مقدسہ وغیرہا، ان کی برکات تھیں کہ بنی اسرائیل اس تابوت کو جس لڑائی میں آگے کرتے فتح پاتے اور جس مراد میں اس سے توسل کرتے اجابت دیکھتے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی۔

قال كان فی التابوت عصا موسیٰ وهارون وثياب موسیٰ وثياب هارون ولوحان من التوراة والمن وكلمة الفرج "لا اله الا الله الحليم الكريم وسبحان الله رب السموات السبع ورب العرش العظيم والحمد لله رب العالمين"

۔ تابوت میں موسیٰ وہارون علیہما الصلاۃ والسلام کے عصا اور دونوں حضرات کے ملبوس اور توراۃ کی دوتختیاں اور قدرے من کہ بنی اسرائیل پر اترا، اور یہ دعائے کشائش "لا الہ الا اللہ الحلیم الکریم۔ الخ"۔

معالم التنزیل میں ہے ''کان فیه عصا موسٰی ونعله وعمامة هارون وعصا۔الخ'' تابوت میں موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عصا اور ان کی نعلین اور ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمامہ وعصا۔

نعلِ مقدس رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وحزبہ وبارک وسلم پر کلامِ الٰہی جل جلالہ کا طبع ہونا کلامِ الٰہی کی توہین ہے تو تابوتِ مبارکہ میں کلامِ الٰہی کے ساتھ مستعمل نعل مبارک کا ہونا بھی معاذ المولیٰ تبارک وتعالیٰ بدرجہء اولیٰ توہین ٹھہرے گا فاعتبروا یا اولی الابصار۔

جب تابوت مقدس میں کلامِ باری تبارک وتعالیٰ (توریت شریف) اور نعلِ اقدس وغیرہ ایک ساتھ جمع ہوئیں اور اللہ سبحانہ تبارک وتعالیٰ نے بحال رکھا اور اپنے کلام مجید قرآن پاک میں اس کا تذکرہ بھی فرمایا، جب وہاں ممدوح ومحبوب ومرغوب رہا تو یہاں نعلِ اقدس سیدِ عالم صلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ واحفادہ وحزبہ وبارک وسلم کے اوپر تحریر کرنا بدرجہء اولیٰ محبوب وممدوح رہے گا اور اس میں توہین نہیں۔

نعلین مبارک کو بہ نیتِ توہین جوتے سے تعبیر کرنا کفر ہے _ نعل بحالتِ استعمال اور محفوظ عن الابتذال میں فرق ہے اور اعمال کا دارومدار نیت پر ہے، چنانچہ امیر المؤمنین حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صدقہ کے جانوروں کی رانوں پر حبیس فی سبیل اللّٰہ داغ فرمایا تھا، حالانکہ ان کی رانیں غیر احتیاطی جگہیں ہیں۔۔۔۔۔الخ''۔

فقیر ابوالفتح عبید الرضا

محمد حشمت علی خان قادری برکاتی رضوی مجددی

غفرله ولابويه واهله واخوانه واحبابه ربه المولیٰ العزيز القوی

ساکن محلہ بھوریخاں پیلی بھیت

(العطایا الرضویة فی الفتاویٰ الحشمتیة صفحہ233تا239ناشر تنظیم اہلسنّت پاکستان)

(۳۶)۔ مفتی ضیاء المصطفیٰ اعظمی رحمہ اللہ:

صدر الشریعہ حضور مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی (مصنفِ بہارِ شریعت) کے صاحبزادے اور الجامعۃ الاشرفیہ (مبارکپور، انڈیا) کے مفتی دارالافتاء علامہ مفتی ضیاء المصطفیٰ اعظمی دامت برکاتہ سے دعوتِ اسلامی کی جانب سے فیضانِ سنت اوراس کے سابقہ ٹائٹل میں نقشِ نعل مبارک پرلکھائی کرنے کے حوالے سے سوال کیا گیاتو یوں رقم فرمایا کہ:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

فقیر سراپاء تقصیر نے کتاب ''فیضان سنت'' تصنیف منیف مولانا شاہ محمد الیاس صاحب قادری زادہ اللہ فیضاً کا جزءاً جزءاً مطالعہ کیا، قدرِ معتدا جمالی اور تفصیلی کے ساتھ بہت سے مسائل دینیہ پراسے مشتمل اور عامہ قارئین کے لئے بہت ہی مفید پایا۔

صحتِ اعتقاد وحسن اخلاق واصلاح عمل اور نفاستِ فکر کے لئے، عامہ مؤمنین کے لئے اس کتاب کا مطالعہ کرنا سننا بہت ہی مناسب بلکہ ضروری ہے، جابجا انداز بیان سے تجلّی ایمانی ہویدا ہوتی ہے، اور ہر بیان سے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شعاعیں پھوٹتی ہیں۔

جلد کتاب پرعنوان کے ساتھ نقشہ نعل رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہی صحتِ عشق کی علامت ہے، اور جن لوگوں نے آیہ کریمہ ''ان آیة ملکه ان یأتیکم التابوت فیه سکینةمن ربکم وبقیة مما ترك آل موسیٰ وآل هارون'' کی تفسیر مستند احادیث میں پڑھی ہوگی، انہیں خوب معلوم ہے کہ: تابوت سکینہ میں کلام

اللہ توریت شریف کی تختیوں کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعلین شریفین بھی موجود تھیں، اور ملائکہ اس تابوت سکینہ کو اٹھا کر حضرت شموئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر لائے وغیرہ۔

میں دعاء کرتا ہوں کہ رب قدیر اس کتاب کو مقبولیت عامہ عطا فرمائے۔

اور مولانا موصوف کی تحریک کو استقامت کے ساتھ بامِ عروج تک پہنچائے۔

آمین واللہ الموفق وھو حسبی ونعم الوکیل.

ضیاء المصطفیٰ قادری

نزیل کراچی ۱۴۱۰ھ

خادم: الجامعۃ الاشرفیۃ، مبارکپور"

(۳۷)۔ مفتی محمود اختر قادری رحمہ اللہ:

دارالعلوم محمدیہ (بمبئی، انڈیا) کے مفتی دارالافتاء علامہ مفتی محمود اختر قادری دامت برکاتہ نے نقشِ نعل مبارک پر لکھائی کرنے کے حوالے سے یوں رقم فرمایا کہ:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون اللہ الملک الوھاب

نعلِ اقدس سیّد المرسلین شفیع المذنبین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ اجمعین کی تمثال شریف کا کتاب کے سرورق پر بنانا بلاشبہ جائز و درست بلکہ مستحسن ہے، خود امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت فاضلِ بریلوی قدس سرہ العزیز کی فتاویٰ رضویہ کی جلد اول کے صفحہ اول پر باقاعدہ نعلِ قدس کی تمثال شریف موجود ہے، جو اہلِ عقیدت ومحبت کے لئے دلیل کافی ووافی ہے۔

پھر نعلِ اقدس کا عام جوتوں پر قیاس کرنا بے ادبوں اور گستاخوں کا کام ہے، ورنہ نعل اقدس کو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس نعل مبارک پر بدرجہا

فضیلت حاصل ہے جو تابوت سکینہ میں تھے، جس میں توریتِ مقدس کی کچھ تختیاں بھی تھیں، جیسا کہ مدارک التنزیل میں ہے: (وبقیة) ھی رضاض الالواح وعصا موسیٰ وثیابه وشیء من التوراة ونعلا موسیٰ وعمامة ھارون علیھما الصلوٰة والسلام۔ تو کیا انبیاء کرام کے نعال پاک اور عام آدمی کے جوتوں کا حکم یکساں ہوسکتا ہے؟ جبکہ مسئلہ یہ ہے کہ جس صندوق میں قرآن مجید ہو اس پر کپڑا وغیرہ نہ رکھا جائے (عالمگیری) یہاں جس صندوق میں قرآن حکیم ہے اس کے اوپر کپڑا وغیرہ رکھنا بھی خلاف ادب ہے، اور وہاں جس تابوت میں تورات مقدس کی تختیاں ہیں اسی میں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نعلین شریفین ہیں، اور اسے ملائکہ اٹھائے ہوئے ہیں۔

قرآن فرماتا ہے: ''تحمله الملائکة'' یہ تو رہا افضل نعل اقدس کا حکم، اور کسی بھی چیز کے نقش کا بعینہ وہی حکم نہیں ہوتا جو اس کی اصل کا ہوتا ہے، خود ہمارے جوتے اور اس کی تصویر کا بھی حکم یکساں نہیں، اور یہ بات بالکل ظاہر ہے محتاجِ دلیل نہیں۔
کہ عام طور پر رسائل واخبارات میں جوتے وغیرہ کے فوٹو ہوتے ہیں اور انہی میں عربی، اردو کے مضامین بھی ہوتے ہیں لیکن لوگ اسے خلاف ادب نہیں سمجھتے، اور اگر انہی مضامین پر کوئی جوتا، چپل رکھ دے تو ضرور بے ادبی ہے کہ مضمون خواہ کیسا ہی ہو نفسِ حروف قابلِ ادب ہیں، اگرچہ جدا جدا لکھے ہوں۔

تو جب عام لوگوں کے جوتوں اور ان کے نقوش کا اتنا عظیم فرق ہے، تو وہ نعل مقدس جو قطعی طور پر اہلِ ایمان کے سروں کا تاج ہے، اس کی تمثال مبارک کو کتابوں پر ہونا کیسے خلاف ادب ہوسکتا ہے، اسی سے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ: ''بسم اللہ شریف اس پر لکھنے میں کچھ حرج نہیں، اگر یہ خیال کیجیے کہ نعل مقدس قطعاً تاج فرق اہلِ ایمان ہے مگر اللہ عزوجل کا نام وکلام ہر شیء سے افضل

واعظم وارفع واعلیٰ ہے یونہی تمثال میں بھی احتراز چاہیے تو یہ قیاس مع الفارق ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جلد 10 صفحہ 92)

لہٰذا آپ اپنی کتابت پر نعل مقدس کی عکس آئندہ اشاعتوں میں بھی برقرار رکھیں، واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اعظم۔

محمد اختر القادری

خادم دارالافتاء ودارالعلوم محمدیہ ممبئی

۲۴ صفر المظفر ۱۴۱۰ھ"

(۳۸)۔ مفتی جلال الدین امجدی رحمہ اللہ:

فقیہ ملت مولانا مفتی محمد جلال الدین امجدی رحمہ اللہ کے "فتاویٰ فقیہ ملت" میں نقشِ نعل مبارک پر "یا اللہ، یا محمد" لکھنے کے بارے میں کئے جانے والے سوال کے جواب میں یوں درج ہے کہ:

"**مسئلہ:** نعلین پاک کے طغرے میں "یا اللہ، یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم" لکھنا بے ادبی ہے یا نہیں؟ **بینوا وتوجروا۔**

الجواب: نعلین پاک کے طغرے میں "یا اللہ یا محمد" وغیرہ کلمات مقدسہ لکھنا ہرگز بے ادبی نہیں، جیسا کہ اس پر بسم اللہ شریف لکھنے سے متعلق ایک سوال کے جواب میں مجددِ اعظم فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: بسم اللہ شریف لکھنے میں کچھ حرج نہیں، اگر یہ خیال کیجئے کہ نعل مقدس قطعاً تاج فرق اہلِ ایمان ہے مگر اللہ عزوجل کا نام وکلام ہر شیء سے اجل واعظم وارفع واعلیٰ ہے، یونہی تمثال میں بھی احتراز چاہیے تو قیاس مع الفارق ہے، اگر حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی جاتی کہ نامِ الٰہی یا بسم اللہ شریف حضور اقدس کے نعل اقدس پر لکھی جائے تو پسند نہ فرماتے مگر اس قدر ضروری ہے کہ نعل بحالتِ استعمال تمثال محفوظ عن الابتذال میں

تفاوت ہے اور اعمال کا مدار نیت پر ہے، امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جانورانِ صدقہ کی رانوں پر "حبيس في سبيل الله" داغ فرمایا تھا حالانکہ ان کی رانیں بہت محلِ بے احتیاطی ہیں، کمافی ردالمحتار بلکہ سنن دارمی شریف میں ہے:

"اخبر مالك بن اسماعيل، ثنا مندل بن علي العنزي، حدثني جعفر بن ابي المغيرة، عن سعيد بن جبير، قال: كنت اجلس الى ابن عباس، فاكتب في الصحيفة حتى تمتلي ثم اقلب نعلي فاكتب في ظهورهما" (فتاویٰ رضویہ جلد نہم صفحہ ۹۲-۹۳) واللہ تعالیٰ اعلم"۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد عالم مصباحی

۲۰/ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ

(فتاویٰ فقیه ملت جلد2صفحه329،330شبیر برادرز لاهور)

(۳۹)۔ مفتی محمد اجمل قادری رحمہ اللہ:

بدر الفقہاء علامہ مفتی محمد اجمل قادری رضوی رحمہ اللہ "فتاویٰ اجملیہ" میں میں نقشِ نعل مبارک پر لکھنے کے حوالے سے ایک سوال کا جواب دیتے ہیں کہ:

"**مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۲)۔ (نعل مبارک کے) نقشہ (پر) جو عربی میں (عبارت) چھپی ہوتی ہے، ان کے متعلق زید کہتا ہے کہ جوتے پر قرآن کی آیت چھاپ دی گئی ہے اور یہ بالکل بت پرستی ہے، تو زید کا یہ قول کہاں تک صحیح ہے؟ اور اس طرح کہنا بے ادبی ہے یا نہیں؟

الجواب: اللهم هداية الحق والصواب.

(۲)۔ زید کا یہ قول صریح فریب ہے، (کیوں) کہ آیت یا کلمات یا حروف

نقشہ نعل شریف پر ہیں نہ کہ اصل جوتے پر، لہٰذا زید کا جوتے پر چھپا ہوا کہنا جیتا (جاگتا) جھوٹ اور کھلا ہوا مغالطہ ہے، زید اگر اصل اور نقشے کا فرق بھی نہیں جانتا ہے تو مکہ معظّمہ اور روضہء طاہرہ کے نقوش پر بھی اپنی دریدہ دہنی سے ایسا ہی حماقت آمیز اعتراض کرے گا، کہ ان نقشوں میں عام طور پر کعبہ معظّمہ اور روضہء طاہرہ کے علاوہ متصل کے مکانات بھی شامل ہوتے ہیں جنکے پائخانہ اور غسل خانہ بھی نقشہ میں آگئے ہیں، بلکہ مسجد حرام و مسجد نبوی کے غسل خانہ وطہارت خانہ بھی نقوش میں موجود ہوتے ہیں باوجود ان کے ان نقشوں پر آیات بھی لکھی ہوئی ہیں، کلمات وحروف بھی ہوتے ہیں تو کیا زید نے ان پر بھی اعتراض کیا ہے کہ ان نقشوں پائخانوں، غسل خانوں، طہارت خانوں پر آیات وکلمات چھپے ہوئے ہیں، نیز کتب احادیث وفقہ میں بول وبراز و پائخانہ اور پیشاب کے ذکر آتے ہیں اور ان ہی کے متصل اللہ عز وجل اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لکھے ہوئے موجود ہوتے ہیں، بلکہ آیات واحادیث چھپی ہوئی ہوتی ہیں، تو زید نے کیا ایسی کتب احادیث وفقہ کو بھی پھاڑ کر پھینک دیا ہے ؟ مگر زید کی عداوت ودشمنی تو صرف نقشہ نعل پاک سے ہے، اس لئے اس پر اعتراض کرتا ہے، علاوہ بریں یہ اعتراض نہایت جاہلانہ ہے، اس جاہل کو یہ بھی تمیز نہیں کہ تصویر کے احکام اس کی اصل صورت سے جدا ہوتے ہیں، مثلاً! پرندہ سنتا، دیکھتا، بولتا، چہچہاتا، چلتا، اڑتا، کھاتا، پیتا ہے، اور اس کی تصویر نہ دیکھتی، سنتی ہے، نہ بولتی، چہچہاتی ہے، نہ چلتی، اڑتی ہے، نہ کھاتی، پیتی ہے، نہ ہگتی موتی ہے، تو اصل کا قیاس تصویر پر کس طرح کیا جاسکتا ہے؟ اس طرح اصل کے احوالِ خاصہ اور عوارضِ لازمہ تصویر کے لئے ثابت کرنا انتہائی جہالت ہے، مثلاً! آگ کے لئے حرارت، آفتاب کے لئے تمازت، برف کے لئے برودت لازم ہے لیکن ان کی تصویروں میں نہ حرارت ہوگی نہ برودت، نہ مٹھاس ہوگی نہ کھٹائی، اسی طرح جوتا پاؤں میں مستعمل ہوتا ہے، پائخانہ

تلویث نجاست کی بناء پر حقیر وذلیل ہے، لیکن نہ اس کی تصویر پاؤں میں مستعمل ہو اور نہ نجاست ملوث ہو تو جوتے کی تصویر ونقش میں ذلت وحقارت کدھر سے آئی ؟ اور یہاں جس نعل پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے، اس کو حضور کے استعمال اور پائیمالی سے جس عزت وعظمت کے انتہائی مرتبہ پر فائز کر دیا ہے، اس کو مکان عالمِ بالا سے پوچھو، جس آقا کی ادنیٰ پائمالی خاکِ گزر کو عزت حاصل ہو جائے، کہ قرآن کریم جس کو قسم کے ساتھ ذکر فرمائے، چنانچہ جواب نمبر ایک میں آیت کریمہ: (لا اُقسم بھٰذا البلد) گزری، تو وہ نعل پاک جس کو دن رات میں بار بار پائمالی کا شرف بکثرت حاصل ہوا ہو اس کی عزت وعظمت کا کیا اندازہ کیا جا سکے، اور جب اس نقشہ کو اس سے نسبت حاصل ہے تو اس کی عزت وبرکت کا کیا بیان ہو سکے، جس کو مزید تفصیل کا شوق ہو تو وہ کتاب ''فتح المتعال فی مدح النعال'' کا مطالعہ کر کے اپنے ایمان کو تازہ کرے۔

الحاصل! زید کا نقشہ نعلِ پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وعظمت کو نہ ماننا اور اس کو ذلیل وحقیر قرار دینا اور اس پر آیات کلمات لکھنے کو توہین سمجھنا اس کی انتہائی جہالت، اس کے قلب کی خباثت، اس کے باطل عقیدے کی گندگی اور نجاست کی دلیل ہے، لہٰذا زید کا قول بدتر از بول ہے، اور اس کا اس نقشہ نعل پاک کی تعظیم وتوقیر کرنے کو بت پرستی کہنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی دریدہ دہن بے دین نقشہ کعبہ معظّمہ وبیت المقدس اور نقشہ روضہ طاہرہ کی تعظیم وتوقیر کرنے کو بت پرستی کہے، لیکن زید کس کس کو بت پرست کہے گا، سارے علمائے ربانی کو بت پرست قرار دے گا، تمام امتِ مرحومہ کو بت پرست ٹھہرائے گا اور لطف یہ کہ پہلے اپنے گھر کی تو خبر لے اور اپنی پارٹی کے مسلمہ حکیم الامت مولوی اشرفعلی تھانوی کو سب سے بڑا بت پرست قرار دے کہ انہوں نے اس نقشہ نعل پاک کے فضائل وبرکات اور طریقہ توسل کے بیان میں ایک مستقل

رسالہ بنام ''نیل الشفا بنعل المصطفیٰ'' لکھا اور چھاپا اور اس کے آخر صفحہ پر اسی نعل پاک کو بعینہ نقل کیا اور اس کے اوپر یہ آیہ کریمہ ''صلوا علیہ'' اور اس کے نیچے یہ شعر لکھا:

بمقام کہ نشان کف پائے تو بود سالہا سجدہ صاحب نظرآں خواہد بود

تو زید اپنے اس تھانوی بت پرست کا حکم بتائے، لہٰذا زید کا یہ کہنا سخت بے ادبی وگستاخی ہے اور اس کے گمراہ و بے دین ہونے کی روشن دلیل ہے مولیٰ تعالیٰ اس کو ہدایت کرے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب''۔

۱۴/رمضان المبارک ۱۳۷۳ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سیّد کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

(فتاویٰ اجملیہ جلد1 صفحہ 39 تا 44 شبیر برادرز لاہور)

(۴۰)۔ فتاویٰ بریلی شریف:

''فتاویٰ بریلی شریف'' میں نقشِ نعل مبارک پر لکھنے کے حوالے سے دو معزز مفتی صاحبان ''مولانا محمد عاصم رضا قادری'' اور ''مفتی قاضی محمد عبدالرحیم بستوی'' رحمہما اللہ یوں درج فرماتے ہیں کہ:

''کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۳)۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریف کے نقش کے درمیان میں عہد نامہ لکھنا یا بسم اللہ شریف لکھنا کیسا ہے؟ جب کہ بعض لوگ اس کو قطعاً حرام و گستاخی کہتے ہیں؟

الجواب : (۳)۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین پاک کے عکس کے درمیان بسم اللہ شریف یا عہد نامہ لکھنا جائز ہے اس لئے کہ یہ اصل نعلین پاک نہیں اگرچہ اعزاز و احترام اور حصولِ منافع میں اصل کے حکم میں ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ جلد نہم صفحہ 150)

اس کو قطعاً حرام و گستاخی بتانا غلط و باطل ہے اس لئے کہ حکم کا مدار نیت پر ہے

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات۔

معاذ اللہ اگر لکھنے والے کی نیت سوء ادبی ہے تو اس کا یہ فعل صرف حرام و گستاخی ہی نہیں بلکہ اسے دائرہ اسلام سے خارج کر دے گا اور اگر اس کی نیت اعزاز و احترام اور حصول برکت کی ہے تو مستحق اجر و ثواب ہے، واللہ تعالیٰ اعلم"۔

(فتاویٰ بریلی شریف صفحہ 352 زبیر برادرز لاہور)

﴿علمائے ''پاکستان'' کے فتاویٰ﴾

(۴۱)۔ مفتی محمد عبدالعلیم سیالوی رحمہ اللہ:

اہلِ سنت کے عظیم جامعات میں شمار ہونے والے ''جامعہ نعیمیہ (گڑھی شاہو لاہور) کے مفتی دارالافتاء علامہ مفتی محمد عبدالعلیم سیالوی دامت برکاتہ نے نعل مبارک کے نقش مقدس پر لکھنے کے حوالے سے تحریر فرمایا:

''**الجواب**: نقشِ نعل اور ہے، اور نعل اور ہے، کیا قرآن مجید کی جلد کے دوگتوں پر بنائے گئے نقشوں کے نیچے لکھی گئی آیات بے ادبی کے زمرے میں آئیں گی ؟نہیں !اس لئے لابأس بہ نقشہء نعل پاک کے ضمن میں اشعارِ ذوق لکھنے میں حرج نہیں۔واللہ اعلم بالصواب''۔

محمد عبدالعلیم سیالوی
جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہولاہور

(۴۲)۔ مفتی لیاقت علی رحمہ اللہ:

نعل شریف کے نقشِ مقدس پر لکھائی کرنے کے حوالے سے جامعہ غوثیہ رضویہ (مؤمن گلی، باغ حیات علی شاہ، سکھر، سندھ) کے مفتی دارالافتاء علامہ مفتی محمد لیاقت علی دامت برکاتہ العالیہ سے سوال کیا گیا تو اس کے جواب میں یوں تحریر فرمایا:

''ہمیشہ سے نعل شریف کے نقشہ سے سلف وصالحین برکت حاصل کرتے چلے آئے ہیں، نقشہء متبرکہ کی مدح میں بہت سی کتب بھی لکھی گئی ہیں، جن میں مذکور ہے

کہ ''یہ دینی ودنیاوی برکتوں کا موجب ہے''فقہاء نے نقشہء متبرکہ پر بسم اللہ شریف لکھنے کی اجازت فرمائی ہے، اس لئے اس پر پاکیزہ اشعار لکھنے میں بھی حرج نہیں، نعل بحالت استعمال وتمثال محفوظ عن الابتذال میں تفاوت بدیہی ہے۔

اس لئے نقش شریف کے نیچے (کلمات وعبارات) لکھنے میں کوئی بے ادبی نہیں۔

(ماضی قریب میں جو) فتاوی رضویہ چھپا تھا، اس کے ٹائٹل پر بھی نعل شریف کا نقش چھاپا گیا تھا۔واللہ تعالیٰ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلم۔

لیاقت علی

۱۶-۸-۹۴''

(۴۳)۔ مفتی محمد عبدالحفیظ قادری رحمہ اللہ:

دارالعلوم احسن البرکات (حیدرآباد سندھ) کے مفتی دارالافتاء علامہ مفتی محمد عبد الحفیظ قادری برکاتی دامت برکاتہ العالیہ نے نقشِ نعل مبارک پر لکھنے کے حوالے سے کئے جانے والے سوال کے جواب میں یوں تحریر فرمایا کہ:

''**الجواب وھو الموفق بالصواب:**

صورتِ مسئولہ میں یہ نعلین مقدس کا نقشہ ہے، اور اس نقشہ کے ساتھ قرآن پاک کی آیات (اور دیگر) تعظیمی کلمات ''یا اللہ، یا رسول اللہ، جل وعلی، صلی اللہ علیہ وسلم '' کا لکھنا جائز ہے۔

یہ عام نعلین (جوتوں) کا نقشہ نہیں، عام جوتوں کے نقشہ کے ساتھ ان آیات و الفاظ عظیمہ کا لکھنا ممنوع ہے شرعاً۔(عامہ کتب)واللہ اعلم بالصواب۔

مفتی محمد عبدالحفیظ قادری برکاتی

جولائی 1994ء

(۴۴)۔ مفتی محمد سعید احمد قادری رحمہ اللہ:

دارالعلوم غوثیہ رضویہ سعیدیہ (حیدرآباد) کے مفتیِ دارالافتاء علامہ مفتی محمد سعید احمد قادری دامت برکاتہ العالیہ نے نعل مقدس کی مثال مبارک پر لکھائی کے بارے میں کیئے جانے والے ایک سوال کے جواب میں یوں تحریر فرمایا:

''صورت مسئولہ میں نقشِ نعل شریف کے ساتھ آیاتِ قرآنی اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا جیسا کہ فیضانِ سنت پر لکھا ہوا ہے جائز ہے، اس میں کوئی بے ادبی نہیں ہے، اور علماء اہل سنت نے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔

روایت میں ہے کہ: حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہاد میں جانے والے گھوڑوں کے پیروں پر آیتِ قرآنی لکھائی تھی، ایک تو یہ نقشہ شریف ہے اور نقشہ بھی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین شریف کا ہے، جب کہ اصلی نعل مبارک عرش پر جا کر بھی نہیں اتاری گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

محمد سعید احمد قادری

۶ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ/ 15-8-1994''

(۴۵)۔ مفتی محمد عبد اللطیف رحمہ اللہ:

اہل سنت کے عظیم مدارس میں شمار ہونے والی بے مثال دینی درسگاہ جامعہ نظامیہ رضویہ (اندرون لوہاری گیٹ لاہور) کے مفتیِ دارالافتاء علامہ مفتی محمد عبد اللطیف دامت برکاتہ نے نقشِ نعل مبارک پر لکھائی کرنے کے حوالے سے کیئے جانے والے دو سوالوں کے جواب میں یکے بعد دیگرے دو فتوے تحریر فرمائے چنانچہ:

پہلا فتویٰ:

''الجواب وھو الموفق بالصواب جو کاغذ پاک صاف ہے اس پر نعل

شریف کا نقش بن جانے سے وہ کاغذ نجس نہیں ہو جاتا کہ اس پر کوئی مقدس عبارت لکھی جانی ناجائز ہو جائے اور نہ ہی وہ نعل کا نقش قابلِ حقارت ہے کہ اس پر آیات یا احادیث لکھنے سے آیت کریمہ کی تحقیر لازم آئے لہٰذا اس میں کوئی ناجائز بات نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

المجیب

عبداللطیف

مفتی جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ

2-8-1994

دوسرا فتویٰ:

الجواب وھو الموفق بالصواب

نعلین پاک کا نقشہ جس چیز، کاغذ وغیرہ پر ہے اگر وہ پاک ہے تو اس پر آیت یا حدیث لکھنے میں کوئی حرج نہیں، نعلین پاک کا نقشہ کاغذ پر ہونے سے وہ کاغذ جوتا نہیں بن گیا کاغذ ہی ہے۔

کاتبانِ وحی زمانہ رسالت میں آیاتِ قرآنی کو چمڑوں پر، کھجور کی شاخوں پر، اونٹ کی ہڈیوں پر لکھا کرتے تھے، کاغذ کمیاب تھے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

المجیب

عبداللطیف

مفتی جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ

9-8-1994

(۴٦)۔ مفتی وقارالدین قادری رحمہ اللہ:

علامہ مفتی محمد وقارالدین قادری رضوی رحمہ اللہ (متوفی: 1413 ہجری) کے

''وقار الفتاویٰ'' میں نقشِ نعل مبارک پر لکھنے کے بارے میں سوال کا یوں جواب دیا گیا ہے کہ:

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے میں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلِ پاک کا نقشہ جو آجکل ملتا ہے، اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اقدس لکھا ہوا ہوتا ہے، اس کے بارے ایک صاحب کا یہ کہنا ہے کہ اگر کسی بھی شخص کے جوتے کے نقشے پر اس کا نام لکھا ہو تو وہ کسی صورت بھی یہ برداشت نہیں کرے گا کہ اس کا نام اس کے جوتے پر لکھا ہو، تو پھر سوچنے کی بات ہے ایک مسلمان کس طرح برداشت کرسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اقدس نعلِ پاک کے عکس پر لکھا جائے، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ پاک کے عکس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لکھا جائے تو کوئی بھی شخص اس قسم کی بات میں نہیں الجھے گا، میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ برائے کرم اس مسئلہ کی وضاحت فرما کر ذہنی الجھن سے نجات دلائیں اور ہماری راہنمائی فرمائیں، شکریہ۔

الجواب: کسی چیز کا عکس اصل شیء کا حکم نہیں رکھتا اور کسی شیء کے نقشہ پر اصل چیز کے احکام نہیں ہوتے ہیں، اگر نقشے پر اصل شیء کے احکام ہوں تو لوگ کعبہ کے نقشے کا طواف بھی کرلیا کریں جو درست نہیں ہے، اسی طرح نعلِ پاک کا نقشہ اصلِ نعل نہیں ہے، لہٰذا اس پر نامِ اقدس لکھنے میں حرج نہیں ہے''۔

(وقار الفتاویٰ جلد 1 صفحہ 113 بزمِ وقار الدین جامع مسجد گلفشاں کراچی)

(۴۷)۔ مفتی محمد اسلم رضوی رحمہ اللہ:

اہلِ سنت کے عظیم دینی ادارے اور حضور محدث اعظم پاکستان رحمہ اللہ کی عظیم یادگار جامعہ رضویہ مظہر الاسلام (فیصل آباد) کے مفتی دارالافتاء علامہ مفتی محمد اسلم

رضوی رحمہ اللہ نقشِ نعل پر لکھائی کے حوالے سے کیئے جانے والے ایک سوال کے جواب میں یوں رقمطراز ہیں کہ!

"الجواب وھو الموفق للصواب

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتاویٰ رضویہ جلد 10 صفحہ 92،93 میں فرماتے ہیں کہ: اس باب میں حکایاتِ صلحاء وروایاتِ علماء بکثرت ہیں کہ امام تلمسانی وغیرہ نے فتح المتعال وغیرہ میں ذکر فرمائیں اور بسم اللہ شریف اس پر لکھنے میں کچھ حرج نہیں۔

اگر یہ خیال کیا جائے کہ نعلین مقدس قطعا تاج فرق اہلِ ایمان ہیں مگر اللہ عزوجل کا نام وکلام ہر شیء سے اجل واعظم وارفع واعلیٰ ہے، یونہی تمثال میں بھی احتراز چاہیے تو یہ قیاس مع الفارق ہے۔

اگر حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی جاتی کہ نام الٰہی یا بسم اللہ شریف نعل اقدس پر لکھا جائے تو پسند نہ فرماتے مگر اس قدر ضروری ہے کہ نعل بحالت استعمال وتمثال محفوظ عن الابتذال میں تفاوت ہے، اور اعمال کا مدار نیت پر ہے۔

امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جانورانِ صدقہ کی رانوں پر حبیس فی سبیل اللہ داغ فرمایا تھا حالانکہ ان کی رانیں بہت محلِ بے احتیاطی ہیں"۔

واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

محمد اسلم رضوی

مفتی جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد

22-3-1995"

(۴۸)۔ مفتی محمد اکمل قادری زید مجدہ:

عالمی مبلغِ اسلام اور پاکستان کے مایہ ناز مشہور عالم مفتی محمد اکمل عطار قادری

عطاری مدظلہ العالی نے نقشِ نعل مبارک پر لکھائی کرنے کے حوالے سے اپنی کتاب ’’رہنمائے کامل‘‘ میں ایک جامع اور مدلل بحث کرتے ہوئے رقم لکھا کہ:

’’رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والی اشیاء سے برکات کے حصول کے لئے عملی کوششیں اختیار کرنا دورِ صحابہ سے آج تک بلانکیر رائج ہے۔

اس قسم کے مسائل میں کسی یقینی ثبوت یا سندِ محدثانہ کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بے عیب کے ساتھ کسی چیز کے منسوب و معروف ہونے کی صورت میں متقی و صالح مسلمانوں کا اس سے برکات کے حصول کے بارے میں متفق ہو جانا ہی اس فعل کے جائز و درست و مستحب ہونے کے لئے کافی ہے۔

جو ایسے معاملات میں ثبوت کے پیچھے پڑتے ہوئے اس سے شے کی تعظیم وتبرک سے دور رہے وہ ’’بدبخت ومحروم وبدنصیب‘‘ ہے۔

رحمت کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلِ پاک کے نقش کو اپنے پاس رکھنا بے شمار دینی ودنیاوی فائدوں کے حصول کا سبب ہے۔

نقشِ نعل پاک پر کسی قسم کی عبارت حتیٰ کہ بسم اللہ شریف بھی لکھنا بالکل جائز ہے، اسے اصل نعلِ پاک پر قیاس کرنا بالکل درست نہیں، کیونکہ جس طرح اصل اور نقش میں فرق ہے اسی طرح اس کے احکام میں بھی فرق ہے۔

اصل نعلِ پاک پر قیاس کرتے ہوئے اس پر کچھ لکھنے کو ناجائز قرار دینا قائل کے ’’مسائل قیاس‘‘ سے ناواقف ہونے کی واضح دلیل ہے، کیونکہ اہلِ علم پر مخفی نہ ہوگا کہ ’’قیاس کے لئے مقیس اور مقیس علیہ کے درمیان ایک علتِ جامعہ مشترکہ کا ہونا‘‘ اس کی شرائط میں سے ہے، جو کہ یہاں مفقود ہے۔

چنانچہ یہاں اصل ونقش کو ایک دوسرے پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہوگا، اور ایسا شخص کہ جسے شرعی اصول وضوابط کے بارے میں مکمل معلومات حاصل نہ ہوں،

اسے کسی شرعی معاملے میں فتویٰ دینے کی جرأت کرنا ناجائز وحرام ہے، رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ: جو بغیر علم کے کوئی فتویٰ دے (یعنی حکمِ شرعی بنائے) اس پر زمین وآسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ (رواہ ابن عساکر عن علی رضی اللہ عنہ)

اللہ تعالیٰ ہمیں جہالت کے خولِ نامراد سے باہر نکل کر سحابِ علم کی ٹھنڈی چھاؤں میں شرعی مسائل کا حل تلاش کرنے کی توفیقِ رفیق مرحمت فرمائے، نیز ہر مسلمان کو نقشِ نعلِ پاک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض وبرکات سے مالا مال فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

(رھنمائے کامل (نمبر3) صفحہ 140، 141 مکتبہ اعلیٰ حضرت لاھور)

خلاصۂ بحث:

ہمارا ان فتاویٰ اور اعمال کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہرگز نہیں ہے کہ: ہر شخص نقشِ نعل اقدس پر کلمات تحریر کرنے کو اپنا مشغلہ بنالے، بلکہ یہ باور کرانا ہے کہ امت کے جلیل القدر اور ممتاز اہلِ علم کا اس پر عمل رہا ہے جس کی وجہ سے اس عمل کے خلاف کوئی فتویٰ ممانعت وحرمت کا نہیں لگ سکتا، اسی پر میرے شیخ حضور خواجہ پیر مفتی محمد اشرف القادری (محدثِ نیک آبادی گجرات) زید مجدہ کا فتویٰ ہے۔

اسی لئے ہم نے متقدمین اور متأخرین، اور عرب وعجم کے ممتاز اور جلیل القدر اہلِ علم کی یہ تمام تصریحات نقل کردی ہیں، تاکہ سلیم طبیعتوں کو مسئلہ کی نوعیت سمجھنے میں آسانی ہو اور بدمذاہب شریروں کا چہرہ ذلت ورسوائی سے سیاہ ہو۔

فصل نمبر۱۰:

نقشِ نعلِ مقدس
کی بے ادبی کرنا

حضور اویسِ زماں شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ:

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کتے کی برابری کا خیال بھی بے ادبی ہے''۔

(ممتاز علمائے فرنگی محل لکھنؤ صفحہ 298 اکبر بک سیلرز لاہور)

نقشِ نعل مبارک کی بے ادبی کرنا:

''فتاویٰ اجملیہ'' میں اسی سلسلہ میں ایک سوال اور اس کا جواب یوں درج کیا گیا ہے کہ:

''**مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

نقشہ ٔنعل پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو ایک کاغذ پر تھا اسے ایک مسجد کے امام نے پھاڑ کر پھینک دیا اور اس کی توہین کی، اس امام کی اس دل آزار حرکت سے یہاں کے مسلمانوں میں ایک عام بے چینی پھیل گئی، ازراہِ کرم جلد مطلع فرمائیں کہ اس امام کے لئے شریعت اسلامیہ میں کیا سزاء ہے اور اسے اپنی حرکت کی بناء پر امامت کا حق رہا یا نہیں؟

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔

نقشہ کعبہ معظّمہ یا نقشہ روضہ طاہرہ دیکھ کر مسلمانوں کے قلوب میں کعبہ معظّمہ اور روضہ طاہرہ کی عظمت و بزرگی کا تصور بے اختیار پیدا ہو جاتا ہے، اور کعبہ معظّمہ کو خالقِ عالم جل جلالہ سے اور روضہ طاہرہ کو سیدِ انبیاء محبوبِ کبریا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو نسبتیں حاصل ہیں، وہ اسے ان نقشوں کو سر پر رکھنے، بوسہ دینے اور امکانی تعظیم و ادب کرنے پر مجبور کر دیتی ہیں، حالانکہ وہ اس کو خوب اچھی طرح جانتا ہے کہ نہ یہ کعبہ معظّمہ ہے نہ روضہ طاہرہ ہے بلکہ کاغذ پر روشنائی کے چند نقوش کھینچے ہوتے ہیں، مگر کیونکہ اس کے قلب میں خود اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی

عزت جاگزیں ہے اور ان مقامات مقدسہ کی بزرگی کا اعتقاد ان کے ایمان کا مقتضی ہے، اس لئے ان نقوشوں کی تعظیم وتوقیر کرنا خود اس کے کامل ایمان ہونے کی بین دلیل ہے اور جس شخص کے اندر دولتِ ایمان ہی نہ ہو تو وہ نہ ان نقشوں ہی کو بہ نظر احترام دیکھے گا نہ خود ان کے مقاماتِ مقدسہ کی تعظیم کرنے کے لئے تیار ہوگا، بلکہ ان کی توہین اور تحقیر کے لئے بہت جلد تیار ہو جائیگا، اس لئے کہ جب اس کے قلب ہی میں اللہ عزوجل اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وعزت نہیں تو وہ اس نسبت کی ہی کب توقیر کرے گا، لہٰذا نتیجہ صاف نکل آیا جیسے ان نقشوں کی تعظیم دلیلِ ایمان ہے اسی طرح ان نقشوں کی توہین دلیلِ کفر ہے۔

نقشہ نعلِ پاک کو دیکھ کر مسلمانوں کے دل میں عظمتِ نعل پاک کا تصور بے اختیار پیدا ہو جاتا ہے اور اس نعلِ پاکِ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو خاص کیف حاصل ہے وہ اسے اس نقشہ نعلِ پاک کی امکانی تعظیم کرنے، اس کو سر پر رکھنے، بوسہ دینے پر مجبور کرتی ہے اور اس کا ایمان اس کو اس امر کی طرف رہبری کرے گا کہ وہ پائے اقدس جس کے ادنی مس کرنے سے خاکِ گزر کو یہ شرف حاصل ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ اسے قسم کے ساتھ یاد فرما کر اس کی عزت وعظمت بڑھائے، قرآن کریم میں ہے:

﴿لااقسم بھٰذا البلد وانت حل بھٰذا البلد﴾ یعنی مجھے اس شہر کی قسم اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔

تو وہ نعلِ پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جس کو حضور کے پائے اقدس سے نہ فقط مس ہی کا ایک دوبار شرف حاصل ہو چکا ہو بلکہ بکثرت اتصال وقدر کی خصوصی نسبت حاصل ہو اس کی عظمت کا کیا اندازہ کیا جائے، اور یہ نقشہ پاک اسی نعل اقدس کی ہے تو اس نسبت کی بناء پر اس نقشہ کی تعظیم کرنا مومن کی ایمان کی علامت اور محبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بین دلیل ہے۔

اور اگر اس نقشہ نعلِ پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کے بعد بھی کسی شخص کے قلب میں جذبات محبت نہ ابھر پڑیں اور آثار عظمت پیدا نہ ہوں اور وہ کھل کر اس نقشہ پاک کی توہین و بے ادبی کرنے لگے تو صاف ظاہر ہے کہ اس کے قلب میں عظمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتی تو وہ ان کی نعل پاک کی عظمت کرتا اور جب نعل پاک کی عظمت کرتا اور جب نعل پاک کی عظمت کرتا تو اس کے نقشہ کی بھی اسی نسبت کا لحاظ رکھتے ہوئے عظمت کرتا، پھر جب وہ اس نقشہ کی توہین پر اتر آیا تو ثابت ہوگیا کہ اس کے اعتقاد میں نہ نعل شریف کی کچھ عزت ہے نہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عظمت ہے۔

اور جس قلب میں عظمت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہو وہ مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں ہے، اور اس کا اس نقش کی توہین کرنا پتہ دیتا ہے کہ توہینِ انبیاء علیہم السلام اس کے سینے میں دبی ہوئی ہے جس کے اظہار سے وہ ڈرتا ہے، بالجملہ اس نقشہ کی عزت کرنے کے لئے خود مسلمان کا ایمان اسے رہبری کرتا ہے، چنانچہ سنہ گیارہویں صدی کے امام اجل فاضل اکمل ماہرِ تحقیقات وصاحبِ تصنیفات کثیرہ حضرت فتح محمد بن محمد مغرب نے اس نقشہ نعل پاک کی تحقیقات اوت اس کے منافع و برکات کے بیان میں ایک مبسوط رسالہ ''فتح المتعال فی مدح النعال'' ۴۱۴ صفحات کا تصنیف کر کے اس نقشہ کی صحیح پیمائش اور چار نقشہ نعل نقل فرمائیں، سوال کے ہم رشتہ جو نقشہ نعل پاک ہے یہ بالکل صحیح ہے اور موافق تحقیقات کے ہے۔

سوال نمبر ایک کا جواب یہ ہے کہ: اس نقشہ نعل پاک کی صحت جب فتح المتعال جیسی معتمد اور مستند کتاب سے ثابت اور اس نقشہ کی ہر طرح کی تعظیم و توقیر کرنا ایمان کی علامت قرار پائی، تو اس امام نے جو اس نقشہ نعل پاک کی توہین کی اور اس کو پھاڑ کر پھینک دیا اگر اس میں محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ شائبہ بھی ہوتا تو بھی اس نقشہ

کی توہین کی جرأت نہیں کرتا، اگراس میں ایمان کا ادنیٰ شمہ بھی ہوتا تو کسی طرح اس نقشہ کو پھاڑ کر پھینک دینے کی ہمت نہیں کرتا، ایسے متبرک نقوش کی ایسی توہین کرنا، اس کا پھاڑ کر پھینک دینا کسی طرح مسلمان کا فعل نہیں ہوسکتا بلکہ ایسے بے باکی کے واقعات غیرقوموں سے مسموع ہوجاتے ہیں۔

اس امام کا دعویٰ ءاسلام ایسا ہی ہے جیسے ابن زیاد وشمر وغیرہ دشمنانِ آل پاک کا تھا بلکہ اس کا قلب ابن زیاد کے قلب سے اوراس کے وہ ہاتھ جس سے اس نے اس نقشے کو پھاڑ کر پھینک دیا شمر کے ہاتھوں سے بدتر ہیں، کہ انہوں نے تو نواسیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوفہ میں جو مظالم وگستاخیاں کیں، اس کا سبب ظاہر طمع دنیا تھی، اوراس امام کی اس بے ادبی وگستاخی کا محرک کوئی سبب ظاہر بھی نہ تھا تو اس امام کی گستاخی کا سبب اس کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت قلبی اور منسوب الی رسول دشمنی ہے جو پہلے سینے میں دبی ہوئی تھی، اس وقت ابھر کر سامنے آئی، لہٰذا اس امام کو امامت کا اہل سمجھنا ایک دشمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امامت کا اہل سمجھنا ہے اوراس کی اقتداء میں نماز پڑھنا ایک گستاخ شانِ رسالت کے پیچھے نماز پڑھنا ہے تو کوئی مسلمان تو ایسے بے ادب کو امامت کا اہل نہیں سمجھتا اور ایسے گستاخ کی اقتدا میں اپنی نمازیں برباد نہیں کرسکتا۔

ہمارے مذہب سے ایسے گستاخ کے احکام سنیے! علامہ علی قاری ''شرح شفاء'' میں راوی: ''روی عن ابی یوسف انه قیل بحضرة الخلیفة ان النبی صلی اللہ علیه وسلم کان یحب القرع فقال رجل: انا لا احبه فأمر ابو یوسف باحضار النطع والسیف'' (شرح الشفا مصری ج ۴۵۱/۳)

حضرت امام ابو یوسف سے مروی کہ: خلیفہ کی موجودگی میں یہ ذکر کیا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کدو کو محبوب رکھتے تھے تو ایک شخص بولا کہ میں اس کو محبوب نہیں

رکھتا ہوں اس پر امام ابو یوسف نے چرمی فرش اور تلوار کے لانے کا حکم فرمایا، یعنی قتل کرنے کا حکم فرمایا۔

اس عبارت سے یہ واضح ہو گیا کہ حضور کی محبوب شے ءکدو شریف اس کے متعلق ایک شخص نے صرف یہ کہہ دیا کہ میں اس کو محبوب نہیں رکھتا ہوں، تو حضرت امام ابو یوسف شاگردِ خاص حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اس ادنیٰ سی بے ادبی پر اس کو کافر ٹھیرا کر مباح الدم قرار دیا اور اسلام سے خارج ہونے کا فتویٰ دیا، اور اس امام مسجد نے نقشہ نعل پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی شدید توہین کی کہ اس کو پھاڑ کر پھینک دیا تو یہ بے ادب گستاخ نہ مسلمان کہلانے کے لائق اور نہ امامت کے قابل ہے مولیٰ تعالیٰ شانِ رسالت کے عشاق اور دشمنوں کی سچی معرفت ہمارے عوام مسلمان بھائیوں کو عطا فرمائے، اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت والفت ہمارے دلوں میں بھر دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(فتاویٰ اجملیہ جلد1 صفحہ39 تا42 شبیر برادرز لاہور)

مروجہ بے ادبی کے اسباب:

بارہا دیکھا گیا ہے کہ: لوگ میلاد شریف وغیرہ کیلئے جب گھروں، گلیوں اور مساجد وغیرہ کو سجاتے ہیں تو ان میں نقشِ نعلِ اقدس والی کاغذ یا کپڑے کی بنی ہوئی جھنڈیاں لگاتے ہیں، بلاشبہ لوگ اپنی محبت سے ہی ایسا کرتے ہیں، لیکن جیسے ہی ایک دو دن گزرتے ہیں تو یقین مانیں! پھر لگتا ہے کہ اب ان صاحبوں کا عشقیہ جذبہ نفرت میں بدل گیا ہے کیونکہ بعد میں ان جھنڈیوں کا جو حشر ہوتا ہے دیکھ کر اللہ کے عذاب کا ڈر ستانے لگتا ہے، محبت اور ادب سے لگائی جانے والی یہی جھنڈیاں گلیوں میں لوگوں کے قدموں تلے روندی جاتی ہیں، بلکہ بعض تو گندگی کے ڈھیروں اور گندی نالیوں میں

بھی گری پڑی نظر آتی ہیں، خدا کی پناہ کیا یہ وہی نقشِ نعلِ اقدس نہیں جسے اہلِ علم نے چوم کر اپنے سروں اور آنکھوں سے لگایا، جس کی شان میں قصیدے لکھ دیئے گئے جسے اہلِ ہست کے سروں کا تاج قرار دیا گیا؟ اگر وہ قدر دان مشائخ آج کل اس نقشِ اقدس کی یہ بے ادبی دیکھ لیں تو اس امت کی بدنصیبی پر رو پڑیں۔

یہ حال اگر بد مذہبوں سے صادر ہوتا تو سمجھ بھی آتی، لیکن حیرت انگیز حد تک افسوس ہے کہ عوامِ اہلِ سنت جو محبت اور ادب میں اپنی مثال آپ سمجھے جاتے ہیں ان سے یہ عمل واقع ہونا تعزیت کے قابل ہے۔

معاف کرنا! اس بے ادبی کے پورے پورے ذمہ دار وہ لوگ ہیں جو چار پیسے کمانے کے لئے اس متبرک نقشِ اقدس کو اس طرح جھنڈیوں اور غیر معیاری چیزوں پر شائع کرتے رہتے ہیں، جو نابلدوں کے ہتھے چڑھ کر بے ادبی کی وجہ بن جاتی ہیں۔

اور تو اور ذرا قرآن شریف کے ساتھ ہونے والے ظلم کا حال بھی دیکھیے! بعض بے قدرے لوگ اللہ تعالیٰ کے پاک کلام کو اخباری اور ناقص ردی پیپر پر شائع کر رہے ہیں، جیسے ان کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت ہی نہ ہو، اگر ضمیر سو چکا ہے تو کیا ایمان بھی جا چکا ہے؟

اس گزارش سے میرا مقصد محض یہی ہے کہ: ایسی بے ادبی کے محرکات کو کسی طرح روکا جا سکے، لہٰذا میری گزارش ہے کہ قرآنِ مجید کے اوراق کے لئے خوبصورت اور معیاری کاغذ کا انتخاب کیا جائے تاکہ جلد ردی میں بدلنے کی بجائے قرآن شریف کا نسخہ لمبی مدت تک محفوظ رہ سکے اور اس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کیا جائے اور برکت حاصل کی جا سکے۔

نیز ادبی کلمات اور دیگر تبرکات بالخصوص نقشِ نعلِ اقدس کو جھنڈیوں وغیرہ پر چھاپنے سے سختی سے گریز کیا جائے کہ جھنڈیوں کا انجام بخیر نہیں ہوتا، نقشِ اقدس کو

معیاری اور پائیدار چیزوں پر شائع کر کے زیارت اور حصولِ برکت کے لئے متبرک اور مقدس جگہوں پر محفوظ کیا جائے، جس میں اہلِ علم کی مجالس، لائبریریوں، مساجد، مدارس وغیرہا خاص طور پر شامل ہیں، تا کہ ان کی عزت واحترام باقی رہ سکے۔

بلکہ تبرکات کو شائع کرنے کے لئے باقاعدہ اہلِ سنت کے جید اور ممتاز اہلِ علم کی سرپرستی اور منظوری بھی حاصل ہونا چاہیے۔ فافہموا۔

باب نمبر 4:

﴿نعلینِ مشائخ﴾

فصل (۱):

فضائلِ نعلینِ مشائخ

جناب بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے نعلین:

''جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب بلال رضی اللہ عنہ سے فجر کی نماز کے وقت ارشاد فرمایا: اے بلال! مجھے اپنے اسلام لانے کے بعد اپنے محبوب عمل کے بارے میں بتاؤ کیونکہ میں نے جنت میں اپنے آگے آگے تمہارے نعلین کے چلنے کی آواز سنی ہے، عرض کیا: میرے نزدیک میرا ایک عمل زیادہ محبوب ہے کہ: میں اپنے دن اور رات میں جب بھی وضو کرتا ہوں تو اس طہارت کے بعد فرض کے علاوہ نفل نماز پڑھ لیتا ہوں۔

(صحیح البخاری رقم1149، صحیح مسلم: رقم2458)

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نعلین:

امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ ''مغانی الاخیار'' میں فرماتے ہیں کہ:

''جناب امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نعلین مبارک بے حد اعلیٰ اور قیمتی ہوا کرتے تھے''۔(مغانی الاخیار جلد3صفحہ122دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا اعزاز:

علامہ ابو نعیم ''حلیۃ الاولیاء'' میں لکھتے ہیں کہ:

''علامہ مروزی فرماتے ہیں کہ: میں نے جناب امام احمد بن حنبل کو خواب میں دیکھا کہ ان کے جسم پر دو سبز حُلے اور اس کے پاؤں میں سرخ سونے کے نعلین تھے جن کے

تسمے سبز زمرد کے تھے، ان کے سر پر جواہرات سے جڑا ہوا نورانی تاج تھا، اور وہ اترا کے چل رہے تھے، تو میں نے ان سے عرض کیا: اے میرے پیارے ابو عبد اللہ! یہ چلنا کیسا ہے میں نے آپ کا یہ انداز پہلے نہیں دیکھا؟ فرمایا: یہ جنت کے خداموں کی چال ہے، میں نے عرض کیا: میرے پیارے ابو عبد اللہ! آپ کے سر پر یہ تاج کیسا ہے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا اور مجھے جنت میں داخل فرمایا، اور مجھ سے پیار فرمایا، مجھے لباس عطا فرمایا اور مجھے اپنے دستِ قدرت سے تاج پہنا کر اپنا دیدار عطا فرمایا ہے، اور مجھ سے فرمایا: اے احمد! میں نے یہ اعزاز تمہیں تمہارے اس قول کی وجہ سے دیا ہے کہ: قرآن اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں ہے۔

(حلیۃ الاولیاء لابی نعیم جلد9 صفحہ189 (احمد بن حنبل) دار الکتب العلمیہ بیروت)

شیخ حماد رحمہ اللہ کے جنتی نعلین:

سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''میں نے اپنے استاذ شیخ حماد رحمہ اللہ کو ان کے مزار پُر انوار میں ہیرے جواہرات کے لباس میں ملبوس، سر پر یاقوت کا تاج پہنے، ہاتھوں میں سونے کا کنگن اور پاؤں میں سونے کے نعلین شریف پہنے دیکھا مگر تعجب خیز بات یہ دیکھی کہ ان کا دایاں ہاتھ مفلوج تھا، میرے پوچھنے پر بتایا: یہ وہی ہاتھ ہے جس سے میں نے آپ کو نہر میں دھکا دیا تھا کیا آپ مجھے معاف کرتے ہیں؟ جب میں نے معاف کر دیا تو انہوں نے کہا: آپ اللہ سے دعاء فرمائیں کہ میرا یہ ہاتھ بھی درست ہو جائے چنانچہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعاء مانگی اور 5 ہزار اصحابِ مزارات اولیاء نے اپنے اپنے مزار میں آمین کہی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا ہاتھ درست فرما دیا جس سے وہ بے حد خوش ہوئے اور مجھ سے مصافحہ کیا''۔

(خلاصۃ المفاخر للیافعی)

جنتی حور کے تسبیح کرنے والے نعلین:

علامہ ابونعیم ''حلیۃ الاولیاء'' میں اور علامہ محمد علوی مالکی مکی رحمہما اللہ اپنی ''یاللجمال'' میں لکھتے ہیں کہ:

''جناب ابوسلیمان فرماتے ہیں کہ: مجھے جناب عبدالواحد بن زید کے بارے میں بتایا گیا وہ فرماتے ہیں کہ: میں رات کو سویا تو میں نے خواب میں ایک لڑکی کو دیکھا جس سے زیادہ خوبصورت میں نے کبھی نہ دیکھی، اس کا لباس سبز ریشمی کپڑے تھے، اس کے پاؤں میں جوتے تھے اور وہ اپنے جوتے کے تسموں سمیت مقدس تھی، یہاں تک کہ اس کے جوتے تسبیح اور ان کے تسمے تقدیس کر رہے تھے، وہ مجھ سے بولی: اے ابن زید! میری طلب میں محنت کر کیونکہ میں بھی تیری طالب ہوں، پھر وہ گنگناتی ہوئی بولی: جو مجھے خریدے گا اور اپنے پاس رکھے گا وہ اس نفع مند سودے میں نقصان سے محفوظ رہے گا۔ تو میں نے کہا: اے لڑکی! تیری قیمت کیا ہے؟ تو وہ بولی: اللہ سے محبت کر اور اپنے غموں کو اسی کی لمبی شکر گزاری سے دور کر۔

میں نے پوچھا: تو کس کی ہے؟ وہ بولی: میں اس مالک کی ہوں جو صحیح قیمت دینے والے خریدار کو رد نہیں کرتا، چنانچہ علامہ ابن زید رحمہ اللہ جب صبح اٹھے تو خود پر قسم کھالی کہ: وہ راتوں کو سویا نہیں کریں گے۔

(حلیۃ الاولیاء لابی نعیم جلد6صفحہ157 (عبد الواحد) دارالکتب العلمیہ بیروت)

(یاللجمال فی العروج بالنعال للعلوی المالکی صفحہ5،6المجلس الصوفی)

خواجہ اجمیر کے نعلین اور خواجہ بختیار کاکی رحمہما اللہ:

شیخ محقق علامہ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''اخبار الاخیار'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''خواجہ قطب الدین نے اپنی کتاب ''دلیل العارفین'' میں لکھا ہے کہ: جمعرات کے دن اجمیر کی جامع مسجد میں مجھے اپنے پیر صاحب کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا، مجلس میں درویش، مرید اور عزیزان اہل صفہ حاضر تھے، ملک الموت کے بارے میں بات چیت ہو رہی تھی، تو آپ نے فرمایا: ''موت کے بغیر دنیا کی ذرہ برابر قیمت نہیں'' دریافت کیا: یہ کیسے؟ فرمایا: اس لئے کہ موت ایک پل ہے جسے عبور کر کے حبیب حبیب سے ملتا ہے، پھر فرمایا کہ دوستی دل سے ہوا کرتی ہے نہ کہ زبان سے، اور جو چیزیں تمہیں معلوم ہیں ان سے خاموشی اختیار کرو تو عرش کے گرد طواف کرنے لگو، فرمایا: کہ عارف کی مثال چمکنے والے آفتاب کی طرح ہے جس کے نور سے پوری دنیا روشن ہے، پھر فرمایا کہ: اے درویش! ہمیں یہاں لایا گیا ہے، ہماری قبر بھی یہیں ہوگی اور چند روز کے اندر ہم سفرِ آخرت کریں گے، اس کے بعد شیخ علی سنجری سے فرمایا کہ ایک تحریر لکھو کہ قطب الدین دہلی روانہ ہو جائے، ہم نے خلافت سجادہ قطب الدین کو دیدی اور ان کا مقام دہلی ہوگا، جب حکم نامہ مکمل ہو گیا تو اس فقیر (خواجہ بختیار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کو عنایت فرمایا، اس فقیر نے سر تسلیم جھکا دیا، پھر فرمایا: ذرا قریب آجاؤ، میں قریب ہوا تو دستار و کلاہ میرے سر پر رکھ کر خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عصا عطا فرمایا اور خرقہ پہنا کر قرآن کریم، جانماز اور نعلین عطا فرمائے اور فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کی یہ امانت مشائخ چشت کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہے، تم بھی اسے جاری رکھنا تاکہ قیامت کے دن مشائخ کے سامنے شرمندگی اٹھانا نہ پڑے، اس فقیر نے سر جھکا دیا، پھر دو رکعت نماز ادا کی، اس کے بعد حضرت مرشد نے میرا ہاتھ پکڑا اور آسمان کی طرف منہ کر کے فرمایا: اب جاؤ اللہ کے سپرد، اللہ تعالیٰ تمہیں منزل پر پہنچائے''۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

(اخبار الاخیار (مترجم) صفحہ 74، 75 "خواجہ قطب الدین بختیار کاکی" شبیر برادرز لاہور)

نعلینِ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ:

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ کے نایاب ملفوظات کا مجموعہ جسے مولانا علی محمود بن جاندار رحمہ اللہ نے ''دُرَرِ نظامی'' کے نام سے ترتیب فرمایا ہے، جس کا ترجمہ صاحبزادہ محمد یاسین نظامی صاحب نے کیا ہے، اس میں یوں ہے کہ:

''فرمایا: حضرت شیخ فرید الدین دو ہفتہ کے بعد حضرت خواجہ قطب الدین کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور شیخ بدر الدین غزنوی وعزیزان دیگر ہمیشہ خدمت میں رہتے اور شیخ بدر الدین غزنوی وخواجہ شماجی کو (جو) حضرت کے خادم تھے یہ تمنا تھی کہ حضرت کے بعد حضرت کی جگہ بیٹھیں مگر حضرت نے آخیری وقت یہ وصیت فرمائی کہ جامہ اور عصا اور مصلیٰ اور نعلین چوبیں فرید الدین مسعود اجودھنی کو دے دینا، حضرت شیخ فرید الدین اس وقت ہانسی میں تھے اور اسی شب آپ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ قطب الدین آپ کو بلاتے ہیں چنانچہ آپ صبح ہی روانہ ہوئے اور چوتھے روز دہلی پہنچ گئے، قاضی حمید الدین ناگوری نے وہ تمام تبرکات آپ کے حوالے کئے اور آپ نے شکریہ کے دوگانہ ادا کر کے

وہ جامہ زیب تن فرمایا اور سات روز حضرت خواجہ کے مکان میں رہ کر پھر ہانسی چلے گئے''۔

(دُررِ نظامی (مترجم) صفحہ138، 139 حسیب پبلشنگ ہاؤس لاہور)

خواجہ محمد شمس الدین سیالوی رحمہ اللہ کے نعلین:

علامہ سیّد محمد سعید رحمہ اللہ ''مرأۃ العاشقین'' میں فرماتے ہیں کہ:

''اس کے بعد منگل 20 ربیع الاول 1297 ہجری کو قدم بوسی کی سعادت حاصل ہوئی، حضرت (خواجہ محمد شمس الدین سیالوی) نے بندہ (سید محمد سعید) کی طرف متوجہ ہو کر انتہائی مہربانی فرمائی اور اپنے نعلین شریفین اور ایک پوشاک بطور تبرک بخشے اس کے علاوہ چارتر کی ٹوپی اپنے ہاتھ مبارک سے بندہ کے سر پر رکھی''۔

(مرأۃ العاشقین صفحہ19، 20 (دیباچہ) تصوف فاؤنڈیشن سمن آباد لاہور)

علماء کرام کے نعلین:

عزیزم مولانا محمد افضال حسین نقشبندی زید مجدہ نے ثقہ سند سے بتایا کہ:

''حضور محدث علی پوری پیر سیّد جماعت علی شاہ رحمہ اللہ بڑا قیمتی جوتا پہنا کرتے تھے کسی نے پوچھا کہ: آپ اس قدر قیمتی جوتا پہنتے ہیں جو امراء کو بھی میسر نہیں آتا اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا: علماء و مشائخ کے جوتے اتنے قیمتی اور اچھے ہونے چاہییں کہ بڑے بڑے دنیادار لوگ ان کے جوتوں کو ہی دیکھتے رہ جائیں اور وہ آگے نکل جائیں''۔

شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ کے نعلین اور مرزائیت:

مجاہدِ تحریک نفاذ نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جناب سردار محمد اکرم بٹر صاحب (چیف ایڈیٹر مجلّہ ''نویدِ سحر'') اپنی کتاب ''گلہائے رنگارنگ'' میں لکھتے ہیں کہ:

''لاہوری احمدیوں نے قرارداد سے لفظ ''لاہوری'' خارج کروانے کے

لئے مولانا نورانی کو مختلف مقامات پر بھاری رقوم کی پیشکش کی بلکہ کراچی کی ایک محفل میں ۵۰ لاکھ روپے پیش کرنے کی جسارت بھی کی جس پر مولانا نورانی آگ بگولا ہو گئے اور فرمایا کہ تمہاری کوشش اور پیشکش ہمارے جوتے کی نوک پر بلکہ ہمارا جوتا بھی اس پیشکش سے قیمتی ہے''۔

(گلھائے رنگا رنگ صفحہ214ادارہ نویدِ سحر لاھور)

دینی طلباء کے نعلین:

امام طبرانی رحمہ اللہ اپنی ''المعجم الاوسط'' میں روایت کرتے ہیں کہ:
''جناب مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص علم کی جستجو میں جوتے، موزے اور کپڑے پہنتا ہے تو اپنے گھر کی چوکھٹ سے نکلتے ہی اس کے سارے گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے''۔

(المعجم الاوسط للطبرانی جلد4صفحہ204رقم5722دار الکتب العلمیہ بیروت)

طلبِ علم دین کے لئے لوہے کے نعلین:

امام طبرانی رحمہ اللہ اپنی ''المعجم الاوسط'' میں روایت کرتے ہیں کہ:
''جناب ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جناب داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی فرمائی کہ: اے داؤد! اپنے نعلین اور اپنا عصا لوہے کے بنالو اور اس وقت تک علم حاصل کرتے رہو جب تک نعلین گھس نہ جائیں اور عصا ٹوٹ نہ جائے۔

(الایماء الی زوائد الامالی والاجزاء جلد6صفحہ35رقم5253)

فصل (۲):

﴿تذکرۂ نعلینِ مشائخ﴾

جناب مولیٰ علی کی جناب فاروق اعظم کو نصیحت:

خطیب بغدادی رحمہ اللہ "تاریخ بغداد" میں لکھتے ہیں کہ:

"جناب مولیٰ علی پاک رضی اللہ عنہ نے ایک دن جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو نصیحت کی، اے امیر المؤمنین! اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ اپنے دونوں صاحبوں (جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ مل جائیں تو اپنی امیدیں چھوٹی کرلیں، کھانا پیٹ بھر کر نہ کھایئے، اپنے تہہ بند کو ٹخنوں سے اونچا رکھیے، اپنی پھٹی قمیص اور پھٹے نعلین کو خود پیوند لگایئے، آپ ان دونوں سے مل جائیں گے۔

(تاریخ بغداد جلد5صفحہ425رقم3007دار الکتب العلمیہ بیروت)

جناب مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کا اپنے نعلین کو خود پیوند لگانا:

جناب عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: ایک دن میں امیر المؤمنین جناب مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ اپنے نعل مبارک کو خود پیوند لگا رہے تھے میں نے تعجب کیا تو فرمایا: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے نعلین شریفین اور لباس مبارک کو خود پیوند لگا لیا کرتے تھے اور اپنی سواری پر اپنے پیچھے دوسرے کو بھی بٹھا لیا کرتے تھے۔

(سفینہ ء نوح حصہ اول صفحہ98)

زبان کی لاج اور جناب ابن عمر رضی اللہ عنہما:

امام غزالی رحمہ اللہ ''احیاء العلوم'' میں فرماتے ہیں کہ:

''جناب ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اونٹنی گم ہوگئی، کافی تلاش کے باوجود نہ ملی تو کہا کہ: وہ راہِ خدا میں وقف ہے، پھر مسجد میں آئے، دو رکعت نماز پڑھی، ایک شخص آیا اور عرض کیا: حضور! آپ کی اونٹنی مل گئی، جھٹ سے اٹھے اور ابھی اپنے نعلین پہنے ہی تھے کہ وہ الفاظ یاد آگئے اور فوراً بیٹھ گئے، پوچھا گیا تو فرمایا: مجھے یاد آیا کہ میں تو اسے راہِ خدا میں وقف کر چکا ہوں''۔(احیاء العلوم (مترجم) جلد4صفحہ840)

جناب جریر رضی اللہ عنہ اس امت کے یوسف:

علامہ ذہبی نے تاریخ الاسلام میں اور علامہ طاہر کردی نے ''تبرک الصحابہ'' میں لکھا ہے کہ:

''جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جب جناب جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بڑی عزت افزائی فرمائی، نیز فرمایا: ''جب بھی تمہارے پاس کسی قوم کا معزز فرد آئے تو اس کی عزت کرو''، اور فرمایا: ''جریر کے چہرے پر فرشتہ نے ہاتھ پھیرا ہے''، چنانچہ اسی لئے جناب جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ حد درجہ باجمال اور انتہائی حسین تھے، جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ: ''جریر اس امت کے یوسف ہیں''، آپ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے سردار تھے اور قد میں بھی لمبے تھے کہ اونٹ کی کوہان کے برابر پہنچ جاتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نعل مبارک ایک گز تک لمبا تھا۔

(تاریخ الاسلام للذهبی وفات51 تا60)

(تبرك الصحابه للكردی صفحه112 دار المنهاج جده)

سب سے بڑی نعمتیں!:

علامہ شہاب الدین محمد بن احمد مصری شافعی ابشیہی رحمہ اللہ (متوفی: 852 ہجری) اپنی کتاب ''المستطرف فی کل فن مستظرف'' میں لکھتے ہیں کہ:

''جناب سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے عورت سے نکاح کیا، یہاں کہ مجھے عورت اور دیوار کے درمیان کوئی فرق محسوس نہ ہوا، میں نے عمدہ کھانے کھائے لیکن ان پر ہمیشگی نہ رکھ سکا، میں نے مشروبات پیئے، یہاں تک کہ میں پانی کی طرف لوٹ آیا میں نے جانوروں پر سواری کی اور آخر کار اپنے جوتوں کو ہی اختیار کیا، میں عمدہ لباس پہنتا رہا یہاں تک کہ میں نے سفید لباس کو اختیار کیا، مگر کوئی بھی لذت باقی نہ رہی، جس کی طرف میرا نفس مشتاق تھا، سوائے اپنے مہربان دوست سے گفتگو کرنے کے''۔

(المستطرف للابشیهی صفحه130 دار الكتب العلميه بيروت)

جناب امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نعلین:

فتاویٰ رضویہ میں ''فتاویٰ عالمگیری'' کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

''جناب ہشام نے اپنے نوادر میں فرمایا ہے کہ: میں نے ایک دن جناب امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے پاؤں میں ایسے جوتے دیکھے جن میں لوہے کے کیل لگے ہوئے تھے، تو میں نے عرض کیا: کیا آپ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے؟ فرمایا: نہیں، میں نے عرض کیا: جناب سفیان ثوری اور جناب ثور بن یزید رحمہما اللہ تو ایسے جوتوں کو ناپسند

کرتے ہیں کیونکہ ان میں عیسائی راہبوں سے تشبیہ پائی جاتی ہے، تو آپ رحمہ اللہ نے جواب دیا: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے نعلین شریف بھی پوش فرمائے ہیں جن پر بال ہوا کرتے تھے حالانکہ عیسائی راہب تو اسے بھی پہنتے ہیں''۔

(عالمگیری (کتاب الکراهة الباب التاسع) جلد5 صفحہ333 نورانی کتب خانہ پشاور)

(فتاویٰ رضویہ جلد24 کتاب الخطر والاباحة مسئلہ نمبر228)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی زوجہ کے جوتے:

''طبقات الحنابلہ'' میں ہے کہ:

''جناب خطاب بن بشر کہتے ہیں کہ: ایک دن جناب امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی زوجہ ریحانہ بنت عمر رحمہا اللہ نے جناب امام احمد رحمہ اللہ سے پوچھا: آپ مجھ سے ناراض تو نہیں؟ فرمایا: نہیں مگر تم نے جو جوتے پہن رکھے ہیں ایسے عہدِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں تھے، چنانچہ انہوں نے وہ جوتے بیچ کر پرانے جوتے خریدے اور انہیں پہننے لگیں''۔

(طبقات الحنابلہ جلد1 صفحہ429 دار المعرفة بیروت)

شیخ سعدی شیرازی رحمہ اللہ:

شیخ شرف الدین سعدی شیرازی رحمہ اللہ (متوفی 691ھ) نے فرمایا کہ:

''زمانے کی گردش اور دنوں کی سختی سے میں کبھی دل شکستہ اور رنجیدہ نہیں ہوا، مگر ایک بار ضرور ملال ہوا جب میرے پاؤں میں جوتی نہ تھی، اور نہ ہی خریدنے کو جیب میں پیسہ تھا، میں حیران پریشان کوفے کی جامع مسجد میں جا نکلا، دیکھتا کیا ہوں کہ ایک شخص کے پاؤں ہی نہیں، پس میں نے اپنے پاؤں کی سلامتی پر خدا کا شکر ادا کیا اور ننگے پاؤں رہنا ہی غنیمت سمجھا۔ (دلچسپ حکایاتِ سعدی صفحہ13 مشتاق بک کارنر)

نعلین کے ذریعے ہدایت:

علامہ قاضی ابو الفضل عیاض بن موسیٰ یحصبی رحمہ اللہ ''ترتیب المدارك وتقریب المسالك'' میں لکھتے ہیں کہ:

''شیخ ابو حفص عبد الجبار بن خالد بن عمران سرتی رحمہ اللہ ایک مرتبہ جمعہ کی نماز ادا کرنے جا رہے تھے راستے میں ایک خوبصورت نوجوان کو ایک لڑکی کا پیچھا کرتے دیکھا، تو آپ نے جان بوجھ کر اپنے جوتے کا تسمہ توڑ دیا اور اس نوجوان کو پکارنے لگے، وہ نوجوان ٹھہر گیا آپ اپنے اسی ٹوٹے ہوئے جوتے کو لے کر اس کے پاس پہنچے اور فرمایا: بیٹا میں بوڑھا آدمی ہوں اور آنکھیں بھی کمزور ہیں، میرے جوتے کا تسمہ ٹوٹ گیا ہے اسے ٹھیک کر دو، اس نے ٹھیک کر دیا اور پھر اس لڑکی کے پیچھے چلنے لگا، آپ نے یہ دیکھ کر دوسری بار پھر تسمہ توڑ دیا اور دوبارہ اس نوجوان کو آواز دی تو اس بار بھی وہ نوجوان لوٹ آیا، چنانچہ شیخ عبد الجبار رحمہ اللہ نے اس نوجوان سے فرمایا: بیٹا میں نے یہ تسمہ جان بوجھ کر دو بار توڑا ہے تا کہ میں تجھ جیسے خوبصورت جوان کو جہنم کی آگ سے بچا سکوں، یہ کہہ کر آپ رو پڑے اور وہ نوجوان بھی رونے لگا اور آپ کی اس نصیحت کا شکریہ ادا کیا، آپ کے ساتھ جامع مسجد میں آیا نماز جمعہ ادا کی اور صدقِ دل سے تائب ہوا''۔

(ترتیب المدارك جلد4صفحہ387مطبعة فضالة المحمدیه)

شیخ جابر بن زید رحمہ اللہ کے نعلین:

علامہ ابو نعیم ''حلیۃ الاولیاء'' میں لکھتے ہیں کہ:

''حجاج بن عیینہ فرماتے ہیں کہ: جناب جابر بن زید رحمہ اللہ ہمارے پاس نماز کے لئے تشریف لایا کرتے تھے، ایک دن آئے تو انہوں نے بوسیدہ جوتے پہن رکھے تھے، فرمانے لگے: میری عمر کے 60 سال گزر گئے، لیکن گزری ہوئی زندگی میں مجھے اپنے ان جوتوں سے بڑھ کر کچھ بھی محبوب نہیں، سوائے اس بھلائی کے جو میں نے آگے بھیجی''۔

(حلیۃ الاولیاء لابی نعیم جلد3 صفحہ88 دارالکتب العلمیہ بیروت)

شیخ ابن طارق رحمہ اللہ کے نعلین:

علامہ ابونعیم ''حلیۃ الاولیاء'' میں لکھتے ہیں کہ:

''جناب محمد بن فضیل فرماتے ہیں کہ: میں نے جناب علامہ ابن طارق رحمہ اللہ کو اس شان سے طواف کرتے دیکھا، کہ اہلِ طواف ان کے لئے راستہ چھوڑ دیتے تھے، ان کے پاؤں میں پھٹے پرانے جوتے تھے، وہ بہت زیادہ طواف کرتے تھے چنانچہ ایک بار لوگوں نے ان کے ایک دن کے طواف کا تخمینہ لگایا تو دس فرسخ کا سفر بنا''۔

(حلیۃ الاولیاء لابی نعیم جلد5 صفحہ82 دارالکتب العلمیہ بیروت)

(المجالسۃ وجواہر العلم للدینوری جلد4 صفحہ73 رقم1243)

علامہ ابو محمد یحییٰ رحمہ اللہ کے نعلین:

علامہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ ''تاریخ بغداد'' میں لکھتے ہیں کہ:

''جناب ابوبکر بن اسماعیل وراق فرماتے ہیں کہ: میں نے شیخ ابو محمد یحییٰ بن صاعد رحمہ اللہ کے دروازے پر دستک دی، تو وہ بولے: کون؟ میں نے کہا: میں ابوعلی کا بیٹا ابوبکر ہوں، کیا یحییٰ یہاں ہیں؟ پھر میں نے اندر

سے ان کی آواز سنی آپ اپنی خادمہ سے فرمارہے تھے کہ مجھے جوتے پکڑاؤ تاکہ میں نکل کر اس جاہل کو تربیت دوں جو اپنی اور اپنے والد کی تو کنیت بتارہا ہے لیکن میرا صرف نام لئے جارہا ہے"۔

(تاریخ بغداد جلد2صفحہ52دارالکتب العلمیہ بیروت)

شیخ حسین آدمی رحمہ اللہ کے نعلین:

علامہ شعرانی رحمہ اللہ نے "الطبقات الکبریٰ" میں فرمایا کہ:

"شیخ سیّد احمد زاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ایک دن میں اپنے استاذ شیخ حسین آدمی رحمہ اللہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک یہودی وہاں سے گزرا اور اس کے پاؤں کو آپ کے قدموں سے ٹھوکر لگی اس وقت آپ نے جوتے پہن رکھے تھے، اسے تکلیف ہوئی تو بولا: اے مسلم! تیرے جس جسم کے حصے نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے وہ کاٹ کر مجھے دیدے، تو آپ نے بسم اللہ پڑھ کر چاقو پکڑا اور اپنا پاؤں کاٹنے کے ارادے سے اللہ اکبر پڑھا تو یہودی یہ دیکھ کر پکار اٹھا: "اشھد ان لا الله الا الله وان محمدا رسول الله" اور آپ کو ایسا کرنے سے روک دیا۔

(الطبقات الکبریٰ للشعرانی جلد2صفحہ73)

علامہ نسیمی رحمہ اللہ کے نعلین اور حاسدین کا شر:

علامہ امام عارف باللہ شیخ عبد الوہاب شعرانی رحمہ اللہ اپنی کتاب "الیواقیت والجواہر" میں عارف باللہ علامہ عماد الدین علی نسیمی رحمہ اللہ کے ساتھ ان کے حاسدین کے ہاتھوں سن 820 ہجری میں ہونے والا واقعہ لکھتے ہیں کہ:

"اسی طرح حلب میں نسیمی رحمہ اللہ کی کھال ادھیڑی گئی، اور انہوں (حاسدین) نے آپ رحمہ اللہ کے لئے ایک حیلہ کیا جبکہ آپ رحمہ اللہ

انہیں دلائل کے ساتھ لاجواب کر دیتے تھے، وہ حیلہ یہ تھا کہ انہوں نے سورۃ اخلاص لکھی اور جوتے سینے والے کو رشوت دی کہ یہ محبت اور قبولیت کا کاغذ ہے اسے ہمارے لئے جوتے کی تہہ کے درمیان سی دو، پھر انہوں نے وہ جوتا لیا اور دور کی راہ سے وہ بطور ہدیہ شیخ کو پیش کر دیا آپ رحمہ اللہ نے پہن لیا جبکہ صورتِ حال کا پتہ نہ تھا، پھر حلب کے حاکم کے پاس پہنچے اور اسے کہا کہ ہمیں باوثوق ذرائع سے یہ بات پہنچی ہے کہ نسیمی نے ﴿قل ھو اللہ احد﴾ لکھ کر اپنے جوتے کی تہہ میں رکھی ہے اور اگر آپ ہماری تصدیق نہیں کرتے تو اسے بلا بھیجیں اور ملاحظہ کر لیں، اس نے ایسا ہی کیا، کاغذ نکل آیا، پس شیخ نے اللہ تعالیٰ کے لئے سرِ تسلیم خم کر دیا اور اپنی صفائی پیش نہ کی، اور جان لیا کہ اس صورتِ حال میں قتل ناگزیر ہے، اور مجھے آپ کے مریدوں کے بعض مریدوں نے خبر دی کہ آپ رحمہ اللہ نے توحید کے بارے قصیدے پڑھنے شروع کر دیئے جبکہ لوگ کھال کھینچ رہے ہیں، یہاں تک کہ آپ نے پانصد بیت (500 شعر) موزوں کئے اور جو کھال اتار رہا تھا اسے دیکھ رہے تھے اور مسکرا رہے تھے"۔

(الیواقیت والجواھر للشعرانی (مترجم) صفحہ79 نوریہ رضویہ لاھور)

میاں محمد باران رحمہ اللہ کے نعلین:

پیر پٹھان رحمہ اللہ کے پہلے خلیفہ میاں محمد باران رحمہ اللہ (متوفی:1254 ہجری) جن کے بارے میں خواجہ نظام الدین تونسوی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ "جو شخص خواجہءِ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمہ اللہ کی بارگاہ میں اجمیر شریف نہ جا سکے تو وہ حضرت خواجہ میاں محمد باران رحمہ اللہ کے دربار (ڈیرہ اسماعیل خان) پر حاضری دے آئے" چنانچہ حضرت میاں محمد باران رحمہ اللہ کے

بارے میں مولانا محمد ابراہیم شوق چشتی صاحب ''چراغِ چشتیاں'' میں لکھتے ہیں کہ:

''وہوا'' سے آپ رحمہ اللہ ڈیرہ غازی خان علم حاصل کرنے کے لئے روانہ ہوئے تو حضرت شیخ اسماعیل کے راستے سے روانہ ہوئے، راستہ میں ایک شخص برہنہ پا نظر آیا، آپ رحمہ اللہ نے اپنے جوتے راہِ للہ اس کو دے دیئے اور خود ننگے پاؤں روانہ ہوگئے، تھوڑی دور گئے کہ ایک دوسرے آدمی نے آپ کو جوتے دیئے تو وہ بھی آپ رحمہ اللہ نے راستے میں ایک اور برہنہ پا کو دیکھ کر دیدیئے اس طرح بارہ کروہ (یعنی تقریباً 18 میل) کی منزل میں تین دفعہ جوتے اللہ کے لئے دے دیئے، جب خود برہنہ پا ہوگئے تو (فرماتے ہیں کہ:) ایک نوجوان نے۔۔۔ مجھے برہنہ پا دیکھا تو میرے پاس بہت سے جوتے لے آیا اور کہنے لگا جو جوتا آپ کو پسند ہو وہ اٹھالیں تو ان میں سے میں نے ایک جوڑا لے لیا اور اپنی منزل کی طرف روانہ ہوگیا''۔

(چراغِ چشتیاں صفحہ 61، 62 مقتبساً دربارِ عالیہ بارانیہ ڈیرہ اسماعیل خان)

آدابِ سفر اور نعلین:

علامہ سیّد محمد سعید رحمہ اللہ ''مرأۃ العاشقین'' میں حضور خواجہ محمد شمس الدین سیالوی رحمہ اللہ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں کہ:

''سفر پر جانے سے پہلے مسافر کو تین چیزیں مدِ نظر رکھنی چاہئیں خشک روٹی کھانا، زمین پر سونا اور سوتے وقت جوتوں کو سر کے نیچے دبا رکھنا، اس کے بعد یہ پنجابی شعر پڑھا!

جے توں چلیوں مسافری ترے گلاں بن پلے
رکھا کھاون بھویں تے سوون سرہانی رکھیں کھلے۔

(مرأۃ العاشقین صفحہ 85 (دیباچہ) تصوف فاؤنڈیشن سمن آباد لاہور)

فصل (۳):

نعلینِ مشائخ مشکل کشاء

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نعلین:

علامہ ابن ابی یعلیٰ ''طبقات الحنابلہ'' میں لکھتے ہیں کہ:

''ابوالحسن علی بن احمد بن علی بن مکری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: مجھے میرے والد نے میرے دادا سے سن کر بتایا کہ: میں ایک بار امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی مسجد میں انہی کی بارگاہ میں حاضر تھا کہ خلیفہ متوکل نے کسی کو آپ رحمہ اللہ کے پاس بھیجا جس نے آکر بتایا کہ خلیفہ کی ایک لونڈی آسیب زدہ ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعاء فرمادیں، تو جناب امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنا نعل جو وضوء خانے کے قریب پڑا ہوا تھا اٹھا کر دیا اور فرمایا: جب تو خلیفہ کے محل میں داخل ہو تو اس لونڈی کے سر کے قریب جا کر کہنا کہ: تم اس لونڈی سے نکلتے ہو یا پھر میں تمہیں اس جوتے کے ساتھ سبق سکھاؤں؟ بولو تمہیں کیا پسند ہے؟ چنانچہ اس پیغام رساں نے ایسا ہی کیا، جیسا آپ رحمہ اللہ نے فرمایا تھا، تو اس لونڈی کی زبان سے جنّات کی آواز آئی: ہم نے سن لیا اور سرِ تسلیم خم کر دیا اگر امام احمد ہمیں عراق سے بھی نکل جانے کا حکم دیں تو ایک پل بھی یہاں نہ رہیں گے، کیونکہ وہ اللہ کی اطاعت کرتے ہیں اور جو اللہ کی اطاعت کرتا ہے ہر

چیز اس کی اطاعت کرتی ہے، چنانچہ وہ جنّات اس لونڈی سے نکل گئے، بعد ازاں اس لونڈی کو آزاد کر دیا گیا جس کی شادی بھی ہوئی، اولاد بھی ہوئی۔ (طبقات الحنابلہ جلد1 صفحہ233 دار المعرفۃ بیروت)

نعلینِ داتا گنج بخش رحمہ اللہ اور ہندو جوگی:

میرے نہایت عزیز و محترم دوست محقق بے مثل علامہ ابو ذہیب محمد ظفر علی سیالوی زید مجدہ نے اپنی کتاب ''کمال داتا بعد از وصالِ داتا'' میں تحریر فرمایا ہے کہ:

''مشہور غیر مقلد مولوی غلام رسول ساکن قلعہ میاں سنگھ والے کا بیٹا مولوی عبد القادر اہلحدیث لکھتا ہے: علی ہجویری صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) المعروف گنج بخش صاحب جن کا مزار لاہور میں ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو لاہور میں مقیم ہونے کا حکم ہوا، آپ لاہور تشریف لے آئے، اور جہاں آپ کا مزار ہے مقیم ہو گئے کیونکہ آپ کو یہی جگہ بذریعہ کشف دکھائی گئی تھی، آپ کے قرب و جوار میں ایک جوگی رہتا تھا جو استدراج کی بدولت بہت مشہور تھا اور بہت سے لوگ اس کو مقتداء سمجھتے تھے، پنجشنبہ کے روز شہر اور دور دور کے گاؤں سے اس جوگی کے پاس دودھ آیا کرتا تھا، جو شخص اس روز جوگی کے پاس دودھ نہ لاتا تھا یا اس کی نیت دودھ نہ لانے کی ہو جاتی تھی، اس کی گائے یا بھینس کے تھنوں میں بجائے دودھ کے خون آ جاتا تھا، بہت سے لوگ اس جوگی کے سبب سے شرک میں گرفتار تھے، اللہ تعالیٰ نے علی ہجویری صاحب کو اس فتنہ و فساد کو رفع کرنے کے لئے بھیج دیا، انہوں نے بھی اس کے راستے میں جھونپڑی ڈال لی، ایک روز ایک بڑھیا دودھ لے کر جوگی مذکور کے پاس جا رہی تھی،

آپ نے پوچھا: مائی جی! کہاں سے آئی ہو اور کہاں جانا ہے؟ بڑھیا نے اپنا مفصل حال پیش ذکر کیا، آپ نے فرمایا: ابھی کچھ راستہ باقی ہے آپ کو وہاں پہنچنے میں تکلیف ہوگی یہ دودھ مجھ کو دے دو، بڑھیا بولی: میں نے تو دینا ہی ہے تمہیں دے تو دوں مگر خطرہ یہ ہے کہ دودھ دینے والی نہ مرجائے کیونکہ ایسے واقعات کئی لوگوں سے گزر چکے ہیں، آپ نے فرمایا: خدا پر بھروسہ کرو اور دودھ مجھ کو دے جاؤ، اللہ تعالیٰ دودھ دینے والی کا دودھ دوگنا کردے گا، آپ کا فرمان بڑھیا کے دل پر اثر کر گیا، اور آپ کو دودھ دے کر واپس چلی گئی، خدا کے فضل سے اس کی گائے نے علی ہجویری صاحب کے فرمان کے مطابق دوسرے دن دودھ اور گھی دوگنا دیا اور بڑھیا نے اپنے گاؤں کے لوگوں کو جو جوگی کے پاس جایا کرتے تھے، اپنا واقعہ سنایا، اس کا یہ اثر ہوا کہ آئندہ جمعرات کو اس گاؤں کی تمام عورتیں سارا دودھ علی ہجویری صاحب کی نذر کر گئیں، رفتہ رفتہ گردونواح میں یہ خبر مشہور ہوگئی، اور آپ کی طرف زیادہ، جوگی نے اپنے چیلوں سے تنزل کا سبب دریافت کیا، انہوں نے علی ہجویری صاحب مرحوم کا نام لیا اور ساتھ ہی کچھ الفاظ بھی کہے، جوگی سنتے ہی آگ بگولا ہوگیا، ان کے میلہ کا دن قریب تھا، جب میلہ کا دن آیا تو جوگی، علی ہجویری صاحب کے مقابلہ کے لئے آیا اور کہا کہ: آپ کچھ دیکھیں یا دکھائیں! آپ نے فرمایا: میں مداری نہیں ہوں، اس نے کہا: پہلے آپ اڑیں یا میں اڑتا ہوں، آپ نے فرمایا: اڑنا مکھیوں کا کام ہے، جوگی غصہ میں آیا اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کر اڑ گیا، جب نظر سے غائب ہونے کے قریب ہوا تو آپ نے جوتی پکڑی اور "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بقدرۃ اللہ وانا ملۃ رسول

اللہ" پڑھا اور کہا: جا اور اس شیطان رجیم کو میرے پاس لے آ! جوتی اللہ کے حکم سے اوپر اڑی اور جوگی کے سر پر پڑنی شروع ہوگئی، جوگی کو واپس زمین پر لے آئی، ہزارہا لوگ دیکھ رہے تھے، جوگی بمع اپنے چیلوں کے اور ہزارہا لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔

(سوانح حیات غلام رسول صفحہ 11، 12، 13 فضل بکڈ پو اردو بازار گوجرانوالہ)"۔

(کمالِ داتا بعد از وصالِ داتا صفحہ 44، 45 اکبر بک سیلرز لاہور)

نعلینِ غوث اعظم رحمہ اللہ اور عورت کی فریاد:

شیخ فاضل علامہ عبدالقادر اربلی قادری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "تفریح الخاطر" میں لکھا ہے کہ:

"ایک حسین عورت جنابِ غوثیت رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں بیعت سے مشرف ہوئی، اس سے پہلے اس پر ایک فاسق شخص عاشق تھا، چنانچہ ایک روز وہ عورت اپنے کسی کام کے لئے کسی پہاڑ کے غار کی طرف گئی، جب اس کے عاشق کو اس کے غار میں جانے کی خبر ہوئی تو وہ بھی اس کے پیچھے اس غار میں اس عورت کی عصمت دری کے ارادے سے جا پہنچا عورت نے جب اپنی خلاصی کی کوئی صورت نہ دیکھی تو جناب غوث اعظم صمدانی رضی اللہ عنہ کا نام مبارک لے کر اس طرح پکارنے لگی: "المدد اے غوث اعظم! المدد اے غوث الثقلین! المدد اے شیخ محی الدین! المدد اے میرے آقا عبدالقادر!" اور اس وقت جناب سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ اپنے جامعہ میں وضوء فرما رہے تھے، آپ رضی اللہ عنہ کے پائے اقدس میں لکڑی کے نعلین شریف تھے، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے اسی وقت اپنے قدموں سے نعلین اتارے اور اس غار کی سمت ہوا میں پھینک

دیا، اس سے پہلے کہ وہ فاسق اپنی مراد کو پہنچتا نعلین شریف اس کے سر پر پہنچ گئے، اور اس کے سر پر اس وقت تک پڑتے رہے جب تک کہ وہ مر نہ گیا، پھر وہ عورت انہیں اٹھا کر جناب غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور آپ رضی اللہ عنہ کو وہاں موجود پورے مجمع کے سامنے اپنا سارا واقعہ سنایا''۔

(تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبد القادر صفحہ 83،84 سنی دار الاشاعت علویہ رضویہ ڈجکوٹ روڈ فیصل آباد)

نعلینِ غوثِ اعظم رحمہ اللہ اور لٹا ہوا قافلہ:

بادشاہ محمد داراشکوہ رحمہ اللہ اپنی کتاب ''سفینۃ الاولیاء'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''شیخ ابو عمرو صبریقي وشیخ ابو محمد عبد الحق گفته اند که وقتی روز سه شنبه سوم ماه صفر در خدمت حضرت غوث الثقلین در مدرسه بودیم پس آنحضرت برخاسته وضو کردند ودو رکعت نماز گزاردند چوں از نماز فارغ شدند نعره بلند باهیبت بر آورده یکے از نعلین چوبی که درپای مبارك آنحضرت بود در هوا انداختند وآں از نظر غایب شد وبعد ازاں نعلین دیگر در هوا بینداختند آن نیز از نظر نا گشت پدید وآنحضرت بنشستند هیچکس را مجال آن نشد که ازینمعنیٰ سوال کند بعد از بیست وسه روز قافله از بلاد عجم بیائد وگفتند ما را نذر یست برائے حضرت شیخ غوث اعظم فرسودند بستانید ایشاں یکمن حریر وجامها از خز ومقداری زر ونعلین آنحضرت را آورده بنهادند غوث اعظم

فرمودند این نعلین را از کجا یافتید گفتند روز سه شنبه سوم ماه صفر درراه بودیم ناگاه راه زنان بیرون آمدند وقافلهء ما را غارت کردند وبعضی رابکشتند وتمام اموال رابرده دریك وادی فرود آمدند وقسمت میکرد ماگفتم: حضرت شیخ عبد القادر را درینوقت یاد آریم در حال بر ای حضرت شیخ نذر کردیم ودر همین اثنا ونعرهء عظیم شنیدیم که هیبت آن تمام وادی را در گرفت ودیدیم راه زنان سخت مضطرب وعاجزبرما آمدند کمان بردیم که مگر طائفه دیگر ازراه زنان برایشان تاختند مارا گفتند بیائید ومال خود را گرد آورید وبه بینید که بر ماچه مصیبت رسیده است رفتیم ودیدیم که هردوسردار ایشان مرده افتاده است این نعلین بآب تر نزدیك ایشانست پس مالهای مارا بماباز دادند"۔

ترجمہ: شیخ ابوعمر وصبریقی اور شیخ ابومحمد عبدالخالق فرماتے ہیں کہ: ۳ صفر بروز منگل کو ہم مدرسہ میں حضور غوث الثقلین کی بارگاہ میں حاضر تھے، کہ یکا یک آپ اُٹھے اور وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی فارغ ہو کر آپ نے ایک ہیبت ناک نعرہ مارا اور اپنے پائے مبارک سے ایک نعل اتارا اور ہوا میں اچھال دیا جو فوراً ہماری نظروں سے غائب ہو گیا کچھ دیر بعد (ایک اور نعرے کے ساتھ) دوسرے نعل کو بھی ہوا میں اچھال دیا وہ بھی نظروں سے اوجھل ہو گیا، آپ اس وقت نہایت جلال کے عالم میں تشریف فرما تھے، اس لئے ہم سے کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ آپ سے اس کا سبب پوچھ سکیں، چنانچہ اس واقعے کے 23 دن کے بعد بغداد میں

ایک عجمی قافلہ آیا، اور ہم سے بولے: یہ نذرانے حضرت شیخ غوث اعظم کے لئے ہیں، چنانچہ ان اشیاء میں ایک من ریشم، اور ''خز'' کے کپڑے، کچھ سونا تھا اور ان کے ساتھ آپ کے وہی نعلین بھی تھے جو آپ کی بارگاہ میں حاضر کردیئے، جناب غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ تمہیں یہ کہاں سے ملے؟ وہ بولے: منگل کے دن 3 صفر (555ھ) کو ہمارا قافلہ ایک راستے پر تھا کہ اچانک بہت سے مسلّح ڈاکو باہر آئے اور ہمارے قافلے پر ٹوٹ پڑے، ہم سے کچھ کو مارا اور سارا مال لوٹ کر ایک وادی کی طرف چلے گئے اور آپس میں تقسیم کرنے لگے، ہم نے کہا: اس وقت ہمیں حضرت شیخ عبدالقادر کو یاد کرنا چاہیے، کہ اسی حال میں ہم نے حضرت شیخ آپ کو اپنی فریاد نذر کردی، پھر اسی اثناء ہم نے دو بڑے نعرے سنے جن کی ہیبت سے سارا علاقہ گونج اٹھا اور ہم نے دیکھا کہ چند ڈاکو پریشان حالت میں دوڑ کر آتے ہوئے دکھائی دیئے، ہم گھبرا گئے، لیکن وہ ہمارے پاس پہنچے اور کہا: ہمارے ساتھ چلو اور چل کر اپنا مال واپس لے لو، اور آکر دیکھو کہ ہم پر کیسی مصیبت آئی ہے چنانچہ ہم گئے اور دیکھا کہ ان کے دو سردار مرے پڑے ہیں اور یہ نعلین ان کے پاس پڑے ہیں، چنانچہ انہوں نے ہمارا مال ہمیں واپس کردیا۔

(سفینۃ الاولیاء صفحہ 86، 87 مطبع مدرسہ آگرہ سنہ ۱۸۵۳ء)

(تذکرہ غوث اعظم صفحہ 135، 136 القمر انٹر پرائزز لاہور)

(مظہرِ جمالِ مصطفائی صفحہ 279، 280 اویسی بک سٹال لاہور)

(مقدمہ: "فضائلِ نعلینِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم" صفحہ 65 ناشر: محمد طفیل مدنی)

خواجہء اجمیر رحمہ اللہ کے نعلین اور اجے پال جوگی:

پروفیسر حافظ سیّد محمد ضیاء الدین شمسی طہرانی اپنی کتاب ''تاریخِ خواجہ ء خواجگان'' میں مزید تین کتابوں ''سیر الاقطاب''، ''مونس الارواح'' اور ''ہمارے خواجہ'' کے حوالے سے یہ واقعہ تحریر کرتے ہیں کہ:

''خاندانی حیثیت سے ''اجے پال'' پرتھوی راج کا رشتہ دار تھا اور وہ یوگ اور سنیاس کی دھن میں دنیا سے ترکِ تعلق کر کے اجمیر سے کچھ کوس کے فاصلے پر پہاڑوں میں رہا کرتا تھا اور جادوگری میں یگانہ ء روزگار تھا، اس کے سینکڑوں شاگرد تھے جو جادو کے فن میں بڑی مہارت رکھتے تھے، راجہ نے پورے شہر میں منادی کردی کہ اجے پال جوگی حضرت خواجہ سے مقابلہ کرے گا، چنانچہ چلے کی پہاڑیوں کے چاروں طرف خلقِ خدا تماشا دیکھنے کے لئے اُمنڈ پڑی، خواجہ ء بزرگ نے آدمیوں کا اُمنڈتا ہوا سیلاب دیکھ کر مسکرانا شروع کیا، ان کی مسکراہٹ سے ان کے تمام ساتھی بے خوف اور بے فکر ہو گئے، خواجہ صاحب نے سب کو ایک حلقہ میں لے لیا، اجے پال جوگی جب آپ کی طرف بڑھا تو آپ نے اٹھ کر اپنی انگلی سے زمین پر ایک حلقہ کا نشان بنایا اور کچھ پڑھ کر چاروں طرف پھونکا پھر اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ خبردار کوئی اس حلقے سے باہر نہ نکلے،۔۔۔اجے پال اور اس کے چیلوں نے جادو کا اثر دکھلایا اور پہاڑ کی بڑی بڑی چٹانیں آسمان میں اڑنے لگیں اور خود بخود شق ہو کر زمین پر گرنے لگیں،۔۔۔ اجے پال نے پہاڑیوں سے ہزاروں لاکھوں سانپ پیدا کر دیئے جو حضرت خواجہ رحمہ اللہ کی طرف بڑھنے لگے مگر حصار کیئے ہوئے حلقے کے اندر داخل نہ ہو سکے، پھر اجے پال اور اس کے چیلوں نے آگ برسانا

شروع کی لیکن آگ کی ایک چنگاری بھی خواجہ صاحب کے حلقے کے اندر داخل نہ ہوسکی بلکہ وہ خود اجے پال اور اس کے چیلوں کی طرف لوٹ جاتی تھی، یہاں تک کہ اجے پال اور اس کے چیلے عاجز آ گئے، بظاہر اجے پال عاجز آ گیا مگر اس کا غم وغصہ بڑھنے لگا، اس نے پھر خواجہ صاحب کو چیلنج دیا کہ خیر اسی میں ہے کہ آپ لوگ یہاں سے چلے جائیں ورنہ میں پہاڑ کو الٹ دوں گا اور تمہارا سرمہ بن جائے گا، خواجہ صاحب نے اس کی خرافاتی باتوں کا کوئی جواب نہ دیا، اجے پال غصہ میں بہت سے سانپوں کو اپنے جسم کے چاروں طرف لپیٹ کر اور ہرن کی کھال پر بیٹھ کر آسمان میں اڑنے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے نظر سے غائب ہوگیا، اسی وقت حضرت خواجہ نے اپنی نعلین پاک کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ: اے نعلین! اوپر جاکر اس دشمن کو اتنا مرو کہ اس کا کچومر نکل جائے اور وہ نیچے اتر آئے، پھر اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا کہ نعلین پاک کو آسمان کی طرف اڑا دیں، نعلین پاک کا اڑنا تھا کہ وہ ہوا میں بلند ہوکر سیدھی اجے پال کے سر اور چہرے پر برسنے لگیں، جب اس پر لگاتار نعلین کی مار پڑنے لگی تو وہ بوکھلا کر نیچے آ گیا اور شرمسار ہوکر خواجہ کے قدموں مین گر پڑا اور معافی مانگنے لگا، حضرت خواجہ نے اس کو ایک پیالے میں تھوڑا سا پانی پینے کو دیا اور اس کا قصور معاف کردیا، اجے پال نے جیسے ہی اس پیالے کا پانی پیا کفر وشرک کی ضلالت اور ظلمت اس کے سینے سے دور ہوگئی، وہ اسی وقت کلمہ طیبہ پڑھ کر صدقِ دل سے مسلمان ہوگیا"۔

(تاریخِ خواجہ خواجگان صفحہ 273، 274 مشتاق بک کارنر لاہور)

فصل (٤):

﴿تعظیمِ نعلینِ مشائخ﴾

کسی قریشی صحابی کے نعلین:

علامہ ابن حبان، علامہ ذہبی اور علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہم اللہ نے اپنی کتب میں نقل کیا ہے کہ:

''جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی مؤمن پر قیامت نہیں آئے گی، قیامت کے قریب اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا چلائے گا جس کے چلنے سے ہر مؤمن وصال فرما جائے گا، اور لوگوں پر ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ کسی آدمی کو قریشی کا نعل ملے گا تو وہ اسے چوم کر روئے گا اور کہے گا یہ اس قریشی کا نعل ہے۔

(کتاب المجروحین لابن حبان جلد2صفحہ242رقم917 دار الوعی حلب)

(تاریخ الاسلام للذہبی سن161تا170 موسیٰ بن مطیر الکوفی)

اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نعلین پر دونوں جہان قربان:

صاحبزادہ پیر سید نصیر الدین نصیر شاہ چشتی گیلانی گولڑوی رحمہ اللہ نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ:

''دونوں جہاں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا جوٹھا کھاتے ہیں لیکن میں اپنی امی

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نعلین پر دونوں جہان وار کے پھینک ڈالوں کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ان کے منہ کی چبائی مسواک بغیر دھوئے اپنے منہ میں ڈال لیا کرتے تھے“۔

جناب طاؤس رضی اللہ عنہ کے نعلین:

احیاء العلوم میں امام غزالی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ:

”ہشام بن عبدالملک مکہ مکرمہ میں حج کے لئے آیا، تو بولا: کسی صحابی کو میرے پاس بلاؤ، جواب ملا: وہ دنیا سے تشریف لے گئے، بولا: تابعین میں سے کسی کو بلاؤ، تو لوگوں نے جناب طاؤس رضی اللہ عنہ کو بلا کر پیش کر دیا، جب وہ آئے تو انہوں نے اپنے نعلین بادشاہ ہشام کے فرش کے کنارے پر آ کر اتارے، ۔۔۔۔۔ ہشام کو بڑا غصہ آیا یہاں تک کہ اس نے آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا، لیکن اس سے کہہ دیا گیا کہ یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حرم ہے، یہاں قتل کی اجازت نہیں، خلیفہ بولا: اے طاؤس! تم نے یہ کیا کیا؟ فرمایا: کیا کیا ہے؟ بولا: تم نے اپنے جوتے میرے فرش کے کنارے پر لا کر کیوں اتارے، ۔۔۔۔۔؟ فرمایا: جہاں تک تمہارے فرش کے کنارے نعلین اتارنے کا تعلق ہے تو میں اللہ کے سامنے روزانہ پانچ وقت اپنے نعلین اتار دیتا ہوں، اس نے مجھے کبھی سزا نہیں دی، اور نہ ہی مجھ پر غضبناک ہوا۔۔۔ یہ فرما کر آپ وہاں سے اٹھے اور چلے گئے“۔ (احیاء العلوم جلد2 (مترجم))

جناب مالک بن دینار رحمہ اللہ کے نعلین:

مکاشفۃ القلوب میں امام غزالی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ:

''جناب مالک بن دینار رحمہ اللہ ایک دن بصرہ کے ایک بازار سے گزر رہے تھے کہ آپ کو انجیر نظر آئے، دل میں انہیں کھانے کی خواہش ہوئی، دوکاندار کے پاس پہنچے، اور فرمایا: میرے ان جوتوں کے عوض انجیر دے دو، دوکاندار نے جوتوں کو پرانا دیکھ کر کہا: ان کے بدلہ میں کچھ نہیں مل سکتا، آپ یہ جواب سن کر چل پڑے، کسی نے اس دوکاندار سے کہا: جانتے ہو یہ بزرگ کون تھے؟ بولا: نہیں، کہا: یہ مشہور بزرگ جناب مالک بن دینار تھے، یہ سن کر دوکاندار نے اپنے غلام کو ایک ٹوکری انجیروں سے بھر کر دی اور کہا: اگر وہ اسے قبول کرلیں تو تو آزاد ہے، غلام بھاگا بھاگا آپ کی خدمت میں آیا، اور عرض کیا: حضور اسے قبول فرمالیں، فرمایا: نہیں لیتا، عرض کیا: اگر آپ قبول فرمالیں گے تو میں آزاد ہو جاؤں گا، فرمایا: اس میں تیرے لئے آزادی اور میرے لئے ہلاکت ہے، غلام نے خوب اصرار کیا، تو فرمایا: میں نے قسم کھالی ہے کہ دین کے عوض میں انجیر نہیں کھاؤں گا اور مرتے دم تک کبھی بھی انجیر نہیں لوں گا''۔

(مکاشفة القلوب صفحہ 36)

جناب ابوسعید اصمعی رحمہ اللہ کے نعلین:

''علامہ ابوسعید عبدالملک بن قریب اصمعی رحمہ اللہ'' بادشاہ ہارون رشید کے بیٹوں کے استاذ تھے، ایک مرتبہ ہارون رشید نے مسجد کے دروازے پر اپنے دونوں بیٹوں کو اپنے استاذ علامہ اصمعی رحمہ اللہ کے جوتے صاف کر کے سیدھے کرتے ہوئے دیکھ لیا، اور اگلے دن دربار میں سب لوگوں سے سوال کیا کہ: بتاؤ آج اس زمین پر سب سے زیادہ عزت وعظمت والا شخص کون ہے؟ لوگوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کے سوا بھلا اور کون ہوسکتا ہے؟ ہارون رشید نے کہا: نہیں بلکہ وہ شخص سب سے

زیادہ عزت وعظمت والا ہے جس کے جوتے ایک بادشاہ کے بیٹے صاف کرتے ہوں، علامہ اصمعی رحمہ اللہ بھی اس وقت دربار میں موجود تھے وہ یہ سن کر گھبرا گئے، چنانچہ بادشاہ نے انہیں اپنے پاس بلا کر ان کی خوب تعظیم کی اور آئندہ ان کا وظیفہ بڑھا دیا۔

علامہ ابوالحسن بیضاوی رحمہ اللہ اور نئے جوتے:

علامہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ ''تاریخ بغداد'' میں فرماتے ہیں کہ:

''علامہ ابوالعلاء واسطی فرماتے ہیں کہ: ایک دن علامہ ابوالحسن بیضاوی رحمہ اللہ قاضی ابومسلم رحمہ اللہ کے پاس تشریف لائے، تو قاضی ابومسلم نے علامہ بیضاوی کے قدموں میں پھٹے ہوئے بوسیدہ جوتے دیکھے، جب علامہ بیضاوی رحمہ اللہ بیٹھ گئے، تو قاضی ابومسلم نے وہ پرانے جوتے اٹھالئے اور جلدی سے بالکل نئے جوتے منگوا کر اس جگہ رکھ دیئے، اس بات کا علامہ بیضاوی رحمہ اللہ کو علم نہ ہوا، چنانچہ جب علامہ بیضاوی رحمہ اللہ جانے لگے اور اپنے جوتوں کی جگہ پر نئے جوتے رکھے ہوئے دیکھے تو حیران ہو کر اپنے جوتے ڈھونڈنے اور قاضی ابومسلم سے اپنے جوتوں کے بارے میں پوچھا تو وہ بولے: اے ابوالحسن! اب یہی آپ کے جوتے ہیں، لہٰذا انہیں پہن لیجیے! چنانچہ انہوں نے اس تحفے کو قبول فرمایا''۔

(تاریخ بغداد جلد10 صفحہ298 رقم5440 دار الکتب العلمیہ بیروت)

شیخ حکم بن مطلب رحمہ اللہ کے نعلین:

علامہ ابن عساکر رحمہ اللہ ''تاریخ مدینہ دمشق'' میں لکھتے ہیں کہ:

''شیخ حکم بن مطلب رحمہ اللہ کی عادت ہوا کرتی تھی کہ اگر راستے میں

آپ کے ایک جوتے کا تسمہ ٹوٹ جاتا تو اپنا دوسرا جوتا بھی اتار کر ہاتھ میں پکڑ لیتے، چنانچہ ایک دن ایسا ہی ہوا تو ایک شخص نے وہ جوتا ٹھیک کر دیا، آپ اس شخص کو اصرار کر کے اپنے ساتھ گھر لے آئے اور اپنی لونڈی سے فرمایا: 30 دینار لاؤ اور وہ دینار لے کر آپ نے اس شخص کو دیدیئے اور فرمایا: تم نے ہمارا جوتا ٹھیک کیا یہ اس کا بدلہ ہے اور یہ جوتا بھی لے جاؤ یہ تحفہ ہے''۔

﴿تاریخ مدینه دمشق لابن عساکر (حکم بن مطلب بن عبد الله﴾

علامہ ابراہیم حربی رحمہ اللہ کے نعلین:

علامہ شہاب الدین حموی رحمہ اللہ ''معجم الادباء'' میں لکھتے ہیں کہ:

''ایک دن قاضی اسماعیل بن اسحاق کو شیخ ابراہیم حربی رحمہ اللہ کی زیارت کا شوق ہوا، اور انہیں اپنے گھر دعوت دی، اور شیخ ابراہیم رحمہ اللہ اس گھر میں داخل نہیں ہوا کرتے تھے جس کے باہر دربان ہوتا، قاضی اسماعیل نے اپنے گھر کے باہر سے دربان کو ہٹا دیا چنانچہ شیخ ابراہیم رحمہ اللہ تشریف لائے تو وہاں پر قاضی ابو عمر محمد بن یوسف رحمہ اللہ بھی موجود تھے، جیسے ہی شیخ ابراہیم رحمہ اللہ نے اپنے نعلین اتارے قاضی ابو عمر رحمہ اللہ نے چپکے سے انہیں اٹھا کر ایک نفیس ریشمی رومال میں لپیٹ کر اپنی آستین میں رکھ لیا، اس مجلس میں خوب علمی گفتگو بھی ہوئی، جب مجلس برخاست ہوئی اور شیخ ابراہیم رحمہ اللہ جانے لگے تو اپنا جوتا تلاش کیا تو قاضی ابو عمر رحمہ اللہ نے فوراً اپنی آستین سے اسے نکالا اور ادباً ان کے سامنے رکھ دیا یہ دیکھ کر شیخ ابراہیم نے فرمایا: اللہ آپ کی بخشش فرمائے جس طرح آپ نے علم کا احترام کیا، بعد ازاں جب قاضی ابو عمر نے وفات پائی تو انہیں

کسی نے خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ: اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیسا معاملہ فرمایا: وہ بولے: شیخ ابراہیم رحمہ اللہ کے دعاء کے سبب میری بخشش ہوگئی"۔

(معجم الادباء (ارشاد الاریب) جلد1 صفحہ49 دار الغرب الاسلامی بیروت)

علامہ ابواسحاق فیروز آبادی رحمہ اللہ کے نعلین:

علامہ ذہبی نے "تاریخ الاسلام" میں، علامہ سبکی نے "طبقات الشافعیہ" میں اور علامہ یافعی نے "مرأۃ الجنان" میں شیخ الاسلام علامہ ابو اسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی فیروز آبادی رحمہ اللہ (متوفی: 476 ہجری) کے بارے میں لکھا ہے:

"آپ رحمہ اللہ کی صحبت میں آپ کے شاگرد علماء کی ایک جماعت حاضر رہا کرتی تھی، جن میں علامہ شاشی، علامہ طبری اور علامہ ابن فتیان رحمہم اللہ جیسے حضرات شامل ہوتے تھے، علامہ فیروز آبادی رحمہ اللہ جب بھی عرب شریف سے باہر کسی شہر میں جایا کرتے تھے تو وہاں کے لوگ اپنی عورتوں اور بچوں کو ساتھ لے کر آپ رحمہ اللہ کے پاس حاضر ہوتے اور آپ رحمہ اللہ کی قمیص کی آستینوں کو مس کرتے اور آپ رحمہ اللہ کے نعلین کی خاک اٹھاتے اور اس سے شفاء حاصل کیا کرتے تھے"۔

(تاریخ الاسلام للذہبی جلد32 صفحہ99 المکتبۃ التوفیقیہ مصر)

(طبقات الشافعیہ للسبکی جلد2 صفحہ483،484 دار الکتب العلمیہ بیروت)

(مرأۃ الجنان للیافعی جلد3 صفحہ113 دار الکتب العلمیہ بیروت)

نعلینِ خواجہ نظام الدین اور امیر خسرو رحمہما اللہ:

علامہ سیّد محمد سعید رحمہ اللہ اپنی کتاب "مرآت العاشقین" (جو دراصل خواجہ محمد شمس الدین سیالوی رحمہ اللہ کے ملفوظات ہیں) میں فرماتے ہیں جس کا اردو ترجمہ بنام "پُر گوہر" صاحبزادہ غلام نظام الدین مرولوی صاحب (معظم آباد) نے کیا ہے کہ

''بعد ازاں، حضرت امیر خسرو کے عقیدے کا ذکر شروع ہوا، ایک دن ایک شخص سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی خدمت میں آیا اور خیرات طلب کی، سلطان المشائخ نے فرمایا: آج جو کچھ آئے گا تجھے دیدوں گا، اتفاقا اس دن کوئی چیز نہ آئی، دوسرے دن بھی سائل نے اسی طرح سوال کیا، آنحضرت نے وہی جواب دیا، اتفاقا اس روز بھی کوئی چیز نہ آئی، سائل نے تیسرے دن پھر سوال کیا، سلطان المشائخ نے اپنی نعلین اس کو بخش دی اور وہ رخصت ہوا، جس راستے پر وہ جا رہا تھا اسی راستے پر امیر خسرو چار لاکھ روپے کا تجارتی سامان اونٹوں پر لادے ہوئے اپنے ہمراہ لئے آرہے تھے، امیر خسرو نے اس شخص سے پوچھا: تو کہاں سے آرہا ہے؟ اس نے بتایا کہ میں دہلی میں سلطان المشائخ کے حضور سوال کرنے گیا تھا، دو تین دن وہاں ٹھہرا رہا لیکن کچھ نہ ملا، آخر آپ نے اپنی نعلین مبارک عطا کی، جب امیر موصوف نے یہ بات سنی، تو اس سے پوچھا کیا تم اسے بیچنا چاہتے ہو، اس نے کہا: ہاں، امیر نے دریافت کیا: اس کی قیمت کیا ہے؟ اس نے کہا جو کچھ مل جائے، امیر نے چار لاکھ کا تمام مال مع اونٹوں کے اس کے حوالے کر دیا، اور نعلین مبارک اس سے لے کر کپڑے میں لپیٹ کر کمالِ ادب کے ساتھ سر پر باندھے ہوئے خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، آنحضرت نے پوچھا: تجارت میں کوئی چیز بچی بھی ہے؟ امیر نے عرض کیا: غریب نواز! اس مرتبہ تو وہ نفع اٹھایا ہے کہ اس سے پہلے کبھی حاصل نہ ہوا تھا، پھر نعلین کی خریداری کا حال سنایا، سلطان المشائخ نے فرمایا: تم نے بہت سستے داموں خریدی ہے، تمہارے عقیدے کے مطابق اگر تم اس سے دو چند

قیمت دیتے تو پھر بھی کم تھی"۔

(مراۃ العاشقین صفحہ57،56 تصوف فاؤنڈیشن سمن آباد لاہور)

خواجہ محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ کے نعلین:

حضور خواجہ غلام فرید کوٹ مٹھن والے رحمہ اللہ کے ملفوظات شریف کے مجموعہ "مقابیس المجالس" میں اس کتاب کے جامع اور مرتب مولانا رکن الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"اس کے بعد فرمایا کہ: وصال کے وقت حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمہ اللہ نے وصیت کی تھی کہ ان تبرکات کو جو مجھے اپنے شیخ حضرت محبوبِ الٰہی قدس سرہ سے ملے ہیں، میری قبر کے اندر سرہانے کی طرف دفن کر دینا، یہی وجہ ہے کہ آپ کے مزار کے سرہانے کی طرف کسی کو جانے کی اجازت نہیں ہے، اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک تو یہ خرقہ معراجیہ تھا، باقی ایک دستار تھی، ایک لکڑی کا پیالہ (کاسہ چوبین)، ایک عصا، ایک تسبیح، ایک جوڑا نعلین چوبین (لکڑی کا جوتا) تھے"۔

(مقابیس المجالس صفحہ315 الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور)

شاہ کلیم اللہ شاہجہان آبادی رحمہ اللہ کے نعلین:

"غذاء المحبین شریف" میں ہے کہ:

"حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی ۱۰۶۰ھ میں "کاکوری" میں پیدا ہوئے، حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی کے عزیز ترین مرید اور خلیفہ تھے، سلسلہء نسب حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے واسطہ سے

حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق تک پہنچتا ہے، شاہ صاحب حضرت نظام الدین سے نہایت پیار و محبت فرماتے اور ان کی ظاہری تعلیم و تربیت کی ذمہ داری قبول فرمائی، عرصہ تک حضرت نظام الدین، حضرت شاہ صاحب کی خدمتِ بابرکت میں رہ کر علومِ ظاہری حاصل کرتے رہے، ایک روز شاہ صاحب مجلس سے اٹھے اور فرش کے کنارے تک پہنچے تو حضرت نظام الدین نے بڑھ کر فوراً جوتے اٹھائے اور صاف کر کے رکھ دیئے شاہ صاحب کو یہ ادا پسند آئی، اور انتہائی محبت سے فرمایا: ''نظام الدین! تو ہمارے پاس علومِ ظاہری حاصل کرنے آیا ہے یا فوائدِ باطنی، جو بہر حال زیادہ بہتر اور اچھے ہیں'' حضرت نظام الدین نے بے ساختہ عرض کیا:

سپردم بتو مایۂ خویش را　　　　تو دانی حسابِ کم و بیش را

یہ شعر سنتے ہی شاہ صاحب کو اپنے پیر و مرشد حضرت یحییٰ مدنی کی پیش گوئی یاد آگئی، انہوں نے حجاز سے روانگی کے وقت ارشاد فرمایا تھا: کہ ایک شخص ایسے موقع پر یہ شعر پڑھے گا اور وہ ہماری نسبت کا مالک ہوگا، اس سے چشتیہ نظامیہ سلسلے کو بے حد ترقی ہوگی، فرمایا: ''آمد آں یارے کہ ما می خواستیم'' اور اسی وقت بیعت فرمالیا۔

(غذاء المحبین شریف صفحہ 36،35 ناشر محمد عبد الغفور سلیمانی)

تاجدارِ تونسہ رحمہ اللہ کے نعلین:

جناب حافظ نور محمد مکھڈّی رحمہ اللہ ''غذاء المحبین شریف'' المعروف ''ملفوظاتِ حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ شاہ محمد اللہ بخش تونسوی رحمہ اللہ'' میں رقم طراز ہیں کہ:

''۲۲ جمادی الاول ۱۳۱۹ھ حضور (خواجہ اللہ بخش تونسوی) غریب نواز قدس سرہ جب نماز مغرب سے فارغ ہوئے تو حضرت خواجہ محمود عالم علیہ الرحمۃ صاحب سے فرمایا: تبرکات والی صندوق مبارک لے آؤ، انہوں نے فوراً صندوق مبارک لاکر حاضر کی، آپ نے صندوق مبارک کھول کر پہلے حضرت قبلہ عالم (خواجہ نور محمد مہاروی) صاحب رضی اللہ عنہ کی کلاہ (ٹوپی) مبارک کو اپنے ہاتھ مبارک میں لے کر بوسہ دیا،۔۔۔۔۔۔۔۔ بعدہ حضرت (خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی) صاحب رضی اللہ عنہ کی لنگی مبارک صندوق سے باہر نکال کر عاشقانہ انداز میں اپنی محبت کا اظہار فرمایا، بعد ازاں جب صندوق سے حضرت صاحب رضی اللہ عنہ کا کفش (جوتا) مبارک نکالا گیا تو آپ نے کفش کا نہایت ہی ادب واحترام کیا بلکہ دوسرے تبرکات کی نسبت کفش مبارک سے عشقیہ جوش وجذبے کا اظہار فرمایا''۔

(غذاء المحبین شریف صفحہ535، 536 ناشر محمد عبد الغفور سلیمانی)

نعلینِ شیخ اور پیر سیال رحمہما اللہ:

مولانا مفتی غلام احمد سیالوی صاحب ''انوارِ قمریہ'' المعروف ''ملفوظاتِ شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمہ اللہ'' (متوفی:) میں تحریر کرتے ہیں کہ:

''ایک مرتبہ پیر سیال حضرت خواجہ شمس العارفین حضرت پیر پٹھان (خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی) رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تشریف فرما تھے اور سر پر ٹوپی کئے ہوئے تھے، پیر پٹھان نے آپ کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: ''رانجھڑیا میڈے سیالاں نوں رنگ لاویں'' آپ نے فرمایا: پیر سیال نے خدمت بھی ایسے ہی کی تھی، جب پیر پٹھان مہار شریف حاضری پر جاتے اور گھوڑے پر سوار ہوتے آپ کا گھوڑا اتنا چوڑا تھا

کہ اس کی پشت پر چارپائی آجاتی تھی، اس وقت پیر سیال گھوڑے کے سامنے دوڑتے، ننگے پاؤں ہوتے، پتھریلا علاقہ ہوتا لیکن پرواہ نہ کرتے تھے، اپنے شیخ کا بستر، کوزہ اٹھائے ہوئے بلکہ مشک اور ڈھیلوں کی تھیلی اور گھوڑے کا توبرہ ایک ہاتھ اور دوسرے ہاتھ میں پینے کا کوزہ، جائے نماز اور وظائف وغیرہ ہوتے۔

ایک مرتبہ سخت گرمی کا موسم تھا، پاؤں میں کنکریاں چبھتی تھیں، پیر پٹھان نے بلا کر اپنی نعلین مبارک عنایت فرمائی تا کہ پہن لیں، پیر سیال نے چوم کر آنکھوں سے لگائی اور سر پر رکھ لی اور سامنے دوڑتے چلے گئے، کچھ آگے چلے تو (پیر پٹھان نے) فرمایا: ''کھڑ'' چنانچہ سینہ سے لگایا اور فیض یاب فرمایا''۔

(انوارِ قمریہ جلد1 صفحہ251 ناشر سیّد ابو الحسن شاہ منظور ہمدانی)

شیخ کے جوتوں کا احترام:

آج سے تقریباً 20 سال پہلے میں نے اپنے والدِ محترم کی لائبریری میں موجود کسی کتاب میں ایک بزرگ کا یہ واقعہ پڑھا تھا نام اور حوالہ یاد نہ رہا، البتہ کسی فائدے کی غرض سے اس واقعہ کو یہاں درج کرر ہا ہوں کہ:

''ایک بزرگ اپنے شیخ کے ساتھ حج کے سفر پر پیدل ہی روانہ ہوئے اور راستے میں جوتا ٹوٹ گیا، کچھ دور تک تو بغیر جوتے کے چلتے رہے، شیخ نے ننگے پاؤں چلنے کی وجہ پوچھی تو عرض کیا: جوتا ٹوٹ گیا ہے، چنانچہ شیخ نے اپنا جوتا اتار کر عطا فرما دیا، کچھ دیر تک چلنے کے بعد جب شیخ نے مڑ کر دیکھا تو وہ صاحب ابھی بھی ننگے پاؤں چل رہے تھے، شیخ نے پوچھا: جوتا کہاں ہے؟ عرض کیا: جہاں ہونا چاہیے وہیں رکھا ہے، چنانچہ اپنا عمامہ کھول کر دکھایا تو سر پر موجود تھا یہ دیکھ کر شیخ نہایت مسرور ہوئے اور خصوصی دعاؤں اور لطف وکرم سے فیضیاب فرمایا۔ (رحمہما اللہ تعالیٰ)

خواجہ نور محمد نارووالہ رحمہ اللہ کے نعلین:

خواجہ محمد خالد فرید صاحب نے ''درِ نایاب'' میں حضور قبلہ ء عالم خواجہ نور محمد مہاروی لجپال کھرل رحمہ اللہ (متوفی: 1205 ہجری) کے محبوب مرید حضور خواجہ نور محمد نارووالہ شہنشاہ رحمہ اللہ (متوفی: 1204 ہجری) کے ملفوظ اور حالات و واقعات کو ترتیب دیتے چند مقامات پر ایک واقعہ کو لکھا ہے، جسے ہم اپنے لفظوں میں مقتبساً یہاں درج کرتے ہیں کہ:

''ایک مرتبہ حضور قبلہ ء عالم خواجہ نور محمد مہاروی رحمہ اللہ نے اپنے صاحبزادے خواجہ نور الصمد رحمہ اللہ کو حکم دیا کہ خواجہ نور محمد نارووالہ رحمہ اللہ کے نعلین سیدھے کر دیں، ارشاد کی تعمیل ہوئی، جس پر خواجہ نور محمد نارووالہ رحمہ اللہ بے حد غمگین اور دکھی ہو گئے کہ حضور مرشدِ کریم کے صاحبزادہ صاحب نے میرے نعلین کو ہاتھ کیوں لگایا، چنانچہ اسی جوشِ غم میں فرما دیا: اللہ جل مجدہ مجھے وصالِ مرشد کریم تک زندہ نہ رکھے گا، ان سخت الفاظ کا زبان سے نکلنا تھا کہ وہاں موجود تمام حضرات دم بخود ہو گئے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، آپ رحمہ اللہ کا وصال آپ کے مرشد کریم حضور خواجہ نور محمد مہاروی رحمہ اللہ کی زندگی میں ہی ہو گیا، چونکہ جانِ عالم، روحِ شریعت، قلبِ طریقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک 63 سال کی ہوئی، اور خواجہ نور محمد نارووالہ رحمہ اللہ کا وصال 56 سال کی عمر میں ہو گیا یعنی آپ کی عمر 7 برس کم ہوئی، مرشد کریم حضور قبلہ ء عالم خواجہ نور محمد مہاروی رحمہ اللہ نے ان کے وصال پر نہایت حسرت و یاس میں فرمایا کہ: یہ نقصان میں نے خود کیا ہے، نہ بیٹے سے ان کے نعلین سیدھے کراتا، نہ میرا یہ نقصان ہوتا، میرے میاں صاحب کے

7 سال مجھ سے ضائع ہو گئے"۔

(درِ نایاب صفحہ 10،35،44 مقتبساً حاجی پور شریف راجنِ پور)

شیخ الخطباء اور نعلینِ اعلیٰ حضرت رحمہما اللہ:

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ (متوفی:1340 ہجری) کے "الملفوظ" میں ہے کہ:
"میں نے اس رسالہ (الدولة المكيه) میں "غیوبِ خمسہ" کی بحث نہ چھیڑی تھی کہ سائلوں کے سوال میں نہ تھی اور مجھے بخار کی حالت میں بکمال تعجیل قصدِ تکمیل آج ہی کہ میں لکھ رہا ہوں حضرت شیخ الخطباء، کبیر العلماء مولانا شیخ احمد ابوالخیر مرداد (رحمة الله تعالیٰ علیہ) کا پیام آیا کہ میں پاؤں سے معذور ہوں اور تیرا رسالہ سننا چاہتا ہوں، میں اسی حالت میں جتنے اوراق لکھے گئے تھے لے کر حاضر ہوا، رسالہ کی قسمِ اول ختم ہو چکی تھی جس میں اپنے مسلک کا ثبوت ہے، قسمِ دوم لکھی جا رہی تھی جس میں وہابیہ کا رد اور ان کے سوالوں کا جواب ہے، حضرت شیخ الخطباء نے اول تا آخر سن کر فرمایا: "اس میں علمِ خمس کی بحث نہ آئی" میں نے عرض کی کہ سوال میں نہ تھی، فرمایا: "میری خواہش ہے کہ ضرور زیادہ ہو" میں نے قبول کیا، رخصت ہوتے وقت ان کے زانوئے مبارک کو ہاتھ لگایا، حضرت موصوف نے بآں فضل وکمال و بآں کبرِ سال کہ عمر شریف ستر برس سے متجاوز تھی، یہ لفظ فرمائے کہ: "انا اقبّل ارجلكم، انا اقبّل نعالكم" میں تمہارے قدموں کو بوسہ دوں، میں تمہارے جوتوں کو بوسہ دوں، یہ میرے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کہ ایسے اکابر کے قلوب میں اس بے وقعت کی یہ وقعت! میں واپس آیا اور شب ہی میں بحثِ خمس کو بڑھایا۔ (الملفوظ صفحہ 191 (متفرقات))

بزرگانِ دین کے نعلین:

اویسِ زماں شاہ فضلِ رحمان گنج مراد آبادی رحمہ اللہ (متوفی:1313

ہجری) المعروف مولانا بابا جی رحمہ اللہ جن سے ملاقات کے لئے سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ خود حاضرِ خدمت ہوئے تھے، چنانچہ آپ رحمہ اللہ کا قول مولانا یاسین اختر مصباحی صاحب نے اپنی کتاب ''ممتاز علمائے فرنگی محل لکھنؤ'' میں تحریر فرمایا ہے کہ:

''درسِ قرآن میں: ﴿وبقية مما ترك آل موسىٰ وآل هارون﴾ کی تفسیر میں مولانا بابا نے ارشاد فرمایا کہ: یہ تبرکات ''عصا، عمامہ، جوتا'' تھے پھر جلالین دیکھنے کا حکم دیا تو اس میں یہی مسطور تھا پھر فرمایا کہ: اس آیت سے ثابت ہوا کہ: بزرگوں کا جوتا وغیرہ تبرک ہے۔

(۱۰۶۔ افضالِ رحمانی)

(ممتاز علمائے فرنگی محل لکھنؤ صفحہ 299 اکبر بک سیلرز لاہور)

حضور حجۃ الاسلام کے نعلین اور شیرِ اہلسنّت رحمہما اللہ:

عزیزم مولانا محمد افضال حسین نقشبندی زید مجدہ نے اپنی غیر مطبوعہ کتاب ''حیاتِ شیرِ اہلسنّت'' میں لکھا ہے کہ:

''سن 1937 عیسویں کے دور میں حضور شیرِ اہلسنّت مناظر اسلام مفتی محمد عنایت اللہ قادری رحمہ اللہ بریلی شریف دار العلوم منظرِ اسلام میں دورہ حدیث شریف کر رہے تھے، کہ ایک دن شہزادہ ٔ اعلیٰ حضرت حضور حجۃ الاسلام شاہ محمد حامد رضا خان قادری رحمہ اللہ اپنے حجرہ سے باہر تشریف لائے کہ حضور شیرِ اہلسنّت رحمہ اللہ جلدی جلدی آگے بڑھے اور آپ کے پاپوش مبارک کو اپنے رومال کے ساتھ صاف کیا اور ان کو چوما اور پہننے کے لئے آپ کے سامنے رکھ دیئے اس دوران آپ کی جیب سے بیری کے کچھ پتے آپ کے پاپوش مبارک پر گر پڑے، تو آپ نے فرمایا: یہ کیا ہے؟ آپ جواباً خاموش رہے، چنانچہ حضور حجۃ الاسلام کے اصرار پر

آپ نے بتایا کہ جب کبھی بھوک ستاتی ہے تو انہیں کھا کر گزارا کر لیتا ہوں یہ سن کر آپ فوراً واپس گھر تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد آ کر فرمایا ''ارے پنجابی میاں! اب آپ کا کھانا ہمارے گھر سے آیا کرے گا'' چنانچہ جب تک حضور شیرِ اہلسنّت رحمہ اللہ وہاں تعلیم حاصل کرتے رہے آپ کا کھانا حضور حجۃ الاسلام کے گھر سے آیا کرتا تھا۔

(حیاتِ شیرِ اہل سنت (از قلم: مولانا محمد افضال حسین نقشبندی) غیر مطبوعہ)

سید صبغۃ اللہ حیدر رحمہ اللہ اور دینی طلباء کے نعلین:

مولانا صاحبزادہ سیّد محمد غضنفر حسین مدنی صاحب اپنی کتاب ''میرے پیر'' میں اپنے شیخِ طریقت ''فرید عصر حضرت قبلہ سیّد محمد صبغۃ اللہ حیدر شاہ بخاری رحمہ اللہ'' (متوفی: 2013ء) کا تذکرہ لکھتے ہوئے روایت کرتے ہیں کہ:

''خادمِ ''حضرت فریدِ عصر'' محمد فیاض بیان کرتے ہیں: حضرت فریدِ عصر رحمہ اللہ وصال مبارک سے چند ہفتے قبل جب بسترِ علالت پر تھے تو میں حاضرِ خدمت ہوا، انہوں نے فرمایا کہ: دربار شریف پر حاضری دینی ہے ساتھ چلو، حضرت صاحب نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ لیا اور میں آہستہ آہستہ ان کے آگے چلنے لگ پڑا، دربار شریف سے حاضری کے بعد واپسی پر ہم جب میاں احمد دین صاحب رحمہ اللہ کے مزار کے قریب پہنچے تو وہ طلباء کے جوتے پڑے ہوئے تھے، میں نے پاؤں کے ساتھ ان سب جوتوں کو وہاں سے ایک سائیڈ پر کرنے کی کوشش کی، میرا یہ فعل دیکھ کے آپ نے اپنے اس ہاتھ سے میرے کندھے کو خوب زور سے دبایا جو میرے کندھے پر رکھا ہوا تھا، آپ کا دبانا کسی صحت مند آدمی کی طرح تھا، مجھے اپنے کندھے میں ہلکی سی درد کی لہر محسوس ہوئی، میں ڈر گیا، میں نے

حضرت فریدِ عصر رحمہ اللہ کی طرف دیکھا تو انہوں نے مجھے واپس حجرہ کی طرف چلنے کا اشارہ کیا، ہم واپس بیٹھک میں پہنچ چکے تھے، چارپائی پر بیٹھتے ہی میں چہرہ مبارک کی طرف دیکھا تو جلال عروج پر تھا، مجھے اپنے قریب بلایا اور میرا ہاتھ پکڑ لیا اور اپنی شہادت کی انگلی سے میری ہتھیلی پر آہستہ سے تین ضربیں لگائیں اور فرمانے لگے: میاں فیاض! تم نے پاؤں کے ساتھ طلباء کی جوتیوں کی توہین کی ہے، لہٰذا یہ تمہاری سزا تھی، تمہیں نہیں معلوم یہ بچے دین کے طالب علم ہیں؟ ان کے مقام و مرتبے سے شاید تم واقف نہیں ہو"۔

(میرے پیر صفحہ 102،103 ایم ایس پبلشرز اردو بازار لاہور)

حضور میاں صاحب رحمہ اللہ اور علماء کے نعلین کا ادب واحترام:

سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ پاکستان سیّد افضل حیدر صاحب اپنی کتاب "ذکرِ درویش" میں اپنے شیخ حضرت میاں علی محمد خان چشتی نظامی المعروف میاں صاحب رحمہ اللہ (پاکپتن شریف) (متوفی: 1395 ہجری) کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک واقعہ حاجی عبدالسلام صاحب کی روایت سے لکھتے ہیں کہ:

"حضور بابا فریدالدین گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک کا موقع تھا، بہشتی دروازہ کھلنے میں ابھی دیر تھی، حضور میاں صاحب رحمہ اللہ دروازے کے قریب کھڑے تھے، مولانا عبدالحق چراغی خطیب جامع مسجد آستانہ عالیہ حضور گنج شکر بھی ساتھ کھڑے تھے، مولانا حضرت سیّد محمد اسماعیل شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کرمانوالہ کے مریدِ خاص تھے، میں نے میاں صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں پان کا ٹکڑا پیش کیا، پھر مولانا صاحب نے پنجابی زبان میں فرمایا: پتڑی (بیٹے)! پان مجھے بھی دو۔

جب میں نے میاں صاحب رحمہ اللہ کو پان پیش کیا تو میری مولانا عبدالحق کی

طرف پشت ہوگئی، حضور میاں صاحب رحمہ اللہ نے فوراً مجھے کھینچ کر اپنے سینے سے لگایا اور ڈانٹ کر فرمایا: علماء کی طرف پیٹھ کرنا بے ادبی ہے، کسی عالم کی طرف کبھی پیٹھ نہ کرنا، میں سخت نادم ہوا اور معذرت کرتے ہوئے پان مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں بھی پیش کیا، پھر میاں صاحب رحمہ اللہ نے مزید ہدایت یہ بھی فرمائی کہ سلام اللہ! کسی عالم کے جوتے کو تحقیری طور پر ''جُتڑی'' کہنا بھی بے ادبی میں داخل ہے، اللہ کا فضل ہے کہ اس دن سے لے کر آج تک میں نے حضرت کی ہدایت پر عمل کیا ہے''۔

(ذکرِ درویش صفحہ 198، 199 دوست پبلی کیشنز لاہور)

خانقاہِ سلطانیہ کالا دیو شریف کے سجادگان کا طریقہ:

مجھے میرے استاذ مکرم مفتی محمد شفیق احمد مجددی زید شرفہ نے اپنے مرشد خانہ خانقاہِ سلطانیہ کالا دیو شریف گلشنِ عظیم جہلم کے سجادگان کے باہمی ادب واحترام کے بارے میں ایک عجیب مگر لطیف بات بتائی کہ:

''اس آستانہ کے تمام سجادگان اور برادران مثلاً! صاحبزادہ پیر محمد عبد السلام صدیقی، صاحبزادہ محمد بدر الاسلام، صاحبزادہ محمد ضیاء الاسلام، صاحبزادہ محمد انوار الاسلام، صاحبزادہ محمد وقار الاسلام، صاحبزادہ محمد معین الاسلام اور صاحبزادہ محمد شمس الاسلام دامت برکاتہم العالیہ، اگر یہ صاحبزادگان اکٹھے ایک ہی جگہ پر تشریف فرما ہوں تو اپنے جوتے بھی ایک دوسرے کے برابر نہیں اتارتے بلکہ اپنے سے بڑے بھائی کے جوتے سے پیچھے اتارتے ہیں کہ دیکھنے والے کو فقط جوتے دیکھ کر ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ: کتنے شہزادگان اس مجلس میں تشریف فرما ہیں اور پھر باہم چلتے ہوئے بھی اپنے سے بڑے کا احترام کرتے ہوئے برابری نہیں کرتے، یہ ان کے باہمی ادب کی ایک عمدہ اور قابلِ تقلید مثال ہے جو

دوسرے آستانوں پرنہیں ملتی''۔

مصنف کا عمل:

طالبعلمی زمانے میں ایک مرتبہ میں نے اپنے استاذِ گرامی کے جوتوں کو اپنی داڑھی سے صاف کیا تھا اور دل میں ایک دعاء مانگی تھی جو الحمد للہ پوری ہوئی، شاید اسی نیک عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے علمِ دین کی خدمت کے لئے شعبہء تدریس سے وابستگی عطا فرمائی ہے۔

سنی بڑے مؤدب ہوتے ہیں ایک وہابی کا اعتراف:

میرے ایک شاگرد مولانا محمد طارق محمود رضوی صاحب (امام وخطیب جامع مسجد زبیدہ منیر شعیب بلاک مارکیٹ فیصل آباد) نے مجھے بتایا کہ:

''میرے نانا ''مولوی محمد حسین مغل'' (مغل پورہ نمبر ا فیصل آباد) جو کٹر غیر مقلد وہابی تھے، وہ بیمار ہوئے تو میں ان سے ملنے کے لئے گیا، وہ اپنی چارپائی سے اٹھنے لگے تو میں نے ان کا جوتا سیدھا کر کے انہیں پہنا دیا تو یہ دیکھ کر وہ بولے: ماننا پڑے گا کہ تم سُنیوں میں ادب بڑا پایا جاتا ہے، ہم وہابیوں میں یہ بات نہیں''۔

باب نمبر5:

ممنوع جوتے

کھانا کھاتے وقت جوتے اتار دینا:

جناب انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کے سامنے کھانا آجائے تو اپنے جوتے اتار ڈالے اس سے اس کے قدموں کو آرام ملے گا اور یہ سنت بھی ہے۔

(کشف الاستار جلد3صفحہ330رقم2867)

(المقصد العلیٰ فی زوائد ابی یعلیٰ للھیثمی جلد4صفحہ266 رقم 1506)

حدیث پڑھاتے وقت جوتے اتار دینا:

جناب انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ: جب بھی کوئی شخص حدیث بیان کرنے کے لئے بیٹھے تو اپنے جوتے اتار دیا کرے۔ (کنز العمال رقم18475)

نماز یا نماز جنازہ پڑھتے وقت احتیاطاً جوتے اتار دینا:

جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی جب بھی نماز پڑھنے لگے تو احتیاطاً اپنے جوتے اتار دیا کرے اور ان جوتوں سے ساتھ والوں کو تکلیف نہ دے، یا تو انہیں اتار کر اپنے قدموں کے درمیان میں ہی رکھ لے ورنہ پھر پہن کر ہی نماز پڑھ لے۔ (ابو داؤد رقم654،655)

قبرستان میں جوتے اتار کر جاؤ:

☆- جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام جناب بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو قبرستان میں جوتوں سمیت چلتے دیکھا تو فرمایا: اے جوتوں والے! انہیں اتار دے۔

(ابو داؤد:رقم3230، نسائی)

☆- جناب عصمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو قبرستان میں جوتے سمیت چلتے دیکھا تو فرمایا: اے جوتوں والے!

اپنے جوتوں کو اتار دے۔ (المستدرک للحاکم ج1 ص528 رقم1380 دار الکتب العلمیه)

مذاق میں کسی کا جوتا چھپا دینا:

☆ - جناب ابو الحسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ایک مرتبہ ہم لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے تو ایک آدمی اٹھ کر چلا گیا اور اپنے جوتے پہننا بھول گیا تو دوسرے آدمی نے اس کے جوتوں کو اٹھایا اور اپنی ران کے نیچے چھپا لیا، جب وہ شخص واپس آیا تو اس نے پوچھا: میرے جوتوں کو کس نے دیکھا ہے؟ لوگوں نے کہا: ہم نے تو نہیں دیکھا، وہ پریشان ہوا تو پھر وہ شخص بولا: میرے پاس ہیں، تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک مؤمن کو کیوں پریشان کرتے ہو؟ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں تو صرف کھیل رہا تھا، تو آپ نے تین بار فرمایا: ایک مؤمن کو کیوں پریشان کرتے ہو؟

(جامع المسانید لابن کثیر جلد9 صفحہ260 رقم11815 ابو الحسن المازنی)

☆ - جناب عامر بن عبد اللہ بن ربیعہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ: ایک شخص نے دوسرے کا جوتا اٹھالیا تو وہ پریشان ہو گیا چنانچہ یہ دیکھ کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک مؤمن کو پریشان کرنا اللہ کے نزدیک بہت بڑا جرم ہے۔ (کشف الاستار جلد2 صفحہ203 رقم1523)

کسی کا جوتا اس کی اجازت کے بغیر استعمال کرنا:

مسئلہ: کسی طالب علم کے لئے جائز نہیں کہ وہ دوسرے کی کتاب، کپڑے، تولیہ، جوتے وغیرہ اس کی اجازت کے بغیر استعمال کرے مگر یہ کہ صراحۃً یا دلالۃً اذن ہو۔

(تلخیص اصول الشاشی مع قواعد فقهیه صفحه139 (لا یجوز لاحد ان یتصرف فی ملك الغیر بلا اذنه))

—وللّٰه الحمد—

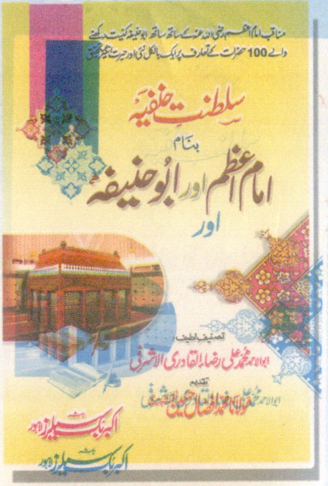
الوداعی لفظ

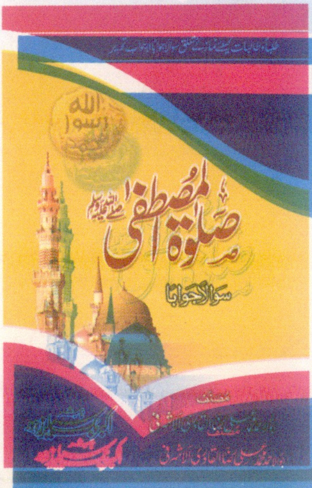
اللہ کے فضل وکرم سے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ عنایت سے متبرک موضوع پر مشتمل یہ متبرک کتاب 18 مارچ 2019ء بمطابق 10 رجب المرجب 1440ھ ہجری بروز جمعۃ المبارک بعداز نمازِ عشاء رات 11 بجے مکمل ہوئی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلینِ اقدس کے صدقے سے اس کتاب کو مقبولِ عام وخاص بنائے اور اس سے اہلِ سنت کو فائدہ نصیب فرمائے۔ (آمین)

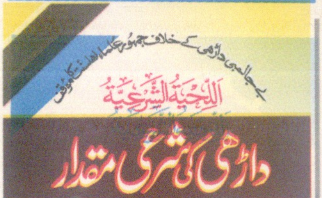
دیگر تصانیف

ابوالاحمد محمد علی رضا القادری الاشرفی









ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور
Ph:37352022